بچوں کے اسلامی احکام






تصنیف
امام فقیہ محمد بن محمود بن حسین استروشنی حنفی





مترجم
مولانا علامہ فضل رسول








فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) لاہور

فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد

شیطان پر ایک فقیہ ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے (رواہ الترمذی)

احکام الصغار (عربی)

بچوں کے اسلامی احکام (مترجم)

بچوں سے متعلق اسلامی احکام پر جامع اور مفید کتاب
حضرت مصنف نے بچوں کے مسائل کو فقہی ابواب پر
تقسیم کیا ہے تاکہ پڑھنے والے کو مسائل کے تلاش
کرنے میں آسانی رہے۔ اس کے مطالعہ سے اندازہ
ہوگا کہ اسلام نے چلڈرن (بچوں) کو کتنی اہمیت دی ہے

تصنیف

امام فقیہ محمد بن محمود بن حسین استروشنی حنفی
(م ۶۳۲ھ)

ترجمہ:

مولانا فضل رسول زید مکارمہ (خانیوال)

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور



ISBN 969-563-026-X



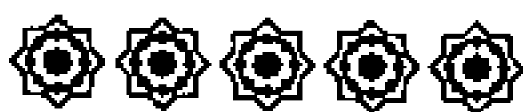
تصحیح : حافظ محمد اکرم ساجد، شاہد محمود
مطبع : روحی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
الطبع الاول : محرم 1428ھ / جنوری 2007ء
قیمت : [redacted] روپے

Farid Book Stall®
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹
ای میل: info@faridbookstall.com
ویب سائٹ: www.faridbookstall.com

فہرس

بچوں کے احکام



مقدمۃ المصنف

بندۂ ناتواں محمد بن محمود بن حسین استروشنی (اللہ تعالیٰ اسے ناپسندیدہ اُمور سے اپنے حفظ وامان میں رکھے اور اس کے والدین کو کامیابی وکامرانی کے مراتب پر فائز فرمائے) کہتا ہے:

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں' جس کی دلیل وحجت غالب ہے۔

اور اس کا سیدھا راستہ مخلوق پر ظاہر ہے اور تمام بندوں پر اپنی کامل نعمتیں فرمائیں اور ان میں سے اہلِ عناد کو اپنے انتقام کے لیے مخصوص فرمایا اور میں اس کے انعام وفضل پر اس کا شکر ادا کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے' وہ یکتا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' ایسی گواہی جو میری امید کے آخری کنارے تک پھیلی ہو اور میری امیدوں سے خوف اور اندیشوں کو ختم کردینے والی ہو اور جو مجھے توبہ کی توفیق دلانے والی اور زندگی کے اختتام پر مجھ پر احسان کرنے والی ہو (یعنی زندگی کا دور مکمل ہونے پر کلمۂ شہادت پڑھنا نصیب ہو)۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' آپ کے بیان کردہ وعدہ اور وعید سچے ہیں' آپ نے ہدایت کے راستوں کو واضح فرمایا اور شاہراہِ ہدایت کا بیان فرمایا' شک کی تاریکیوں کو زائل فرمایا اور شک کی شدتِ حرارت کو ٹھنڈا فرمایا' آپ پر اور دنیا سے بے رغبتی اختیار کرکے اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہونے والی آپ کی آلِ پاک اور آپ کے نیک اور جہاد فرمانے والے صحابہ کرام علیہم الرضوان پر مسلسل اور لگاتار اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں' جب تک دن رات کی گردشیں جاری ہیں۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد میں کہتا ہوں کہ لوگوں کی خواہشات مختلف ہوتی ہیں اور ان کی طبیعتیں اور آراء وافکار جدا جدا ہوتے ہیں۔ لوگ اپنی اپنی ہمتوں کے مطابق کوشش کرتے ہیں اور ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی پر خوش ہے۔

''ہر ایک کے پاس جو کچھ ہے اسی پر وہ خوش ہے''

اپنے قول واعتقاد میں ہی وہ سعادت و نیک بختی تصور کرتا ہے''۔

ایک قوم علم کی مدح کرتی ہے اور دوسرے لوگ اس میں نقص نکالتے ہیں۔ کچھ لوگ علم کو عار خیال کرتے ہیں اور کچھ علم کے ذریعے فخر کرتے ہیں۔ علوم میں سے اشرف و افضل فقہ و احکام اور حلال و حرام کے بیان کا علم ہے، جس کے ذریعے اسلام کے ستون اپنی جگہ مضبوط و قائم ہیں اور جس کے ذریعے شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بلند و بالا ہے۔

علم فقہ اور اس کے ذرائع کی فضیلت کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کی طلب کے لیے مخلوق میں بہت زیادہ رغبت پیدا فرمادی ہے

علم فقہ کی بدولت ہی علماء کرام تمام لوگوں سے زیادہ بلند مناقب والے، تمام لوگوں سے زیادہ اعلیٰ مقام و مرتبہ والے اور دین و امانت کے لحاظ سے سب سے افضل اور عقل و متانتِ فکر کے باعتبار سب پر غالب ہیں۔ دنیائے فانی سے کوچ کر جانے والے علماء کرام کو اللہ رب العزت جنت نصیب فرمائے اور باقی موجود علماء کرام کو اپنے سایۂ حفاظت میں محفوظ و مامون رکھے۔

ان جیسے علماء کرام کے وجود مسعود سے دین کا زمانہ خالی نہ رہے اور اللہ رب العزت دین و دنیا میں انہیں حسنِ احوال سے نوازتے ہوئے ان پر احسان فرمائے۔

اہل علم کی ہمتیں پست ہو چکی ہیں اور ہر کوئی اپنے مشاغل و وظائف میں مصروف ہے۔ وہ ایسی قوم کے ساتھ مبتلا ہیں جنہیں کسی مؤمن کی نہ رشتہ داری کا لحاظ ہے نہ عہد کی پاسداری، کسی بُری آدمی کے نہ حق کی رعایت کرتے ہیں نہ ان کے احترام کا خیال کرتے ہیں۔

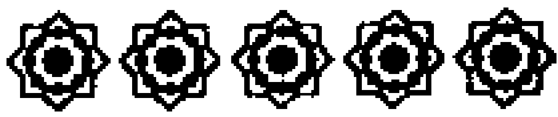
گردشِ زمانہ نے انہیں اپنی بدعہدی سے اور اپنے بدل جانے اور سخت دشمن ہو جانے سے ڈرایا اور وہ ٹس سے مَس نہ ہوئے، یہاں تک کہ وہ زمانے کی سیاہ اور برہنہ سواری پر سوار ہو کر دنیا سے اس طرح کوچ کر گئے کہ نہ دودھوں پلے اور نہ پھولوں پھلے اور ان پر غم کا اظہار بھی ہوا تو اس طرح جیسے یتیم کی آنکھ سے ہوتا ہے۔

رمی الحدثنان نسوۃ آل حرب　بمقدار سمدن لہ سموداء

فرد شعورھن السود البیضاء　ورد وجوھھن البیض سوداء

''حوادثِ زمانہ نے آلِ حرب کی خواتین پر مصائب کی وہ بارش برسائی کہ انہیں حیران اور مبہوت کر کے رکھ دیا' ان کے سیاہ بالوں کو سفید کر دیا اور ان کے گورے چٹے چہروں کو سیاہ کر ڈالا''۔

تو میں نے ارادہ کیا کہ مسائل کا ایک مجموعہ اکٹھا کروں اور ان مسائل کو دلائل وعلل کے بغیر ذکر کروں' جس کی وضع اور طرز انوکھے انداز پر ہو' اس سے مسائل کا حصول آسان ہو اور پڑھنے والا اس سے مانوس ہو' اہل علم کو اس میں ترغیب ہو' رغبت رکھنے والوں کے شوق میں اس سے برانگیختگی پیدا ہو بلکہ خود میرے دل میں مطالعہ کتب کا شوق پیدا ہو اور ایسی بڑی بڑی کتابوں کے پڑھنے پر نفس آمادہ ہو' جن کے نشانات مٹ چکے ہیں اور ان پر صدیاں بیت چکی ہیں' تو میں نے ان کتابوں سے بچیوں اور بچوں کے احکامات چن لیے اور یہ احکامات میں نے ان چھوٹے چھوٹے اوراق میں ودیعت رکھ دیئے ہیں۔ آسانی وسہولت پیدا کرنے کی غرض سے میں نے ہر مسئلہ کو اسی کی فصل کے تحت ذکر کیا ہے اور اس مجموعہ کا نام'' جامع الصغار'' رکھا ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ یہ رسالہ مجھ سے ذلت وحقارت دور کرنے کا وسیلہ وذریعہ ثابت ہو گا۔ میں نے اس میں وہ طرزِ عمل اختیار کیا ہے جو طبیب کا اپنے محبوب مریض کے ساتھ ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت کی جانب سے مجھے یہ توفیق حاصل ہے' اسی پر میں بھروسا رکھتا ہوں اور اسی کی جانب میرا رجوع ہے۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مترجم

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ

سید ولد ادم محمد و الہٖ و اصحابہ اجمعین

عظیم فقیہ حضرت علامہ محمد بن محمود بن حسین استروشنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تالیف ''احکام الصغار'' اسلامی اصولوں کی روشنی میں اولاد کی نیک تربیت کا جذبہ رکھنے والے والدین کے لیے ایک گوہر نایاب ہے۔ اس مجموعہ کی علمی اہمیت و عظمت کے لیے یہی شہادت کافی ہے کہ ''فتاویٰ ہندیہ' فتاویٰ شامی'' اور ''فتاویٰ رضویہ'' جیسی فقہ حنفی کی عظیم کتب میں ''احکام الصغار'' کے حوالہ جات موجود ہیں۔

اہل سنت و جماعت کے عظیم اشاعتی ادارہ فرید بک سٹال نے اس علمی سرمایہ کو اردو زبان میں منتقل کرنے کا ارادہ کیا اور استاذ العلماء حضرت علامہ غلام نصیر الدین صاحب چشتی شیخ الحدیث' جامعہ نعیمیہ' لاہور نے اس خدمت کے لیے بندہ کو منتخب فرمادیا۔ جہانیاں منڈی اور خانیوال دونوں جگہ تدریس کی خدمات سرانجام دینے کے باوجود ترجمہ کا کام شروع کیا۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق اور محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فضل شاملِ حال رہا اور چار ماہ کے عرصہ میں ترجمہ مکمل ہو گیا۔ استاذِ محترم علامہ غلام نصیر الدین صاحب چشتی کے تعاون سے مشکلات آسان ہوتی رہیں۔ ترجمہ میں کہاں تک کامیابی ہوئی؟ اس کا فیصلہ اہلِ علم قارئین پر منحصر ہے۔ البتہ جو اغلاط ہوئیں' اہلِ علم کی طرف سے ان کی اصلاح کا انتظار رہے گا۔

اساتذہ کرام' حضرت علامہ شیخ الحدیث مفتی محمد اشفاق احمد صاحب رضوی (لندن)' مناظر اسلام علامہ عبد الحمید صاحب چشتی (خانیوال)' فخرِ اہل سنت علامہ محمد اشرف صاحب چشتی (جہانیاں منڈی)' فخر المدرسین حضرت علامہ محمد مرتضیٰ صاحب اشرفی (فیصل آباد)' جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ شیخ الحدیث مفتی محمد گل احمد صاحب عتیقی (آزاد کشمیر)' شیخ

الحدیث علامہ غلام نبی صاحب (فیصل آباد)' استاذ المدرسین علامہ عطا محمد صاحب متین' شارح بخاری شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول صاحب رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ' ان عظیم اساتذہ ودیگر اساتذہ کرام کے فیضان اور والدین کریمین کی حسن تربیت کا نتیجہ اور شیخ طریقت دامت برکاتہم القدسیہ کی نگاہِ کرم کا فیضان ہے کہ کم علمی کے با وداس عظیم کام کا حوصلہ نصیب ہوا۔ اللہ رب العزت ان سب حضرات کرام کو اجر عظیم نصیب فرمائے۔ سید محسن اعجاز شاہ صاحب اور ان کے برادران جس طرح لگن کے ساتھ اہل سنت و جماعت کے اشاعتی محاذ پر سرگرم ہیں۔ اللہ تعالیٰ بطفیل حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم انہیں مزید ترقی نصیب فرمائے۔ تمام معاونین ومتعلقین کو خیر و برکات سے سرفراز فرمائے۔ بندہ کو حسن خاتمہ نصیب فرمائے۔

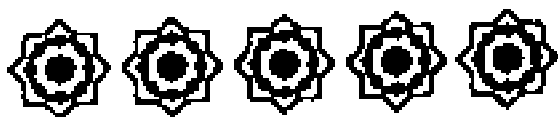
آمین ثم آمین

محتاجِ دعا

ابوالحسنین محمد فضل رسول رضوی

جامعہ حبیبیہ رضویہ فضل العلوم

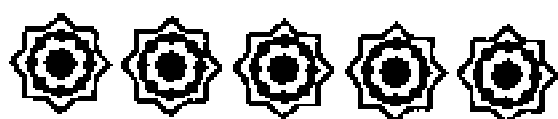
جہانیاں منڈی (خانیوال)



انتساب

فقیر اپنی یہ حقیری کوشش اپنے شیخ طریقت، جگر گوشۂ محدثِ اعظم پاکستان، مجاہد تحریک ختم نبوت، فخر العلماء والمشائخ، حضرت علامہ الحاج صاحبزادہ قاضی ابو الفیض محمد فضل رسول صاحب حیدر رضوی دامت برکاتہم القدسیہ (فیصل آباد) کی بارگاہِ سعادت نشان میں پیش کرنے کی جسارت کرتا ہے

سوئے دریا تحفہ آوردم صدف
گر قبول افتد زہے عز و شرف



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمۃ المحقق

تحقیق: استاذ' ڈاکٹر مصطفیٰ حمیدہ/ استاذ جامعہ ازھر' قاہرہ

مؤلف کا نام

امام' فقیہ' محمد بن محمود بن حسین استروشنی۔

ولادت

مؤلف سمرقند کے شرقی گاؤں ''استروشنہ'' میں چھٹی صدی ہجری کے آخر میں پیدا ہوئے۔ ''احکام الصغار'' میں مصنف کی عبارات سے' ان کی تاریخِ ولادت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کتاب کے خاتمہ میں تحریر فرماتے ہیں: ''میں اس کتاب کی ترتیب سے شعبان المعظم ۶۲۵ ھ میں فارغ ہوا''۔ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ''میری زندگی کے تیس برس گزر چکے ہیں''۔

مصنف کا علمی مقام

علامہ عبدالحی لکھنوی ''الفوائد البہیہ'' میں لکھتے ہیں: امام' فقیہ' محمد بن محمود بن حسین حنفی استروشنی کا شمار اپنے والد ماجد کے طبقہ کے علماء میں ہوتا ہے۔ علمی لحاظ سے اپنے والد ماجد سے بھی فائق تھے۔ آپ نے اپنے والد گرامی اور ان کے استاذِ محترم' صاحب ''ہدایہ'' علامہ مرغینانی اور شیخ ناصر الدین شہید سمرقندی علیہم الرحمہ وغیرہ سے تحصیلِ علوم کی۔

مشہور تصانیف

(۱) الفصول فی مسائل القضاء والدعاوی (۲) احکام الصغار (۳) الفتاویٰ
(۴) قرۃ العین فی اصلاح الدارین

مؤلف کی جانب کتاب کی نسبت

''ہدیۃ العارفین''، ج ۲، ۳ میں اس کتاب کا نام ''احکام الصغار'' مذکور ہے۔

مصنف کا اسلوبِ تصنیف

یہ کتاب چالیس بنیادی موضوعات پر مشتمل ہے، جنہیں مصنف نے بڑے عمدہ انداز میں ترتیب دیا ہے۔ علمی ابحاث کی نقل میں انتہائی تدقیق سے کام لیا ہے۔ اس کتاب کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ اس میں فقہاء کرام کے اقوال، انتہائی تحقیق اور دیانت داری سے نقل کیے گئے ہیں۔ احکام کو ان کے مصادر سے، معانی میں کسی قسم کے تغیر و تبدل کے بغیر نقل کیا گیا ہے۔

اکثر احکامِ فقہیہ، مذہبِ احناف کے مطابق ہیں، البتہ کہیں کہیں امام مالک و امام شافعی علیہما الرحمۃ کی رائے کا بھی ذکر ہے۔

عملی زندگی میں کتاب کی اہمیت و مقام

یہ کتاب ان نادرِ روزگار کتب میں سے ہے، جس کے خاص و عام اور والدین و اولاد سب محتاج ہیں۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے مقررہ کردہ ان احکام کا علم حاصل ہوتا ہے جن کا تعلق غیر مکلفین (نابالغ بچوں) کے افعال سے ہے۔ اس کتاب میں نابالغ بچوں کے تصرفات، ان کے اقوال و افعال پر مرتب ہونے والے احکامات، ان کے بعض تصرفات پر مرتب ہونے والے جرائم کی سزاؤں کا بیان ہے، نیز اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بچوں پر کیا اُمور لازم ہیں اور ان کے اولیاء پر کون سے اُمور واجب ہیں؟ اس کی روشنی میں نابالغ بچوں کے سرپرست اولیاء بآسانی ان کے تصرفات کو اللہ تعالیٰ کے مقررہ کردہ اس طریقہ کے مطابق بنا سکتے ہیں، جس کی طرف باطل کو راہ نہیں، نہ سامنے سے، نہ پیچھے سے۔

اس کتاب کی روشنی میں والدین اپنی اولاد کی تربیت اسلام کے صحیح اصولوں کے مطابق کر سکتے ہیں اور ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری سے محبت اور اس کی نافرمانی سے نفرت کے جذبہ سے سرشار ہو کر جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ سکتی ہے۔

تحقیق کتاب میں میرے اصول وضوابط

(۱) میں نے کتاب کی تحقیق میں اس کے دقیق ترین مخطوطہ پر اعتماد کیا ہے، جو "ایرلینڈ" میں میرے گھر میں واقع "شستر لائبریری" میں موجود ہے، جس کا نمبر ۳۹۱۱ ہے اور میرے پاس لائبریری میں اس کا ایک نسخہ مائکروفلم پر محفوظ ہے۔

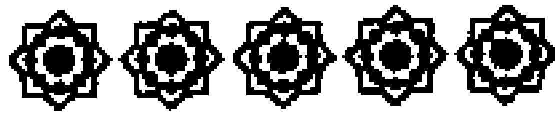
(۲) میں نے مخطوطہ کی نقل میں باریک بینی کا التزام کیا ہے۔

(۳) میں نے زیادہ تخریج نہیں کی، کیونکہ کتاب کی عبارات کے ان کے اصلی مصادر کے ساتھ تقابل کے بعد، مجھ پر واضح ہو گیا کہ مؤلف نے کتب فقہ اور کتب فتاویٰ سے الفاظ کی نقل میں بڑی احتیاط وتدقیق کا مظاہرہ کیا ہے۔

(۴) کتاب میں وارد شدہ مسائل فقہیہ کو میں نے فقہی ابواب کے مطابق مرتب کیا ہے، تاکہ قاری کو سہولت ہو اور احکام کی معرفت جلد حاصل ہو سکے۔

(۵) جہاں کسی مسئلہ میں مختلف اقوال کا احتمال ہوتا ہے، وہاں میں عنوان بھی ایسا قائم کرتا ہوں جس میں کئی احتمالات کی گنجائش ہوتی ہے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ حمیدہ



بچے کی خبر کے مسائل

آدمی کا ان احادیث کو روایت کرنے کا حکم، جو اس نے بچپن میں سنی ہوں

''کتاب النوازل''[1] میں مذکور ہے کہ کسی بچے نے احادیث سنیں اور وہ ان کا مفہوم نہیں سمجھتا پھر وہ بڑا ہو گیا، تو وہ محدث سے ان احادیث کی روایت کر سکتا ہے۔ اگر بچے کے سامنے مال وغیرہ کے تحریری معاہدہ کی دستاویز پڑھی گئی اور وہ اس کا مفہوم نہیں سمجھتا پھر بڑا ہو گیا، اس صورت میں اس بچے کے لیے گواہی دینا جائز نہیں اور اس معاملہ میں بچہ بالغ کی طرح ہے کہ بالغ کے سامنے جب کسی مال کے تحریری معاہدہ کی دستاویز پڑھی گئی اور وہ اس کا مفہوم نہیں سمجھتا تو اس کے لیے گواہی دینا جائز نہیں اور اگر بالغ نے احادیث سنیں اور ان کا معنیٰ نہیں سمجھتا تو اس کے لیے ان احادیث کی روایت جائز ہے۔

سید، امام اجل، ابو طالب یحییٰ بن حسین حسینی دیلمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''جامع الادلہ'' کے ''باب الاخبار'' میں ذکر فرمایا کہ جس نے بالغ ہونے سے پہلے حدیث سنی، پھر بلوغ کے بعد اسے روایت کیا، اس کے قبول کرنے میں کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ اکثر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی یہی حالت تھی۔

لیکن اگر اس حدیث کو وہ بالغ ہونے سے پہلے روایت کرے، تو جمہور کے نزدیک وہ مقبول نہیں، کیونکہ خبرِ واحد کے علم کا ظہور، دلیل شرعی سے ہوتا ہے اور دلیلِ شرعی، اجماع کا منعقد ہونا ہے، جب کہ بچے کی خبر کے بارے میں اجماع ثابت نہیں، لہٰذا یہاں حکم اپنی اصل پر باقی رہے گا کہ خبر واحد ظنی ہے اور ظن پر عمل نہیں ہوتا۔ اس کی روایت غیر مقبول ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ عموماً اس کی خبر کے سچا ہونے کا دل کو اطمینان نہیں ہوتا۔

بعض متکلمین نے کہا کہ بچہ جب قریب البلوغ ہو اور لوگوں پر جو کلام پیش کرے، اس

[1] کتاب النوازل، امام ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی المتوفی ۳۷۶ھ کی تالیف ہے، جو فروعِ حنفیہ میں

میں امتیاز کر لیتا ہو تو اس کی روایت مقبول ہوگی اور ان کا دعویٰ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانہ میں یہ بات موجود تھی' لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ بات ثابت نہیں' بلکہ ظاہر یہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عادت اس کے خلاف تھی۔

بیع (خرید وفروخت) اور ہبہ[1] میں بچے کی خبر کے سماع کا حکم

''استحسان الذخیرہ'' میں ہے کہ چھوٹا بچہ یا بچی خواہ وہ آزاد ہو یا غلام' اگر وہ کوئی لونڈی فروخت کرنے کے لیے لایا تو اس بچے کی حالت کے متعلق سوال کرنے سے پہلے' اس سے وہ لونڈی نہیں خریدی جا سکتی۔ اگر بچے سے اس کی حالت کے بارے میں سوال کیا اور اس نے کہا کہ اسے تجارت کی اجازت ہے تو پھر تحری[2] (غور وفکر) کرے کہ آیا یہ بچہ عادل ہے یا نہیں؟ اگر اس کے عادل یا غیر عادل ہونے میں سے کسی چیز کا بھی اسے غالب گمان نہ ہو تو پھر تحری سے قبل جو حالت تھی اسی پر حکم برقرار رہے گا۔

اسی طرح اگر یہ بچہ جو چیز لایا ہے' اسے وہ کسی مرد کو ہبہ یا صدقہ کرنا چاہے تو اس مرد کے لیے مناسب ہے کہ اس کی حالت کے متعلق سوال کرنے سے پہلے اس کا ہبہ یا صدقہ قبول نہ کرے۔ اگر اس بچے نے کہا کہ اسے صدقہ یا ہبہ کی اجازت دی گئی ہے تو قاضی تحری اور غور وفکر کرے گا اور غور وفکر کے بعد جس جانب اس کا غالب گمان ہو' اسی کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ اگر قاضی کا غالب گمان کسی جانب بھی نہ ہوا تو پھر غور وفکر سے پہلے جو حالت تھی' اسی پر حکم برقرار رہے گا۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ غور وفکر کے بعد جب غالب گمان ہوا کہ بچہ سچا ہے تو اس کی تصدیق صرف اسی صورت میں کی جائے گی' جب اس نے کہا کہ یہ مال میرے باپ یا فلاں اجنبی آدمی کا ہے یا کہا کہ یہ مال میرے مولیٰ کا ہے اور اس نے مجھے تیرے پاس ہبہ یا صدقہ کرنے کے لیے بھیجا ہے اور اگر اس نے کہا کہ یہ مال میرا ہے اور میرے باپ نے یہ مال تجھ پر صدقہ کرنے یا تجھے ہبہ کرنے کی مجھے اجازت دی ہے تو پھر اس آدمی کے لیے وہ صدقہ یا ہبہ قبول کرنا مناسب نہیں۔

---

[1] عوض وقیمت کے بغیر دوسرے کو کسی چیز کا مالک بنا دینا ہبہ کہلاتا ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

[2] غالب رائے کے ساتھ درست چیز کو طلب کرنا تحری ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

شیخ امام شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بچہ جب پیسے لے کر دوکان دار کے پاس کوئی چیز خریدنے گیا اور اسے جا کر بتایا کہ میری ماں نے مجھے یہ چیز لانے کا حکم دیا ہے تو اگر اس نے صابن وغیرہ مانگا تو اسے فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر منقی مانگا یا ایسی چیز مانگی، جسے عموماً بچے کھاتے ہیں تو دوکان دار کے لیے اسے فروخت کرنا مناسب نہیں۔ یہ تمام بیان ''استحسان الذخیرہ'' میں ہے۔ اس کا کچھ بیان مسائلِ کراہت میں آئے گا (ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

طہارت کے مسائل

بچے کا پانی میں بہ نیتِ ثواب ہاتھ ڈالنا

صدر، امام، برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ[1] نے مستعمل پانی کے احکام میں ''محیط''[2] سے نقل کرتے ہوئے ذکر فرمایا ہے کہ جب بچے نے حصولِ ثواب کی نیت سے پانی کے برتن میں ہاتھ داخل کیا، تو آیا پانی مستعمل ہو جائے گا؟ کتابوں میں اس کے متعلق کچھ مذکور نہیں اور ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق فتویٰ پیش ہوا۔ میرے چچا صدر، شہید، حسام الدین[3] رحمہ اللہ تعالیٰ اور میرے ماموں، قاضی جمال الدین[4] ریقدمونی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ میں

---

1. یہ محمد بن احمد بن عبدالعزیز بن عمر بخاری حنفی المتوفی ۶۱۶ھ ہیں۔
(الفوائد البہیہ ص ۲۰۵۔۲۰۶، کشف الظنون ج ۲ ص ۱۶۱۹)

2. ''المحیط البرہانی'' فقہ نعمانی میں لکھی گئی کتاب ہے۔

3. یہ محمد بن عبدالعزیز بن محمد بن عمر بخاری حنفی المتوفی ۵۲۶ھ ہیں۔
(طبقات الشافعیہ للاسنوی ج ا ص ۴۳۴، النجوم الزاہرہ ج ۵ ص ۲۶۸)

4. یہ احمد بن عبدالرحمٰن بن اسحاق ۴۹۳ھ ہیں۔ (الفوائد البہیہ ص ۲۳) یہاں چچا سے مراد باپ کی جانب سے رشتہ دار اور ماموں سے مراد ماں کی جانب سے رشتہ دار ہیں، جس طرح کہ نبی پاک ﷺ نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ یہ میرے ماموں ہیں، حالانکہ وہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی تھے۔

اختلاف ہو گیا۔ زیادہ درست یہی ہے کہ اگر بچہ عاقل ہو تو پانی مستعمل ہو جائے گا کیونکہ وہ بچہ عبادت کا اہل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا اسلام صحیح ہے اور اس کی عبادات درست ہیں' حتیٰ کہ بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کا حکم دیا جائے گا اور جب بارہ سال کا ہو جائے تو مار کر نماز پڑھائی جائے گی۔

پانی میں بچے کے ہاتھ ڈالنے پر کیا حکم مترتب ہوگا؟

''محیط'' میں یہ بھی مذکور ہے کہ بچے نے جب اپنا ہاتھ یا پاؤں پانی کے برتن میں داخل کر دیا تو اگر یقینی طور پر معلوم ہو کہ اس کا ہاتھ پاک ہے تو اس سے وضو جائز ہے اور اگر معلوم ہو کہ اس کا ہاتھ نجس ہے تو وضو جائز نہیں۔ اگر یہ علم نہیں کہ ہاتھ پاک ہے یا ناپاک تو مستحب ہے کہ دوسرے پانی سے وضو کرلے' کیونکہ بچہ عموماً نجاست سے نہیں بچتا۔ اگر اس پانی سے وضو کرلیا تو جائز ہے' کیونکہ طہارت اصل ہے اور نجاست میں شک ہے اور عبدالصمد قلانسی نے کہا کہ اگر بچے کے ساتھ کوئی نگران ہو تو پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے اور اگر بچہ گلیوں میں آزادانہ گھومتا پھرتا ہے تو پانی مکروہ ہے' جس طرح کھلی پھرنے والی مرغی کا جھوٹا مکروہ ہے۔ یہ سب اس وقت ہے' جب اس کا ارادہ حصولِ ثواب کا نہ ہو۔ اگر اس کا ارادہ حصولِ ثواب کا ہو تو اس کا حکم ہم نے ذکر کردیا ہے۔ یہ ''محیط'' میں مذکور ہے۔

نابالغ اور نابالغہ پر غسل لازم نہیں

قاضی ظہیر الدین[1] کے ''فتاویٰ'' میں مذکور ہے کہ چھوٹے بچے نے جب بالغہ عورت سے جماع[2] کیا تو بچے پر غسل لازم نہیں اور عورت پر غسل لازم ہے۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ جسے شعور نہیں' اس پر غسل واجب ہے۔ فقیہ ابو اللیث سمرقندی علیہ الرحمۃ[3] نے

---

1. یہ ابوبکر محمد بن احمد بن عمر بخاری المتوفی ۶۱۹ھ ہیں۔ (الجواہر المضیہ ج ۳ ص ۵۵)
2. جماع سے مراد مرد کے آلۂ تناسل کے سر کا عورت کے مقام مخصوص میں داخل ہونا ہے۔ عضو تناسل کا سر عورت کے اگلے یا پچھلے مقام یا مرد کے پچھلے مقام میں داخل ہو تو دونوں پر غسل فرض ہے' چاہے شہوت کے ساتھ دخول ہو یا شہوت کے بغیر' انزال ہو یا نہ ہو' بشرطیکہ دونوں مکلف ہوں۔ اگر ایک بالغ اور دوسرا نابالغ ہے تو صرف بالغ پر غسل فرض ہے' نابالغ پر اگرچہ غسل فرض نہیں مگر عادی بنانے کے لیے اسے غسل کا حکم دیا جائے گا۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ
3. یہ نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم سمرقندی المتوفی ۳۷۶ھ ہیں۔ (الفوائد البہیہ ص ۲۲۰)

فرمایا کہ ان کا قول میرے نزدیک درست نہیں اور بچی جب قابلِ شہوت نہ ہو تو فاعل پر غسل لازم ہو گا' اگر اسے انزال ہوا۔

''محیط'' اور ''ذخیرہ'' میں ہے کہ دس سال کے لڑکے نے اپنی بالغہ بیوی سے جماع کیا تو بیوی پر غسل واجب ہے' کیونکہ اس کے حق میں (غسل کے وجوب کا) سبب پایا گیا ہے اور سبب' خطاب متوجہ ہونے کے بعد' حشفہ (عضوِ تناسل کا سر) کا غائب ہو جانا ہے اور لڑکے پر غسل واجب نہیں' کیونکہ اس کی جانب خطاب متوجہ نہیں البتہ اسے عادت ڈالنے کے لیے غسل کا حکم دیا جائے گا' جس طرح عادت ڈالنے کے لیے اسے نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔

اگر مرد بالغ اور عورت چھوٹی ہے اور اس جیسی عورت سے جماع کیا جاتا ہے' تو مرد پر غسل لازم ہے' عورت پر نہیں۔ اگر اتنی چھوٹی عورت سے جماع کیا کہ اس جیسی عورت سے جماع نہیں کیا جاتا تو ذَکر (آلہ تناسل) داخل کرنے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ ''اجناس'' میں اسی طرح مذکور ہے۔ اور ''شافی'' کی شرح ''کتاب الحدود'' میں مذکور ہے کہ مرد پر غسل لازم ہے' اگرچہ اسے انزال نہ ہو۔

قہقہہ کے مفسدِ نماز ہونے میں اختلاف

''تجنیس'' میں ہے کہ بچے نے جب نماز میں قہقہہ لگایا تو ''نوادر'' میں مذکور ہے کہ اس کا وضو فاسد نہیں ہو گا' کیونکہ بچے کا فعل جنایت (جرم) کے ساتھ موصوف نہیں ہوتا' لہٰذا اس میں قیاس[1] پر عمل کیا جائے گا۔

قاضی ظہیر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں مذکور ہے کہ بچے نے جب نماز میں قہقہہ

---

[1] قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ قہقہہ سے وضو فاسد نہ ہو' کیونکہ قہقہہ کی صورت میں کوئی نجاست خارج نہیں ہوئی' لیکن حدیث پاک میں چونکہ قہقہہ کی صورت میں نماز و وضو کے اعادہ کا حکم ہے' لہٰذا حدیثِ پاک پر عمل کرتے ہوئے ہم نے خلاف قیاس نماز میں بالغ کے قہقہہ کو مفسدِ وضو قرار دیا ہے۔ نماز میں بالغ آدمی کا قہقہہ لگانا جرم ہے' اس کی سزا کے طور پر حدیث پاک میں نماز و وضو کے اعادہ کا حکم ارشاد فرمایا گیا اور بچہ نماز میں قہقہہ لگائے تو اس کے فعل کو جرم و جنایت نہیں کہا جا سکتا کیونکہ وہ تو مکلف ہی نہیں ہے' لہٰذا بچے کے قہقہہ کی صورت میں ہم نے قیاس پر عمل کیا اور اس کے وضو کو فاسد قرار نہیں دیا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ردالمحتار ج ا ص ۵ ۲۷' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۲ رضوی غفرلہٗ

لگایا' تو کہا گیا ہے کہ اس کا وضو فاسد نہیں ہوگا اور نماز فاسد ہو جائے گی۔

''محیط'' میں ہے کہ آدمی جب بھول گیا کہ وہ نماز میں ہے' پھر قہقہہ لگایا تو شداد[1] کہتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور وضو فاسد نہیں ہوگا' کیونکہ حدیث پاک تو بیدار آدمی کے متعلق ہے اور بھولنے والا تو بیدار کے حکم میں نہیں۔

حاکم کفینی اور فقیہ عبدالواحد رحمہما اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ وضو اور نماز دونوں فاسد ہو جائیں گے' کیونکہ نماز میں قہقہہ پایا گیا ہے۔[2]

بچے کی قے کے احکام

''محیط'' میں یہ بھی ہے کہ بچے نے جب اپنی والدہ کے پستان پر قے کر دی' پھر اسے تین مرتبہ چوس لیا تو پستان پاک ہو جائے گا اور ''تجنیس'' میں ہے کہ بچے نے اپنی ماں کا دودھ پی کر قے کر دی اور وہ ماں کے کپڑوں پر لگ گئی تو اگر قے منہ بھر کر تھی تو نجس ہے' لہٰذا اگر درہم کی مقدار سے زائد ہو تو ان کپڑوں میں نماز جائز نہیں۔ حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ یہ قے جب تک بہت زیادہ نہ ہو' نماز کے جواز سے مانع نہیں ہوگی' کیونکہ یہ ہر لحاظ سے متغیر نہیں اور اس کی نجاست پیشاب کی نجاست سے کم ہے' البتہ صفراء والی قے کا حکم اس طرح نہیں' کیونکہ وہ ہر لحاظ سے متغیر ہے[3]۔ سیدنا امام اعظم

---

[1] یہ شداد بن حکیم بلخی المتوفی ۲۲۲ھ ہیں۔ (الجواہر المضیہ ج ۳ ص ۲۴۷' الفوائد البہیہ ص ۸۳)

[2] نماز میں قہقہہ مفسد وضو و نماز ہے' اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''الا من ضحک منکم قهقهة فليعد الوضوء والصلوة جميعا'' سن لو! تم میں سے جو کوئی نماز میں قہقہہ لگا کر ہنستا ہے' وہ وضو اور نماز دونوں لوٹائے۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۱۶۵' ابن عدی ج ۳ ص ۱۶۷)

[3] انسانی بدن میں چار اخلاط ہیں: (۱) خون (۲) بلغم (۳) سوداء (۴) صفراء۔ انہی چاروں کے توازن پر صحت انسانی کا مدار ہے۔ ان چاروں کے الگ الگ مزاج ہیں۔ ''خلط صفراء'' انتہائی گرم و خشک مزاج کی حامل ہے۔ بچے کے دودھ والی قے میں دودھ مکمل طور پر تبدیل نہیں ہوا ہوتا' لہٰذا اس کی نجاست کو کم قرار دیا گیا اور جس قے کا تعلق صفراء سے ہو' اس میں طعام وغیرہ ہر لحاظ سے متغیر ہوتا ہے' لہٰذا اس کی نجاست بھی زیادہ ہوگی۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غریب الروایت میں اسی طرح مذکور ہے اور یہی صحیح ہے۔ اگر قے منہ بھر کر نہ ہو تو نجس نہیں' اس کا بالغ کی قے پر قیاس ہوگا کہ بالغ کی قے منہ بھر کر نہ ہو تو نجس نہیں ہوتی۔

اگر ناپاک بچہ نمازی کی گود میں بیٹھا تو نماز باطل نہیں ہوگی

''ملتقط'' میں ہے کہ بچہ جب چل کر نمازی کی گود میں جا بیٹھا اور اس پر بہت زیادہ نجاست تھی تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ میں نے دوسرے مقام میں دیکھا ہے کہ جب بچے کے کپڑے ناپاک تھے یا وہ خود ناپاک تھا اور نمازی کی گود میں جا بیٹھا اور نمازی ٹھہرا رہا یا ناپاک کبوتر نمازی کے سر پر بیٹھ گیا اور وہ اسی طرح نماز پڑھتا رہا' تو اس کی نماز جائز ہے۔

جنبی[1] کے اٹھانے سے نماز باطل نہیں ہوتی

اسی طرح نمازی نے کسی جنبی یا بے وضو کو اٹھا لیا تو نماز فاسد نہ ہوگی' کیونکہ نمازی کے اوپر جو آدمی ہے وہ نمازی کو استعمال کر رہا ہے۔ لہٰذا نمازی' نجاست اٹھانے والا نہیں ہے۔ اگر نمازی نے ناپاک پرندہ پکڑ کر اپنی آستین میں داخل کر لیا تو نماز جائز نہیں' کیونکہ نمازی نجاست اٹھانے والا ہے۔

بچے کو اٹھانے والی عورت کی نماز کا حکم

اگر عورت نے بچے کو اٹھائے ہوئے نماز پڑھی' تو نماز جائز ہے' لیکن اس نے بُرا کیا ہے' کیونکہ وہ ایسے کام میں مشغول ہے جو نماز کے افعال میں سے نہیں۔ ''عیون المسائل'' میں ہے کہ جس عورت نے مردہ بچے کو اٹھا کر نماز پڑھی تو اگر بچے نے پیدا ہونے کے بعد آواز نہ نکالی ہو' تو اس کی نماز فاسد ہے' خواہ بچے کو غسل دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو' کیونکہ غسل سے تو صرف وہ میت پاک ہوتی ہے جو پہلے زندہ تھی۔ اگر بچے نے پیدا ہونے کے بعد آواز نکالی ہے اور اسے غسل نہیں دیا گیا تو پھر بھی نماز جائز نہیں۔ اگر غسل دیا گیا ہے تو نماز مکمل ہے۔

عورت کا اپنے بچے کو دودھ پلاتے ہوئے نماز پڑھنے کا حکم

''محیط'' میں ہے کہ جب عورت نے بچے کو دودھ پلاتے ہوئے نماز پڑھی تو اگر بچے نے

---

[1] جنبی وہ آدمی جس پر غسلِ جنابت فرض ہو۔

پستان چوسا اور دودھ نہ اترا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر دودھ اتر آیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

نماز میں خاوند کا بیوی کو چھونا

اسی طرح اگر عورت نے نماز پڑھی اور اس کے خاوند نے اس کا بوسہ لے لیا یا اسے شہوت سے چھولیا تو عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

بچوں کا قرآنِ پاک کو بلا وضو چھونا مباح ہے

''محیط'' کی ''کتاب الطہارات'' میں غسل کے بیان سے تھوڑا سا پہلے مذکور ہے کہ ہمارے بعض مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک اور وہ تختی جس پر قرآن پاک لکھا ہو' بچوں کو دینا مکروہ قرار دیا ہے اور ہمارے عام مشائخ علیہم الرحمۃ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے' کیونکہ بچے حکمِ وضو کے مخاطب نہیں اور تاخیر کرنے میں قرآن پاک کا ضائع کرنا لازم آئے گا۔[1]

بچے کے بلوغ کی حد بارہ سال اور بچی کے بلوغ کی حد نو سال ہے

کم از کم بارہ سال کی عمر میں بچہ بالغ ہوتا ہے اور اس عمر میں اسے احتلام آتا ہے اور وہ بالغ ہوتا ہے اور بچی کم از کم نو سال کی عمر میں بالغ ہوتی ہے اور اس عمر میں وہ خون دیکھے تو وہ حیض ہوتا ہے۔ محمد بن مقاتل رازی علیہ الرحمۃ[2] کا یہی قول ہے اور اکثر مشائخ کا یہی مذہب ہے۔

ابونصر محمد بن سلام[3] نے کہا کہ لڑکی کو جب چھ برس کی عمر میں تین دن تک خون آئے اور وہ کسی بیماری کی وجہ سے نہ ہو' تو وہ لڑکی بالغہ ہے۔ بعض نے سات برس کی عمر اور ابوعلی دقاق نے بارہ برس کی عمر کا اندازہ مقرر کیا ہے' فتویٰ محمد بن مقاتل رحمہ اللہ کے قول پر ہے۔

---

1. اگر بچوں کو قرآن پاک دینے میں تاخیر کی جائے اور ان کے بڑا ہونے کا انتظار کیا جائے تو وہ قرآن پاک کی تعلیم نہیں حاصل کر سکیں گے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

2. یہ محمد بن حسین کے اصحاب سے ہیں۔ (الفوائد البہیہ ص ۲۱۵)

3. یہ ابونصر محمد بن سلام بلخی المتوفی ۳۰۱ھ ہیں۔ (الفوائد البہیہ ص ۲۱۵)

نماز کے مسائل

بچے کو سات برس کی عمر میں نماز کا حکم دیا جائے اور دس برس کی عمر میں مار کر نماز پڑھائی جائے

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مُرُوْا صِبْیَانَکُمْ بِالصَّلٰوۃِ اِذَا بَلَغُوْا سَبْعًا وَاضْرِبُوْھُمْ عَلَیْھَا اِذَا بَلَغُوا عَشْرًا۔ (مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۱۸۰، دار قطنی ج ۱ ص ۲۳۰، بیہقی ج ۲ ص ۲۲۹)

اپنے بچوں کو سات برس کی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس برس کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے پر انہیں مارو۔

میرے والد محترم[1] رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''ملتقط'' کی ''کتاب الصلوٰۃ'' سے نقل کرتے ہوئے نماز و غیر نماز میں قراءت کے مسائل میں ذکر فرمایا کہ بچہ جب دس برس کا ہو جائے تو اسے نماز کی وجہ سے ہاتھ سے مارا جائے، لکڑی سے نہ مارا جائے اور تین مرتبہ سے زیادہ نہ مارے، اسی طرح معلّم کے لیے تین مرتبہ سے زیادہ مارنا جائز نہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے مرداس معلم سے فرمایا:

اِیَّاکَ اَنْ تَضْرِبَ فَوْقَ الثَّلَاثِ فَاِنَّکَ اِذَا ضَرَبْتَ فَوْقَ الثَّلٰثِ اِقْتَصَّ اللّٰہُ مِنْکَ۔

تین سے زائد مرتبہ مارنے سے بچ، کیونکہ جب تو نے تین سے زائد مرتبہ مارا، تو اللہ تعالیٰ تجھ سے بدلہ لے گا۔

بچے کی اذان کفایت نہیں کرتی اور اس کا لوٹانا واجب ہے

''ذخیرہ'' میں مذکور ہے کہ غیر عاقل بچے یا مجنون کی اذان لوٹائی جائے گی، کیونکہ اذان سے مقصود آگاہ کرنا ہے اور ان دونوں کی اذان سے یہ مقصود حاصل نہیں ہوتا، کیونکہ غیر عاقل کے کلام کا لوگ اعتبار نہیں کرتے، لہٰذا اس کا کلام اور پرندے کی آواز برابر ہے۔

---

[1] مصنف کے والد جلال الدین محمد بن حسین بن احمد استروشنی ہیں۔ (الفوائد البہیہ ص ۱۷۱)

جب بچہ ظہر و عصر کے درمیان بالغ ہوا' اس طرح کہ وہ سویا۔۔۔۔ اور اسے احتلام ہو گیا' تو اس پر ظہر کی نماز واجب ہے

''مبسوط'' میں مذکور ہے کہ چودہ برس کے بچے نے عشاء کی نماز پڑھی' پھر وہ سو گیا اور اسے احتلام ہو گیا اور وہ عشاء کا وقت ختم ہونے سے پہلے بیدار ہو گیا تو اس نے جو فرائض پڑھے ہیں' وہ کافی نہیں ہوں گے' انہیں دوبارہ پڑھنا واجب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس پر اعادہ واجب نہیں۔ وہ اسے مسافر پر قیاس کرتے ہیں کہ مسافر نے جب سفر میں روزہ رکھا تو اس پر اعادہ واجب نہیں اور اسے اس بچے پر قیاس کرتے ہیں جس نے سال گزرنے سے قبل اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی۔ ہم (احناف) کہتے ہیں کہ اس نے وجوب کا سبب پائے جانے سے پہلے واجب ادا کیا ہے' لہٰذا یہ جائز نہیں اور ہم اسے بالغ پر قیاس کرتے ہیں کہ بالغ' زوال سے پہلے ظہر کی نماز ادا کر لے تو جائز نہیں۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے قیاس کا جواب یہ ہے کہ مسافر کے حق میں وجوب کا سبب پایا گیا ہے' دلیل یہ ہے کہ اس پر قضاء لازم ہے' لیکن بچے کے حق میں نماز کا وقت' وجوب کا سبب نہیں' دلیل یہ ہے کہ اس پر قضاء لازم نہیں۔ اس بچے کے حکم اور اُس بچی کے حکم میں فرق ہے' جسے نماز کے آخری وقت میں حیض آ گیا اور اس کے بلوغ کا حکم لگا دیا گیا کہ اس بچی پر نماز لازم نہیں ہو گی اور یہاں بچے نے نماز کے وقت کا کچھ حصہ پا لیا' تو اس پر نماز واجب ہو جائے گی۔ وجہ یہ ہے کہ اگر بچی پہلے بالغہ ہے' پھر حیض کی حالت طاری ہوئی' تو حیض نماز کو ساقط کر دے گا اور جب حیض' بلوغ کے ساتھ مل کر آئے (کہ حیض آنے کے ساتھ ہی وہ بالغہ ہو) تو پھر یہ حیض بطریقِ اولیٰ نماز کے وجوب کو روک دے گا اور بچے کی صورت میں اس کے بلوغ کے ساتھ کوئی ایسی چیز ملی ہوئی نہیں' جو نماز کے وجوب کو روکتی ہو' لہٰذا بچے پر نماز واجب ہو گی۔

دوپٹے کے بغیر بچی کی نماز جائز' لیکن خلافِ اولیٰ ہے

''ملتقط'' میں مذکور ہے کہ آزاد بچی دوپٹے کے بغیر نماز پڑھ سکتی ہے۔ احسن یہ ہے کہ

دوپٹے کے ساتھ نماز پڑھے اور ''تجنیس'' میں ہے کہ بچی کی نماز دوپٹے کے بغیر استحساناً[1] جائز ہے کیونکہ بچپن میں خطاب متوجہ نہیں' اسے حاکم نے ذکر کیا ہے اور احسن یہ ہے کہ دوپٹے کے ساتھ نماز پڑھے' کیونکہ اسے نماز کا حکم عادی بنانے کے لیے دیا جاتا ہے' لہٰذا اسی طریقہ کے مطابق حکم دیا جائے گا' جس طریقہ کے ساتھ بلوغ کے بعد نماز کی ادائیگی جائز ہے۔

بچے کی شرمگاہ کی حد

قاضی امام ظہیر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں: ''کتاب الصلوٰۃ'' میں مذکور ہے کہ بہت زیادہ چھوٹی بچی کی عورت[2] نہیں ہوتی۔ اور اس کی طرف نظر کرنے اور اسے چھونے میں کوئی

---

[1] استحسان کالغوی معنیٰ ہے: کسی چیز کو حسن جاننا مثلاً کہتے ہیں: ''اِستَحسَنتُہٗ'' میں نے اسے حسن جانا اور اصطلاحاً استحسان ایسی دلیل کو کہتے ہیں جو قیاسِ جلی کے مخالف ہو۔ قیاسِ جلی (قیاسِ ظاہر) کے معارض چار قسم کے دلائل ہوتے ہیں: (۱) نص (۲) اجماع (۳) ضرورت (۴) قیاسِ خفی۔ جو حکم قیاس جلی کے برخلاف قیاسِ خفی سے ثابت ہوا سے اصطلاحاً استحسان بالقیاس کہتے ہیں جو کہ استحسان کی چوتھی قسم ہے اور استحسان سے اصول کی کتابوں میں عموماً یہی قسم استحسان بالقیاس ہی مراد ہوتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ شکاری پرندوں' باز وغیرہ کا جھوٹا استحساناً پاک ہے' جب کہ قیاس جلی کا تقاضا یہ ہے کہ ان کا جھوٹا ناپاک ہو کیونکہ ان کا گوشت حرام ہے' جب گوشت حرام ہے تو گوشت سے بننے والا لعاب بھی حرام ہوا' جب لعاب حرام ہے تو جھوٹا بھی حرام ہوگا کیونکہ جھوٹا لعاب سے ملا ہوا ہوتا ہے' جس طرح کہ شیر وغیرہ درندوں کا جھوٹا حرام ہے۔ لیکن اس کے برخلاف قیاسِ خفی کا تقاضا یہ ہے کہ ان کا جھوٹا پاک ہو' کیونکہ یہ چونچ سے کھاتے ہیں اور چونچ ہڈی ہے' جو مردہ و زندہ دونوں کی پاک ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کا جھوٹا ہڈی سے ملا ہوتا ہے اور پاک چیز پاک چیز سے ملے تو نجس نہیں ہوتی' لہٰذا ان کا جھوٹا نجس نہیں ہوگا' جب کہ درندے زبان سے کھاتے ہیں اور ان کا جھوٹا نجس لعاب سے ملا ہوتا ہے لہٰذا درندوں کا جھوٹا نجس ہوتا ہے۔ ہم نے قوتِ تاثیر کی بناء پر قیاس خفی کو ترجیح دیتے ہوئے قیاسِ جلی کو چھوڑ دیا اور یہ کہا کہ استحساناً شکاری پرندوں کا جھوٹا پاک ہے۔ مذکورہ بالا مسئلہ میں بھی قیاس جلی کا تقاضا تو یہ ہے کہ بچی کی نماز دوپٹے کے بغیر درست نہ ہو' جس طرح کہ بالغہ عورت کی نماز دوپٹے کے بغیر درست نہیں لیکن استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ بچی کی نماز دوپٹے کے بغیر درست ہو کیونکہ بچی کی طرف خطابِ شرع متوجہ ہی نہیں اور وہ احکام شرع کی مکلف ہی نہیں' لہٰذا اس پر سر کا ڈھانپنا فرض نہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

[2] بدن کے جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے' وہ عورت کہلاتے ہیں اور بہت زیادہ چھوٹی بچی کے بدن کا کوئی حصہ بھی عورت نہیں یعنی اسے چھپانا فرض نہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

حرج نہیں۔

بچے کے پیچھے بالغ نمازی کا نماز ادا کرنا

''ذخیرہ'' کی ''کتاب الصلوٰۃ'' کی آٹھویں فصل میں مذکور ہے کہ جب بالغ نے نفل نماز میں بچے کی اقتداء کی' تو کیا وہ نفل میں شروع ہونے والا قرار پائے گا تا کہ اس پر قضاء واجب ہو یا نہیں؟ بعض نے کہا کہ وہ شروع ہونے والا نہیں قرار پائے گا اور بعض نے کہا کہ وہ شروع ہونے والا قرار پائے گا' حتیٰ کہ اس پر قضاء واجب ہوگی اور صحیح پہلا قول ہی ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسے قاری' اَن پڑھ کی اقتداء کرلے۔

بچے کی امامت کا حکم

''تجنیس'' میں مذکور ہے کہ نمازِ تراویح میں بچے کے بالغوں کی امامت کروانے کو بعض مشائخ نے جائز قرار دیا ہے اور ماوراء النہر کے ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مختار یہ ہے کہ جائز نہیں' کیونکہ بالغ کے نفل کی ضمان لازم ہے (کہ فاسد کرنے سے اس پر قضاء لازم ہوگی) اور بچے کے نفل کی ضمان نہیں (کہ فاسد کرنے سے اس پر قضاء لازم نہیں ہوگی' لہٰذا بچے کی نفل نماز' بالغ کی نفل نماز سے کم تر اور ادنیٰ ہے' تو بچے کی اقتداء میں بالغ کے نمازِ تراویح ادا کرنے سے) قوی کی ضعیف پر بناء لازم آئے گی اور رستغفنی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ جب بچے کا ایمان جائز ہے' تو اس کی امامت کیوں جائز نہیں؟ انہوں نے کہا کہ اس کا ایمان تو اس بات کی خبر دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور بچے کی خبر میں صدق مقبول ہے' جس طرح وہ کہے کہ یہ دن ہے اور یہ جمعہ کا دن ہے اور بچے کی امامت میں ایجاب والا معنیٰ ہے اور بچہ ایجاب کا اہل نہیں (لہٰذا اس کی امامت جائز نہیں)[1]۔

---

[1] امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک بچے کی امامت صحیح ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک باطل ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بطلان کی دلیل یہ کہ اس سے قوی کی ضعیف پر بناء لازم آئے گی' کیونکہ بالغ کی نماز کی ضمان ہے کہ فاسد کرنے سے' اس پر قضاء لازم ہوگی اور نابالغ کی نماز کی ضمان نہیں کہ فاسد کرنے سے اس پر قضاء لازم نہ ہوگی اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اثرم نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ لڑکا امامت نہ کروائے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے اور مزنی نے بچے کی امامت کے صحیح ہونے پر یہ دلیل دی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بطن نخلہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دودھ پلانا‘ دودھ پلانے والی کی نماز کو فاسد کر دیتا ہے

''تجنیس'' میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر بچے نے کسی نماز پڑھنے والی عورت کا پستان چوسا تو اگر دودھ نکل آیا تو نماز فاسد ہے اور اگر دودھ نہ نکلا تو نماز مکمل ہوگی‘ کیونکہ پہلی صورت میں وہ عورت دودھ پلانے والی ہو جائے گی اور دودھ پلانا عملِ کثیر[1] ہے (لہٰذا نماز فاسد ہو جائے گی) اور دوسری صورت میں وہ عورت دودھ پلانے والی نہیں ہوگی۔

بالغ پر سجدۂ تلاوت واجب ہے‘ چاہے وہ سننے والا ہو یا پڑھنے والا

''ملتقط'' میں مذکور ہے کہ بچے نے جب آیتِ سجدہ پڑھی تو اس پر سجدہ واجب نہیں‘ لیکن جس نے اسے سنا‘ اس پر سجدہ واجب ہوگا۔ اسی طرح کافر اور حیض والی آیتِ سجدہ پڑھے تو ان پر سجدہ واجب نہیں‘ سننے والے پر واجب ہوگا۔ ''ذخیرہ'' میں مذکور ہے کہ عاقل بچہ جب آیتِ سجدہ پڑھے تو اسے سجدہ کا حکم دیا جائے گا اور اگر وہ سجدہ نہ کرے تو اس پر قضاء لازم نہیں اور ''تجنیس'' میں ہے کہ اگر کسی نے نیند میں آیتِ سجدہ تلاوت کی‘ کسی مرد نے سن لی تو اس پر سجدہ لازم ہوگا‘ جس طرح بیدار آدمی سے سننے والے پر سجدہ لازم ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام برہان الدین[2] نے فرمایا کہ قاضی امام حلوانی رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں اسی طرح مذکور ہے اور ہم نے اپنے شیخ منہاج الشریعت کے پاس پڑھا کہ جس نے سوئے ہوئے شخص یا مجنون سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) میں بعض مسلمانوں کو صلوٰۃِ خوف پڑھائی اور انہیں دو رکعت پڑھائیں‘ یہ دو رکعت آپ کے لیے اور ان مسلمانوں کے لیے فرض تھیں۔ پھر آپ نے سلام پھیرا اور باقی مسلمانوں کو دو رکعت پڑھائیں۔ یہ دو رکعت ان مسلمانوں کے لیے فرض اور آپ کے لیے نفل تھیں۔ مزنی نے کہا کہ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ قوی کی ضعیف پر بناء جائز ہے اور دوسری دلیل یہ دی کہ عمر بن سلمہ نے فتح مکہ کے روز لوگوں کو فرض نماز پڑھائی حالانکہ وہ چھ برس کے تھے اور امام شافعی علیہ الرحمۃ نے ''الام'' ج ۱ ص ۱۴۷ میں فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ بالغ عالم ہی نماز پڑھائے۔

[1] جس کام کے کرنے والے کو دور سے دیکھ کر اس کے نماز میں نہ ہونے کا شک نہ رہے بلکہ گمانِ غالب ہو کہ نماز میں نہیں تو وہ عملِ کثیر ہے اور اگر دور سے دیکھنے والے کو شک وشبہہ ہو کہ نماز میں ہے یا نہیں تو عملِ قلیل ہے۔ ۱۲ بہارِ شریعت

[2] یہ صاحب ہدایہ علی بن ابوبکر مرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ ہیں۔ (الفوائد البہیہ ص ۱۷۹)

قرأت سنی اس پر سجدہ لازم نہیں' کیونکہ سجدہ کا سبب' صحیح تلاوت کا سننا ہے اور تلاوت تمیز و شعور کے ساتھ ہی درست ہوتی ہے۔

اگر اس سوئے ہوئے شخص نے بیدار ہونے کے بعد خبر دی کہ اس نے آیت سجدہ پڑھی ہے تو اس پر سجدہ لازم نہیں ہوگا اور یہی صحیح ہے۔ اسی طرح اگر سوئے ہوئے شخص کے پاس آیتِ سجدہ پڑھی گئی اور وہ بیدار ہوگیا اور اسے خبر دی گئی تو اس کا بھی یہی حکم ہے (کہ سجدہ لازم نہیں ہوگا)۔

دورانِ سفر بچے کے بالغ ہونے پر جو حکم مترتب ہوتا ہے

اگر بچہ اور نصرانی تین دن کی مسافت کے سفر پر نکلے۔ جب دو دن کا سفر کرلیا تو نصرانی مسلمان ہوگیا اور بچہ بالغ ہوگیا تو نصرانی بقیہ سفر میں نمازِ قصر ادا کرے گا اور بچہ مکمل نماز ادا کرے گا کیونکہ نصرانی کی نیتِ سفر' اس کے بالغ ہونے کی بناء پر درست تھی' لہٰذا وہ نکلنے کے وقت سے ہی مسافر ہوگیا تھا اور بچے کی نیت فاسد تھی کیونکہ وہ نیت کا اہل نہیں تھا۔

قاضی ابو علی نسفی کے ''فوائد'' میں ہے کہ کافر جب دورانِ سفر مسلمان ہوگیا اور اس کے اور وطن کے درمیان تین دن سے کم مسافت کا سفر ہے تو اس کا حکم مقیم کی طرح ہوگا کہ وہ چار رکعت ادا کرے گا۔ اسی طرح بچے کا حکم ہے' وہ اپنے باپ کے سفر سے مسافر ہوتا ہے۔ دورانِ سفر وہ بالغ ہوگیا (اور اس کے اور وطن کے درمیان تین دن سے کم مسافت کا سفر ہے) تو چار رکعت ادا کرے گا۔ قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ کا یہی مختار ہے۔ ''طریق حج'' میں انہوں نے اسی طرح فتویٰ دیا ہے۔[1]

بعض مشائخ نے فرمایا کہ جو (کافر) مسلمان ہوا ہے' وہ دو رکعت ادا کرے گا اور جو (بچہ) بالغ ہوا ہے وہ چار رکعت ادا کرے گا' صدر الشہید کا مختار یہی ہے۔ بعض نے کہا: نہیں' بلکہ دونوں ہی دو رکعت ادا کریں گے۔

حائضہ عورت (دورانِ سفر) پاک ہوگئی اور اس کے اور منزلِ مقصود کے درمیان تین دن سے کم مسافت کا سفر ہے تو وہ چار رکعت ادا کرے گی۔

---

[1] یہ حسین بن منصور بن محمود اوزجندی فرغانی قاضی خان' المتوفی ۵۹۲ھ ہیں۔

(الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۹۳-۹۴)

میں نے شیخ الاسلام برہان الدین رحمہ اللہ کے ''فوائد'' میں دیکھا کہ ان سے سوال ہوا کہ بچہ اور حیض والی عورت اور کافر تینوں سفر پر نکلے' جب منزلِ مقصود تک تین دن سے کم مسافت کا سفر رہ گیا تو کافر مسلمان' حائضہ پاک اور بچہ بالغ ہو گیا تو کون نماز قصر ادا کرے گا اور کون مکمل نماز ادا کرے گا؟ تو شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ بچہ مکمل نماز ادا کرے گا اور کافر اور حائضہ نمازِ قصر ادا کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کے دن چھوٹے بچے کے خطبہ کا حکم

''ذخیرہ'' میں ہے کہ بچے نے جمعہ کا خطبہ دیا اور اسے سلطان کی طرف سے اجازت ہے اور بالغ نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو جائز ہے۔ اسی طرح اہل خوارزم کے ''فتاویٰ'' میں مذکور ہے اور قاضی ظہیر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں ہے کہ اگر بچے نے جمعہ کا خطبہ دیا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اختلاف عاقل بچے میں ہے۔

نصرانی امیر بنایا گیا' پھر مسلمان ہو گیا تو اس کے لیے لوگوں ---- کو نماز پڑھانا جائز نہیں

''الملتقی'' میں امام محمد رحمہ اللہ سے روایت مذکور ہے کہ نصرانی امیر بنایا گیا' پھر مسلمان ہو گیا تو اسے لوگوں کو نماز پڑھانا جائز نہیں۔

اس بچے کا حکم' جو قاضی بنایا گیا' پھر بالغ ہوا

اسی طرح بچہ جب قاضی بنایا گیا' پھر بالغ ہو گیا تو اسے دوبارہ قاضی مقرر کرنے کی حاجت ہو گی اور غلام کے متعلق دو روایتیں ہیں۔

بچہ سلطان بنایا گیا پھر بالغ ہوا' تو اسے دوبارہ سلطان مقرر کرنا پڑے گا

شیخ الاسلام برہان الدین سے سوال کیا گیا کہ سلطان بچہ تھا' پھر بالغ ہوا تو آیا وہ سلطان باقی رہے گا یا اسے دوبارہ سلطان مقرر کرنے کی ضرورت ہو گی؟ انہوں نے جواب دیا کہ دوبارہ سلطان مقرر کرنے کی ضرورت ہو گی۔

ناتمام بچے کے غسل اور اس کی نمازِ جنازہ کا حکم

''تجنیس'' میں مذکور ہے کہ ناتمام بچے پر بالاتفاق نماز نہیں پڑھی جائے گی اور اس کے

غسل میں اختلاف ہے۔ مختار یہ ہے کہ اسے غسل دیا جائے گا اور ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا۔ ''ملتقط'' میں مذکور ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کا نام بھی رکھا جائے گا۔ ''ذخیرہ'' میں مذکور ہے کہ جب بچہ مردہ پیدا ہوا تو اسے نہ غسل دیا جائے گا اور نہ ہی اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ حاکم کی ''مختصر'' میں اسی طرح مذکور ہے اور ''طحاوی'' کی ''شرح'' میں ہے کہ جب بچے کا اکثر حصہ زندہ ہونے کی حالت میں باہر نکلا' پھر وہ فوت ہوا تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی ورنہ نہیں خواہ وہ سر کی جانب سے نکلے یا پاؤں کی جانب سے۔

احمد رحمہ اللہ کی ''شرح'' میں ہے کہ پیدا ہونے والا بچہ یا زندہ پیدا ہو گا یا مردہ۔ اگر زندہ پیدا ہوا تو اسے غسل دیا جائے گا اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ وہ خود بھی وارث بنے گا اور دوسرے بھی اس کے وارث بنیں گے اور اس کا نام بھی رکھا جائے گا اور اگر مردہ پیدا ہوا تو امام کرخی علیہ الرحمۃ[1] کی روایت میں اسے غسل نہیں دیا جائے گا اور نہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ نہ وہ خود کسی کا وارث ہو گا' نہ ہی کوئی اس کا وارث بنے گا' نہ ہی اس کا نام رکھا جائے گا اور امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس کا نام رکھا جائے گا۔

غیر مسلموں کے قیدی بچوں کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی

''ہدایہ شریف'' میں ہے کہ جب بچہ اپنے والدین میں سے کسی کے ساتھ قید ہوا تو اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی' کیونکہ وہ والدین کے تابع ہے البتہ اگر وہ عاقل ہو اور اسلام کا اقرار کر لے (تو نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی) کیونکہ استحساناً اس کا اسلام صحیح ہے یا اس کے والدین میں سے ایک مسلمان ہو جائے (پھر بھی اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی)۔

کیونکہ والدین میں سے جس کا دین بہتر ہو' بچہ اس کے تابع ہوتا ہے اور اگر وہ والدین میں سے کسی کے ساتھ قید نہیں ہوا تو پھر اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی' کیونکہ اس صورت میں وہ دار کے تابع ہو گا[2] (اور دار تو دار اسلام ہے) لہٰذا اس کے مسلمان ہونے کا حکم لگایا جائے گا'

---

[1] یہ عبید اللہ بن حسین کرخی المتوفی ۳۴۰ ہیں۔ (الفوائد البہیہ ص ۱۳۸)

[2] کفار کا نا سمجھ بچہ اگر اپنے والدین کے ساتھ قید ہو کر نہیں آیا تو وہ مسلمان یا کافر ہونے میں والدین کے تابع نہیں ہو گا بلکہ دار کے تابع ہو گا کہ اگر دار الحرب میں ہے تو کافر اور اگر دار الاسلام میں ہے تو مسلمان شمار ہو گا اور یہ بچہ چونکہ مسلمانوں کے ملک دار الاسلام میں ہے' (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جس طرح لقیط[1] کا حکم ہے۔

شہید بچے کے غسل کا حکم

بچہ یا مجنون جب شہید ہوں تو سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک غسل دیا جائے گا اور صاحبین[2] کے نزدیک غسل نہیں دیا جائے گا اور یہی معروف ہے۔

چار پائے کے اوپر تابوت میں رکھے ہوئے مردہ بچے کی نمازِ جنازہ کا حکم

''تجنیس'' میں ہے کہ جو بچہ چار پائے کے اوپر تابوت میں رکھا گیا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی تو جائز نہیں، جس طرح بالغ کی نماز جنازہ اس حالت میں جائز نہیں۔ فتویٰ اسی روایت پر ہے اگرچہ دوسری روایت میں یہ جائز ہے۔

بچے کا میت کو غسل دینا جائز ہے

''طحاوی'' کی ''شرح'' میں ہے کہ بچے کا میت کو غسل دینا جائز ہے۔

بچے اور عورت کا میت کی نمازِ جنازہ پڑھنا کفایت نہیں کرتا

عورتوں، بچوں اور مجنونوں کا میت پر نمازِ جنازہ میں کوئی حق نہیں۔

''شرح المختصر'' میں اس کی علت بیان کی گئی ہے اور انہوں نے فرمایا کہ بچوں کا حق اس لیے نہیں کہ ان پر نمازِ جنازہ فرض ہی نہیں ہے، لہٰذا ان کے ساتھ ولایت[3] کے تعلق کا کوئی معنیٰ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) لہٰذا اسے مسلمان شمار کیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

[1] لقیط اس زندہ بچے کو کہتے ہیں، جس کو اس کے گھر والوں نے محتاجی یا زنا کی تہمت کے خوف سے کہیں پھینک دیا ہو، اگر وہ مسلمانوں کے علاقہ میں پایا گیا تو اس پر اسلام کے احکام جاری ہوں گے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

[2] فقہائے کرام کی اصطلاح میں صاحبین سے مراد امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ اور شیخین سے امام اعظم ابوحنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ اور طرفین سے امام اعظم و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ مراد ہوتے ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

[3] میت کا باپ، بیٹا، پوتا، بھائی وغیرہ میت کے اولیاء ہیں کہ انہیں نمازِ جنازہ کی ولایت حاصل ہے اور نماز جنازہ میں امامت کا حق حاصل ہے کہ خود امامت کروائیں یا کسی دوسرے کو اجازت دیں اور بچہ پر چونکہ نماز جنازہ ہی فرض نہیں لہٰذا وہ میت کا بیٹا وغیرہ بھی ہو تو اسے نمازِ جنازہ کی ولایت حاصل نہ ہوگی۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

نہیں اور عورتوں کا حق اس لیے نہیں کہ عورتیں اس نماز کی اہل ہی نہیں ہیں' لہٰذا اس نماز میں ان کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

مردہ بچے کو ایک آدمی کا اٹھانا اور پھر باری باری مختلف لوگوں کا اٹھانا جائز ہے

''طحاوی'' کی شرح میں ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ مردہ بچے کو ایک آدمی اپنے ہاتھوں پر اٹھائے' پھر باری باری لوگ اسے ہاتھوں پر اٹھائیں۔

ایک کپڑے میں بچے کو کفن دینا مستحب ہے

قریب البلوغ لڑکا تکفین کے حکم میں مرد کی طرح ہے اور بچے کو ایک کپڑے میں کفن دینے میں کوئی حرج نہیں۔ عورت کو دو کپڑوں میں کفن دینا مکروہ ہے۔ اسی طرح قریب البلوغ لڑکی کو بھی دو کپڑوں میں کفن دینا مکروہ ہے اور بچی کو دو کپڑوں میں کفن دینے میں کوئی حرج نہیں' کیونکہ کفن موت کے بعد کا لباس ہے' لہٰذا زندگی کی حالت کا لحاظ کیا جائے گا۔

مردہ بچے' عورت اور مرد کی نمازِ جنازہ کی کیفیت

جب مردہ بچے اور عورت کے جنازے اکٹھے ہو جائیں تو مرد کو امام کے قریب رکھا جائے گا۔ بچے کو اس کے بعد اور عورت کو قبلہ کی جانب سب کے آخر میں رکھا جائے گا۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ وسیدنا عبد اللہ بن مسعود وسیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے۔

حدیث پاک ہے:

جَعَلَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم الرِّجَالَ خَلْفَهٗ وَالصِّبْیَانَ خَلْفَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءَ خَلْفَ الصِّبْیَانِ.	نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو اپنے پیچھے رکھا اور بچوں کو مردوں کے پیچھے اور عورتوں کو بچوں کے پیچھے رکھا۔

اسے ابن ابی شیبہ نے اپنی ''مصنف'' ج ۳ ص ۱۲۳ میں سیدنا ابو ہریرہ وسیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے ذکر کیا ہے۔

اگر آزاد مرد اور غلام کا جنازہ اکٹھا ہو گیا تو ظاہر روایت[1] کے مطابق جس طرح بھی رکھا جائے جائز ہے۔ اگر غلام اور عورت ہوں تو غلام کا جنازہ امام کے قریب اور عورت کا اس کے بعد رکھا جائے۔ اگر آزاد بچے اور غلام کا جنازہ اکٹھا ہو تو "مجرد" میں امام محمد رحمہ اللہ کی روایت مذکور ہے کہ آزاد بچے کو غلام پر مقدم کیا جائے اور یہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق ہے' لیکن ظاہر روایت کے مطابق' آزاد اور غلام کا جنازہ جس طرح چاہے رکھا جائے' جائز ہے۔

نمازِ جنازہ میں بچے کی امامت

اگر بچہ نمازِ جنازہ میں امامت کروائے' تو مناسب ہے کہ یہ جائز نہیں اور یہی ظاہر ہے' کیونکہ نماز جنازہ' فرضِ کفایہ ہے اور بچہ فرض کی ادائیگی کا اہل نہیں' لیکن اس پر سلام کے جواب کے ساتھ اشکال وارد ہوتا ہے کہ جب کسی نے قوم کو آ کر سلام کیا اور بچے نے سلام کا جواب دے دیا' تو بعض مشائخ کے نزدیک اگر وہ جواب سمجھتا ہے تو باقی لوگوں کے ذمہ سے جواب ساقط ہو جائے گا۔ یہ مسئلہ "کتاب الکراہیۃ" میں دیکھا جا سکتا ہے۔
واللہ اعلم

جس بچے کے والدین مرتد ہو جائیں' اس کی نمازِ جنازہ نہیں

ظہیر الدین رحمہ اللہ کے "فتاویٰ" میں ہے کہ جب خاوند' بیوی دونوں مرتد ہو جائیں اور عورت حاملہ ہو اور اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا' پھر مر گیا تو اس بچے کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ اس کی نمازِ جنازہ کا حکم' میراث کے حکم کے خلاف ہے۔

بچوں سے قبروں میں سوال ہو گا اور بچوں کا جواب کیا ہو گا؟

ضحاک نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ بچوں سے

---

[1] اصحاب مذہب یعنی امام اعظم ابوحنیفہ و امام ابو یوسف و امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ سے جو مسائل مروی ہیں' انہیں ظاہر الروایت کہا جاتا ہے۔ ظاہر الروایت مسائل امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی چھ کتابوں میں ہیں:
(۱) الجامع الکبیر (۲) الجامع الصغیر (۳) السیر الکبیر (۴) السیر الصغیر (۵) المبسوط (۶) الزیادات
۱۲ رضوی غفرلہ

''میثاقِ اوّل''[1] کے بارے میں سوال ہوگا' بچوں کا جواب کیا ہوگا؟ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول پر قیاس کے مطابق ان کے جواب کے معاملہ میں توقف کیا جائے گا' کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ' بچوں کے معاملہ میں توقف فرماتے ہیں' لہٰذا ان کے جواب کے معاملہ میں بھی توقف کیا جائے گا اور جو حضرات کہتے ہیں کہ بچے اہل جنت کے خادم ہوں گے' ان کے مذہب کے مطابق' بچوں کا جواب درست ہوگا جس طرح کہ میثاقِ اوّل میں جواب درست تھا (کہ سب ارواح نے ''بلیٰ'' کہہ کر صحیح جواب دیا تھا)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نماز کے وقت کے دوران بچہ احتلام کے ساتھ بالغ ہوا تو اس پر۔۔ نماز کی ادائیگی واجب ہے

قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں مذکور ہے کہ جب بچے کو نماز کے وقت میں احتلام ہو' تو اس وقت کے فرض اس پر لازم ہوں گے اور اگر اس نے اوّل وقت میں نماز پڑھ لی' پھر آخرِ وقت میں احتلام ہوا تو نماز کا اعادہ کرے۔

قریب البلوغ لڑکی نماز میں مردوں کے برابر کھڑی ہو تو جو مرد۔۔۔ اس کے پہلو میں کھڑے ہوں گے' ان کی نماز فاسد ہو جائے گی

جس لڑکی کو حیض نہیں آیا اور وہ قریب البلوغ ہے اور وہ نماز میں مردوں کی صف میں کھڑی ہوگئی اور امام نے اس لڑکی کی امامت کی نیت کی ہے تو جو مرد اس کے پہلو میں کھڑے ہوں گے' استحساناً ان کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

جب قریب البلوغ لڑکی نے دوپٹے کے بغیر نماز پڑھی۔۔۔۔۔۔ تو اسے اعادہ کا حکم دیا جائے گا

جب قریب البلوغ لڑکی نے دوپٹے کے بغیر نماز پڑھی تو اسے استحساناً نماز کے اعادہ کا

---

[1] میثاقِ اوّل سے مراد وہ عہد ہے جو اللہ تعالیٰ نے روزِ ازل تمام ارواح سے لیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اے محبوب! یاد کرو جب تمہارے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب نے عرض کیا: کیوں نہیں! ہم گواہ ہوئے۔

(الاعراف: ۱۷۲) ۱۲ رضوی غفرلہ

حکم دیا جائے گا اور اگر بغیر وضو نماز پڑھی تو نماز کے اعادہ اور وضو کا حکم دیا جائے گا۔

اور میں نے ایک مقام میں دیکھا ہے کہ قریب البلوغ لڑکی نے اگر دو پٹے کے بغیر نماز پڑھی تو وہ اعادہ نہیں کرے گی اور اگر ننگے سر نماز پڑھی تو اعادہ کرے گی اور ہر اس مقام میں جہاں بالغہ نماز کا اعادہ کرتی ہے' تو عادت ڈالنے کے لیے وہ بھی اعادہ کرے گی۔

جمعہ کے روز امام کا وضو ٹوٹ گیا اور اس نے کسی بچے کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور بچے نے کسی بالغ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور اس نے نماز پڑھادی تو یہ کفایت نہیں کرے گی

جمعہ کے روز' خطبہ دینے کے بعد امام کا وضو ٹوٹ گیا تو اس نے کسی بچے یا پاگل یا کافر یا کسی عورت کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور انہوں نے کسی مرد کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تو یہ جائز نہیں اور اگر کسی جنبی کو حکم دیا اور اس نے کسی دوسرے کو حکم دے دیا تو یہ کفایت کر جائے گا۔

(بدائع الصنائع للکسانی ج ۲ ص ۲۷۴)

عورت کا مردہ بچے کے ساتھ نماز پڑھنا

جس عورت کے پاس مردہ بچہ ہے' اگر اس بچے نے پیدا ہونے کے بعد آواز نہ نکالی ہو تو اس عورت کی نماز فاسد ہے' خواہ بچے کو غسل دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو اور اگر اس بچے نے پیدا ہونے کے بعد آواز نکالی ہو اور اسے غسل نہ دیا گیا ہو تو پھر بھی یہی حکم ہے اور اگر اسے غسل دیا گیا ہے تو اس کی نماز جائز ہے اور اس کے لیے مستحب ہے کہ اسی حالت میں نماز پڑھ لے۔ یہ قاضی فخر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کے ''فتاویٰ'' میں ہے۔

زکوٰۃ کے مسائل

بچے کے مال میں زکوٰۃ کا حکم

قاضی امام ابو جعفر استروشنی رحمہ اللہ نے اپنی ''مجالس'' میں ذکر فرمایا کہ ہمارے نزدیک بچے کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے' جس طرح

بالغ پر واجب ہوتی ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ بچے پر ایمان واجب نہیں لیکن اگر وہ اسلام لے آیا تو اس کا اسلام درست ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک درست نہیں۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۵ ص ۴۳۴) اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ اس پر روزہ، نماز، حج اور جہاد واجب نہیں اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ اس کی بیوی کا خرچ، اس کے والدین کا خرچ اور اس کے غلاموں کا خرچ اس کے مال میں واجب ہوگا اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ جب بچے کی عشر یا خراج[1] والی زمین ہو تو اس پر عشر یا خراج واجب ہوگا کیونکہ عشر اور خراج زمین میں واجب ہوتا ہے اور زکوۃ ذمہ میں واجب ہوتی ہے۔

بچے کے مال میں صدقۂ فطر کے وجوب میں اختلاف

امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بچے کے مال میں صدقۂ فطر واجب ہوگا اور امام محمد و زفر رحمہما اللہ تعالیٰ[2] نے فرمایا کہ بچے کے مال میں واجب نہیں ہوگا اور اگر بچے کے پاس مال ہو تو باپ پر بھی واجب نہیں ہوگا۔ اور اگر بچے کے پاس مال نہ ہو تو بالاتفاق باپ پر واجب ہوگا۔ یہ تمام قاضی ابوجعفر استروشنی کی ''مجالس'' کے احکام زکوۃ میں ہے اور اس جنس کے احکام بعد میں بھی بیان ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

---

[1] جس زمین کی پیداوار پر عشر یعنی پیداوار کا دسواں حصہ اور بعض صورتوں میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہوتا ہے وہ زمین عشری کہلاتی ہے۔ زمین کے عشری ہونے کی کئی صورتیں ہیں مثلاً کوئی علاقہ مسلمانوں نے فتح کیا اور زمین مجاہدین پر تقسیم ہوگئی یا وہاں کے رہنے والے خود بخود مسلمان ہو گئے اور جس زمین پر خراج (ٹیکس) واجب ہوتا ہے وہ خراجی زمین کہلاتی ہے اس کی بھی کئی صورتیں ہیں مثلاً مسلمانوں نے علاقہ فتح کر کے زمین وہاں کے رہنے والوں کو ہی احسانا دے دی یا دوسرے کافروں کو دے دی۔ خراج میں کبھی تو پیداوار کا خاص حصہ نصف یا چوتھائی وغیرہ مقرر ہوتا ہے جس طرح کہ نبی کریم ﷺ نے یہود خیبر پر مقرر فرمایا اور کبھی ایک خاص مقدار مقرر ہوتی ہے جس طرح سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر فرمایا۔ پاکستان میں رہنے والے مسلمانوں کی زمینیں عشری ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

[2] یہ زفر بن ہزیل بن قیس بصری المتوفی ۱۵۸ھ ہیں۔ (الفوائد البہیہ ص ۹۸)

عیدین کے موقع پر بچوں کو زکوٰۃ دینے کا حکم

''ملتقط'' میں مذکور ہے کہ اگر عیدین کے موقع پر بچوں کو زکوٰۃ دی یا خوش خبری لانے والے یا پہلا پھل لانے والے یا پھول یا روٹی لانے والے کو زکوٰۃ دی اور نیت زکوٰۃ کی ہو' عوض کی نیت نہ ہو تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی لیکن اگر صراحت کر دی کہ یہ میں عوض میں دے رہا ہوں تو پھر زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ اسی طرح صدقۂ فطر اور نذر والے صدقات کا حکم ہے۔

مال دار کے بیٹے کو زکوٰۃ دینے کا حکم

''ذخیرہ'' میں مذکور ہے کہ مال دار کا بیٹا اگر چھوٹا ہو تو اسے زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور اگر بڑا ہو اور فقیر ہو تو اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ قدوری رحمہ اللہ نے اسی طرح ذکر فرمایا ہے اور ''الجامع الصغیر'' کی ''شرح'' میں ہمارے بعض مشائخ کی طرف سے مذکور ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق مال دار کی اولاد اگر فقیر ہو تو انہیں زکوٰۃ دینا جائز ہے' خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے اور امام ابو یوسف و محمد رحمہما اللہ نے فرمایا کہ بڑی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اور چھوٹی اولاد کو جائز نہیں۔

عورت کا اپنے خاوند کے بیٹے کو زکوٰۃ دینا

میں کہتا ہوں کہ اگر عورت نے اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے خاوند کے فقیر اور چھوٹے لڑکے کو دی تو کیا سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جائز ہے؟ اس مسئلہ میں فتویٰ پیش ہوا ہے۔ صاحبین کے قول کے مطابق تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ جائز ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق اگر جائز کہا جائے' پھر بھی اس کی وجہ ہے اور اگر ناجائز کہا جائے' پھر بھی اس کی وجہ ہے۔

چھوٹے بچے کو زکوٰۃ دینے کا حکم

قاضی ظہیر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں ہے کہ اگر اپنے مال کی زکوٰۃ فقیر بچے کو دی تو اگر وہ عاقل ہے تو جائز ہے' اسی طرح اگر کم عقل کو دی تو جائز ہے اور مجنون کو دی تو ناجائز ہے۔

قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا کہ اگر قریب البلوغ لڑکے کو زکوٰۃ دی اور اس نے قبضہ کر لیا تو یہ جائز ہے۔ (الخانیہ ج ۱ ص ۲۲۶) اسی طرح اگر ایسے چھوٹے لڑکے کو دی جو قبضے کو

سمجھتا ہے کہ (وہ اتنا سمجھ دار ہے کہ) اسے پھینک نہیں دے گا اور نہ ہی کوئی اسے دھوکہ دے کر اس سے لے لے گا تو جائز ہے اور اگر کم عقل فقیر کو زکوٰۃ دی تو یہ جائز ہے۔

جس نے کسی بچے کو زکوٰۃ دی اور بچے نے وہ زکوٰۃ اپنے۔۔۔۔۔ والدین کو دے دی

اگر مجنون یا غیر عاقل بچے کو زکوٰۃ دی اور بچے نے وہ زکوٰۃ اپنے والدین یا اپنے وصی[1] کو دے دی تو علماء کرام فرماتے ہیں کہ جائز نہیں، جس طرح کسی آدمی نے اپنی زکوٰۃ بلند جگہ پر رکھ دی، کسی فقیر نے آ کر اس پر قبضہ کر لیا تو یہ جائز نہیں۔

بچے کو جو صدقہ دیا گیا، باپ اس پر قبضہ کر سکتا ہے

باپ اور وصی، بچے اور مجنون کے لیے جو صدقہ ہے اس پر قبضہ کر سکتے ہیں، یا جو قریبی رشتہ دار اس کے اہل و عیال میں ہیں اور وہ اجنبی جو اس کی کفالت میں ہیں، ان کے صدقہ پر بھی قبضہ کر سکتا ہے اور جو بچہ کسی جگہ پڑا ہوا ملے اس کے لیے جو صدقہ ہے اس بچے کو اٹھانے والا اس پر قبضہ کر سکتا ہے۔

وکیل اپنے بیٹے کو زکوٰۃ دے سکتا ہے

اگر کسی آدمی کو اپنے مال کی زکوٰۃ دے کر اسے ادا کرنے کا حکم دیا اور اس وکیل نے اپنے بڑے یا چھوٹے بیٹے یا اپنی بیوی کو وہ زکوٰۃ دے دی اور یہ لوگ محتاج تھے، تو جائز ہے اور وکیل اپنے لیے اس میں سے کوئی چیز نہ رکھے۔ یہ سب "فتاویٰ قاضی خاں" میں مذکور ہے۔

زکوٰۃ سے لباس اور طعام بطورِ قیمت ادا کیا جا سکتا ہے

"ذخیرہ" میں ہے کہ جب کوئی آدمی کسی بچے کی کفالت کرتا ہے اور اسے لباس و طعام دیتا ہے اور یہ آدمی اس طعام و لباس کو اپنے مال کی زکوٰۃ سے شمار کرے، اس میں کوئی شک نہیں کہ لباس تو بطور قیمت زکوٰۃ سے شمار کرنا جائز ہے، کیونکہ زکوٰۃ کا رکن یعنی تملیک[2] پایا گیا

---

[1] مرنے والا جس آدمی کو اپنی موت کے بعد اپنے مال و اولاد وغیرہ کے امور میں نگران مقرر کر جائے اسے وصی کہا جاتا ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

[2] زکوٰۃ میں تملیک (مالک بنانا) ضروری ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے والا مال زکوٰۃ کا فقیر کو مالک بنا دے لہٰذا اگر زکوٰۃ کی نیت سے فقیر کو طعام یا لباس دیا اور اسے مالک بنا دیا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی لیکن اگر زکوٰۃ کی نیت سے فقیر کو کھانا کھلا دیا اور مالک نہ بنایا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

ہے اور جو کھانا اسے اپنے ہاتھ سے دیتا ہے وہ بھی بطورِ قیمت شمار کرنا جائز ہے کیونکہ تملیک پائی گئی ہے (کہ اس نے بچے کو طعام کا مالک بنا دیا ہے) لیکن جو کھانا وہ بچہ اس آدمی کے ہاں بطورِ اباحت و تمکین کھاتا ہے (کہ اس آدمی نے بچے کو اپنے ہاں کھانا کھانے کی اجازت دی ہے اور وہ اس حق کو استعمال کرتے ہوئے خود کھانا کھالیتا ہے)' اس صورت میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کے مطابق یہ بھی بطورِ قیمت جائز ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے قول کے مطابق جائز نہیں۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ''نوادرِ ہشام'' میں مذکور ہے۔ امام محمد علیہ الرحمۃ نے ''زیادات'' میں فرمایا کہ جس آدمی پر زکوٰۃ واجب ہوئی اس نے طعام خریدا اور مسکینوں کو بلا کر انہیں صبح و شام کا کھانا کھلا دیا تو جائز نہیں اور اس بارے میں کوئی اختلاف نقل نہیں کیا۔ شیخ ابوعبداللہ جرجانی نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے۔ بہرحال امام اعظم ابوحنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول کے مطابق شاید جائز نہیں۔ شیخ ابوعبداللہ جرجانی رحمہ اللہ نے گویا زکوٰۃ کو صدقۂ فطر پر قیاس کیا ہے' کیونکہ صدقۂ فطر میں کھانا کھلانا سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ و امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد رحمہ اللہ اس کے خلاف ہیں۔

آدمی اپنے رشتہ داروں کا جو نفقہ[1] ادا کرے' اسے زکوٰۃ سے شمار کرنے کے جواز میں اختلاف

جب قاضی کسی آدمی پر اس کے رشتہ داروں کا نفقہ مقرر کر دے اور وہ آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ کی نیت سے انہیں نفقہ دے' تو یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق جائز ہے اور امام محمد رحمہ اللہ اس کے خلاف ہیں۔

بچے کی زمین میں عشر کا وجوب

قاضی ظہیر الدین کے ''فتاویٰ'' میں مذکور ہے کہ وقف کی زمین اور بچے' مجنون' مکاتب'

[1] آدمی اپنے اہل و عیال پر جو مال وغیرہ خرچ کرے اسے نفقہ کہا جاتا ہے۔ صلہ رحمی کو برقرار رکھتے ہوئے شریعت مطہرہ نے رشتہ داروں کے محتاج و تنگ دست ہونے کی صورت میں مال دار رشتہ داروں پر ان کا نفقہ مقرر فرمایا ہے جو اسلامی معاشرہ کے حسنِ انتظام کا بین ثبوت ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

یا ماذون[1] اور مقروض کی زمین میں عشر واجب ہے۔

تغلبی مرد و عورت کی زمین میں دوگنا عشر

(تغلب ایک عربی قبیلہ ہے جو زمانۂ جاہلیت میں نصرانی تھے اور انہوں نے اسلام قبول کرنے پر دوگنا عشر ادا کرنے کو ترجیح دی)۔ ''ہدایہ شریف'' کی کتاب الزکوٰۃ میں کھیتیوں اور پھلوں کی زکوٰۃ کے باب کے آخر میں مذکور ہے کہ تغلبی بچے اور عورت کی زمین میں وہی واجب ہوگا جو تغلبی مرد کی زمین میں واجب ہوتا ہے یعنی عشری زمین میں دوگنا عشر واجب ہوگا اور خراجی زمین میں ایک خراج واجب ہوگا کیونکہ صلح تو محض ذمہ داری کے بغیر، صدقہ کے دوگنا ہونے پر ہوئی ہے، پھر تغلبی عورت اور بچہ اگر مسلمان ہوئے تو ان پر بھی دوگنا عشر واجب ہوگا۔

آدمی پر اپنی طرف سے اور اپنی چھوٹی اولاد کی طرف سے۔۔۔۔۔ صدقۂ فطر واجب ہے

آدمی پر اپنی چھوٹی اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر واجب ہے کیونکہ صدقۂ فطر کے وجوب کا سبب وہ راس (لغوی معنیٰ سر، مراد فرد اور شخص) ہے جس کی آدمی مشقت برداشت کرتا ہے (اور اس کا خرچ ادا کرتا) اور اس کی کفالت و سرپرستی کرتا ہے۔ یہ حکم اس وقت ہے جب نابالغ اولاد کے پاس مال نہ ہو۔ اگر ان کے پاس مال ہو تو امام اعظم ابوحنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ان کے مال سے صدقۂ فطر واجب ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ اس کے خلاف ہیں (کہ ان کے نزدیک بچے کے مال سے صدقۂ فطر واجب نہ ہوگا)۔ شیخین کی دلیل یہ ہے کہ شریعت نے صدقۂ فطر کو مشقت کے مقام پر جاری فرمایا ہے (کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''عَمَّنْ تَمُونُونَ'' صدقۂ فطر ان کی طرف سے ادا کرو جن کی تم مشقت برداشت کرتے ہو) لہٰذا یہ نفقہ کے مشابہ ہے (نابالغ اولاد کے پاس مال ہو تو نفقہ ان کے مال سے ورنہ نفقہ باپ پر لازم ہوتا ہے، لہٰذا اسی طرح صدقۂ فطر کا بھی حکم ہوگا)۔ ''ہدایہ'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

---

[1] جس غلام کو اس کے مولیٰ نے کہا کہ تو مجھے اتنی رقم مثلاً ایک ہزار روپیہ ادا کردے تو تُو آزاد ہے۔ غلام نے قبول کرلیا تو وہ غلام مکاتب کہلائے گا اور ہزار روپیہ ادا کرنے کے بعد آزاد ہوجائے گا اور جس غلام کو اس کے مولیٰ نے تجارت وغیرہ تصرفات کی اجازت دی ہو وہ غلام ماذون کہلاتا ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

باپ نہ ہونے کی صورت میں چھوٹے بچے کی طرف سے دادا۔ پر صدقۂ فطر میں وجوب کے اختلاف کا بیان

کیا باپ نہ ہونے کی صورت میں چھوٹے بچے کی طرف سے دادا پر صدقۂ فطر واجب ہو گا؟ ظاہر روایت کے مطابق واجب نہیں ہوگا۔ حسن رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق واجب ہو گا۔ یہاں چار مسائل ہیں، سب میں دو دو روایتیں ہیں، پہلا یہی مسئلہ ہے۔ دوسرا مسئلہ دادا کے تابع کرتے ہوئے بچے کو اسلام پر مجبور کرنا۔[1] تیسرا مسئلہ ولاء[2] کھینچنے کا ہے اور چوتھا مسئلہ

---

[1] جس کی صورت یہ ہے کہ خاوند اور بیوی دونوں العیاذ باللہ مرتد ہو کر دارالحرب میں مل گئے، پھر دارالحرب میں بیوی حاملہ ہوئی اور اس کے بچہ پیدا ہوا پھر وہ بچہ بڑا ہوا اور اس بچے کے بھی بچہ پیدا ہوا۔ پھر دارالحرب پر مسلمانوں کو غلبہ نصیب ہوا اور وہ سب گرفتار کر لیے گئے تو وہ دونوں بچے مالِ غنیمت ہوں گے، کیونکہ مرتدہ عورت غلام بنائی جائے گی اور اس کا بچہ بھی اس کے تابع ہو کر اور خاوند و بیوی کا اپنا بچہ تو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا لیکن اس بچے کا بچہ یعنی خاوند و بیوی کا پوتا ظاہرِ روایت کے مطابق اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور حسن رحمہ اللہ کی روایت میں دادا کے تابع کر کے اسے بھی اسلام پر مجبور کیا جائے گا۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

[2] ایک شخص عاقل بالغ کسی کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا، اس نومسلم نے اس سے یا کسی دوسرے مسلمان سے کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو میرا وارث تو ہے اور مجھ سے کوئی جنایت (جرم) ہو جائے تو دیت تو ادا کرے گا اور دوسرے نے قبول کر لیا تو اسے عقد موالات کہتے ہیں اور اس نومسلم کی وفات کے بعد اس دوسرے آدمی کو اس کی ولاء ملے گی یعنی وہ اس کا وارث ہوگا اور یہاں بیان کردہ تیسرا مسئلہ ولاء کھینچنے کا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ باپ بیٹے کی ولاء کو اپنے موالی کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے اور دادا میں دو روایتیں ہیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ خالد غلام ہو اور اس کا بیٹا ناصر بھی غلام ہو، پھر ناصر نے اپنے مولیٰ کی اجازت سے کسی قوم کی آزاد کردہ لونڈی جمیلہ سے شادی کر لی اور ان کے ایک بچہ راشد پیدا ہوا تو یہ راشد اپنی ماں جمیلہ کے تابع ہو کر آزاد ہوگا اور اگر راشد مر جائے تو اس کی ولاء اس کی ماں جمیلہ کے موالی کو ملے گی اور اگر راشد کا باپ ناصر آزاد ہو جائے تو وہ اپنے بیٹے راشد کی ولاء کو اوّلاً اپنی طرف اور پھر اپنے موالی کی طرف کھینچ لے گا، لہٰذا اب راشد کے مرنے کی صورت میں راشد کی ولاء اس کی ماں جمیلہ کے موالی کو نہیں ملے گی بلکہ باپ یعنی ناصر کے موالی کو ملے گی اور اگر راشد کا باپ ناصر آزاد نہ ہو اور دادا یعنی خالد آزاد ہو جائے تو ظاہر روایت کے مطابق دادا اپنے پوتے کی ولاء کو نہیں کھینچے گا لہٰذا ولاء جمیلہ کے موالی کو ملے گی، دادا یعنی خالد کے موالی کو نہیں ملے گی اور حسن رحمہ اللہ کی روایت (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قرابت کے لیے وصیت[1] کا ہے۔

یہ بحث "ہدایہ" کی "کتاب السیر" میں ہے اور "تحفہ" میں مذکور ہے کہ اگر باپ زندہ ہو لیکن فقیر ہو اور دادا مال دار ہو تو تمام روایات میں دادا پر صدقۂ فطر واجب نہیں' کیونکہ باپ کی موجودگی میں دادے کو ولایت حاصل نہیں اگرچہ اس پر مشقت اور خرچہ واجب ہے اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک صدقۂ فطر واجب ہوگا۔

وصی پر چھوٹے بچے کا صدقۂ فطر واجب نہیں

وصی پر بچے کا صدقۂ فطر واجب نہیں اگرچہ اسے ولایت حاصل ہو کیونکہ اس پر بچے کی مشقت واجب نہیں ہوتی۔

بیٹے پر باپ کا صدقۂ فطر واجب نہیں

اسی طرح بیٹے پر باپ کا صدقۂ فطر واجب نہیں ہوگا۔ اسی طرح خاوند پر بیوی کا صدقۂ فطر واجب نہیں ہوگا اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک واجب ہوگا' کیونکہ ان کے نزدیک (صدقۂ فطر کے وجوب کا) دارومدار صرف مشقت پر ہے' کسی اور چیز پر نہیں اور ہمارے نزدیک دارومدار مشقت اور ولایت پر ہے اور اگر فقیر باپ مجنون ہوا تو اس کا صدقۂ فطر بالاجماع اس کے بیٹے پر واجب ہوگا' کیونکہ ولایت اور مشقت دونوں باتیں پائی گئی ہیں۔

باپ سے بیٹے کے صدقۂ فطر ساقط ہونے کی حالتیں

بچہ جب مجنون ہونے کی حالت میں بالغ ہوا' تو باپ سے اس کا صدقۂ فطر ساقط نہیں ہو گا اور جب عاقل ہونے کی حالت میں بالغ ہوا' پھر مجنون یا کم عقل ہو گیا تو صدقۂ فطر واجب

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) کے مطابق دادا والا کو کھینچ لے گا' لہٰذا راشد کی ولا ء جمیلہ کے موالی کی بجائے خالد یعنی دادا کے موالی کو ملے گی۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

[1] اگر کسی نے اپنے اقرباء کے لیے وصیت کی تو باپ بھی وصیت میں داخل ہوگا' کیونکہ وہ سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہے اور ظاہر روایت میں دادا وصیت میں داخل نہیں ہوگا' کیونکہ وہ باپ کی طرح نہیں اور حسن رحمہ اللہ کی روایت میں دادا بھی وصیت میں داخل ہوگا' کیونکہ وہ باپ کی طرح ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

نہیں ہوگا۔ شیخ الاسلام ابوبکر خواہرزادہ رحمہ اللہ نے ''باب اذان الصبی'' میں اسی طرح ذکر فرمایا ہے۔

باپ' بچے کے مال سے اس کے غلام کا صدقۂ فطر ادا کر سکتا ہے

قاضی ظہیر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں ہے کہ جب بچے کا خدمت کے لیے غلام ہو تو باپ اس بچے کے مال سے اس کے غلام کا صدقۂ فطر ادا کر سکتا ہے اور ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الصوم'' کی صدقۂ فطر کی فصل میں مذکور ہے کہ جب بچے کا غلام ہو اور غلام کے علاوہ بھی بچے کا مال ہو تو امام اعظم ابوحنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک بچے کے غلام کا صدقۂ فطر بچے کے مال سے ادا کیا جائے گا' جس طرح بچے کا صدقۂ فطر اس بچے کے مال سے ادا کیا جاتا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک بچے کے مال سے ادا نہیں کیا جائے گا' جس طرح بچے کا صدقۂ فطر اس کے مال سے ادا نہیں کیا جاتا اور اگر بچے کا غلام کے علاوہ کوئی مال نہ ہو تو باپ پر بچے کے غلام کا صدقۂ فطر واجب نہیں ہوگا۔ امام محمد رحمہ اللہ نے ''اصل'' میں اسی طرح ذکر فرمایا ہے اور اس جواب سے امام اعظم ابوحنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول پر اشکال نہیں ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک بچے کا صدقۂ فطر مشقت اور ولایت دونوں کے اعتبار سے واجب ہوتا ہے' لہٰذا جب بچے کے پاس مال ہو تو مشقت نہ ہونے کی بناء پر باپ پر بچے کی جانب سے صدقۂ فطر واجب نہیں ہوگا اور یہاں بھی مشقت نہیں پائی جا رہی کیونکہ باپ پر بچے کے غلام کا نفقہ واجب نہیں۔ صرف امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر اشکال ہوگا کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ' جب بچے کے پاس مال ہو تو صرف ولایت کے اعتبار سے بچے کی طرف سے باپ پر صدقۂ فطر واجب قرار دیتے ہیں' کیا تم نے ملاحظہ نہیں کیا کہ جب بچے کے پاس مال ہو تو امام محمد رحمہ اللہ بچے کی طرف سے' باپ پر صدقۂ فطر واجب قرار دیتے ہیں؟ یہ تمام بحث ''ذخیرہ'' میں اسی مقام پر دیکھی جا سکتی ہے۔

مجنون کا صدقۂ فطر اس کے مال میں واجب ہے یا مجنون کے باپ پر؟

جب مجنون کے پاس مال ہو تو امام اعظم ابوحنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اسی

کے مال میں صدقۂ فطر واجب ہوگا اور اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو باپ پر صدقۂ فطر واجب ہو گا۔ جب وہ مجنون ہونے کی حالت میں بالغ ہوا' اس صورت میں امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ صدقۂ فطر اس کے باپ پر ہوگا' اگر وہ پہلے درست ہوا پھر مجنون ہوا تو اس کے باپ پر واجب نہیں ہوگا۔

مجنون پر مجنون کے بیٹے کے صدقۂ فطر کے وجوب میں اختلاف

''نوادر ہشام'' میں مذکور ہے کہ جو آدمی بچپن میں مجنون ہوا' پھر مجنون ہی رہا' حتیٰ کہ اس کے بچہ پیدا ہوا' تو اس پر اپنے بیٹے کا صدقہ فطر واجب نہیں ہوگا۔

اور شیخ امام ابو عبد اللہ جرجانی نے فرمایا کہ میرے نزدیک امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول کے مطابق اس پر اپنے بیٹے کا صدقۂ فطر لازم ہوگا' جس طرح کہ اپنے غلام کا صدقۂ فطر اس مجنون پر لازم ہوتا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر اپنے بیٹے کا صدقۂ فطر لازم نہیں ہوگا' جس طرح اپنے غلام کا صدقۂ فطر اس پر لازم نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

روزہ کے مسائل

رمضان المبارک کے دن میں شیر خوار بچے کی وجہ سے دوا استعمال کرنے کے لیے دودھ پلانے والی کا روزہ افطار کرنا جائز ہے

نسفی علیہ الرحمۃ کے ''فتاویٰ'' میں ہے کہ ایسے شیر خوار بچے کے بارے میں ان سے سوال کیا گیا' جسے پیٹ کی بیماری ہے اور اس بیماری کی وجہ سے بچے کی موت کا خوف ہے اور اس بچے کی دودھ پلانے والی دایہ ہے' اطباء کا گمان ہے کہ دایہ اگر یہ دوا پی لے تو بچہ تندرست ہو جائے گا اور اس وقت ماہِ رمضان ہے۔ کیا اس عذر کی بناء پر' دایہ کے لیے روزہ افطار کرنا جائز ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! جائز ہے' بشرطیکہ طبیبوں کو اس کا یقین ہو اور قاضی امام ظہیر الدین رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ یہ مسلمان طبیب پر محمول ہے' اگر کافر طبیب ہو تو پھر جائز نہیں۔ جس طرح ایک مسلمان تیمم کر کے نماز میں شروع ہو اور کوئی کافر اسے پانی دینے کا وعدہ کرے تو وہ

نماز نہیں توڑے گا کیونکہ ممکن ہے کہ کافر کی غرض مسلمان کی نماز فاسد کرنا ہو' اسی طرح روزہ میں ہوگا۔

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو اپنی اور بچے کی سلامتی کے۔۔۔ لیے روزہ افطار کرنا جائز ہے

''مختصر القدوری'' میں ہے کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو (روزہ کی وجہ سے) اپنی یا بچے کی جان کا خوف ہو تو روزہ افطار کرلیں اور قضاء کریں' ان پر فدیہ نہیں۔

جب زوال کے وقت سے پہلے بچے کو احتلام ہو تو اس کا فرض۔۔۔ روزہ جائز نہیں ہوگا

''ملتقط'' میں ہے کہ جب بچہ رمضان المبارک کے کسی دن میں بالغ ہوا' تو اس پر اس دن کی قضاء لازم نہیں اور قاضی ظہیر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاوٰی'' میں ہے کہ زوال سے قبل بچہ بالغ ہوا یا نصرانی مسلمان ہوا اور دونوں نے زوال سے پہلے روزہ کی نیت کرلی' تو ان کا فرض روزہ جائز نہیں ہوگا' البتہ بچے کا روزہ نفلی ہو جائے گا اور کافر کا نفلی بھی نہیں ہوگا' کیونکہ اس میں روزے کی اہلیت ہی نہیں۔

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ بچے کا فرض روزہ جائز ہو جائے گا اور کہا گیا ہے کہ کافر کے بارے میں بھی ان کا جواب اسی طرح ہے (کہ اس کا بھی فرضی روزہ ادا ہو جائے گا) اور ''المنتقی'' میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ پھر ظاہر روایت میں اس صورت اور مجنون کی صورت کے درمیان فرق ہے کہ مجنون جب رمضان المبارک کے مہینہ میں زوال سے قبل درست ہوا اور اس نے کوئی چیز نہیں کھائی اور روزے کی نیت کرلی تو فرض روزہ جائز ہوگا کیونکہ جنون نے جب مکمل وقت کو نہ گھیرا ہو تو وہ مرض کی طرح ہے اور مرض' روزے کے وجوب کے منافی نہیں' جب کہ بچپن' حیض اور کفر' روزے کے منافی ہیں۔

جو غیر رمضان میں زوال سے پہلے مسلمان ہوا اور نفل روزے کی نیت کرلی تو اس کا روزہ جائز ہے

اگر غیر رمضان میں زوال سے پہلے نصرانی مسلمان ہوا اور اس نے نفل روزہ کی نیت کرلی

تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا روزہ درست ہو جائے گا' حتیٰ کہ اگر روزہ افطار کر لیا تو اس پر قضاء لازم ہوگی۔ امام زفر رحمہ اللہ اس کے خلاف ہیں۔ (الخانیہ ج ۱ص ۱۶۹)

جب رمضان المبارک میں بچہ بالغ ہوا اور کافر مسلمان' تو ان پر روزہ واجب نہیں

''مختصر القدوری'' میں ہے کہ جب رمضان المبارک میں بچہ بالغ یا کافر مسلمان ہوا' تو ان پر اس دن کی قضاء لازم نہیں ہوگی۔ وہ بعد والے دنوں میں روزے رکھیں گے اور گذشتہ دنوں کی قضاء نہیں کریں گے۔

جو بچہ دورانِ سفر بالغ ہوا' اس پر نماز کے وجوب کا حکم

جس بچے نے سفر کیا اور بالغ ہو گیا اور اس کے اور منزلِ مقصود کے درمیان سفر شرعی سے کم مسافت ہے تو کیا اس پر روزہ واجب ہوگا یا وہ مسافر شمار ہوگا؟ نماز کے مسائل میں ہم نے اس کا حکم ذکر کر دیا ہے۔ واللہ اعلم

رمضان المبارک کے چاند پر قریب البلوغ لڑکے کی شہادت قبول نہیں

''فتاویٰ ظہیریہ'' میں روزے کے متفرق مسائل میں مذکور ہے کہ رمضان المبارک کے چاند پر قریب البلوغ لڑکے کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی اور غلام اور عورت کی گواہی مقبول ہوگی۔

بچہ روزہ توڑ دے تو اس کی قضاء نہیں اور نماز توڑ دے تو اس کی قضاء کرے گا

''طحاوی'' کی شرح میں ''کتاب الصلوٰۃ'' کے باب ''قدر القراءۃ'' کے آخر میں ہے کہ بچہ جب روزہ توڑ دے' تو اس کی قضاء نہیں کرے گا' کیونکہ اس میں اسے مشقت لاحق ہوتی ہے لیکن نماز کا حکم اس کے خلاف ہے کہ نماز کے اعادہ کا حکم دیا جائے گا' کیونکہ نماز میں اسے مشقت لاحق نہیں ہوتی۔

حج کے مسائل

والد بچے کی طرف سے احرام باندھے گا

قاضی امام فخر الدین نے اپنے ''فتاویٰ'' میں ذکر فرمایا کہ جب آدمی نے اپنے اہل و عیال اور چھوٹے بچے کے ساتھ حج کیا تو علماء کرام نے فرمایا ہے کہ چھوٹے بچے کی طرف سے وہ شخص احرام باندھے گا جو اس کا زیادہ قریبی ہوگا' حتیٰ کہ اگر والد اور بھائی اکٹھے ہو گئے تو والد احرام باندھے گا' بھائی نہیں۔

باپ اپنے غیر عاقل بچے کی طرف سے حج کے ارکان ادا کرے گا

''ذخیرہ'' میں ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے ''اصل'' میں فرمایا کہ جس بچے کی طرف سے اس کا باپ حج ادا کرے گا تو باپ ارکان ادا کرے گا اور کنکریاں مارے گا اور یہ مسئلہ دو صورتوں پر ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ جب بچہ ادائیگی کو خود نہ سمجھتا ہو اور اس صورت میں باپ اس کی طرف سے احرام باندھے تو یہ جائز ہے۔[1]

---

[1] احناف کی دلیل وہ حدیث پاک ہے جسے ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا ہے:

حَجَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَمَعَنَا النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ فَلَبَّيْنَا عَنِ الصِّبْيَانِ وَرَمَيْنَا عَنْهُمْ.

ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج ادا کیا اور ہمارے ساتھ عورتیں اور بچے تھے تو بچوں کی طرف سے ہم نے تلبیہ کہا اور ان کی طرف سے ہم نے رمی کی۔

(دورانِ حج ''لَبَّيْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْکَ لَا شَرِيْکَ لَکَ لَبَّيْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِيْکَ لَکَ'' پڑھنا تلبیہ کہلاتا ہے اور جمرات کو کنکریاں مارنا رمی کہلاتا ہے۔)

اگر بچے نے حج کے بعض افعال مثلاً رمی وغیرہ ترک کر دیئے تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں

اگر بچہ ادائیگی کو خود سمجھتا ہے تو وہ تمام ارکان اسی طرح ادا کرے گا' جس طرح بالغ ادا کرتا ہے اور اگر اس بچے نے حج کے بعض افعال مثلاً رمی وغیرہ ترک کر دیئے تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہو گی۔ ''اصل'' میں امام محمد رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس بچے کی طرف سے باپ احرام باندھے' اس کے بارے میں جتنے جواب تم نے معلوم کیے ہیں' وہی جواب مجنون میں ہیں۔

اگر اپنے چھوٹے بیٹے کی طرف سے احرام باندھا اور احرام میں کسی ممنوع کام کا ارتکاب کیا' تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہو گی

اگر باپ نے اپنے چھوٹے بیٹے کی طرف سے احرام باندھا اور احرام میں کسی ممنوع کام کا ارتکاب کرلیا تو بچے کے احرام کی وجہ سے اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہو گی۔ ''ذخیرہ'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

جب بچہ ایسے وقت میں بالغ ہوا' جس وقت وہ حج پر قادر نہیں ۔۔۔۔ پھر فوت ہو گیا تو اس پر حج واجب ہونے میں اختلاف ہے

جب کسی ایسے وقت میں بچہ بالغ یا عیسائی مسلمان ہوا جس وقت میں وہ حج پر قادر نہیں' پھر فوت ہو گیا تو اس میں امام زفر و امام ابو یوسف یعقوب رحمہما اللہ کا اختلاف مذکور ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حج واجب ہو جائے گا' لہٰذا امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اسی طرح جب مال ملا اور اسے ہلاک کر دیا یا وہ خود بخود ہلاک ہو گیا پھر اسے ایسے وقت میں مال ملا' جس وقت میں وہ حج پر قادر نہیں' تو زیادہ ظاہر یہ ہے کہ حج واجب نہیں ہو گا اور فتویٰ اسی پر ہے۔

جب بچے نے احرام کے بعد کسی ممنوع کام کا ارتکاب کیا تو اس پر کچھ لازم نہیں لیکن جو احرام کے بعد مجنون ہوا' اس کا حکم اس کے خلاف ہے

''نوادر'' میں ہے کہ بالغ جب احرام کے بعد مجنون ہوا پھر کسی ممنوع کام کا ارتکاب کیا تو اس پر کفارہ لازم ہے۔ مجنون اور بچے کے درمیان فرق ہے کہ مجنون کا احرام' جنون سے پہلے صحیح لازم تھا لیکن بچے کا احرام اس طرح نہیں تھا (لہٰذا اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا)۔ یہ مسائل ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الحج'' کے آخر میں مذکور ہیں۔

بچے کا حج' فرض حج سے کفایت نہیں کرے گا

قاضی امام ظہیر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں ہے کہ بچے نے جب باپ کے ساتھ حج کیا تو وہ فرض حج کے قائم مقام نہ ہوگا اور اس پر اعادہ لازم ہوگا۔ اسی طرح غلام نے جب حج کیا پھر وہ آزاد ہوا تو اس پر اعادہ لازم ہوگا۔ اسی طرح کافر کا حکم ہے' لیکن فقیر کا حکم اس کے خلاف ہے اور فرق یہ ہے کہ فقیر جب وہاں پہنچ گیا تو استطاعت حاصل ہوگئی' لہٰذا وجوب ثابت ہو جائے گا' لیکن غلام کے لیے استطاعت ثابت نہیں' کیونکہ مولیٰ اسے منع کر سکتا ہے۔

اگر بچہ احرام کے بعد بالغ ہوا اور اس نے حج کر لیا تو وہ حج' ----- فرض حج سے کفایت نہیں کرے گا

''فتاویٰ قاضی خاں'' میں ہے کہ اگر غلام نے آزاد ہونے سے پہلے احرام باندھا پھر آزاد ہونے کے بعد نئے سرے سے احرام باندھا اور حج کیا تو یہ حج کفایت نہیں کرے گا۔ بچے کا مسئلہ اس طرح نہیں' کیونکہ بچے کا احرام لازم نہیں تھا تو اسے اس طرح قرار دیا جائے گویا کہ وہ احرام باندھا ہی نہ تھا اور غلام کا احرام اس طرح نہیں کیونکہ وہ التزام کا اہل ہے (لہٰذا اس کا پہلا احرام لازم ہوگا) اور احرام کی تجدید کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

قریب البلوغ نے جب احرام باندھا تو اسے احرام پر باقی رہنے کا حکم نہیں دیا جائے گا

''طحاوی'' کی شرح کی ''کتاب الصلوٰۃ'' کے باب ''قدر القراءۃ'' کے آخر میں ہے کہ

قریب البلوغ لڑکے نے جب حج یا عمرے کا احرام باندھا تو اسے جاری رکھنے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر وہ حج یا عمرہ فاسد کر دے، کیونکہ حج یا عمرہ کے جاری رکھنے میں اسے مالی مشقت لاحق ہوتی ہے۔

قریب البلوغ لڑکے نے اگر حج فاسد کر دیا تو قضا نہیں کرے گا

اگر اس نے احرام کے کسی ممنوع کام کا ارتکاب کیا تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی اور اگر روزہ یا حج فاسد کر دیا تو قضاء نہیں کرے گا کیونکہ اس میں اسے مشقت لاحق ہوگی جب کہ نماز میں ایسا نہیں ہے کہ نماز میں اسے مشقت لاحق نہیں ہوتی۔ (الدر المختار شرح تنویر الابصار ج۲ ص ۲۰۵)

جب بچہ احرام باندھنے سے پہلے بالغ ہوا کہ اسے احتلام آ گیا پھر اس نے احرام باندھا تو یہ فرض حج کی طرف سے کفایت کر جائے گا

اگر بچہ حج کے لیے نکلا اور احرام باندھنے سے پہلے راستے میں بالغ ہو گیا، پھر احرام باندھا اور حج کیا تو یہ حج اس کے حج فرض کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر احرام کے بغیر میقات[1] سے گزر گیا پھر مکہ مکرمہ میں احتلام ہوا اور مکہ مکرمہ سے احرام باندھا تو اس کا حج فرض ادا ہو جائے گا اور میقات سے بغیر احرام کے گزرنے سے اس پر کوئی چیز لازم نہ ہوگی کیونکہ میقات سے گزرنے کے وقت وہ حج کا اہل نہ تھا اور نہ ہی احرام کا اہل تھا۔ اور اگر احتلام سے پہلے احرام باندھا، پھر مقامِ عرفات میں ٹھہرنے سے پہلے احتلام ہو گیا اور حج کر لیا تو اس کا حج فرض ادا نہ ہوگا اور اگر احتلام ہوا اور پھر احرام سے پہلے میقات کی طرف واپس لوٹ آیا اور فرض حج کا احرام باندھا اور حج کیا تو فرض حج ادا ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر احتلام کے بعد میقات کی طرف واپس نہ لوٹا اور مقام عرفات میں ٹھہرنے سے پہلے احتلام کے بعد نئے سرے سے احرام باندھا اور حج کر لیا تو اس کا فرض حج ادا ہو جائے گا اور اگر بلوغ کے بعد نئے سرے سے احرام نہ باندھا اور اپنے حج میں جاری رہا تو فرض حج ادا نہیں ہوگا۔

---

[1] میقات وہ جگہ ہے کہ مکہ معظمہ جانے والوں کو احرام کے بغیر وہاں سے آگے جانا جائز نہیں چاہے ان کی غرض تجارت وغیرہ ہی کیوں نہ ہو اور میقات پانچ ہیں۔ (۱) ذوالحلیفہ (۲) ذات عرق (۳) جحفہ (۴) قرن (۵) یلملم۔

جب بچہ بالغ ہوا اور اس نے اپنی طرف سے حج کی وصیت کی۔۔۔ تو اس کی وصیت جائز ہے

اگر بچہ بالغ ہوا اور اس کی وفات کا وقت قریب آ گیا اور اس نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے فرض حج ادا کیا جائے تو ہمارے نزدیک اس کی وصیت جائز ہے اور اس کی طرف سے حج کیا جائے گا۔ اسی طرح نصرانی حج کے وقت سے پہلے مسلمان ہو گیا اور وصیت کی کہ اس کی طرف سے حج کیا جائے تو وصیت جائز ہے۔ یہ تمام بحث ''فتاویٰ قاضی خاں'' میں ہے۔

جس بچے کو احتلام نہیں ہوا' عورت کے ساتھ سفر میں اس کی معیّت کا اعتبار نہیں

عورت محرم کے بغیر حج نہیں کر سکتی اور محرم خاوند ہے اور وہ مرد ہے جس کے ساتھ اس عورت کا نکاح ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو۔ نکاح چاہے رضاعت کی وجہ سے حرام ہو یا سسرالی رشتے کی وجہ سے۔ اگر عورت کا محرم ایسا بچہ ہو' جسے احتلام نہیں آتا تو اس کی معیت کا کوئی اعتبار نہیں۔

اسی طرح وہ مجنون' جسے افاقہ نہیں ہوتا (اس کا بھی اعتبار نہیں)۔ بہر حال آزاد' غلام' مسلمان اور ذمی' محرم ہونے میں برابر ہیں۔ قدوری رحمہ اللہ نے اپنی ''شرح'' میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر محرم مجوسی ہو' جو اس کے ساتھ نکاح جائز سمجھتا ہے تو اس کے ساتھ عورت سفر نہیں کرے گی۔ اسی طرح مسلمان سے عورت کو امن نہ ہو تو اس کے ساتھ بھی سفر نہیں کرے گی۔

حج کے وجوب کے لیے بلوغ اور آزادی شرط ہے

''طحاوی'' کی شرح میں حج کے بیان میں ہے کہ آزاد ہونا اور بالغ ہونا حج کی شرائط میں سے ہے۔ اسی طرح اسلام بھی حج کی شرط ہے' کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

ایما عبد حج ولو عشر حجج فعلیه حجة الاسلام اذا اعتق و ایما صبی حج ولو عشر حجج فعلیه حجة الاسلام اذا بلغ و ایما اعرابی

جس غلام نے حج کیا خواہ دس حج ہی کیوں نہ کیے ہوں اس پر حجِ اسلام (فرضی حج) لازم ہے جب وہ آزاد ہوا اور جس بچے نے حج کیا خواہ دس حج ہی کیوں نہ کیے

حج ولو عشر حجج فعلیه حجة الاسلام. (سنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص۳۲۵، کنز العمال رقم الحدیث:۱۲۲۲۷)

ہوں اس پر حجِ اسلام لازم ہے جب وہ بالغ ہو اور جس کافر نے حج کیا خواہ دس حج ہی کیوں نہ کیے ہوں اس پر حجِ اسلام فرض ہے جب وہ مسلمان ہو۔

اعرابی سے مراد کافر اور ہجرت سے مراد اسلام ہے۔

بچے کا ولی جس کے ساتھ بچہ حج کرے گا اس پر لازم ہے کہ وہ بچے کو غسل کروائے اور تہبند اور چادر پہنائے

جو بچہ احرام باندھے اس کے ولی کے لیے یہ مناسب ہے کہ بچے کے کپڑے اتروائے، اسے غسل کروائے اور دو کپڑے یعنی تہبند اور چادر پہنائے اور اسے ان چیزوں سے بچائے، جن سے محرم حالتِ احرام میں اجتناب کرتا ہے۔ اگر اس بچے نے احرام کے ممنوعات میں سے کسی چیز کا ارتکاب کیا تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں اور نہ ہی اس کے ولی پر اس کی وجہ سے کوئی چیز لازم ہے، کیونکہ بچہ احکامِ شرع کا مخاطب ہی نہیں ہے۔ اگر بچے نے حج فاسد کر دیا تو اس پر قضاء لازم نہیں۔ اسی طرح اگر بچے نے حرم میں شکار کر لیا تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اللہ تعالیٰ کے حق کی وجہ سے بچے سے مواخذہ نہیں ہوتا۔ غلام کا حکم اس کے خلاف ہے کہ غلام نے جب احرام باندھا پھر احرام کے ممنوعات میں سے کسی چیز کا ارتکاب کیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر وہ کام ان اُمور میں سے ہے جس میں روزہ رکھا جا سکتا ہے تو پھر وہ روزے کے ساتھ کفارہ ادا کرے گا۔ اگر وہ کام ان اُمور میں سے ہے جن میں روزہ نہیں رکھا جا سکتا اور ان میں صرف دم جائز ہے (دم سے مراد بکری کی قربانی کرنا ہے) یا کھانا کھلانا جائز ہے کوئی اور صورت جائز نہیں تو اس میں آزاد ہونے کے بعد کفارہ ادا کرے گا مگر غلامی کی حالت میں کفارہ ادا کیا تو یہ جائز نہیں۔ اگر اس کی طرف سے اس کے مولیٰ یا کسی اور نے کفارہ ادا کیا، اس کے حکم سے یا اس کے حکم کے بغیر تو یہ جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح کے مسائل

چھوٹا بچہ یا بچی اپنا نکاح خود کرلیں تو وہ ولی[1] کی اجازت پر موقوف ہے

''اصل'' میں مذکور ہے کہ بچے یا بچی نے ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح خود کرلیا تو وہ ولی کی اجازت پر موقوف ہے' اگر وہ اجازت دے تو جائز ہے۔ اگر اجازت دینے والا باپ یا دادا کے علاوہ کوئی اور ہو تو انہیں بالغ ہونے کے بعد اختیار حاصل ہوگا۔

جب بچے نے شادی کی یا خرید وفروخت کی پھر بالغ ہوا تو وہ شادی یا بیع بالغ ہونے کے بعد اس کی اجازت کے بغیر نافذ نہ ہوگی

بچے نے جب کسی عورت سے شادی کی یا کوئی چیز فروخت کی' پھر بالغ ہو گیا تو یہ شادی یا بیع' بالغ ہونے کے بعد اس کی اجازت کے بغیر نافذ نہ ہوگی۔ غلام اور لونڈی نے اپنے مولیٰ کی اجازت کے بغیر شادی کی' پھر وہ دونوں آزاد ہو گئے تو اجازت کے بغیر ہی ان کا نکاح درست ہو جائے گا لیکن چھوٹا بچہ اور بچی اس طرح نہیں ہیں کہ اگر وہ شادی کریں' پھر بالغ ہو جائیں تو اجازت کے بغیر نکاح نافذ نہ ہوگا۔

چھوٹے بچے کا شادی کرنا اور خرید وفروخت کرنا ولی کی اجازت پر موقوف ہے

اگر بچے نے کسی عورت سے شادی کی یا اپنا مال فروخت کیا پھر اس کے ولی نے اسے اجازت دے دی اور اس عقد کو جائز قرار دے دیا تو استحساناً جائز ہے۔ ''ذخیرہ'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

---

[1] ولی وہ ہے جس کا قول دوسرے پر نافذ ہو' وہ دوسرا چاہے یا نہ چاہے۔ چھوٹے بچے اور بچی کے اولیاء جنہیں ان کے نکاح کی ولایت حاصل ہے' ان کا بالترتیب ذکر آگے آ رہا ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

باپ بچے کے عقد کو دخول کے بعد باطل کر دے' تو اس سے مہر۔۔۔ اور حد ساقط ہو جائے گی

''فتاویٰ قاضی خاں'' میں ہے کہ قریب البلوغ بچے نے جب اپنے ولی کی اجازت کے بغیر کسی عورت سے شادی کی اور اس عورت سے دخول کر لیا' پھر باپ کو خبر پہنچی اور اس نے نکاح رد کر دیا تو علماء کرام نے فرمایا ہے کہ بچے پر نہ حد واجب ہو گی نہ عقر (عقر' اس عورت کے حق مہر کو کہتے ہیں جس سے شبہ کے ساتھ وطی کی گئی ہو)' حد تو بچپن کی وجہ سے واجب نہیں ہو گی اور عقر (حق مہر) اس لیے لازم نہیں ہو گا کہ عورت کو علم تھا کہ اس لڑکے سے نکاح نافذ نہیں ہو گا۔ اس کے باوجود اس نے شادی کروالی تو وہ خود اپنے حق کے باطل ہونے پر راضی ہوئی ہے۔

(الفتاوی الخانیہ ج ا ص ۲۸۹)

باپ اور دادا کے علاوہ کسی ولی نے بچی کی شادی غیر کفو[1] میں یا مہر مثلی[2] سے کم مہر کے ساتھ کر دی' بچی کو معلوم ہوا اس نے اجازت دے دی تو نکاح جائز نہیں ہو گا

''ملتقط'' میں مذکور ہے کہ باپ دادا کے علاوہ کسی ولی نے بچی کی شادی غیر کفو میں کر دی' بچی کو پتہ چلا اور اس نے اجازت دے دی تو نکاح جائز نہیں ہو گا۔ اسی طرح باپ دادا کے علاوہ کسی دوسرے نے مہر مثلی سے بہت زیادہ کم حق مہر مقرر کر دیا تو جائز نہیں۔ جب تک بالغ ہونے کے بعد وہ بچی اجازت نہ دے تو نافذ نہیں ہو گا۔

جس بچی کا کوئی ولی نہیں' اس نے غیر کفو میں اپنی شادی کر لی تو یہ نکاح قاضی کی اجازت پر موقوف ہو گا

صاحب محیط رحمہ اللہ کے ''فوائد'' میں ہے کہ جو بچی نکاح کو سمجھتی ہے اور اس کا کوئی ولی

---

[1] جو مرد' عورت سے نسب وغیرہ میں اتنا کم ہو کہ اس سے نکاح عورت کے خاندان والوں کے لیے شرمندگی اور عار کا باعث ہو' وہ مرد عورت کا غیر کفو ہے۔ کفایت میں چھ چیزوں کا اعتبار ہوتا ہے۔ (۱) نسب (۲) اسلام (۳) پیشہ (۴) آزادی (۵) دیانت (۶) مال۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

[2] عورت کے خاندان کی جو عورت عمر' مال' حسن' عقل وغیرہ میں اس عورت جیسی ہو' اس کا مہر اس عورت کے لیے مہر مثلی ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

نہیں، وہ اپنی شادی غیر کفو میں کرلے تو یہ نکاح قاضی کی اجازت پر موقوف ہوگا' اگر اس علاقہ میں کوئی قاضی نہیں مگر وہ علاقہ اس شہر کے قاضی کی ولایت کے تحت ہے تو نکاح منعقد ہو جائے گا اور اس قاضی کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ اگر وہ ایسے علاقے میں ہے جو کسی قاضی کی ولایت کے تحت نہیں، پھر نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ بعض متاخرین علماء نے کہا کہ نکاح منعقد ہو جائے گا اور بالغ ہونے کے بعد لڑکی کی اجازت پر موقوف ہوگا۔

اولیاء کے مسائل

بچوں کے نکاح میں عصبات[1] اولیاء ہیں

قاضی ظہیر الدین رحمہ اللہ کے "فتاویٰ" میں ہے کہ بچوں اور بچیوں کے نکاح کرنے میں عصبات اولیاء ہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"نکاح کا حق عصبات کو ہے"۔

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۴۰' کاسانی نے اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف موقوفاً منسوب کیا ہے)

اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

"جب عورتیں مکمل طور پر بالغ ہو جائیں تو عصبہ زیادہ حق دار ہے"۔

بچے اور بچی کی شادی کرنے میں عصبات میں ولایت کی ترتیب دو مقام کے علاوہ میراث میں عصبات کی ترتیب کی طرح ہے

دو مقام کے علاوہ عصبات میں ترتیب کا وہی اعتبار ہوگا جو میراث میں ہوتا ہے۔ وہ دو مقام یہ ہیں:

[1] عصبات' عصبہ کی جمع ہے۔ وراثت میں جن ورثاء کے حصے مقرر ہیں' ان میں مال میراث تقسیم کرنے کے بعد جتنا مال بچے وہ جس رشتہ دار کو ملتا ہے وہ عصبہ کہلاتا ہے۔ اسی طرح اگر ایسے ورثاء موجود نہیں' جن کے حصے مقرر ہیں۔ اس صورت میں سارا مال جس رشتہ دار کو ملتا ہے وہ عصبہ کہلاتا ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

(۱) جب مجنونہ کا باپ اور بیٹا ہو تو امام اعظم ابوحنیفہ و امام ابو یوسف علیہما الرحمۃ کے نزدیک بیٹے کو ولایت حاصل ہوگی اور امام محمد رحمۃ اللہ اس کے خلاف ہیں۔ اسی طرح بیٹے کے بیٹے کو ولایت حاصل ہوگی، نیچے تک۔

(۲) امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک بھائی اور دادا برابر ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک دادا زیادہ حق دار ہے۔

چھوٹے بچے کی شادی کرنے میں اولیاء کے مراتب

چھوٹے بچوں اور بچیوں کے نکاح کرنے میں اولیاء میں سب سے زیادہ حق دار باپ ہے، پھر دادا اسی طرح دادے کا باپ، اوپر تک۔ پھر حقیقی بھائی، پھر سوتیلا بھائی، پھر حقیقی بھائی کا بیٹا، پھر سوتیلے بھائی کا بیٹا، پھر ان کی اولاد اسی ترتیب کے مطابق، پھر حقیقی چچا، پھر سوتیلا چچا، پھر حقیقی چچا کا بیٹا، پھر سوتیلے چچا کا بیٹا، اسی طرح ان کی اولاد اسی ترتیب کے مطابق، پھر باپ کا حقیقی چچا، پھر باپ کا سوتیلا چچا اور ان کی اولاد اسی ترتیب کے مطابق، پھر دادا کا حقیقی چچا، پھر دادا کا سوتیلا چچا اور اسی طرح ان کی اولاد۔ اگر ان مذکورہ افراد میں سے کوئی نہ ہو تو پھر مولی العتاقہ ولی ہے (مولی العتاقہ، اسے آزاد کرنے والا مولیٰ ہے) اور اس میں مرد و عورت برابر ہیں کہ وہ آزاد کنندہ خواہ مرد ہو خواہ عورت، کیونکہ آزاد کرنے کی وجہ سے ولایت حاصل ہوئی ہے اور اس میں دونوں ایک جیسے ہیں۔ اسی طرح ان کی اولاد ولی ہوگی پھر ذوی الارحام۔

بچے اور مجنون کی شادی کرنے میں ذوی الارحام[1] کے مراتب

بچے اور مجنون کی شادی کرنے میں رشتہ داروں میں سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ ترتیب ہے: (۱) ماں (۲) بیٹی (۳) پوتی (۴) نواسی (۵) پوتے کی بیٹی (۶) نواسی کی بیٹی (۷) حقیقی بہن (۸) صرف باپ کی جانب سے بہن (۹) صرف ماں کی جانب سے بھائی اور بہن (۱۰) ان کی اولاد (۱۱) چچے، ماموں، خالائیں اور ان کی اولاد اسی ترتیب کے مطابق۔

---

[1] ذوی الارحام لغت میں تو مطلقاً رشتہ داروں کو کہا جاتا ہے اور اصطلاحاً ان رشتہ داروں کو کہتے ہیں جن کا وراثت میں مقررہ حصہ نہ ہو اور نہ ہی وہ عصبہ ہوں۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

جد فاسد[1] اور بہن کے اکٹھا ہونے کی صورت میں ولایت جد فاسد کے لیے ہے

جب جد فاسد اور بہن اکٹھے ہو جائیں تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جد فاسد کو ولایت حاصل ہے۔

مولی موالات[2] کی ولایت

ان مذکورہ افراد کے بعد سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مولی موالات کو ولایت حاصل ہے۔

سلطان وقاضی کی ولایت

ان کے بعد سلطان (بادشاہِ اسلام) ولی ہے' پھر قاضی ہے پھر جسے قاضی نے مقرر کیا' یہ اس صورت میں ہے کہ بادشاہِ اسلام نے قاضی کو یہ اختیار دیا ہو اور قاضی نے اس نائب کو اجازت دی ہو۔ (الفتاوی الخانیہ ج ا ص ۳۰۰)

جب بچے یا بچی کا عصبات میں سے کوئی ولی ہو تو قاضی کو۔۔۔۔۔۔ ولایت حاصل نہیں

جب تک بچے کا کوئی قریبی موجود ہو تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک قاضی ولی نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک جب تک عصبہ موجود ہو تو قاضی ولی نہیں ہے۔ اگر قاضی نے بچی کی شادی کر دی اور اسے بادشاہِ اسلام کی طرف سے اجازت حاصل نہیں پھر اسے اجازت دے دی اور قاضی نے اس نکاح کو جائز قرار دے دیا تو استحساناً جائز ہے۔ بعض مقامات میں مذکور ہے کہ جائز نہیں اور صحیح پہلا قول ہے۔

---

[1] جد فاسد سے مراد وہ ہے' جس کی طرف نسبت میں عورت کا واسطہ ہو' مثلاً والدہ کا باپ' دادی کا باپ وغیرہ۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

[2] مولی الموالاۃ وہ ہے جس کے ہاتھ پر اس کا باپ مشرف با اسلام ہوا اور یہ عہد کیا کہ اس کے بعد یہ اس کا وارث ہوگا یا دونوں نے باہم عہد کیا کہ وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ماں' اس کی قوم اور ذوی الارحام کو۔۔۔ ولایت حاصل نہیں

امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ماں اور اس کی قوم کو ولایت حاصل نہیں اور نہ ہی کسی ذوی الارحام کو ولایت حاصل ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول میں اضطراب ہے۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں۔

بہن' ماں پر مقدم ہے

''مجموع النوازل'' میں مذکور ہے کہ حقیقی بہن' ولایت میں ماں پر مقدم ہے' یہ سب قاضی امام ظہیر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں ہے۔

باپ کی جانب سے رشتہ دار عورتوں کو نکاح کی ولایت حاصل ہے

''ذخیرہ'' میں ''مجموع النوازل'' کے حوالہ سے مذکور ہے کہ شیخ الاسلام امام محمد بن حسین بخاری حنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۴۸۳ھ) سے ایسے آدمی کے بارے میں سوال ہوا جو غائب ہے اور اس کی کوئی خبر نہیں۔ اس کی ایک چھوٹی بیٹی ہے' جس کا نکاح اس لڑکی کی حقیقی یا سوتیلی بہن نے کر دیا جب کہ ماں بھی موجود ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اگر اس لڑکی کا کوئی عصبہ نہ ہو' جو بہن سے زیادہ حق دار ہے تو نکاح جائز ہے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ کیا ماں' بہن سے زیادہ حق دار نہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! کیونکہ حقیقی یا سوتیلی بہن' باپ کی قوم سے ہے اور باپ کی جانب سے رشتہ دار عورتوں کو عصبات کی غیر موجودگی میں تزویج (نکاح کرنے) کی ولایت حاصل ہے۔ اس پر ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کا اتفاق ہے اور وہ عورتیں یہ ہیں: بہن' پھوپھی' بہن کی بیٹی' پھوپھی کی بیٹی۔ بہر حال ماں اور وہ عورتیں جو ماں کی جانب سے رشتہ دار ہیں' امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک انہیں نکاح کی ولایت حاصل ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اس مسئلہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک انہیں ولایت حاصل نہیں۔

ہم نے اس سے پہلے ذکر کیا ہے کہ ذوی الارحام کی ولایت میں اختلاف ہے' لہٰذا شیخ الاسلام نے جو ذکر فرمایا ہے کہ عصبات کی غیر موجودگی میں باپ کی قوم کی عورتوں کو ہمارے

اصحاب کے نزدیک بالاتفاق ولایت حاصل ہے۔ یہ بات بہن کے متعلق تو درست ہے لیکن پھوپھی، بہن کی بیٹی اور پھوپھی کی بیٹی کے بارے میں درست نہیں کیونکہ یہ ذوی الارحام میں سے ہیں۔ ان مسائل میں سے بعض ''طحاوی'' کی شرح میں، بعض ''ذخیرہ'' میں اور بعض قاضی ظہیرالدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں مذکور ہیں۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج اص ۳۰۰)

چھوٹی بچی یا بچے کی شادی کرنے میں وصی کو ولایت حاصل نہیں ہے، اگرچہ باپ نے اسے وصی مقرر کیا ہو

بچی اور بچے کا نکاح کرنے میں وصی کو ولایت حاصل نہیں ہے، باپ نے اسے وصی مقرر کیا ہو یا نہ مقرر کیا ہو، کیونکہ جسے مقرر کیا گیا ہو چھوٹے بچے کے معاملہ میں موت اس کی ولایت کو ختم کر دیتی ہے۔ ہشام نے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اگر اسے باپ نے وصی مقرر کیا ہو تو جائز ہے۔ یہ قاضی ظہیرالدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں ہے۔

بچے اور بچی کی کفالت کرنے والا، ان کے نکاح کرنے کا مالک نہیں

جو آدمی چھوٹے بچے یا بچی کی کفالت کرتا ہو وہ ان کی شادی کرنے کا مالک نہیں ہوتا۔

دو آدمیوں کی مشترکہ لونڈی کے بچہ پیدا ہوا اور دونوں نے اس بچے کا دعویٰ کر دیا اور اسے ایک کے ساتھ لاحق کر دیا گیا تو دونوں میں سے ہر ایک اس بچہ کی شادی کر سکتا ہے

دو آدمیوں کی مشترکہ لونڈی کے بچہ پیدا ہوا اور دونوں نے اس بچے کا دعویٰ کر دیا حتیٰ کہ ان سے نسب ثابت ہو گیا تو دونوں میں سے ہر ایک الگ الگ اس بچے کی شادی کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

جس بچے کے دو ولی ہوں، ان میں سے ہر ایک اس کی شادی کر سکتا ہے

جب کسی بچے کے دو ولی ہوں تو ان میں سے ہر ایک الگ الگ اس کی شادی کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دونوں ولیوں میں ایک الگ طور پر اس کی شادی نہیں کر سکتا جس طرح دو آزاد کرنے والوں میں سے ایک الگ طور پر شادی کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ یہ سب قاضی ظہیرالدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں ہے۔ (المبسوط ج ۴ ص ۲۱۹)

اور ''طحاوی'' کی ''شرح'' میں ہے کہ جب بچے اور بچی کے دو ولی ہوں اور درجہ میں دونوں برابر ہوں تو اگر ان میں سے ایک نے اس کی شادی کر دی تو یہ جائز ہے' چاہے دوسرا اس شادی کو جائز قرار دے یا فسخ کر دے لیکن لونڈی اگر دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو اور ان میں سے ایک اس کی شادی کر دے تو دوسرے کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔

اگر دونوں ولیوں میں سے ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ مرد سے شادی کر دی تو پہلی شادی جائز ہوگی اور دوسری جائز نہیں ہوگی۔ اگر دونوں نے ایک ہی وقت میں اکٹھی شادی کی یا ایک نے پہلے کروائی اور دوسرے نے بعد میں لیکن یہ معلوم نہیں کہ پہلا کون ہے اور دوسرا کون؟ تو دونوں جائز نہیں ہوں گی کیونکہ اگر اس شادی کو جائز قرار دیا جائے تو یہ تحری (سوچ بچار) کے ذریعہ جائز قرار دی جائے گی اور فرج کے معاملہ میں تحری حرام ہے[1]۔ یہ مسئلہ اس وقت ہے جب دونوں درجہ میں مساوی ہوں اگر ان میں سے ایک زیادہ قریبی ہے تو زیادہ قریبی کا کیا ہوا نکاح جائز اور دور والے کا کیا ہوا جائز نہیں ہوگا' چاہے اس نے پہلے کروایا ہو یا بعد میں۔ البتہ اگر ولی اقرب غائب ہو اور غیبت بھی منقطع ہو (کہ اس کے بارے میں کوئی خبر وغیرہ نہ ہو) تو پھر اگر ولی اقرب کے عقد کروانے سے پہلے دور والا ولی نکاح کروا دے تو یہ جائز ہے۔ اگر دونوں کا عقد اکٹھا واقع ہوا تو دونوں عقد ہی جائز نہ ہوں گے۔ اسی طرح جب یہ معلوم نہ ہو کہ پہلا عقد کون سا ہے اور بعد والا کون سا؟ پھر بھی دونوں عقد ہی جائز نہ ہوں گے۔

ولی اقرب[2] کی غیبت منقطعہ کی مدت تین ایام ہے اور اس کے بعد ولی ابعد[3]' کفو سے اس کا نکاح کر دے گا

''غیبت منقطعہ'' کے بارے میں فقہائے کرام نے کلام کیا ہے اور بہت زیادہ کلام کیا

---

[1] فرج یعنی شرمگاہ کے معاملہ میں تحری اور غور و فکر کے ذریعہ فیصلہ کرنا درست نہیں کیونکہ اگر غور و فکر کے ذریعہ دونوں میں سے ایک شادی کو جائز قرار دے دیا تو ممکن ہے کہ واقع میں اس کے خلاف ہوا اور وہ شادی جائز نہ ہو دوسری جائز ہو تو پھر ایک حرام شرمگاہ کو حلال ٹھہرانا لازم آئے گا لہذا فرج کی حرمت کا لحاظ کرتے ہوئے دونوں شادیاں ناجائز قرار دی گئے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

[2] اولیاء میں جو زیادہ قریبی رشتہ دار ہے وہ ولی اقرب ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

[3] اولیاء میں دور کا رشتہ دار ولی ابعد ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

ہے اور اس بارے میں مختلف روایات ہیں۔ اکثر علماء کرام اس پر متفق ہیں کہ ولی اقرب اگر ایسے مقام پر ہے کہ جس کفو سے لڑکی کی منگنی ہوئی ہے وہ ولی اقرب کی خبر آنے کا انتظار نہیں کرے گا تو یہ غیبت منقطعہ ہے اور کتاب میں اس طرف اشارہ ہے کہ سفر کی ادنیٰ مدت انقطاع کے لیے کافی ہے اور بعض مشائخ نے تجاوز کیا اور کہا کہ کفو زیادہ دن انتظار نہیں کرتا' تھوڑے دن انتظار کر لیتا ہے' لہٰذا دونوں مدتوں کے درمیان کوئی حدِ فاصل ہونا چاہیے' لہٰذا انہوں نے اس کا اندازہ تین دن اور راتیں لگایا ہے۔

محمد بن مقاتل رازی اور ابوعصمت سعد بن معاذ رحمہما اللہ کا یہی قول ہے اور متاخرین کی ایک جماعت کا اسی پر فتویٰ ہے جن میں قاضی امام رکن الاسلام ابوعلی نسفی اور قاضی امام علی سعدی رحمہما اللہ شامل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بخارا سے نسف تک غیبت منقطعہ ہے اور اگر ولی اقرب گھومنے پھرنے والا ہے اور اس کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں یا وہ مفقود (گم شدہ) ہے اور اس کا مکان معلوم نہیں یا وہ کسی شہر میں چھپ گیا ہے کہ اس کی جگہ کا علم نہیں تو یہ غیبت منقطعہ کے قائم مقام ہے۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج اص ۳۰۰) اور اگر ولی اقرب جہاں بھی ہو اس نے بچی کی شادی کر دی تو اس میں علماء کرام نے کلام کیا ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ یہ جائز ہے۔

ولی اقرب کی موجودگی میں اگر ولی ابعد نے نکاح کر دیا' تو جب تک ولی اقرب اجازت نہ دے' جائز نہ ہوگا

جب بچی کے دو ولی ہوں' ان میں سے ایک ولی زیادہ قریب والا ہے اور دوسرا دور والا تو ولی اقرب کی موجودگی میں دور والے ولی نے اس کا نکاح کر دیا اور نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہو گیا' پھر ولی اقرب غائب ہو گیا اور ولایت ولی ابعد کی طرف منتقل ہو گئی تو ولی ابعد کا کیا ہوا یہ نکاح اس وقت تک جائز نہ ہوگا' جب تک یہ ولایت کے منتقل ہونے کے بعد اسے جائز قرار نہ دے۔ قاضی ظہیر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں اسی طرح مذکور ہے۔
(الفتاویٰ الخانیہ ج اص ۳۰۱)

جس آدمی نے باپ کی زندگی میں اپنی بہن کی شادی کی

صدر الاسلام طاہر بن محمود رحمہ اللہ کے ''فوائد'' میں ہے کہ جب کسی مرد نے اپنی بہن کی شادی کی اور دونوں کا باپ زندہ ہے اور باپ اجازت دینے سے پہلے مر گیا اور نکاح کروانے

والے بھائی نے اجازت دے دی تو جائز ہے۔ اگر وہ خاموش رہا اور اجازت نہ دی تو جائز نہیں۔ اسی طرح اگر کسی آدمی نے اپنے باپ کا مال فروخت کیا پھر باپ فوت ہو گیا۔ اس آدمی کے علاوہ اور کوئی وارث نہیں تو سودا دوبارہ کیے بغیر بیع (خرید و فروخت) نافذ نہ ہوگی' کیونکہ لازمی ملک جب ملک موقوف پر طاری ہو تو اسے باطل کر دے گی[1] اور نکاح ولایت ہے' تملیک نہیں۔

قاضی نے بچی کی شادی کر دی اور اس بچی کا بھائی موجود تھا تو یہ نکاح نافذ نہ ہوگا البتہ اگر بھائی غائب ہوا تو نافذ ہو جائے گا

''ذخیرہ'' میں مذکور ہے کہ شمس الائمہ اوزجندی رحمہ اللہ سے اس بچی کے بارے میں سوال ہوا' جس کا بھائی موجود ہے اور بھائی نے اس کی شادی نہیں کی۔ بھائی کی اجازت کے بغیر قاضی نے اس کی شادی کر دی تو انہوں نے فرمایا کہ نکاح صحیح نہ ہوگا' البتہ اگر بھائی غائب ہو یا نکاح سے روکتا ہو تو پھر نکاح جائز ہے۔ ''الحاوی فی الفتاویٰ'' میں مذکور ہے کہ جس نابالغہ لڑکی کا قاضی نے نکاح کر دیا' حالانکہ اس کے چچا کا بیٹا موجود تھا تو یہ صحیح نہیں' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''**السلطان ولی من لا ولی له**'' سلطان اس کا ولی ہے' جس کا کوئی ولی نہیں۔ (ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۸۷۹' مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۲۵۰' بیہقی ج ۷ ص ۱۰۶' ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۳۰' الطبرانی بالکبیر ج ۱۱ ص ۱۴۲)

---

[1] یہاں نکاح والے مسئلہ کو مال فروخت کرنے والے مسئلہ پر قیاس کیا گیا ہے کہ باپ کی موجودگی میں بیٹے نے باپ کا مال فروخت کر دیا تو خریدار کی مال پر جو ملکیت ثابت ہوگی وہ ملک موقوف ہو گی کہ باپ کی اجازت پر موقوف ہوگی' اگر باپ نے جائز قرار دے دیا تو ملکیت ثابت ہو جائے گی ورنہ نہیں' پھر باپ اجازت دینے سے پہلے فوت ہو گیا اور اس کا وارث صرف یہ بیٹا ہی ہے تو وارث ہونے کی حیثیت سے یہ اس فروخت شدہ مال کا مالک ہو جائے گا اور اس کی ملک لازمی ہو گی اور یہ لازمی ملک پہلے والی موقوف ملک پر طاری ہوئی ہے' لہٰذا وہ موقوف ملک باطل ہو جائے گی۔ اب اگر دوبارہ سودا کیا تو بیع نافذ ہوگی ورنہ نہیں' اسی طرح نکاح کا مسئلہ ہے کہ کسی نے باپ کی موجودگی میں اپنی بہن کا نکاح کر دیا تو یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہے' پھر باپ اجازت سے پہلے فوت ہو گیا تو بیٹے کو ولایت نکاح حاصل ہوگی اور پہلے والا موقوف تصرف باطل ہو جائے گا' اب اگر وہ نکاح کو جائز قرار دے گا تو جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

عاقل بچے کو قاضی کا اجازت دینا جائز ہے

میں نے اپنے والد رحمہ اللہ کے ''فوائد'' میں دیکھا ہے کہ بچے اور کم عقل کو قاضی کا اجازت دینا جائز ہے' اگر چہ باپ نے روکا ہو۔ یہ مسئلہ ''اصل'' کے ''باب الحجر'' میں مذکور ہے۔

(الفتاویٰ الخانیہ ج اص ۳۰۲)

باپ کی اجازت کے بغیر قاضی کا بچی کی شادی کرنا

کیا باپ کی رضامندی کے بغیر قاضی بچے اور بچی کی شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اسی مسئلہ پر قیاس کرتے ہوئے قاضی شادی کروا سکتا ہے اور قاضی کی ولایت باپ کی ولایت کے مشابہ ہے۔ شیخ امام ابوالفضل کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قاضی کو یہ حق نہیں کیونکہ ''اصل'' میں مذکور ہے کہ باپ یا دادا کے علاوہ کوئی اور نکاح کروائے تو بچے اور بچی کو بالغ ہونے کے وقت اختیار حاصل ہے' جب قاضی کے شادی کروانے کی صورت میں بلوغ کے وقت اختیار ثابت ہے تو پھر قاضی کی ولایت' باپ کی ولایت کے مشابہ نہیں ہوگی اور ''ملتقط'' میں امام محمد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ والدہ نے جب اپنی بچی کی شادی والا معاملہ قاضی کے سامنے پیش کیا اور بچی کا باپ بھی زندہ ہے تو قاضی نکاح کی رغبت دیکھے تو اس کی شادی کر دے' چاہے باپ راضی نہ ہو اور طحاوی کی ''شرح'' میں نکاح کے مسائل میں مذکور ہے کہ جب لڑکی کو کفو کی طرف سے نکاح کا پیغام آ رہا ہے اور ولی اس کی شادی نہیں کر رہا تو قاضی اس کی شادی کر سکتا ہے کیونکہ ولی شادی سے روک رہا ہے اور اس میں لڑکی کا نقصان ہے۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج اص ۳۰۲)

اگر بچے یا بچی کا نکاح بچپن میں باپ یا دادا کے علاوہ کسی اور نے کیا ہے تو بلوغ کے بعد انہیں اختیار حاصل ہے

اگر بچے یا بچی کا نکاح باپ یا دادا نے کیا ہو تو بالغ ہونے پر انہیں اختیار حاصل نہیں ہوتا' اگر باپ یا دادا کے علاوہ کسی اور ولی نے نکاح کیا ہے تو انہیں بالغ ہونے پر اختیار حاصل ہے۔

ولی فاسق ہو تو قاضی کو ولایت حاصل ہے

''المنتقی'' میں ہے کہ اگر بچی کا باپ یا دادا موجود ہو تو قاضی اس کی شادی نہیں کرے گا

لیکن اگر باپ یا دادا فاسق ہوئے تو قاضی کے لیے مناسب ہے کہ کفو میں اس کی شادی کر دے۔ ''ذخیرہ'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

قاضی بچی کی شادی کرے تو بچی کو اختیار حاصل ہوگا

اگر بچی کی شادی قاضی نے کی تو بچی کو اختیار حاصل ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی دو روایتوں میں زیادہ ظاہر یہی روایت ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

جب وصی نے بچے یا بچی کی شادی کی تو بالغ ہونے پر انہیں اختیار حاصل ہوگا

اگر وصی ولی ہو اور اس نے بچے یا بچی کی شادی کر دی تو بالغ ہونے پر انہیں اختیار حاصل ہوگا۔

اگر بچے یا بچی نے اپنی شادی خود کر لی تو ولی کی اجازت پر موقوف ہو گی اور بالغ ہونے کے بعد انہیں اختیار حاصل ہوگا

اگر بچے یا بچی نے ولی کی اجازت کے بغیر شادی کر لی تو یہ ولی کی اجازت پر موقوف ہوگی اور اگر اجازت دینے والا باپ یا دادا کے علاوہ اور ولی ہو تو بالغ ہونے پر انہیں اختیار حاصل ہوگا اور یہ مسئلہ پہلے گزر چکا ہے۔

باپ یا دادا کے غیر نے بچے کی شادی بچی سے کر دی اور زوجہ بالغہ ہو گئی اور اس نے جدائی اختیار کی تو خاوند کے بلوغ کا انتظار کیے بغیر قاضی تفریق کر دے گا

''الجامع الکبیر'' میں مذکور ہے کہ باپ اور دادا کے غیر نے اگر بچی کی شادی بچے سے کر دی اور وہ بچی اپنے خاوند کے بالغ ہونے سے پہلے بالغہ ہوگئی اور اس نے جدائی اختیار کر لی اور معاملہ قاضی کے پاس لے گئی تو خاوند کے بالغ ہونے کا انتظار نہیں کیا جائے گا اور قاضی ان میں تفریق کر سکتا ہے البتہ اگر خاوند کا والد یا اس کا وصی موجود ہو تو قاضی اسے حاضر کر کے حکم دے گا کہ اگر بچے کی طرف سے کوئی دلیل وغیرہ ہو تو پیش کرے ورنہ ولی کی موجودگی میں ان کے درمیان تفریق کر دے گا۔

اگر بچی بالغہ ہوگئی اور باپ یا دادا کے غیر نے اس کا نکاح کیا تھا' اس نے جدائی کو اختیار کیا اور اس کا خاوند غائب ہے تو جب تک خاوند حاضر نہ ہو' اس کا اختیار نافذ نہ ہوگا

اگر لڑکی بالغہ ہوئی اور اس نے جدائی اختیار کر لی لیکن خاوند غائب ہے تو ''الجامع الکبیر'' میں اس طرف اشارہ ہے کہ جب تک خاوند حاضر نہ ہو' تفریق نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ غائب کے خلاف فیصلہ ہے (اور وہ نافذ نہیں ہوتا) یہ مسئلہ اس کے بعد عنین[1] کے مسائل میں آئے گا۔

اگر بچے یا بچی کی شادی کردی گئی تو بالغ ہونے پر انہیں اختیار حاصل ہوگا

اگر قاضی نے بچے یا بچی کی شادی کر دی تو ظاہر روایت کے مطابق بالغ ہونے پر انہیں اختیار حاصل ہوگا اور خالد بن صبیح نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہیں اختیار حاصل نہیں ہوگا۔ (المبسوط للسرخسی ج ۴ ص ۲۱۵)

خیارِ بلوغ[2] میں مذکر اور مؤنث برابر ہیں

جس طرح مؤنث کے لیے خیارِ بلوغ ثابت ہوتا ہے' اسی طرح مذکر کے لیے ثابت ہوتا ہے۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۱ ص ۳۵۱) امام اعظم ابوحنیفہ وامام محمد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق جب باپ اور دادا کے غیر کے نکاح کرنے کی صورت میں لڑکے اور لڑکی دونوں کو بالغ ہونے پر اختیار حاصل ہوگا تو اگر انہوں نے بالغ ہونے پر نکاح کو اختیار کر لیا تو ان کا نکاح برقرار رہے گا لیکن اگر انہوں نے جدائی کو اختیار کیا تو پھر جدائی اس وقت واقع ہوگی جب قاضی نے ان کی جدائی کا فیصلہ کر دیا۔

باکرہ[3] لڑکی کا اختیار' مجلس میں خاموش رہنے سے باطل ہو جائے گا اور ثیبہ کا اختیار تصریح سے باطل ہوگا

لڑکی اگر باکرہ ہوگی تو اس کا اختیار سکوت سے باطل ہو جائے گا اور مجلس کے آخر تک

---

1. عنین وہ مرد ہے جس کا عضو تناسل موجود ہو لیکن کسی وجہ سے اپنی بیوی کے اگلے مقام میں دخول نہ کر سکے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ
2. نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اگر باپ دادا کے علاوہ کسی اور ولی نے کیا ہو تو بالغ ہونے پر یہ لڑکا اور لڑکی نکاح کو ختم کر سکتے ہیں' اس اختیار کو خیارِ بلوغ کہتے ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ
3. باکرہ وہ عورت ہے جس کے ساتھ نکاح کے ذریعہ اگلے مقام میں دخول (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اختیار باقی نہیں رہے گا' لہٰذا اگر وہ باکرہ ہے اور بالغہ ہونے پر خاموش رہی تو اختیار باطل ہو جائے گا۔ اگر وہ اصل میں ثیبہ ہے یا باکرہ ہے لیکن خاوند نے اس کے ساتھ رات گزاری ہے' پھر خاوند کے پاس ہی بالغہ ہوئی تو خاموشی سے اس کا اختیار باطل نہ ہوگا اور نہ ہی مجلس سے کھڑا ہونے سے باطل ہوگا۔ اس کا اختیار محض اس وقت باطل ہوگا جب اس نے صراحۃً نکاح پر رضامندی ظاہر کی یا اس سے ایسا کوئی فعل پایا گیا جو رضامندی پر دلالت کرتا ہو' مثلاً وہ خاوند کو جماع (صحبت) پر قدرت دے دے یا اس سے نفقہ طلب کرے یا اس جیسا کوئی فعل پایا جائے' لیکن اگر اس نے خاوند کا کھانا کھالیا یا اس کی خدمت کی جس طرح پہلے کرتی تھی تو اختیار باقی رہے گا۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ا ص ۳۵۱)

بچے کا اختیار رضامندی کے صریح اظہار سے باطل ہوگا

بچے کا اختیار خاموشی سے باطل نہیں ہوگا۔ اس کا اختیار محض رضامندی کے صریح اظہار سے یا ایسے فعل سے باطل ہوگا جو رضامندی پر دلالت کرے مثلاً وہ عورت سے جماع کر لے یا اسے سامان دے یا اسے مہر ادا کر دے۔ (جامع الفصولین ج ا ص ۳۲۷)

بچے اور بچی کو اپنے خیارِ بلوغ کا علم نہ ہو تو اختیار باطل ہو جائے گا

یہ اختیار جہالت سے باطل ہو جاتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب لڑکی بالغہ ہوئی اور اسے عقدِ نکاح کا علم ہے لیکن ثبوتِ خیار کا علم نہیں[1] اور وہ خاموش رہی تو اختیار باطل ہو جائے گا' لیکن اگر بالغہ ہونے کے وقت اسے عقد کا ہی علم نہیں تو جب عقد کا علم ہوا تو اختیار حاصل ہوگا۔ ہم نے یہ مسئلہ ''کتاب الفصول'' کی ''فصل اقسام الخیارات'' میں ذکر کیا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) نہ کیا گیا ہو' لہٰذا اچھلنے کودنے' زخم یا زیادہ عمر ہو جانے کی بناء پر یا زنا کی وجہ سے پردۂ بکارت زائل ہو گیا تو وہ باکرہ یعنی کنواری ہی کہلانے کی اور جو باکرہ نہ ہو اسے ثیبہ (غیر کنواری) کہتے ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

[1] یعنی اسے یہ تو معلوم ہے کہ میرا نکاح ہو چکا ہے لیکن یہ مسئلہ معلوم نہیں کہ مجھے نکاح ختم کرنے کا اختیار بھی ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

جب کسی بچے یا بچی کی خیارِ بلوغ کی وجہ سے جدائی ہوئی تو اگر عورت مدخولہ[1] ہوئی تو اسے مہر ملے گا اور اگر غیر مدخولہ ہوئی تو مہر نہیں ملے گا

اگر خیار بلوغ کی وجہ سے جدائی واقع ہوئی اور اس کے ساتھ دخول نہیں کیا (صحبت نہیں کی) تو عورت کو مہر نہیں ملے گا۔ جدائی خواہ خاوند کے اختیار کی وجہ سے ہو یا عورت کے اختیار کی وجہ سے ہو اور اگر دخول ہوا ہے تو اسے کامل مہر ملے گا' جدائی چاہے خاوند کے اختیار کی وجہ سے ہو یا عورت کے اختیار کی وجہ سے ہو۔

نابالغہ لونڈی جب آزاد ہونے کے بعد بالغہ ہوئی تو اسے اختیار۔۔۔ حاصل ہو گا

نابالغہ لونڈی کی اس کے مولیٰ نے شادی کر دی پھر وہ نابالغہ ہونے کی حالت میں ہی آزاد ہو گئی تو اسے اختیار حاصل ہو گا' لیکن اگر وہ نابالغہ ہوئی تو جب تک بالغہ نہ ہوئی تو اس اختیار کی وجہ سے اسے فسخ اور اجازت کا تصرف کرنے کا اختیار ہو گا۔

فسخ یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو اختیار کر لے (یعنی جدائی اختیار کرے) اور اجازت یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کو اختیار کر لے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ تصرف نفع اور نقصان کے درمیان دائر ہے اور نابالغہ اس کی اہل نہیں اور اسی طرح اس کا ولی بھی اس اختیار کے تصرف کا مالک نہیں ہو گا کیونکہ ولی اس لڑکی کا قائم مقام ہے (جب اصل لڑکی تصرف نہیں کر سکتی' تو اس کا قائم مقام بھی تصرف نہیں کر سکے گا) اور جب وہ بالغہ ہو گئی تو قاضی اسے خیار عتق[2] والا اختیار دے گا اور خیارِ بلوغ والا اختیار نہیں دے گا۔

''ولا یخیرھا خیار البلوغ'' (اور قاضی اسے خیارِ بلوغ والا اختیار نہیں دے گا)۔

اس عبارت میں دو احتمال ہیں: یہ احتمال بھی ہے کہ اسے اختیار نہیں دے گا کیونکہ اسے خیارِ بلوغ

---

[1] جس عورت کے ساتھ اس کے خاوند نے نکاح کے بعد دخول کر لیا وہ مدخولہ ہے اور جس کے ساتھ دخول نہ کیا ہو وہ غیر مدخولہ ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

[2] خیارِ عتق سے مراد وہ اختیار ہے جو لونڈی کو آزاد ہونے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور بالغ ہونے کے بعد جو اختیار حاصل ہو اسے خیارِ بلوغ کہتے ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

حاصل نہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ اسے خیارِ بلوغ ثابت ہونے کے باوجود اختیار نہیں دے گا' کیونکہ اسے خیارِ عتق حاصل ہے اور خیارِ عتق' خیارِ بلوغ کو شامل ہے کیونکہ خیارِ عتق' خیارِ بلوغ سے عام ہے۔ بعض پہلے احتمال کے قائل ہیں اور یہی قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ عقد اس سے صادر ہوا ہے جس میں کامل ولایت ہے۔

کامل ولایت اس لیے ہے کہ مولیٰ کی اپنے مملوک (غلام) پر ولایت کامل ہوتی ہے' اس لیے کہ ولایت ملک کی وجہ سے ہوتی ہے اور ملک میں کوئی نقصان نہیں ہے' لہٰذا ولایت کامل ہو گی اور خیارِ بلوغ ثابت نہیں ہوگا جس طرح باپ اور دادا نکاح کریں تو خیارِ بلوغ ثابت نہیں ہوتا۔ یہ تمام بحث ''ذخیرہ'' میں ہے۔

بچی کے لیے شادی کروانے والے کا نام ونسب ذکر کرنا شرط ہے

شیخ الاسلام برہان الدین رحمہ اللہ کے ''فوائد'' میں ہے کہ بچی کی شادی باپ اور دادا کے غیر نے کی تھی۔ بالغہ ہونے پر اس نے جدائی اختیار کی اور قاضی کے پاس دعویٰ کر دیا تو کیا اس کے لیے شرط ہے کہ وہ یہ کہے کہ میرے بھائی یا چچا نے میری شادی کی ہے؟ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ شرط ہے۔ اسی طرح سوال ہے کہ کیا اس لڑکی کے لیے شادی کروانے والے کا نام ذکر کرنا شرط ہے؟ انہوں نے ''ادب القاضی'' میں جو کچھ مذکور ہے' اس پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا کہ شرط ہے۔ اسی طرح ہر کام میں یہی کہا جائے گا۔

جس لڑکی کا نکاح باپ یا دادا کے غیر نے کیا اور بالغہ ہونے پر اس نے جدائی کو اختیار کیا اور خاوند نے اس کی تکذیب کی تو لڑکی کا قول گواہوں کے ساتھ مقبول ہوگا

''فتاویٰ قاضی امام فخر الدین'' کی ''کتاب الدعویٰ'' میں مذکور ہے کہ جس بچی کا نکاح باپ' دادا کے غیر نے کیا' بلوغ کے بعد جب کہ وہ باکرہ تھی' جھگڑا ہو گیا۔ لڑکی نے کہا کہ بالغہ ہوتے ہی میں نے جدائی کو اختیار کر لیا تھا' خاوند نے اس کی بات کا انکار کیا تو لڑکی کا قول گواہوں کے بغیر مقبول نہیں ہوگا۔

اگر اسی وقت دونوں کا اختلاف ہوا' لڑکی نے کہا کہ میں ابھی بالغہ ہوئی ہوں اور خاوند

نے کہا: نہیں! بلکہ تو پہلے بالغہ تھی اور خاموش رہی تھی تو لڑکی کا قول تسلیم کیا جائے گا۔

ثیبہ کا اختیار کیسے باطل ہوگا؟

اگر بلوغ کے وقت لڑکی ثیبہ (غیر کنواری) تھی تو اس کا اختیار تب باطل ہوگا' جب وہ صراحۃً رضامندی ظاہر کر دے یا رضامندی پر دلالت پائی جائے' مثلاً وہ جماع پر خاوند کو قدرت دے دے۔ واللہ اعلم

شادی کے وقت میں میاں بیوی کے درمیان اختلاف

''الجامع الاصغر'' کی ''کتاب الاقرار'' اور ''فتاویٰ قاضی امام فخر الدین'' کی ''کتاب الدعویٰ'' میں مذکور ہے کہ کسی مرد نے اپنی بیوی سے کہا: میں نے تجھ سے شادی کی جب کہ میں بچہ تھا اور عورت نے کہا: نہیں بلکہ تو نے مجھ سے شادی کی جب کہ تو بالغ تھا' تو خاوند کا قول مانا جائے گا لیکن قاضی ان میں تفریق نہیں کرے گا بلکہ مرد سے سوال کرے گا کہ تو نے اپنے ولی کی اجازت سے شادی کی تھی؟ اگر اس نے کہا: نہیں تو اس سے کہا جائے گا کہ کیا شادی کے بعد تیرا ولی راضی ہو گیا تھا؟ اگر اس نے کہا: نہیں تو پھر کہا جائے گا کہ کیا تو نے بالغ ہونے کے بعد اجازت دی تھی؟ اگر اس نے کہا: نہیں تو پھر کہا جائے گا کہ کیا اب تو نکاح کو جائز قرار دیتا ہے؟ اس نے کہا: نہیں' تو پھر دونوں کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔ عنقریب اقرار کے مسائل میں یہ مسئلہ آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۱ ص ۲۸۲' بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۳۵)

مولیٰ کی اجازت کے بغیر لونڈی نے اپنی شادی کی تو وہ مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہوگی

''شرح الطحاوی'' کی ''کتاب النکاح'' میں مذکور ہے کہ نابالغہ لونڈی نے اپنے مولیٰ کی اجازت کے بغیر شادی کر لی اور مولیٰ نے اسے آزاد کر دیا تو نکاح نافذ نہیں ہوگا اور امام زفر رحمہ اللہ کے قول کے مطابق باطل ہو جائے گا اور ہمارے نزدیک اگر مولیٰ کے علاوہ اس کا کوئی عصبہ نہ ہوا تو نکاح مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ اگر مولیٰ کے سوا کوئی عصبہ ہے تو اگر وہ نکاح جائز قرار دے گا تو جائز ہوگا اور جب وہ بالغہ ہو گئی تو اسے خیارِ بلوغ حاصل ہوگا کیونکہ عقد اس پر بچپن کی حالت میں نافذ ہوا ہے جب کہ وہ آزاد تھی' لیکن اگر عقد کو جائز قرار دینے والا اس کا

باپ یا دادا ہو تو اسے خیارِ بلوغ حاصل نہیں ہو گا۔

اگر مولیٰ نے اجازت نہ دی اور نہ ہی آزاد کیا حتیٰ کہ مر گیا تو پھر دیکھا جائے گا کہ وہ لونڈی اگر وارث کے لیے حلال ہوئی تو عقد باطل ہو جائے گا اور اگر وارث کے لیے حلال نہ ہوئی' مثلاً اس کے باپ کی موطوءہ ہے (کہ وارث کے باپ نے اس سے جماع کیا ہے) یا رضاعت (دودھ والے رشتہ) وغیرہ کی وجہ سے اس پر حرام ہے تو پھر نکاح وارث کی اجازت پر موقوف ہو گا' اگر وہ اجازت دے گا تو جائز ہو گا اور اگر باطل کر دے گا تو باطل ہو گا۔ اسی طرح اگر اسے مولیٰ نے اجازت سے پہلے فروخت کر دیا تو اگر وہ خریدنے والے کے لیے حلال ہوئی تو عقد باطل ہو جائے گا اور اگر حلال نہ ہوئی تو خریدنے والے کی اجازت پر موقوف ہو گا۔ یہ حکم لونڈی میں ہے لیکن غلام میں نکاح تمام احوال میں خریدنے والے یا وارث کی اجازت پر موقوف ہو گا۔

اپنے مولیٰ کی اجازت کے بغیر غلام کے خود شادی کرنے میں اختلاف

غلام نے اپنے مولیٰ کی اجازت کے بغیر کسی عورت سے شادی کر لی' پھر اس کے مولیٰ نے اسے فروخت کر دیا اور خریدار نے نکاح کو جائز قرار دیا تو ہمارے نزدیک جائز ہے اور امام زفر رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہو گا۔

بچے نے باپ کی اجازت کے بغیر شادی کی پھر باپ فوت ہو گیا اور دادا نے نکاح کو جائز قرار دیا تو نکاح جائز ہے

جب بچے نے اپنے باپ کی اجازت کے بغیر شادی کی اور اس کا باپ فوت ہو گیا اور دادا نے نکاح کی اجازت دے دی تو نکاح جائز ہے اور ''الجامع الصغیر'' کی ''کتاب النکاح'' میں مذکور ہے کہ کسی مرد نے اپنی چھوٹی لونڈی کو مکاتب بنایا اور لونڈی نے قبول کر لیا تو کتابت جائز ہے کیونکہ لونڈی اہل تصرف میں سے ہے اور اگر کسی انسان نے اس کی اجازت کے بغیر شادی کر دی تو جائز نہیں ہو گی کیونکہ قبضہ کے اعتبار سے یہ آزاد عورتوں کے ساتھ لاحق ہے اور اگر وہ راضی ہو گئی تو جائز ہے کیونکہ کتابت درست ہونے کی وجہ سے یہ لونڈی بالغہ کے ساتھ لاحق ہے اور اس کا یہ حکم اس وقت ہے جب تک وہ کتابت میں ہے' اگر

لونڈی نے بدلِ کتابت[1] ادا کر دیا اور آزاد ہو گئی یا اس کے بعد مولیٰ نے اسے آزاد کر دیا تو ولایت مولیٰ کی طرف منتقل ہو جائے گی' حتیٰ کہ اگر وہ لونڈی خود نکاح کو جائز قرار دے تو جائز نہیں ہوگا اور یہ نکاح مولیٰ کی نئی اجازت پر موقوف ہوگا اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ مولیٰ ہی نکاح کرنے والا ہے اور اجازت کا حق بھی اسے ہے' لہٰذا نئی اجازت کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ مولیٰ نے جب شادی کی تھی اس وقت مولیٰ کو مکمل ولایت حاصل نہ تھی اور جب ولایت حاصل ہوئی اس وقت دوبارہ نکاح نہیں کیا' لہٰذا محض آزادی سے نکاح جائز نہیں ہوگا اور اس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ کسی مرد نے اپنے بھائی کی بیٹی کی شادی کر دی جب کہ وہ لڑکی نابالغہ تھی اور آدمی کا بھائی (لڑکی کا باپ) غائب تھا' تو یہ نکاح اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ غائب بھائی اجازت نہ دے۔ اگر غائب بھائی اجازت سے پہلے فوت ہو گیا تو یہ نکاح صحیح نہ ہوگا' جب تک نکاح کرنے والا بھائی اسے جائز قرار نہ دے۔ اسی طرح ہمارا یہ مسئلہ ہے' اگر آزادی کے بعد مولیٰ نے اجازت دے دی تو نکاح جائز ہوگا اور بالغہ ہونے پر لڑکی کو خیارِ بلوغ حاصل ہوگا کیونکہ نکاح کرنے والا باپ یا دادا کا غیر ہے۔ یہ مسئلہ عجیب ترین مسائل میں سے ہے کیونکہ مولیٰ کی طرف سے جتنی دوری ہوتی چلی جائے گی' نکاح کے معاملہ میں اتنا ہی قرب زیادہ ہوگا' حتیٰ کہ غلامی کی حالت میں وہ لڑکی اجازت کی مالک ہوگی اور آزاد ہونے کے بعد نہیں۔ اسی طرح مولیٰ آزادی کے بعد اس پر نکاح لازم کرنے کا مالک ہوگا' آزادی سے پہلے نہیں اور یہ عجیب بات ہے اور اس سے بھی زیادہ عجیب یہ ہے کہ اگر وہ دوبارہ غلامی کی حالت میں لوٹ آئی تو مولیٰ کا کیا ہوا نکاح باطل ہو جائے گا اگرچہ مولیٰ نے اسے جائز قرار دیا ہو لیکن یہ مسئلہ دلیل سے ثابت ہے اور دلیل عجیب کام دکھاتی ہے۔

باپ دادا کا مہرِ مثلی سے کم کے ساتھ نکاح کرنا

''ذخیرہ'' کی ''کتاب النکاح'' میں مذکور ہے کہ جب باپ یا دادا نے بچے کی شادی کسی عورت سے مہرِ مثلی سے زیادہ مہر کے ساتھ کر دی یا بچی کی شادی مہرِ مثلی سے کم کے ساتھ کر دی تو

---

[1] مولیٰ نے اپنی لونڈی کو کہا کہ تو مثلاً ہزار روپیہ ادا کرے تو تو آزاد ہے' وہ لونڈی مکاتبہ کہلائے گی اور اس معاہدے کو عقد کتابت کہا جائے گا اور لونڈی جو ہزار روپیہ ادا کرے' اسے بدلِ کتابت کہیں گے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

اگر زیادتی اور کمی اتنی ہو کہ اس مقدار میں لوگوں کو دھوکہ لگ جاتا ہو تو بالاتفاق جائز ہے' اسی طرح باپ' دادا کے علاوہ دوسرے ولی نے نکاح کیا ہو پھر بھی یہی حکم ہے' لیکن اگر زیادتی اور کمی اتنی واضح ہے کہ اس میں لوگ دھوکہ نہیں کھاتے تو باپ اور دادا کی صورت میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نکاح درست ہوگا اور کمی اور زیادتی صحیح ہوگی اور امام ابویوسف و امام محمد رحمہما اللہ نے فرمایا کہ جائز نہیں اور ''اصل'' میں یہ بیان نہیں کیا کہ نکاح جائز نہیں یا حق مہر کا ذکر جائز نہیں۔ (المبسوط ج ۴ ص ۲۲۴)

ہشام نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ذکر کی ہے کہ نکاح جائز ہوگا اور ''الجامع الصغیر'' میں امام ابویوسف و امام محمد رحمہما اللہ سے مروی ہے کہ نکاح جائز نہیں ہوگا اور حسن بن زیاد نے امام ابویوسف رحمہما اللہ سے روایت کی ہے کہ نکاح جائز ہوگا اور حق مہر کا ذکر جائز نہیں ہوگا۔

''الجامع الاصغر'' میں مذکور ہے کہ متاخرین علماء کا صاحبین کے قول پر اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ نکاح جائز ہے اور کمی و زیادتی باطل ہے۔ بعض نے کہا: اصل نکاح فاسد ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر اتفاق ہے کہ باپ اور دادا کے غیر نے اگر اس قدر کمی و زیادتی کی' جس سے لوگ دھوکہ نہیں کھاتے تو نکاح جائز نہیں ہوگا' حتیٰ کہ اگر بلوغ کے بعد اس نے جائز قرار دیا تو اس کی اجازت پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۴۳)

باپ کا اپنے بیٹے کی لونڈی کا نکاح مہر مثلی سے کم کے ساتھ جائز نہیں

''اصل'' میں ہے کہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ اگر باپ یا دادا نے اپنے چھوٹے بیٹے کا نکاح مہر مثلی سے کم کے ساتھ کر دیا تو جائز نہیں۔

کیا باپ اپنے بیٹے کے غلام کی معاوضے کے بغیر شادی کر سکتا ہے؟

قاضی امام ابوجعفر استروشنی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے کہ جو آزاد کرنے کا مالک ہو گا' وہ غلام کی شادی کرنے کا بھی مالک ہوگا اور جو آزاد کرنے کا مالک نہیں' وہ غلام کی شادی کرنے کا بھی مالک نہیں ہوگا' کیونکہ آزاد کرنا غلامی کو بدلے اور معاوضے کے بغیر ختم کرنا ہے' جس طرح کہ شادی کرنا' غلامی کو بدلے کے بغیر عیب دار بنانا ہے۔ جو آزاد کرنے کا مالک نہیں' وہ غلام کی بغیر بدلے کے شادی کرنے کا بھی مالک نہیں' لہٰذا نکاح' آزادی کے معنیٰ میں ہے' تو جو آزاد کرنے کا مالک ہوگا' وہ شادی کرنے کا بھی مالک ہوگا اور جو آزاد نہیں کر سکتا' وہ شادی بھی نہیں

کرسکتا۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ا ص ۲۹۰)

باپ یا دادا کا بچی کی شادی مہر مثلی سے کم کے ساتھ کرنا

''فتاویٰ قاضی خاں'' میں ہے کہ باپ یا دادا نے جب بچی کی شادی مہر مثلی سے کم کے ساتھ کی تو ایک روایت میں عقد فاسد ہے اور ایک روایت میں بلوغ کے بعد بچی کی اجازت پر موقوف ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ عقد فاسد ہوگا اور نکاح مہر مثلی کے ساتھ درست ہوگا۔

باپ اپنے چھوٹے بیٹے کی لونڈی کا نکاح اپنے چھوٹے بیٹے کے۔۔ غلام سے کرسکتا ہے

''محیط'' کے نکاح کے متفرق مسائل میں ہے کہ آدمی اپنے چھوٹے بیٹے کی لونڈی کی شادی' اپنے چھوٹے بیٹے کے غلام سے کرسکتا ہے اور ''نوادر بشر'' میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وصی یتیم کی لونڈی کی شادی یتیم کے غلام سے کرسکتا ہے' اسی طرح باپ کو بھی یہ اختیار حاصل ہے۔

باپ' وصی اور قاضی بچے کی لونڈی کی شادی کرنے کے مالک ہیں

صدر الاسلام ابوالیسر رحمہ اللہ نے ''مبسوط'' کے ''نکاح العبد'' کے باب میں ذکر فرمایا کہ باپ' وصی اور قاضی بچے کی لونڈی کی شادی کرنے کے مالک ہیں۔ اسی طرح مکاتب اور شریکِ مفاوض[1] لونڈی کی شادی کرنے کے مالک ہیں کیونکہ لونڈی کی شادی کرنا' لونڈی سے کمائی کرانا ہے اور یہ کمائی کے مالک ہیں اور یہ غلام کی شادی کرنے کے مالک نہیں۔ اس کی شادی کرنے کا وہی مالک ہوگا' جو اسے آزاد کرنے کا مالک ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۴۳' المبسوط ج ۵ ص ۱۲۱)

---

1. شرکتِ مفاوضہ یہ ہے کہ دو شخص آپس میں شرکت کریں اور ان میں ہر ایک دوسرے کا وکیل و کفیل ہو یعنی ہر ایک کا مطالبہ دوسرا وصول کرسکتا ہے اور ہر ایک پر جو مطالبہ ہو دوسرا اس کی طرف سے ضامن ہو۔ دونوں میں سے ہر ایک کو برابر کا تصرف حاصل ہو۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

ماذون بچہ[1] لونڈی کی شادی کرنے کا مالک نہیں

جس غلام کو تجارت کی اجازت دی گئی ہو اور ماذون بچہ اور مضارب[2] اور شریک عنان[3] یہ سب امام اعظم ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک لونڈی کی شادی کرنے کے مالک نہیں اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مالک ہیں۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ نکاح کو اجارہ[4] پر قیاس کرتے ہیں' امام اعظم و امام محمد رحمہما اللہ نکاح و اجارہ میں فرق کرتے ہیں۔ (المبسوط ج ۵ ص ۱۲۲)

باپ اور وصی یتیم کی لونڈی کی شادی اپنے غلام سے کرنے کے مالک ہیں یا نہیں؟

کیا باپ اور وصی اپنے غلام سے یتیم کی لونڈی کی شادی کر سکتے ہیں؟ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ شادی کر سکتے ہیں اور استحسان (قیاسِ خفی) کا تقاضا ہے کہ نہیں کر سکتے۔ ''فتاویٰ صغریٰ'' کے نکاح کے مسائل میں اسی طرح مذکور ہے اور بچے نے جب اپنی لونڈی کی شادی کی پھر بالغ ہو گیا اور اسے جائز قرار دیا تو یہ جائز ہے اور اگر اپنے غلام کی شادی کی پھر بالغ ہوا اور اسے جائز قرار دیا تو جائز نہیں۔

قاضی بچے کی لونڈی کی شادی کرنے کا مالک نہیں

قاضی ابوجعفر استروشنی کی ''مجالس'' کے ''باب الماذون'' میں ہے کہ قاضی غائب اور مجنون اور بچے کی لونڈی اور غلام کی شادی کرنے کا مالک نہیں' انہیں مکاتب بنا سکتا ہے اور فروخت کر سکتا ہے۔

---

[1] ماذون بچہ وہ ہے جسے تجارت وغیرہ تصرفات کی اجازت دی گئی ہو۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

[2] دو آدمی آپس میں شرکت کریں کہ ایک آدمی کا مال ہو اور دوسرا کام کرے اور کاروبار کے نفع میں دونوں شریک ہوں' اسے مضاربت کہتے ہیں۔ مال دینے والے کو رب المال اور کام کرنے والے کو مضارب کہتے ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

[3] شرکت عنان یہ ہے کہ دو شخص آپس میں شرکت کریں مگر ہر ایک دوسرے کا ضامن نہ ہو صرف دونوں ایک دوسرے کے وکیل ہوں۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

[4] عوض کے بدلے کسی چیز کے نفع کا دوسرے کو مالک بنا دینا اجارہ ہے۔ کوئی چیز کرائے پر دینا' مزدوری پر کام کرنا وغیرہ اجارہ کی اقسام ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

کفو کے مسائل

باپ اور دادا کا غیر بچی کا نکاح غیر کفو میں کرے

''محیط'' میں مذکور ہے کہ باپ' دادا کا غیر اگر بچی کا نکاح غیر کفو میں کر دے تو اس بارے میں نہ ہمارے متقدمین اصحاب سے کوئی روایت ہے اور نہ ہی متاخرین اصحاب سے کوئی روایت ہے۔ فضلی رحمہ اللہ نے مسئلہ تقصیر[1] پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا کہ مناسب یہ ہے کہ بلا اختلاف نکاح جائز نہ ہو۔

فقیہ زاہد ابو اللیث رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں ہے کہ باپ اور دادا کے غیر نے اگر بچی کا نکاح غیر کفو میں کر دیا پھر وہ بالغہ ہوئی اور اس نے نکاح جائز قرار دیا تو جائز نہیں ہوگا۔ دلیل یہ ہے کہ یہ نکاح موقوف نہیں تھا' اس لیے کہ اسے کوئی جائز قرار دینے والا نہیں تھا کیونکہ ان کا غیر کفو میں نکاح جائز ہی نہیں۔ ''الجامع الاصغر'' میں مذکور ہے کہ باپ اور دادا کے غیر نے اگر بچی کا نکاح ایسے غیر کفو میں کر دیا جو اس کے مہر ادا کرنے اور نفقہ دینے پر بھی قادر نہیں تو ہمارے اکثر مشائخ نے کہا کہ نکاح فاسد ہے اور بعض نے کہا: جائز ہے۔ صحیح پہلا قول ہی ہے۔

ہندوانی رحمہ اللہ[2] نے فرمایا کہ اگر بچی فقیر ہو اور خاوند اس کے نفقہ پر قادر ہے تو نکاح جائز ہے اگرچہ وہ مہر مثلی کی مقدار کا مالک نہ ہو کیونکہ بچی نفقہ کی محتاج ہے اور اگر بچی مال دار ہوئی اور خاوند مہر مثلی کی مقدار کا مالک نہ ہوا تو نکاح جائز نہیں' البتہ اگر خاوند کو کسی اور لحاظ سے شرافت حاصل ہے جو مالی شرافت سے زائد ہے' مثلاً علمی شرافت یا خاندان نبوت کی شرافت تو نکاح جائز ہوگا۔ اسی قول کے مطابق علمائے کرام نے کہا کہ اگر بالغہ نے خود اپنی شادی ایسے مرد

---

1. مسئلہ تقصیر یہ ہے کہ باپ دادا کے غیر نے اگر بچی کا نکاح مہر مثلی سے کم میں کیا تو بالاتفاق یہ جائز نہیں اسی مسئلہ پر قیاس کرتے ہوئے فضلی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ باپ دادا کا غیر اگر بچی کا نکاح غیر کفو میں کر دے تو مناسب یہ ہے کہ بلا اختلاف نکاح جائز نہ ہو۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

2. یہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بلخی المتوفی ۳۶۲ھ ہیں۔ (الجواہر المضیہ ج۲ ص۶۸)

سے کرلی جو اس کے مہر مثلی کی مقدار کا مالک نہیں لیکن اس لحاظ سے شرافت حاصل ہے تو نکاح جائز ہوگا اور اولیاء کو تفریق کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ ''الجامع الاصغر'' کے نکاح کے مسائل میں اسی طرح مذکور ہے۔ (بدائع الصنائع ج۲ ص۳۱)

نفقہ پر قدرت' کفاءت کی شرط ہے

''ذخیرہ'' میں ہے کہ جب عورت بالغہ ہو یا نابالغہ ہو لیکن جماع کے قابل ہو تو نفقہ پر قدرت' کفاءت کی شرط ہے۔ البتہ اگر اتنی چھوٹی ہے کہ قابلِ جماع ہی نہیں تو پھر نفقہ پر قدرت کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ ایسی صورت میں اس کے لیے نفقہ ہی نہیں ہے اور اس صورت میں مہر پر قدرت ہی کافی ہے۔ واللہ اعلم

''ہدایہ'' میں مذکور ہے کہ کسی نے اپنی چھوٹی بیٹی کا نکاح کسی غلام سے اور چھوٹے بیٹے کا نکاح کسی لونڈی سے کر دیا تو یہ جائز ہے اور یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے' کیونکہ کفاءت سے کسی ایسی مصلحت کی وجہ سے اعراض کرنا درست ہے جو کفاءت سے بڑھ کر ہو اور صاحبین کے نزدیک یہ ظاہر نقصان ہے کیونکہ کفاءت نہیں پائی گئی لہٰذا جائز نہیں۔

قاضی فخر الدین کے ''فتاویٰ'' میں ہے کہ باپ اور دادا کے غیر نے جب بچی کی شادی کسی ایسے مرد سے کی' جس کا دادا قوم کا آزاد کردہ غلام تھا یا پہلے مسلمان نہیں تھا' پھر مسلمان ہوا اور بچی کے آباء واجداد آزاد مسلمان ہیں پھر بچی بالغہ ہوئی اور نکاح کو جائز قرار دیا تو جائز نہیں ہوگا کیونکہ نکاح کے وقوع کے وقت اس نکاح کو کوئی جائز قرار دینے والا نہیں تھا' لہٰذا یہ نکاح اجازت پر موقوف نہ ہوگا اور نہ ہی اس کے ساتھ اجازت لاحق ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی اور وجہ سے کفاءت نہ پائی گئی تو باپ دادا کے غیر کا کیا ہوا نکاح منعقد نہ ہوگا۔

باپ کی مال داری کی بناء پر بچے کی کفاءت

''ذخیرہ'' میں ''فتاویٰ اہل سمرقند'' کے حوالہ سے مذکور ہے کہ ایک آدمی نے اپنی چھوٹی بہن کی شادی ایسے بچے سے کر دی' جو مہر کی طاقت نہیں رکھتا اور وہ آدمی ہی اپنی بہن کا ولی ہے۔ بچے کے باپ نے نکاح قبول کر لیا اور وہ باپ غنی ہے تو یہ نکاح جائز ہے کیونکہ حق مہر کے معاملہ میں باپ کی مال داری کی بناء پر بچے کو مال دار قرار دیا جاتا ہے اور نفقہ کے معاملہ میں باپ کی مال داری سے بچے کو مال دار نہیں قرار دیا جاتا کیونکہ عادت یہی ہے کہ باپ' بیٹوں کا

حق مہر تو برداشت کر لیتے ہیں لیکن نفقہ برداشت نہیں کرتے۔ ''فتاویٰ فضلی'' میں ہے کہ ایسے بچا کے بارے میں سوال ہوا' جس نے بچی کی شادی چھوٹے بچے سے کر دی جس کے پاس مال نہیں اور اس بچے کے باپ کے پاس کثیر مال ہے اور بچی کے پاس بھی کثیر مال ہے کہ آیا یہ بچہ اس بچی کا کفو ہوگا اور کیا یہ نکاح جائز ہوگا؟ تو یہ جواب دیا کہ اس مسئلہ میں ہمارے متاخرین علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا: کفو نہیں ہوگا اور بعض نے کہا: کفو ہوگا' کیونکہ باپ کی مال داری کی وجہ سے بیٹے کو بھی مال دار شمار کیا جاتا ہے اور انہوں نے مہر اور نفقہ کے درمیان فرق نہیں کیا۔

صاحب ذخیرہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس نے یہ کہا کہ بچہ اس بچی کا کفو ہوگا اس کا قول ہمارے نزدیک عجیب تر ہے۔

شرابی کفو نہیں

کسی آدمی نے اپنی چھوٹی بیٹی کا نکاح کسی آدمی سے اس گمان پر کیا کہ وہ نیک ہے' شراب نہیں پیتا۔ پھر باپ نے اسے دائمی شرابی پایا اور بیٹی بڑی ہوگئی' اس نے کہا کہ میں نکاح پر راضی نہیں۔ اگر لڑکی کے باپ کو شراب پینے کا علم نہیں تھا اور اس آدمی کے اکثر گھر والے نیک تھے تو نکاح باطل ہو جائے گا۔ یہ مسئلہ تو اتفاقی ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور صاحبین کے نزدیک اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب باپ جانتا ہے کہ یہ آدمی لڑکی کا کفو نہیں اور یہ جانتے ہوئے لڑکی کی اس سے شادی کر دی ہے' اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے انتہائی تامل کیا ہے' اس عقد نکاح کو اپنی بیٹی کے حق میں بہتر خیال کیا ہے' لیکن جب اس مرد کو باپ نے کفو خیال کیا ہو تو ظاہر یہی ہے کہ اس نے تامل نہیں کیا ہوگا۔

اس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ نشے والے نے اگر اپنی بیٹی کا حق مہر کم مقرر کیا تو یہ جائز نہیں اور اگر ہوش والے نے ایسا کیا تو جائز ہے کیونکہ نشے والے کے حال سے ظاہر ہے کہ وہ تامل نہیں کرتا اور ہوش والے کے حال سے ظاہر ہے کہ وہ تامل کرتا ہے۔

نشے والا اپنی چھوٹی بیٹی کا نکاح مہر مثلی سے کم میں کرے تو نافذ نہیں ہوگا

قاضی امام فخر الدین کے ''فتاویٰ'' میں ہے کہ نشے والے نے اپنی چھوٹی بیٹی کا نکاح کیا اور اس کے مہر مثلی سے کم' حق مہر مقرر کیا تو شیخ امام ابوبکر بن فضل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جائز نہیں

ہوگا' لیکن اگر ہوش والے نے ایسا کیا تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز ہوگا' صاحبین کے نزدیک جائز نہیں۔ نشے والا' صاحب رائے اور صاحب مشورہ نہیں لہٰذا وہ اپنی بچی کا نکاح مہر مثلی سے کم میں کرے تو نافذ نہ ہوگا۔ (الفتاوی الخانیہ ج ا ص ۲۹۹)

اگر ہوش والے نے بچی کا نکاح غیر کفو میں کر دیا

اگر ہوش والے نے بچی کا نکاح غیر کفو میں کر دیا تو صاحبین کے قول میں جائز نہیں ہوگا اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول میں علماء نے اختلاف کیا ہے' ظاہر یہی ہے کہ آپ کے قول میں جائز ہے۔

اگر نشے والے نے غیر کفو میں نکاح کر دیا تو سب کے نزدیک ناجائز ہے۔

باپ کا وکیل اس کی چھوٹی بیٹی کا نکاح غیر کفو میں کر دے

میں نے صاحب المحیط کے ''فوائد'' میں دیکھا ہے کہ باپ نے کسی آدمی کو اپنی چھوٹی بیٹی کی شادی کرنے کے لیے وکیل مقرر کیا اور وکیل نے اس کی شادی غیر کفو میں کر دی۔ کیا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ جائز ہوگا جس طرح کہ باپ شادی کرے تو جائز ہے؟ کتب میں اس مسئلہ کے متعلق کوئی روایت نہیں۔ ایک قول ہے کہ یہ جائز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ جائز نہیں کیونکہ وکیل' باپ کی طرح شفیق نہیں۔

قاضی کا بچی کی اپنے بیٹے سے شادی کرنے کا حکم

''فتاویٰ صغریٰ'' کے نکاح کے مسائل میں مذکور ہے کہ اگر قاضی نے بچی کی شادی اپنے بیٹے سے کر دی تو نکاح باطل ہے کیونکہ قاضی وکیل کے بہ منزلہ ہے اور وکیل کے لیے یہ جائز نہیں۔ میں نے ''فتاویٰ فضلی'' میں دیکھا ہے کہ قاضی نے اگر چھوٹی یتیم بچی کا نکاح اپنے بیٹے سے کر دیا تو اگر قاضی کو چھوٹے بچوں کی شادی کے لیے مقرر کیا گیا ہے تو پھر دیکھیں گے اگر بیٹا چھوٹا ہوا تو نکاح جائز نہیں۔ اس میں ہمارے علماء کا کوئی اختلاف نہیں اور اگر بیٹا بڑا ہوا تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں۔

قاضی، چھوٹی بچی کا اپنے ساتھ نکاح کرلے

''واقعات الناطفی''[1] میں ہے کہ اگر قاضی نے یتیم بچی کا اپنے ساتھ نکاح کرلیا تو یہ جائز نہیں اور قاضی نے جب بچی کا نکاح اپنے ساتھ کیا تو یہ بغیر ولی کے نکاح ہوگا کیونکہ قاضی اپنے حق میں رعایا ہے اور حق، محض اسے حاصل ہے جو قاضی سے اوپر ہے اور قاضی سے اوپر حاکم ہے اور حاکم بھی اپنے حق میں رعایا ہے، اسی طرح خلیفہ بھی اپنے حق میں رعایا ہے۔ بعض فتاویٰ میں اسی طرح مذکور ہے۔

جب باپ یا دادا کا غیر بچی کا نکاح کرے تو احتیاط یہ ہے کہ دو مرتبہ عقد کرے، ایک مرتبہ حق مہر کے ذکر کے ساتھ اور دوسری مرتبہ حق مہر کے ذکر کے بغیر

قاضی امام ظہیر الدین کے ''فتاویٰ'' میں ہے کہ باپ اور دادا کے غیر نے اگر بچے یا بچی کا نکاح کیا تو احتیاط کا تقاضا ہے کہ دو مرتبہ عقد کرے۔ ایک مرتبہ حق مہر کا ذکر کرکے اور دوسری مرتبہ حق مہر کا ذکر کیے بغیر، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حق مہر کم مقرر کیا ہو تو اوّل صحیح نہیں ہوگا اور دوسرا مہر مثلی کے ساتھ درست ہو جائے گا۔ ''تجنیس'' میں مسئلہ اسی طرح مذکور ہے اور ایک اور بات زائد ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ (اوّل عقد صحیح نہیں اور دوسرا مہر مثلی کے ساتھ صحیح اس لیے ہوگا کہ) اگر خاوند نے اس عورت کو طلاق دینے کی قسم اٹھائی ہو، جس سے وہ شادی کرے اور یہ لفظ کہے کہ اگر میں نے کسی عورت سے شادی کی تو اسے طلاق ہے یا کہا کہ ہر وہ عورت، جس سے میں شادی کروں گا اسے طلاق ہے۔ تو اس صورت میں نکاح مہر مثلی کے ساتھ منعقد ہوگا۔ اگر شادی کروانے والا باپ یا دادا ہو تو یہی حکم ہے۔

صاحبین کے نزدیک پہلی وجہ کی بناء پر اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک دوسری وجہ کی بناء پر۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ا ص ۳۰۲)

جو نکاح فسخ کرنے کا حق رکھتا ہو، اس کی موت سے نکاح کا فسخ ہونا

کسی آدمی نے اپنی چھوٹی بیٹی کی شادی دوسرے آدمی کے بڑے بیٹے سے کی اور بیٹے

---

[1] الناطفی، ابوالعباس احمد بن محمد ہیں، المتوفی ۴۴۶ھ۔ (الفوائد البہیہ ص ۴۲)

کے باپ نے' بیٹے کے حکم کے بغیر اسے قبول کرلیا پھر بچی کا باپ' خاوند کی اجازت سے پہلے فوت ہوگیا تو نکاح باطل ہوجائے گا کیونکہ بچی کا باپ اس موقوف نکاح کو فسخ کرنے کا حق رکھتا تھا' لہٰذا نفاذ سے پہلے اس کی موت فسخ کی طرح ہوگی۔ جس طرح ایک عورت نے اپنی شادی کسی غائب آدمی سے کی اور غائب آدمی کی جانب سے کسی فضولی آدمی (جو دوسرے کے حق میں بغیر اجازت تصرف کرے) نے وہ نکاح قبول کیا' تو عورت کو نکاح فسخ کرنے کا حق ہے اور نکاح قبول کرنے سے پہلے عورت کی موت فسخ شمار ہوگی' اور یہاں بھی اسی طرح ہی ہے۔ قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

قاضی امام ظہیر الدین رحمہ اللہ نے یہ مسئلہ اپنے ''فتاویٰ'' میں اسی طرح ذکر فرمایا' پھر کہا کہ قاضی ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ باپ کی موت سے نکاح باطل نہیں ہوگا کیونکہ باپ کی موت تو نکاح کو پختہ کرتی ہے' جس طرح وہ مشتری (خریدار) جسے اختیار تھا' وہ اختیار والی مدت میں فوت ہوجائے تو بیع پختہ ہوجاتی ہے' باطل نہیں ہوتی۔ اسی طرح خاوند بیوی میں سے ایک دخول اور خلوت[1] سے پہلے فوت ہوجائے تو نکاح پختہ ہوجاتا ہے' باطل نہیں ہوتا۔ ''المنتقی'' میں اس مسئلہ پر نص موجود ہے کہ نکاح باطل نہیں ہوگا اور ''فتاویٰ ابو اللیث رحمہ اللہ'' میں مذکور ہے کہ اگر اپنی چھوٹی بیٹی کی شادی کسی غائب آدمی سے کی اور غائب کی جانب سے اس کے باپ نے قبول کرلیا اور بچی کا باپ' بیٹے کے جائز قرار دینے سے پہلے فوت ہوگیا تو نکاح باطل ہے۔ ابن سماعہ کے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ''نوادر'' میں ہے کہ اگر اپنی چھوٹی بیٹی کا نکاح غائب آدمی سے کردیا' پھر باپ فوت ہوگیا' پھر خاوند نے نکاح جائز قرار دے دیا تو نکاح جائز ہے۔ یہ اس بات کی نص ہے کہ باپ کی موت بچی کا نکاح باطل نہیں کرتی۔ یہ روایت فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ کے ذکر کردہ مسئلہ کے مخالف ہے۔

---

[1] خلوت صحیحہ یہ ہے کہ خاوند اور بیوی ایک مکان میں جمع ہوں اور کوئی ایسی چیز نہ پائی جو جماع سے رکاوٹ ہے۔ اگر کوئی حسی رکاوٹ پائی گئی مثلاً خاوند یا بیوی میں سے کوئی ایک بیمار ہے یا طبعی رکاوٹ پائی گئی کہ وہاں کوئی اور موجود ہے یا کوئی شرعی رکاوٹ پائی گئی مثلاً عورت حالت حیض یا نفاس میں ہے' ان سب صورتوں میں خلوت صحیحہ نہ ہوئی۔ خلوت صحیحہ دخول یعنی جماع کے حکم میں ہی ہوتی ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

قریب البلوغ لڑکی کا خاوند کے ساتھ بلوغ کے معاملہ میں اختلاف ہوا تو بیوی کا قول معتبر ہوگا

''محیط'' کے نکاح کے متفرق مسائل میں ہے کہ ولی نے جب لڑکی کا نکاح کیا' اس لڑکی نے نکاح قبول نہ کیا' خاوند نے دعویٰ کیا کہ یہ نابالغہ ہے اور لڑکی نے دعویٰ کیا کہ وہ بالغہ ہے تو اگر لڑکی قریب البلوغ ہوئی تو اسی کا قول معتبر ہوگا اور گواہ بھی اسی کے ہوں گے۔ قاضی ظہیر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

قاضی کے اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ کرنے میں اختلاف

شیخ الاسلام ابوالحسن عطاء بن حمزہ سغدی رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ بچی کے باپ نے اس کا نکاح کسی بچے سے کر دیا اور بچے کے باپ نے اسے قبول کر لیا اور بچہ بڑا ہو گیا اور دونوں کے درمیان غیبت منقطعہ کی مسافت ہے اور یہ شادی فاسق گواہوں کی شہادت کے ساتھ ہوئی تھی تو کیا قاضی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ انہیں شافعی المذہب قاضی کی طرف بھیجے تا کہ وہ اس سبب سے (گواہوں کے فسق کی وجہ سے) نکاح کو باطل قرار دے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں (یہ جائز ہے) اور حنفی قاضی کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اس مذہب پر عمل کرتے ہوئے خود ایسا کرے' اگرچہ اس کا اپنا مذہب یہ نہ ہو۔

قاضی امام بدیع الدین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول پر مبنی ہے' اس بناء پر کہ قاضی جب اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ کرے تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ نافذ ہو جائے گا اور صاحبین کے نزدیک نافذ نہیں ہوگا۔

بچہ' بالغہ سے شادی کر کے غائب ہو گیا اور بالغہ نے دوسرے آدمی سے شادی کر لی

قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں ہے کہ بچہ بالغہ عورت سے شادی کر کے غائب ہو گیا' جب وہ حاضر ہوا تو عورت دوسرے خاوند سے شادی کر چکی تھی اور بچے نے بالغ ہونے کے بعد اس نکاح کو جائز قرار دیا تھا۔ تو اگر عورت نے بچے کی اجازت سے پہلے دوسرا نکاح کر لیا ہو تو نکاح ثانی جائز ہے' کیونکہ وہ عورت بچے کی اجازت سے پہلے فسخ کی مالک تھی۔

اگر دوسرا نکاح بچے کی اجازت کے بعد ہو تو پھر دیکھا جائے گا کہ اگر بچپن میں نکاح مہر مثلی کے ساتھ ہوا یا اتنی مقدار کے ساتھ ہوا' جس میں لوگ دھوکہ کھاتے ہیں تو نکاح ثانی جائز نہیں ہوگا کیونکہ پہلا نکاح موقوف تھا' لہٰذا بلوغ کے بعد بچے کی اجازت سے نافذ ہو جائے گا۔ اگر اتنے زیادہ مہر کے ساتھ ہوا جس میں لوگ دھوکہ نہیں کھاتے اور بچے کا باپ یا دادا ہے تو پھر بھی نکاح ثانی جائز نہیں ہوگا' کیونکہ باپ یا دادا کثیر مہر کے ساتھ بھی نکاح کر سکتے ہیں۔ لہٰذا بچے کا نکاح باپ یا دادا کی اجازت پر موقوف ہوگا اور بلوغ کے بعد اجازت سے نکاح نافذ ہو جائے گا۔ اگر بچے کا باپ یا دادا نہ ہوا تو عورت کا دوسرا نکاح درست ہو جائے گا کیونکہ اس صورت میں بچے کا نکاح موقوف نہیں' لہٰذا اس کے ساتھ اجازت لاحق نہیں ہوگی۔

بچی کی شادی کرنے کے بعد ولی کا ولایت سے انکار کر دینا

قاضی ظہیر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں ہے کہ بچی کی شادی اس کے ولی نے کفو میں کردی' پھر کہا کہ میں ولی نہیں ہوں' تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی' لیکن دیکھا جائے گا کہ اگر اس کی ولایت ظاہر ہوئی تو نکاح جائز ہوگا ورنہ جائز نہیں ہوگا۔

ولی کا اپنی ولیہ کے نکاح کا اقرار کرنا

اگر ولی اپنی ولیہ کے نکاح کا اقرار کرے تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز نہیں' اسی طرح مولیٰ جب اپنے غلام کے نکاح کا اقرار کرے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز نہیں اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے۔ اگر اپنی لونڈی کے نکاح کا اقرار کیا تو بالاتفاق جائز ہے۔ (المبسوط ج ۴ ص ۲۲۵)

جب امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز نہیں تو قاضی بچے کی جانب سے ایک آدمی کو فریق مقرر کرے گا جو بچے کی جانب سے جھگڑے گا اور انکار کرے گا اور شادی کرنے والا' منکر پر گواہ قائم کرے گا۔ قاضی امام ظہیر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

قاضی امام فخر الدین نے اپنے ''فتاویٰ'' میں ذکر فرمایا ہے کہ بچے اور بچی کے ولی نے جب کہا کہ میں نے بچے کی گذشتہ کل شادی کی ہے تو گواہوں کے بغیر بلوغ کے بعد بچے کی تصدیق کے بغیر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ولی کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔

اسی طرح غلام کا مولیٰ اور عورت کا وکیل اور مرد کا وکیل جب نکاح کا اقرار کرے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

صاحبین نے فرمایا ہے کہ تصدیق کی جائے گی اور لونڈی کے مولیٰ کی بالاتفاق تصدیق کی جائے گی۔

موضعِ اختلاف میں علماء کا اختلاف ہے (کہ اختلاف کس صورت میں ہے)؟ بعض نے کہا: اختلاف اس صورت میں ہے' جب بچہ بالغ ہوا اور نکاح کا انکار کیا اور ولی نے نکاح کا اقرار کیا' لیکن اگر ولی نے دونوں کے بچپن میں نکاح کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہے اور صحیح یہ ہے کہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب دونوں کے بچپن میں ولی نے اقرار کیا اور دونوں بالغ ہو گئے اور نکاح کا انکار کر دیا تو ولی کا اقرار صحیح نہیں ہوگا اور اگر غلام نے آزاد ہونے کے بعد یا اس سے پہلے نکاح کا انکار کیا تو مولیٰ کا اقرار درست نہیں ہوگا۔ ''مبسوط'' میں مذکور ہے کہ باپ' دادا اور تمام اولیاء اس میں برابر ہیں۔

وکیل کے نکاح کروانے کے اقرار کو مؤکل[1] کی تصدیق کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا

اسی طرح اختلاف ہے کہ جب کسی آدمی کو کسی مرد یا عورت کے نکاح کا وکیل بنایا گیا تو وکیل نے کہا: میں نے اس کی شادی کر دی ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی' البتہ اگر مؤکل اس کی تصدیق کر دے یا اس پر گواہ قائم ہوں تو پھر تصدیق کی جائے گی اور صاحبین کے نزدیک گواہوں کے بغیر تصدیق کر دی جائے گی۔

باپ اور وصی نے یتیم کے غلام کو مکاتب بنایا تو صحیح ہے اور اگر کتابت کا اقرار کیا تو صحیح نہیں اور وصی نے یتیم کے لیے قرض لیا تو درست ہے اور اگر قرض لینے کا اقرار کیا تو اس مسئلہ میں بالاتفاق اس کا اقرار درست نہیں' لیکن اگر اپنے مؤکل یا اپنی ولیہ یا اپنے غلام کے نکاح کا اقرار کیا تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک صحیح ہے اور صاحبین کے نزدیک درست نہیں۔ ''اسرار'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

---

[1] مؤکل' وکیل مقرر کرنے والا۔

بلوغ میں قریب البلوغ زوجہ کا قول معتبر ہے

''مجموع النوازل'' میں اور ''محیط'' کے نکاح کے متفرق مسائل میں ہے کہ جب کسی نے اپنی ولیہ کا نکاح کیا اور اس نے نکاح قبول نہ کیا۔ خاوند اور ولی نے کہا کہ یہ نابالغہ ہے اور اس کا ردّ (نکاح قبول نہ کرنا) باطل ہے۔ عورت نے کہا: میں بالغہ ہوں اور میرا ردّ صحیح ہے۔ اگر وہ قریب البلوغ ہوئی تو اسی کا قول معتبر ہوگا۔

مہر کے مسائل

باپ اور دادا کے علاوہ کسی ولی کو بچی کے حق مہر پر قبضہ کرنے کی ولایت نہیں ہے

''فتاویٰ صغریٰ'' میں مذکور ہے کہ باپ اور دادا کے علاوہ کسی ولی کو بچی کے مہر پر قبضہ کی ولایت حاصل نہیں، کیونکہ یہ بچے کے مال میں تصرّف ہے اور باپ، دادا کے غیر کو بچے کے مال میں تصرف کی ولایت حاصل نہیں۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۱ ص ۳۲۷)

جو بچی قابلِ جماع نہیں اس کے خاوند کو مجبور کیا جائے گا کہ بچی کے والد کو اس کا مہر سپرد کرے

عورت جب بہت زیادہ چھوٹی ہو اور قابل جماع نہ ہو تو باپ کو مجبور نہیں کیا جائے گا کہ وہ اسے خاوند کے پاس بھیجے، لیکن خاوند کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس کے باپ کو حق مہر ادا کرے۔ عورت کے بلوغ کی تفسیر جماع کے مقام پر اس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگی۔

اگر خاوند بہت چھوٹا ہو تو اس پر نفقہ واجب ہے اور اگر لڑکی بہت چھوٹی ہو تو خاوند پر اس کا نفقہ واجب نہیں

اگر خاوند بہت چھوٹا ہو تو اس پر نفقہ واجب ہوگا لیکن اگر عورت بہت چھوٹی ہوئی تو نفقہ واجب نہیں ہوگا۔

''مختصر القدوری'' میں ہے کہ اگر عورت اتنی چھوٹی ہوئی کہ اس سے جماع نہیں کیا جا سکتا تو اس کے لیے نفقہ نہیں' چاہے وہ خاوند کے سپرد کر دی جائے اور اگر خاوند اتنا چھوٹا ہوا کہ وطی پر قادر نہیں اور عورت بڑی ہے تو خاوند کے مال سے عورت کے لیے نفقہ ہوگا۔

دخول سے پہلے باپ' خاوند سے مہر اور نفقہ کا مطالبہ کر سکتا ہے

اگر عورت قابلِ جماع ہو تو جب تک خاوند نے مہر ادا نہ کیا تو باپ دخول سے پہلے پہلے خاوند سے مہر اور نفقہ کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ ''فتاویٰ صغریٰ'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

اگر خاوند چھوٹا ہے اور اس کے باپ نے اس کی شادی ایسی لڑکی سے کر دی ہے' جس لڑکی کے باپ نے اس لڑکی کی شادی کی ہے یا خاوند کے باپ نے اس لڑکے کی شادی ایسی بڑی عورت سے کی ہے جس عورت کے باپ نے اس لڑکی کی شادی' لڑکی یا لڑکی کے وکیل کی اجازت سے کی ہے' تو باپ بچے کے مال سے بچی کے مہر پر قبضہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر بڑی عورت باکرہ (کنواری) ہوئی تو اس کے مہر پر بھی قبضہ کر سکتا ہے۔ اگر وہ ثیبہ (غیر کنواری) ہوئی تو وہ خود قبضہ کرے گی' کیونکہ مہر محض عقد سے واجب ہوتا ہے اور عقد تو صحیح ہے۔ اگر اس نے نفقہ طلب کیا اور مہر پر قبضہ کر چکی ہے تو لڑکے کے مال سے اسے نفقہ بھی دیا جائے گا۔ اس صورت میں اور اُس صورت میں فرق ہے' جب لڑکا بڑا اور عورت چھوٹی ہو کیونکہ چھوٹی عورت تو نفقہ کی مستحق نہیں ہوتی اور فرق ''کتاب ادب القاضی'' کے ''باب طلب المہر'' میں معلوم ہوگا۔

خاوند چھوٹی لڑکی کے ساتھ کب دخول کرے گا؟

باپ نے جب چھوٹی لڑکی کا نکاح کر دیا اور نکاح جائز ہو گیا تو خاوند اس سے کب دخول کرے گا؟ ایک قول یہ ہے کہ جب تک بالغہ نہ ہو دخول نہیں کرے گا اور ایک قول یہ ہے کہ جب نو سال کی ہوئی' پھر دخول کرے گا اور ایک قول یہ ہے کہ جب موٹی اور جسیم ہو' جماع برداشت کر سکتی ہو تو اس سے دخول کرے گا ورنہ نہیں۔ قاضی ظہیر الدین کے ''فتاویٰ'' میں اسی طرح مذکور ہے اور اس کے بلوغ کی تفسیر بھی ''کتاب ادب القاضی'' کے ''باب طلب المہر'' میں معلوم ہو گی۔

اگر بچی کی ماں وصیہ[1] ہوئی تو خاوند اسے مہر ادا کر کے بری ہو جائے گا

کسی عورت نے اپنی چھوٹی بیٹی کی شادی کی اور اس کے مہر پر قبضہ کر لیا پھر لڑکی بالغہ ہوئی اور خاوند سے مہر کا مطالبہ کیا تو اگر اس کی ماں وصیہ ہوئی تو پھر وہ خاوند سے مہر کا مطالبہ نہیں کر سکتی کیونکہ ماں کو مہر ادا کر کے خاوند بری الذمہ ہو چکا ہے۔ اگر ماں وصیہ نہ ہوئی تو پھر عورت خاوند سے مہر لے سکتی ہے' پھر خاوند اس مہر کے لیے ماں سے رجوع کرے گا کیونکہ جب ماں وصیہ نہیں ہے تو اسے قبضہ کا حق نہیں اور نہ ہی لڑکی کے مال میں تصرف کا حق ہے اور ماں کو مہر دینا' اجنبی کو دینے کی طرح ہے۔ باپ' دادا' وصی اور قاضی کے علاوہ میں اسی طرح حکم ہے' کیونکہ ان کے غیر نہ ہی بچے کے مال میں تصرف کر سکتے ہیں اور نہ ہی بچی کے حق مہر پر قبضہ کر سکتے ہیں اگر چہ وہ ولایت اور وکالت کی بناء پر عقد کرنے والے ہوں۔ یہ بحث ''فتاویٰ قاضی خاں'' اور ''ذخیرہ'' میں ہے۔

ولی بچی کو حق مہر کی ادائیگی تک خاوند سے روک سکتا ہے

کسی بچی نے شادی کی اور خاوند کے پاس چلی گئی تو جو آدمی اس بچی کو نکاح سے پہلے روکنے کا حق رکھتا تھا اسے یہ حق بھی ہے کہ اسے اپنے گھر واپس لائے اور اسے خاوند کے پاس جانے سے اس وقت تک روکے رکھے جب تک خاوند اس شخص کو مہر ادا نہ کر دے جسے قبضے کا حق حاصل ہے' کیونکہ حق مہر کی وجہ سے خود کو روکے رکھنا' عورت کا حق ہے' بچی کے باطل کرنے کی وجہ سے یہ حق باطل نہ ہوگا۔ اور ہمارے عرف[2] میں وہ آدمی خاوند سے عرف کے مطابق عورت کے مہر مثلی کی فوراً ادائیگی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

اسی طرح آدمی نے اگر اپنی چھوٹی بھتیجی کی شادی کی اور اسے حق مہر کے قبضہ سے پہلے

---

[1] یعنی بچی کے والد نے فوت ہونے سے پہلے بچی کی ماں کو اس کا نگران و سرپرست مقرر کر دیا ہو۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

[2] یعنی ہمارے عرف اور دستور میں یہی طریقہ ہے کہ خاوند سے فوراً حق مہر کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جاتا ہے' لہٰذا عرف کے مطابق ہم یہی حکم لگائیں گے کہ جو آدمی نکاح سے پہلے بچی کو روکنے کا حق رکھتا ہے وہ نکاح کے وقت خاوند سے فوراً حق مہر کی ادائیگی کا مطالبہ بھی کر سکتا ہے کیونکہ یہ ضابطہ ہے کہ جو چیز عرفاً ثابت ہو وہ اسی طرح ہوتی ہے جیسے بطور شرط ثابت ہو۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

خاوند کے سپرد کر دیا تو وہ آدمی اس بھتیجی کو خاوند کے پاس جانے سے منع کر سکتا ہے' کیونکہ چچا حق مہر کے قبضہ سے پہلے اسے خاوند کے سپرد کرنے کا مالک نہیں لہٰذا اس کا سپرد کرنا ہی درست نہیں ہے' اگر باپ نے ایسا کیا تو کیا وہ اسے خاوند سے روک سکتا ہے؟ مناسب یہ ہے کہ باپ روکنے کا مالک نہ ہو' کیونکہ جب وہ لڑکی قابلِ جماع ہو تو باپ کا اسے سپرد کرنا صحیح ہے۔ اسی طرح ''ذخیرہ'' میں مذکور ہے۔ ''کتاب ادب القاضی'' کے ''باب طلب المہر'' میں ہے کہ باپ نے جب اپنی چھوٹی بیٹی کی شادی کی جو قابلِ جماع ہے اور باپ نے خاوند سے حق مہر لیے بغیر لڑکی اس کے سپرد کر دی اور خاوند نے اس سے وطی کر لی تو باپ اس کے مہر کا مطالبہ کر سکتا ہے اور باپ اس کے خاوند سے حق مہر وصول کرے گا خواہ وہ لڑکی ثیبہ ہو یا باکرہ ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ باپ اس لڑکی کے مال میں تصرف کا مالک ہے؟ اس باب میں اسی طرح مذکور ہے۔

باپ جب قبضے کا مالک ہے تو حق مہر کے قبضے کا اقرار کر سکتا ہے

اگر بچی چھوٹی ہو اور باپ مہر معجّل[1] کے قبضے کا اقرار کرے تو کیا یہ صحیح ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اقرار صحیح ہے اور خاوند سے مہر کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا اور باپ ہی ضامن ہوگا اور ہم نے بچی کے خلع[2] میں ذکر کیا ہے کہ اس کا حیلہ یہ ہے کہ باپ مہر کے قبضے کا اقرار کر لے لہٰذا معلوم ہوا کہ باپ کا حق مہر کے قبضے کا اقرار جائز ہے۔

قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں ہے کہ کسی آدمی نے اپنی چھوٹی بیٹی کی شادی کی' وہ بالغہ ہو گئی اور خاوند نے اس کے ساتھ دخول کر لیا اور اس نے خاوند سے اپنے مہر کا مطالبہ کیا تو خاوند نے کہا: میں نے تیرے بچپن کی حالت میں حق مہر تیرے باپ کو دے دیا تھا۔ باپ نے اس کی تصدیق کر دی تو باپ کا اقرار صحیح نہیں ہوگا کیونکہ باپ اس حالت میں حق مہر کے قبضے کا مالک نہیں لہٰذا اقرار کا بھی مالک نہیں ہوگا اور لڑکی خاوند سے حق مہر وصول کر سکتی ہے۔

---

[1] مہر کی تین اقسام ہیں: (۱) مہر معجّل (۲) مہر مؤجل (۳) مہر مطلق۔ مہر معجّل وہ ہے جسے خلوت سے پہلے دینا مقرر کیا ہو۔ مہر مؤجل وہ ہے جس کے ادا کرنے کی کوئی مدت مقرر کی ہو۔ مہر مطلق وہ ہے جس میں کچھ مقرر نہ کیا ہو۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

[2] خلع یہ ہے کہ خاوند عورت سے کچھ مال لے کر اس کے عوض نکاح زائل کر دے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

اور خاوند اس مہر کے لیے باپ سے رجوع نہیں کرے گا' کیونکہ خاوند نے اُس وقت باپ کے قبضے کا اقرار کیا ہے' جب باپ کو قبضے کی ولایت حاصل نہیں لہٰذا وہ باپ کی طرف رجوع نہیں کرے گا' جس طرح قرض کے قبضے کا وکیل' اگر قرض کے قبضے کا اقرار کرے اور مقروض اس کی تصدیق کر دے اور قرض خواہ انکار کرے۔ اگر باپ نے خاوند سے مہر پکڑتے وقت کہا کہ میں تجھ سے مہر اس شرط پر پکڑتا ہوں کہ میں تجھے اپنی بیٹی کی طرف سے بری الذمہ کر دوں گا اور باقی صورت اسی طرح ہے تو عورت خاوند سے حق مہر وصول کر سکتی ہے اور خاوند اس مہر کے لیے باپ کی طرف رجوع کرے گا۔ جس طرح قرض کے قبضے کا وکیل' مقروض سے قرض پکڑتے ہوئے کہے کہ میں تجھ سے قرض اس شرط پر پکڑتا ہوں کہ تجھے قرض خواہ کی جانب سے بَری الذمہ کر دوں گا' پھر قرض خواہ نے وکالت کا انکار کر دیا اور مقروض سے قرض وصول کر لیا تو مقروض اس قرض کے لیے وکیل کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

بچی کا بلوغ کا اقرار صحیح ہے

کسی عورت نے اقرار کیا کہ وہ بالغہ ہے اور اپنا مہر خاوند کو ہبہ کر دیا ہے تو علماء کرام نے کہا ہے کہ اس کے قد کی طرف دیکھا جائے گا' اگر اس کا قد بالغہ عورتوں کی طرح ہو اتو اس کا اقرار صحیح ہو گا حتیٰ کہ اگر اس نے بعد میں کہا کہ میں بالغہ نہیں ہوں تو اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا' اگر اس کا قد بالغہ عورتوں کی طرح نہ ہوا تو اس کا اقرار صحیح نہیں ہو گا اور قاضی کے لیے مناسب ہے کہ اس کے بارے میں احتیاط کرے اور اس کی عمر کے بارے میں سوال کرے اور اسے کہے کہ تجھے کیسے پتہ چلا؟ (کہ میں بالغہ ہوں) جس طرح کسی لڑکے کے بلوغ کا اقرار کیا تو اس کے متعلق علماء کرام نے فرمایا ہے کہ قاضی اس لڑکے سے وجہ دریافت کرے (کہ تجھے بلوغ کا کس طرح علم ہوا؟) اور اس کے معاملہ میں احتیاط سے کام لے۔

مہر کے مطالبہ کی مجلس میں بچی کا حاضر کرنا شرط نہیں

بچی کا باپ اس کے خاوند سے حق مہر کا مطالبہ کر سکتا ہے اگرچہ وہ بچی قابل جماع نہ ہو اور مطالبہ کی مجلس میں عورت کا موجود ہونا شرط نہیں بلکہ اس کے بعد مہر سپرد کر دیا جائے گا' لیکن بیع کا مسئلہ اس کے خلاف ہے کہ وہاں خریدار کو حاضر کرنا شرط ہے۔

باپ' بیٹی کو سپردگی پر آمادہ کرنے کے بعد حق مہر پر قبضہ کر لے

خصاف رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے کہ باپ کو حکم دیا جائے گا کہ وہ بیٹی کو سپردگی کے لیے آمادہ کرے پھر مہر پر قبضہ کرے۔

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ باپ کی طرف سے کفیل پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔

باپ' بچی کو بڑا ہونے اور قابلِ جماع ہونے تک خاوند کے پاس جانے سے روک سکتا ہے

''کتاب ادب القاضی'' کے ''باب طلب المہر'' میں ہے کہ باپ نے اپنی بیٹی خاوند کے سپرد کر دی اور وہ ابھی قابلِ جماع نہیں۔ وہ خاوند کے گھر جا کر پھر باپ کے گھر واپس لوٹ آئی تو باپ نے کہا کہ جب تک یہ قابلِ جماع نہ ہوئی میں اسے نہیں بھیجوں گا اور خاوند کہنے لگا کہ تو نے اسے میرے پاس بھیج دیا ہے اور یہ میرے گھر میں آ گئی ہے لہٰذا اب تجھے روکنے کا حق نہیں' اس صورت میں باپ کو روکنے کا حق ہوگا۔

باپ کے لیے مہر معجّل میں تاخیر جائز نہیں

صاحب المحیط کے ''فوائد'' میں ہے کہ اگر اپنی چھوٹی بیٹی کی شادی مہر معجّل کے ساتھ کی' پھر باپ نے چاہا کہ مہر ایک ماہ تک مؤخر کر دوں تو یہ جائز نہیں۔ اگر ابتداءً مہر مثلی سے کم کے ساتھ شادی کی تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ اس طرح عقد حاصل ہو جاتا ہے لیکن تاخیر اس طرح حاصل نہیں ہوتی۔

بعض مشائخ رحمہم اللہ نے اسی طرح فرمایا ہے اور صاحبِ محیط رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول پر یہ تاخیر درست ہے۔

باپ اپنے چھوٹے بیٹے کی طرف سے مہر کا ضامن ہے

''فتاویٰ صغریٰ'' میں ہے کہ باپ نے اپنے چھوٹے بچے کی کسی عورت سے شادی کی اور اس کی طرف سے مہر کا ضامن ہوا' عورت نے ضمانت قبول کر لی اور باپ نے مہر ادا کر دیا تو استحساناً باپ تطوع اور احسان کرنے والا ہوگا لیکن اگر ادائیگی کے وقت گواہ قائم کر لیے کہ باپ

نے حق مہر اس لیے ادا کیا ہے تا کہ وہ بیٹے کے مال سے لے لے تو پھر باپ تطوع اور احسان کرنے والا نہیں اور باپ اس مہر کے لیے بیٹے کے مال کی طرف رجوع کرے گا' اگر چہ باپ نے بیٹے کی طرف سے حق مہر کی ضمانت دی ہو' یہ حکم اس وقت ہے جب ادائیگی اور ضمان دونوں بیٹے کے بچپن کی حالت میں بہ حالتِ صحت ہوں' لیکن اگر ضمان حالتِ صحت میں ہو اور ادائیگی مرض کی حالت میں ہو یا صحت کی حالت میں ضمانت دی اور فوت ہو گیا تو امام اعظم و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک عورت حق مہر اس کے مال سے لے گی اور باپ احسان کرنے والا شمار نہیں ہوگا بلکہ یہ مہر بیٹے کی میراث سے شمار کیا جائے گا' اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ احسان کرنے والا شمار ہوگا' وہ خود یا اس کی موت کے بعد اس کے ورثاء بیٹے کے مال سے کوئی چیز نہیں لے سکتے۔ یہ مسئلہ مکمل طور پر ''ذخیرہ'' کی ''کتاب النکاح'' میں مذکور ہے۔

''کتاب ادب القاضی'' کے ''باب طلب المہر'' میں ہے کہ عرف اور عادت کے مطابق باپ کی طرف محض شرط کے بغیر رجوع کیا جائے گا' کیونکہ عادت یہی ہے کہ چھوٹے بیٹوں کا مہر باپ برداشت کرتے ہیں اور اس کی نظیر یہ ہے کہ باپ نے اگر اپنے چھوٹے بیٹے کے طعام ولباس میں خرچ کیا تو بیٹے کے مال کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا۔ ہاں! اگر خرچ کرنے کے وقت یہ شرط رکھی ہو کہ بیٹے کے مال سے یہ خرچ وصول کیا جائے گا تو پھر رجوع کیا جائے گا اور یہاں محض عرف وعادت کی بناء پر رجوع نہیں کیا جاتا' اسی طرح مذکورہ مسئلہ میں بھی عرف وعادت کی بناء پر رجوع نہیں کیا جاتا' لیکن اگر اپنے چھوٹے بیٹے کے لیے طعام ولباس کے علاوہ کوئی چیز خریدی اور قیمت اپنے مال سے ادا کی تو اس قیمت کے لیے باپ اپنے بیٹے کے مال سے رجوع کرے گا' چاہے رجوع کی شرط نہ رکھی ہو' کیونکہ عرفاً باپ اپنے بیٹوں کی طرف سے قیمت کی ادائیگی برداشت نہیں کرتے اور اگر باپ کی جگہ وصی یا کوئی اور ولی ہو اور وہ مہر کا ضامن بنا اور اپنے مال سے مہر ادا کر دیا تو وہ بچے کے مال کی طرف رجوع کرے گا اگر چہ رجوع کی شرط نہ ہو' کیونکہ عرف میں وصی اور دور والے اولیاء بچوں کا مہر برداشت نہیں کرتے' لیکن اگر ضمانت مرض الموت کی حالت میں ہو تو یہ باطل ہے کیونکہ اس ضمانت سے اس کا مقصد وارث کو نفع پہنچانا ہے اور مریض کے لیے یہ جائز نہیں' لہٰذا یہ ضمانت درست نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر مرض الموت میں اپنے وارث کی طرف سے یا وارث کے لیے قرض کا ضامن ہوا تو یہ

ضمانت باطل ہے۔ یہ تمام مسائل ''ذخیرہ'' میں ہیں۔

باپ کی اپنے بڑے بیٹے کی جانب سے ضمانت

قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں ہے کہ اگر بیٹا بڑا ہو اور باپ، صحت کی حالت میں بیٹے کے حکم کے بغیر اس کی طرف سے ضامن بنا پھر باپ فوت ہو گیا اور ضمان اس کے ترکہ (چھوڑے ہوئے مال) سے وصول کر لیا گیا تو بالاتفاق اس کے ورثاء بیٹے کی طرف رجوع نہیں کریں گے۔

ولی مہر کا ضامن بن سکتا ہے

''مختصر القدوری'' میں ہے کہ جب ولی مہر کا ضامن بنے تو صحیح ہے اور عورت کو اختیار ہے کہ وہ مہر کا مطالبہ خاوند سے کرے یا اس کے ولی سے کرے۔

عورت اپنے نابالغ خاوند کے باپ سے مطالبہ کر سکتی ہے۔۔۔۔۔۔ چاہے وہ ضامن نہ بنا ہو

''شرح الطحاوی'' کی ''کتاب النکاح'' کے ''باب الولیمہ'' میں مذکور ہے کہ اگر باپ نے بچے کی شادی کسی عورت سے کر دی تو عورت خاوند کے باپ سے مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے اور باپ اپنے چھوٹے بچے کے مال سے مہر ادا کرے گا اگرچہ باپ نے صریح لفظوں میں ضمانت نہ بھی قبول کی ہو۔

وکیل اگر ضامن نہ بنا ہو تو بالغہ اس سے اپنے نابالغ خاوند کے مہر کا۔۔ مطالبہ نہیں کرے گی

وکیل کا مسئلہ مذکورہ بالا مسئلہ کے خلاف ہے کہ وکیل نے اگر شادی کروائی تو اگر وکیل ضامن نہ بنا ہو تو عورت اس سے مہر کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔

اگر باپ نے اپنے چھوٹے بیٹے کا مہر اپنے مال سے ادا کیا اور ادائیگی کے وقت گواہ قائم کر لیے تو وہ اپنے بیٹے کی طرف رجوع کر سکتا ہے

اگر باپ نے (اپنے چھوٹے بیٹے کا مہر) اپنے مال سے ادا کیا اور ادائیگی کے وقت اس نے گواہ قائم کر لیے کہ اس نے یہ مہر اس لیے ادا کیا ہے تاکہ اپنے چھوٹے بیٹے کی طرف رجوع

کرے تو باپ رجوع کرسکتا ہے۔ اگر اس نے گواہ قائم نہ کیے تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس مہر کے لیے اپنے بیٹے کی طرف رجوع کرے کیونکہ اس نے ایسے قرض کی ادائیگی کی ہے، جس کا فوراً مطالبہ کیا جارہا تھا لہٰذا اس کا حکم باقی قرضوں کی طرح ہوگا اور استحسان (قیاس خفی) کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے بیٹے کی طرف رجوع نہ کرے کیونکہ لوگوں کا عرف اور دستور اسی طرح ہے (کہ چھوٹے بیٹوں کا مہر باپ ادا کرتا ہے)۔

وصی نے جب کسی عورت سے یتیم کی شادی کی تو وہ ضامن بنا ہو یا نہ بہرصورت اس سے مہر کا مطالبہ کیا جائے گا

میں نے بعض مقامات میں دیکھا کہ وصی نے جب یتیم سے کسی عورت کی شادی کی تو وہ صریح الفاظ میں ضامن بنا ہو یا نہ بنا ہو بہرصورت اس سے مہر کا مطالبہ کیا جائے گا۔

وصی نے چھوٹے یتیم کا جو مہر ادا کیا ہے اسے واپس لینے کے لیے وہ یتیم کے مال کی طرف رجوع کرسکتا ہے

اگر وصی نے اپنے مال سے یتیم کا مہر ادا کیا تو وہ اس مہر کے لیے یتیم کے مال کی طرف رجوع کرے گا۔

باپ اپنے بڑے بیٹے کی طرف کب رجوع کرے گا؟

باپ نے اگر کسی عورت کی اپنے بڑے بیٹے سے شادی کی اور مہر کا ضامن بنا۔ اگر بیٹے کے حکم سے ضامن بنا ہو تو اس کی طرف رجوع کرے گا اور اگر اس کے حکم سے ضامن نہ بنا ہو تو رجوع نہیں کرے گا۔ اور نکاح کا حکم، ضمان کا حکم نہیں ہوتا لیکن خلع کا حکم، ضمان کا حکم ہوتا ہے۔[1]

[1] بیٹے نے اگر باپ کو نکاح کا حکم دیا، حق مہر کے ضامن بننے کا حکم نہیں دیا اور باپ نے بیٹے کا نکاح کردیا اور حق مہر کا ضامن بھی بن گیا تو وہ ضمان کے لیے بیٹے کی طرف رجوع نہیں کرے گا کیونکہ بیٹے نے نکاح کا حکم دیا تھا، ضمان کا حکم نہیں دیا تھا اور نکاح کا حکم ضمان کا حکم نہیں ہوتا، لہٰذا یہ ضمان بیٹے کے حکم کے بغیر تھی، اس لیے بیٹے کی طرف رجوع نہیں کرے گا، لیکن اگر عورت نے کسی کو حکم دیا کہ مثلاً ہزار روپے کے عوض میرے خاوند سے میرا خلع کروادے اور اس آدمی نے عورت کے حکم سے خلع کروادیا اور عورت کی طرف سے ہزار روپیہ کا ضامن بھی بن گیا تو وہ آدمی یہ ہزار روپیہ عورت سے لے گا کیونکہ عورت نے خلع کا حکم دیا تھا اور خلع کا حکم ضمان کا حکم ہوتا ہے لہٰذا یہ ضمان عورت کے حکم سے ہے تو وہ آدمی ضمان کے لیے عورت کی طرف رجوع کرے گا۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

بھائی کی ضمان درست نہیں

''فوائدِ صاحب المحیط'' میں ہے کہ اگر بھائی نے اپنی چھوٹی بہن کا نکاح کیا اور بہن کے لیے خاوند کے مہر کا ضامن بنا تو یہ ضمان درست نہیں کیونکہ باپ اور دادا کے غیر کو قاضی کی اجازت کے بغیر مال میں تصرف کی ولایت حاصل نہیں۔

باپ کا اپنی بیٹی کے مہر ہبہ کرنے یا مہر پر قبضہ کا اقرار کرنے کا حکم

باپ نے جب اپنی بیٹی کی کسی آدمی سے شادی کی۔ انہوں نے باپ سے مطالبہ کیا کہ وہ مہر کے کسی حصہ کے قبضے کا اقرار کرے یا مہر سے کچھ حصہ ہبہ کر دے۔ قبضے کا اقرار تو باطل ہے کیونکہ اہلِ مجلس جانتے ہیں کہ یہ حقیقۃً جھوٹ ہے اور ہبہ کا حکم یہ ہے کہ اگر بیٹی بڑی ہوئی تو باپ کہے گا کہ میں نے بیٹی کی اجازت سے اتنا مہر ہبہ کر دیا پھر بیٹی کی طرف سے خاوند کے لیے ضامن بنے گا اور کہے گا کہ اگر بیٹی نے ہبہ کے اذن کا انکار کر دیا اور تیری طرف رجوع کیا تو اس کی جانب سے میں ضامن ہوں' تو یہ ضمان درست ہے کیونکہ یہ ضمان وجوب کے سبب کی طرف مضاف ہے۔ ''ذخیرہ'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

باپ یا وکیل خاوند کو مہر سے بُری کر دے

''فتاویٰ قاضی امام فخر الدین'' میں ہے کہ عورت کے وکیل نے اس کی شادی کی یا باپ نے بالغہ یا نابالغہ بیٹی کی معین مہر کے ساتھ شادی کی' پھر وکیل یا باپ نے خاوند کو مہر یا اس کے کچھ حصے سے بُری کر دیا اور خود ضامن بن گیا اگر عورت بالغہ ہوئی تو ہبہ یا مہر سے بُری کرنا اس وقت تک صحیح نہ ہوگا' جب تک عورت اجازت نہ دے اور ضمان والی شرط باطل ہے' کیونکہ اگر وہ عورت کی طرف سے کفیل بنا اور کہا کہ اگر عورت راضی نہ ہوئی اور اس نے مہر لے لیا تو عورت نے جتنا مہر لیا خاوند کے لیے اس مہر کا میں ضامن ہوں تو عورت کے لیے کفایت کا باطل ہونا واضح ہے۔ جس طرح ایک آدمی دوسرے سے کہے کہ اگر فلاں آدمی نے اپنا مال تجھ سے لیا' تو میں اس کا ضامن ہوں۔

اور اگر اس کی مراد عورت کے لیے کفیل بننا ہے اور اس نے کہا کہ اگر عورت نے تجھ سے مطالبہ کیا تو میں اس بات کا ضامن ہوں کہ اپنے مال سے تجھے (مہر) عطا کروں گا' تو یہ عورت کے لیے کفایت ہے اور عورت غائب ہے۔ لہٰذا امام اعظم ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے

مطابق اس وقت تک صحیح نہیں جب تک اس کفالت کو مجلس میں حاضر شخص قبول نہ کرے (اور عورت تو غائب ہے) اور اس کا حیلہ یہ ہے کہ اگر عورت بڑی ہو تو وکیل یا ولی یوں کہے کہ عورت نے مجھے ہبہ یا مہر سے بری کرنے کا حکم دیا ہے' اگر اس نے انکار کر دیا اور ناحق تجھ سے مہر وصول کر لیا تو میں اس کا ضامن ہوں۔ یہ ضمان درست ہو گا لیکن یہ اس وقت ہے جب وہ عورت بڑی ہو۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ا ص ۲۹۴)

خاوند سے مطالبہ نہ ہو' اس کا حیلہ

اگر عورت چھوٹی ہو اور ایسا طریقہ اختیار کرنا ہو کہ خاوند سے مطالبہ نہ کیا جائے تو بالاتفاق اس کا حیلہ یہ ہے کہ نکاح کے وقت باپ یوں کہے کہ میں نے اپنی فلاں بیٹی کی تجھ سے ہزار درہم کے ساتھ شادی کی' اس شرط پر کہ تیرے لیے پانچ سو درہم ہوں گے۔ یہ صحیح ہے اور یہ کلام استثناء[1] بن جائے گا گویا باپ نے یوں کہا ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کی شادی کی ہے ہزار درہم کے ساتھ سوائے پانچ سو درہم کے تو یہ سب کے نزدیک صحیح ہے اور اسی طرح وکیل ہو (تو وہ بھی یہی حیلہ اختیار کرے)۔

اور دوسرا حیلہ یہ ہے کہ بچی کا باپ اس کے خاوند سے نکاح کے بعد کوئی کم قیمت سامان اتنی مقدار کے بدلے خرید لے' جتنی مقدار وہ مہر سے کم کرنا چاہتا ہے اور باپ سامان کی قیمت مہر سے ادا کرے۔ یہ ''فتاویٰ قاضی خاں'' میں مذکور ہے۔

''ذخیرہ'' میں مذکور ہے کہ ایک حیلہ یہ ہے کہ جتنی مقدار ہبہ کرنا چاہتا ہے' عقد ہی اس مقدار کے علاوہ پر کرے (مثلاً ہزار میں سے دو سو ہبہ کرنا چاہتا ہے تو عقد میں آٹھ سو کا ذکر

---

[1] بعد والے کلام کو ماقبل کے حکم سے خارج کر دینے کا نام استثناء ہے۔ جسے خارج کیا گیا ہو وہ مستثنیٰ کہلاتا ہے' مثلاً یہ کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کی شادی کی ہے ہزار درہم کے ساتھ سوائے پانچ سو درہم کے۔ اس کلام میں پانچ سو درہم کو ماقبل والے حکم سے خارج کیا گیا ہے اور پانچ سو درہم مستثنیٰ ہیں۔ استثناء کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مستثنیٰ کے نکالنے کے بعد جو باقی بچا ہے وہی کہا گیا ہے' لہٰذا یہاں کلام کا مفہوم یہ ہو گا کہ پانچ سو نکالنے کے بعد جو باقی بچا ہے' یعنی پانچ سو اسی کا کلام کیا گیا ہے اور کہنے والے نے گویا یوں کہا ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کی شادی کی ہے پانچ سو درہم کے ساتھ۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

کرے) لہٰذا ہبہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی یا خاوند مہر کے کچھ حصہ کا نابالغہ کے باپ پر حوالہ کردے اور یہ اس وقت ہے جب نابالغہ کا باپ خاوند سے زیادہ مال دار ہو۔

اور صدر الاسلام ابوالیسر نے طلاق کے ''باب الخلع'' میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر محتال علیہ مال داری میں محیل کی مثل ہو تو پھر بھی مناسب ہے کہ صحیح ہوگا۔[1]

اور حاکم نے ''فصل خلع الصغیرہ'' میں دوسرا حیلہ ذکر کیا ہے کہ باپ نابالغہ کے مہر اور اس کی عدت کے نفقہ کے قبضے کا اقرار کرلے پھر خاوند نابالغہ کو طلاق بائن دے دے۔ اور یہ حیلہ باپ کے ساتھ خاص ہے' باقی اولیاء کے لیے نہیں' کیونکہ نابالغہ کے مہر کے قبضے کا اقرار کر سکتا ہے اور خاوند ظاہر میں بری ہوجائے گا اور باپ کے غیر کے اقرار پر عمل نہیں ہوگا۔

جو بچی قابلِ شہوت نہ ہو اس سے وطی کے ساتھ حرمتِ مصاہرت[2] کے ثبوت میں اختلاف

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق جو بچی قابلِ شہوت نہ ہو اس سے وطی' حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں کرتی۔ چاہے وطی ملک یمین[3] کے سبب ہو یا اس کے بغیر اور امام ابویوسف رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ حرمت مصاہرت ثابت کردیتی ہے۔

---

[1] دین (قرض) کو اپنے ذمہ سے دوسرے کے ذمہ کی طرف منتقل کردینے کا نام حوالہ ہے۔ مدیون کو محیل' دائن کو محتال اور محتال لہ اور جس پر حوالہ کیا گیا ہے' اسے محتال علیہ اور محال علیہ کہتے ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

[2] اگر کسی عورت سے نکاح کے بعد وطی کی یا خلوتِ صحیحہ کی یا کسی عورت سے زنا کیا یا شہوت کے ساتھ اسے چھوا یا اس کا بوسہ لیا یا اس کی فرجِ داخل کی طرف نظر کی تو حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی کہ اس مرد پر اس عورت کی بیٹیاں' پوتیاں' ماں' دادیاں' نانیاں وغیرہ حرام اور عورت پر اس مرد کے بیٹے' پوتے' باپ' دادے' نانے وغیرہ حرام ہوجائیں گے اور حرمتِ مصاہرت کے لیے شرط ہے کہ وہ عورت قابلِ شہوت اور زندہ ہو' اگر نو برس سے کم عمر لڑکی جو نا قابلِ شہوت ہوتی ہے یا مردہ عورت سے یہ افعال کیے تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

[3] ملک یمین کے سبب وطی سے مراد اپنی لونڈی سے وطی کرنا ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

قابلِ شہوت لڑکی کی حدِ عمر نو سال ہے

قابلِ شہوت لڑکی کی حد میں علمائے کرام نے اختلاف فرمایا ہے۔ امام محمد بن فضل رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جب لڑکی نو سال یا زیادہ کی ہو تو وہ بغیر تفصیل کے قابلِ شہوت ہے۔ اگر وہ چھ یا سات یا آٹھ سال کی ہے تو پھر دیکھا جائے گا اگر وہ موٹی تازی اور بھرپور جسم والی ہے تو قابلِ شہوت ہے ورنہ نہیں۔

فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے ''ایمان الفتاویٰ'' میں فرمایا کہ سات اور آٹھ سال کی عمر کی لڑکی میں مشائخ کرام نے شک کیا (کہ وہ قابلِ شہوت ہے یا نہیں؟) اور غالب یہی ہے کہ جب تک نو سال کی نہ ہو تو وہ قابلِ شہوت نہیں۔ صدر الشہید نے ''کتاب النفقات'' میں فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہے۔

شیخ امام محمد بن فضل سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مفتی کے لیے مناسب ہے کہ وہ سات اور آٹھ سال کی عمر کی لڑکی کے متعلق فتویٰ دے کہ حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی لیکن اگر سائل مبالغہ کرے کہ وہ موٹی تازی اور بھرپور جسم والی ہے تو پھر حرمت کا فتویٰ دے دے۔

''فتاویٰ'' میں ہے کہ فقیہ ابو بکر سے سوال ہوا کہ ایک مرد نے اپنے بیٹے کی پانچ یا چھ سالہ بیوی کا شہوت سے بوسہ لیا تو وہ اس آدمی کے بیٹے پر حرام نہیں ہوگی کیونکہ وہ لڑکی قابلِ شہوت نہیں، اگرچہ مرد نے بنظرِ شہوت بوسہ لیا ہے۔ لہٰذا مرد کی شہوت کا اعتبار نہیں۔ ان سے سوال کیا گیا کہ اگر عورت بڑی ہو اور حدِ شہوت سے نکل جائے اور باقی صورتِ مسئلہ اسی طرح ہو تو پھر کیا حکم ہے؟

فقیہ ابو بکر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بڑی عورت حرام ہو جائے گی کیونکہ بڑی عورت حرمت کے تحت ہے اگرچہ بہت زیادہ بڑی ہو (اور حدِ شہوت سے نکل چکی ہو) لیکن بہت زیادہ چھوٹی لڑکی، جو قابلِ شہوت نہ ہو، اس کا یہ حکم نہیں۔

محمد بن سلمہ سے سوال ہوا کہ ایک عورت نے کسی بچے کا عضو تناسل اپنی شرمگاہ میں داخل کیا جب کہ بچہ قابلِ جماع نہیں تو کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔

آگے بیان آ رہا ہے کہ اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔ بعض نے کہا کہ بچی

جب موٹی تازی اور بھرپور جسم والی نہ ہو اور وہ چھ یا سات سال کی ہو تو وہ بارہ سال کی عمر تک قابلِ شہوت نہیں۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اگر لڑکی پانچ سال کی ہو اور اس جیسی لڑکیوں سے شہوت آتی ہو تو وہ قابلِ شہوت ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کے بارے میں مدت کا تعین نہیں۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ہی ایک روایت میں ہے کہ اگر اس لڑکی سے وطی کی اور اس کے پیشاب و پاخانہ کے دونوں سوراخ ایک نہ ہوئے تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی اور اگر اس کے دونوں سوراخ ایک ہو گئے تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہو گی۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ''نوادر'' میں روایت ہے کہ جب پانچ سال کی لڑکی سے پچھلے مقام میں وطی کی اور وہ مر گئی اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آیا وہ قابلِ شہوت تھی یا نہیں تو وطی کرنے والے پر لڑکی کی ماں حرام ہو جائے گی اور فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نو سال سے کم تک قابلِ شہوت نہیں ہو گی اور اسی پر فتویٰ ہے۔

اجنبیہ کو چھوا اور دونوں میں سے ایک کو شہوت تھی تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی

عطاء بن حمزہ سغدی سے روایت ہے کہ اجنبیہ کو شہوت سے چھونے سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جائے گی اور عورت کی شہوت شرط نہیں بلکہ صرف ایک کی شہوت کافی ہے اور یہ بھی شرط نہیں کہ دونوں بالغ ہوں' لہٰذا قریب البلوغ لڑکے اور لڑکی کے درمیان بھی حرمت ثابت ہو جائے گی' جب ان میں سے ایک میں شہوت پائی گئی اور شہوت کی حد دل میں شہوت کا پیدا ہونا ہے' انتشارِ آلہ شرط نہیں۔

اسی طرح ''مجموع النوازل'' کے طلاق کے مسائل میں مذکور ہے کہ بچی گھبرا کر نیند سے بیدار ہوئی اور بھاگ کر اپنے والد کے بستر کی طرف ننگی چلی گئی اور اسے دیکھ کر اس کے والد کو انتشار ہو گیا تو شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اس لڑکی کی والدہ' اس کے باپ پر حرام ہو گئی ہے۔ (المبسوط ج ۴ص ۲۰۷)

محمد بن مقاتل رازی رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ چھ سال کی لڑکی نے خون دیکھا ہو (تو اس

کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ) اگر لڑکی چھ سال کی ہو تو اس خون کے حیض نہ ہونے میں مجھے شک نہیں اور اگر نو سال کی ہے تو حیض ہونے میں شک نہیں۔ شک صرف اس صورت میں ہے جب وہ چھ اور نو سال کے درمیان ہو اور اگر اس جیسی لڑکی سے وطی نہیں کی جاتی تو امام اعظم ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کے ساتھ وطی سے حرمت ثابت نہیں ہوگی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک حرمت ثابت ہو جائے گی اگرچہ وہ چھ برس کی ہو۔

جس لڑکی کے ساتھ وطی سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے اور جس کے ساتھ وطی سے حرمت ثابت نہیں ہوتی ان کے درمیان حدِ فاصل کا بیان

شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے ''کتاب الحدود'' میں ذکر فرمایا ہے کہ بچی اگر جماع سے سلامت رہی تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی ورنہ نہیں اور سلامتی سے مراد یہ ہے کہ جماع کی وجہ سے اس کے دونوں راستے ایک نہ ہو جائیں۔ (المبسوط ج۹ ص ۷۷)

چھوٹے بچے کی وطی سے حرمتِ مصاہرت کے ثبوت میں اختلاف

اگر عورت نے بچے کا آلہ پکڑا اور وہ جماع پر قادر نہ ہوا۔ عورت نے اس کا آلہ اپنی فرج میں داخل کر لیا تو حرمت ثابت نہیں ہوگی اور ایک قول ہے کہ حرمت ثابت ہو جائے گی۔ ان مسائل میں سے بعض ''ذخیرہ'' میں، بعض قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں اور بعض قاضی امام ظہیر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں ہیں۔

نو سال کا بچہ شہوت سے کسی عورت کو چھولے تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی

''فوائدِ صاحب المحیط'' کے طلاق کے مسائل میں ہے کہ نو سال کا بچہ کسی عورت کو شہوت سے چھولے تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جائے گی اور دوسرے مقام پر ذکر فرمایا کہ عاقل بچہ جب شہوت سے کسی عورت کا بوسہ لے لے تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی اور فرمایا کہ مجنون کا حکم بھی اسی طرح ہے۔

اپنی بیوی کی بیٹی کو چھونے کا حکم

ایک عورت اپنی قابلِ شہوت بیٹی کے ساتھ ایک ہی بستر میں سوئی۔ عورت کے خاوند نے اسے اپنے بستر پر لانے کے لیے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تا کہ اس سے جماع کرے اور مرد کا ہاتھ بیوی کی بیٹی پر جا پڑا اور مرد نے اسے اپنی بیوی گمان کرتے ہوئے اس کی چٹکی لے لی تو اگر مرد کا ہاتھ بیٹی پر شہوت کی حالت میں پڑا ہے تو وہ عورت مرد پر حرام ہو جائے گی اگرچہ مرد نے بیٹی کو اپنی بیوی ہی گمان کیا ہے کیونکہ شہوت سے چھونا پایا گیا ہے۔ قاضی ظہیر الدین کے ''فتاویٰ'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

دس سال کا قریب البلوغ بچہ تحلیل[1] میں بالغ کی طرح ہے

''ہدایہ'' میں مذکور ہے کہ قریب البلوغ لڑکا تحلیل میں بالغ کی طرح ہے' کیونکہ نکاح صحیح کی حالت میں دخول پایا گیا ہے۔

''الجامع الصغیر'' میں ہے کہ جو لڑکا نابالغ ہو اور اس جیسے لڑکے جماع کر سکتے ہوں یعنی اس کا آلہ حرکت میں آتا ہو اور وہ عورتوں کی رغبت رکھتا ہو اگر وہ کسی عورت سے جماع کرے تو اس لڑکے پر غسل واجب ہوگا اور وہ اس عورت کو پہلے خاوند کے لیے حلال کر دے گا اور ''حیل العیون'' میں مذکور ہے کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئیں اور اسے اندیشہ ہو کہ حلالہ کی صورت میں اس کا معاملہ ظاہر ہو جائے گا تو وہ کسی قابلِ وثوق آدمی کو غلام کی قیمت ہبہ کر دے اور وہ اس قیمت سے چھوٹا قریب البلوغ غلام خریدے۔ عورت دو گواہوں کی موجودگی میں اس غلام سے شادی کرے اور غلام اس عورت سے دخول کرے پھر غلام خریدنے والا آدمی وہ غلام اس عورت کو ہبہ کر دے تو دونوں کا نکاح باطل ہو جائے گا۔ پھر عورت وہ غلام دوسرے شہر کی طرف فروخت کرنے کے لیے بھیج دے تو اس کا معاملہ ظاہر نہیں ہوگا۔

---

[1] جس عورت کو تین طلاقیں دی گئیں ہیں' اس خاوند کے ساتھ اس کا نکاح حلال نہیں۔ ہاں! اگر وہ غیر مدخولہ ہے تو طلاق کے بعد اور اگر مدخولہ ہے تو عدت ختم ہونے کے بعد وہ عورت دوسرے مرد سے نکاحِ صحیح کرے اور دوسرا خاوند اس سے وطی کرے تو اب دوسرے خاوند کی موت کے بعد یا طلاق کے بعد عدت ختم ہو جانے پر پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے' اس عمل کو حلالہ کرنا اور تحلیل کہا جاتا ہے۔ ۱۲رضوی غفرلہٗ

اور عدت کے مسائل میں مذکور ہے کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں وہ اپنے پہلے خاوند کے لیے اس وقت تک حلال نہ ہوگی' جب تک وہ دوسرے خاوند سے شادی نہ کر لے اور دوسرا خاوند اس سے دخول نہ کر لے' دوسرا خاوند چاہے بالغ ہو یا نابالغ' مجنون ہو یا غیر مجنون بشرطیکہ اس جیسا آدمی جماع کرتا ہو اور ''فوائد شمس الائمہ'' میں مذکور ہے کہ اس کی عمر کا اندازہ دس سال لگایا گیا ہے۔

دوسرے خاوند کا نابالغہ بیوی کے دونوں مقام کو ایک کر دینا' تحلیل سے مانع ہے

اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ جو بچی قابلِ وطی نہ ہو' وہ تین طلاقوں کے ساتھ حرام ہو جائے گی اور دوسرے خاوند نے اس سے وطی کی اور اس کے دونوں سوراخ ایک کر دیئے تو اس وطی سے' وہ پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی۔

قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں مذکور ہے کہ حلالہ کرنے والے خاوند نے اگر عورت سے وطی کی اور اس کے دونوں سوراخ ایک کر دیئے تو اس وطی سے وہ پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی۔

بچہ جب جماع کی اہلیت نہ رکھتا ہو تو اس سے تحریم و تحلیل حاصل نہ ہوگی

''ملتقط'' میں مذکور ہے کہ اگر عورت نے کسی بچے کا ذکر اپنی فرج میں داخل کیا اور بچہ جماع کی اہلیت نہیں رکھتا تو اس سے تحلیل و تحریم ثابت نہ ہوگی[1]۔

---

[1] یعنی جس عورت کو اس کے خاوند نے تین طلاقیں دی ہیں' اگر وہ عدت گزارنے کے بعد کسی بچے سے نکاح کر کے اس کے ساتھ مذکورہ معاملہ کرے تو اس سے تحلیل ثابت نہ ہوگی اور بچے سے طلاق لے کر بعد از عدت پہلے خاوند کے ساتھ نکاح اس کے لیے حلال نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی عورت نے کسی بچے کے ساتھ یہ معاملہ کیا تو اس سے تحریم ثابت نہ ہوگی یعنی حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی اور اس عمل کی وجہ سے بچے کا باپ' دادا' بیٹا' پوتا وغیرہ عورت پر اور عورت کی ماں' دادی' بیٹی' پوتی وغیرہ بچے پر حرام نہ ہوگی۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

بچے کی خلوت سے کامل مہر واجب ہوتا ہے

عدت کے مسائل میں مذکور ہے کہ بچے کے ساتھ خلوت سے کامل مہر واجب ہوتا ہے۔
یہ مسئلہ ''جامع صغیر'' کے حوالہ سے لکھا ہے۔قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ نے اپنے ''فتاویٰ'' کی ''فصل الخلوۃ من نکاح'' میں ذکر فرمایا کہ جس لڑکے جیسے لڑکے جماع نہیں کرتے اس لڑکے کی خلوت صحیح نہیں ہوتی اور جولڑکی قابلِ جماع نہیں اس سے خلوتِ صحیحہ ثابت نہیں ہوتی۔

غیر عاقل بچہ کی موجودگی خلوت کی صحت کے لیے رکاوٹ نہیں

خاوند نے جب اپنی بیوی سے خلوت کی اور بیوی کے پاس غیر عاقل بچہ موجود ہے تو یہ خلوت کی صحت کے لیے رکاوٹ نہیں۔اگر بچہ عاقل ہے اور دونوں کے درمیان جو کچھ ہوا سے بیان کرسکتا ہے تو کسی تفصیل کے بغیر خلوتِ صحیحہ نہیں ہوگی اور مجنون کا حکم بچے کی طرح ہے اور بعض مقامات میں مذکور ہے کہ اگر دونوں کے پاس مجنون یا بے ہوش آدمی ہے تو بغیر کسی تفصیل کے خلوتِ صحیحہ نہیں ہوگی۔

نامرد اور مقطوع الذکر[1] کے مسائل

خاوند نامرد ہو تو قاضی تفریق کرسکتا ہے

''الجامع'' (الجامع الکبیر فروع میں امام اسماعیل بن حماد بن ابوحنیفہ رحمہم اللہ المتوفی ۲۱۲ھ کی تالیف ہے) میں امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جب بچے کی بیوی نے بچے کو مقطوع الذکر پایا (کہ اس کا آلۂ تناسل کٹا ہوا ہے) تو دونوں کے قاضی کے پاس مقدمہ پیش کرنے کی وجہ سے قاضی' ان میں تفریق کرسکتا ہے اور بچے کے بالغ ہونے کا انتظار نہیں کیا جائے گا' لیکن اگر بچے کی بیوی نے اسے نامرد پایا کہ وہ اس سے صحبت نہیں کرسکتا تو فوراً تفریق نہیں کی جائے گی اور بچے کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے گا اور جب قاضی نے ان کے درمیان تفریق کر دی تو یہ جدائی طلاق کے ساتھ ہوگی یا طلاق کے بغیر؟ اس میں مشائخ رحمہم اللہ کا اختلاف

[1] وہ مرد جس کا آلہ تناسل کاٹ دیا گیا ہو۔۱۲ رضوی غفرلہٗ

ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ جدائی بغیر طلاق کے ہے۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۱ص ۳۴۹) اور خیارِ بلوغ کی جدائی کی طرح ہے اور بعض نے کہا کہ یہ جدائی طلاق کے ساتھ ہے کیونکہ طلاق کے ساتھ فرقت کا سبب پایا گیا ہے۔ اور طلاق واقع کرنے میں بچے کی عبارت کی کوئی حاجت نہیں' اس لیے کہ قاضی ہی طلاق واقع کرے گا اور یہ اسی طرح ہوگا جیسے کوئی بچہ اپنے قریبی کا مالک ہو تو وہ قریبی اس بچے کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اگرچہ بچہ آزاد کرنے کا اہل نہ ہو۔ البتہ قاضی دونوں کے درمیان اس وقت تک تفریق نہیں کرے گا جب تک بچے کی طرف سے کوئی خصم[1] حاضر نہ ہو۔ اگر بچے کا باپ یا وصی ہوا تو وہ بچے کی طرف سے خصم مقرر ہو جائے گا جس طرح کہ بچے کے تمام معاملات میں باپ یا وصی ہی خصم ہوتا ہے' اگر باپ یا وصی نہ ہوا تو دادا یا اس کا وصی خصم بنے گا اور یہ بھی نہ ہوں تو قاضی بچے کی طرف سے کسی کو خصم مقرر کرے گا۔ اگر بچے کا خصم ایسی دلیل پیش کر دے' جس سے عورت کا حق باطل ہو جاتا ہے مثلاً وہ گواہ قائم کر دے کہ عورت اس عیب پر راضی ہے یا عورت کو نکاح کے وقت اس عیب کا علم تھا تو پھر ان میں تفریق نہیں کی جائے گی۔

اگر خصم کے پاس اس بات پر گواہ نہیں اور اس نے عورت سے قسم کا مطالبہ کیا تو عورت قسم اٹھائے گی' اگر قسم سے انکار کر دیا تو تفریق نہیں کی جائے گی اور اگر قسم اٹھا دی تو تفریق کر دی جائے گی یہ تمام بحث ''ذخیرہ'' اور قاضی ظہیر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں ہے۔

میاں بیوی دونوں کم سن ہوں تو قاضی محض بیوی کے بالغہ ہونے پر تفریق کر سکتا ہے اور خاوند کے بڑا ہونے کا انتظار نہیں کیا جائے گا

میں کہتا ہوں: اس مسئلہ کی نظیر وہ ہے جسے قاضی ابو جعفر استروشنی رحمہ اللہ نے ''الجامع'' میں نکاح کے مسائل میں ذکر فرمایا کہ جب باپ یا دادا کے غیر نے کسی بچی کا نکاح کسی بچے سے کیا اور وہ بچی خاوند کے بالغ ہونے سے پہلے بالغہ ہوگئی اور اس نے جدائی کو اختیار کیا اور قاضی کے پاس اپنا معاملہ پیش کر دیا تو قاضی خاوند کے بڑا ہونے کا انتظار کیے بغیر ان میں تفریق کر سکتا ہے' لیکن اگر بچے کا والد یا وصی ہو تو قاضی اسے حاضر کرے' بچے کی طرف سے دلیل پیش

[1] خصم: جھگڑا کرنے والا' مقدمہ کی پیروی کرنے والا' باہم مقدمہ لڑنے والے دو آدمیوں میں سے ہر ایک دوسرے کا خصم اور مدمقابل کہلاتا ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

کرنے کا حکم دے گا' اگر بچے کی طرف سے کوئی دلیل ہو تو ٹھیک ہے ورنہ ولی کی موجودگی میں قاضی ان کے درمیان تفریق کر دے گا' یہ مسئلہ اس وقت ہے جب خاوند بچہ ہو۔ اگر بچی بالغہ ہوئی اور اس کا خاوند بڑا ہے اور غائب ہے اور اس عورت کی شادی باپ یا دادا کے غیر نے کی ہے اور عورت نے جدائی کو اختیار کر لیا تو خاوند کی عدم موجودگی میں کیا قاضی ان کے درمیان تفریق کرے گا یا نہیں؟ ''الجامع'' میں اس طرف اشارہ ہے کہ جب تک خاوند کی طرف سے کوئی خصم یا وکیل نہ ہو تو تفریق نہیں کی جائے گی' کیونکہ یہ فرقت کا فیصلہ غائب شخص کے خلاف ہے (اور غائب کے خلاف فیصلہ درست نہیں ہوتا)۔

بچی اور اس کے مقطوع الذکر خاوند کے درمیان' باپ کی خصومت کی وجہ سے قاضی تفریق نہیں کرے گا جب تک بچی بالغہ نہ ہو

اگر عورت نابالغہ ہو اور اس کے باپ نے اس کی شادی کر دی۔ عورت نے اپنا خاوند مقطوع الذکر پایا تو لڑکی کے بالغہ ہونے تک قاضی باپ کی خصومت کی وجہ سے تفریق نہیں کرے گا' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ لڑکی بلوغ کے بعد راضی ہو جائے۔

بچے کے غلام میں کوئی عیب ہو تو ولی فروخت کرنے والے سے جھگڑ سکتا ہے اور بچے کے بلوغ کا انتظار نہیں کرے گا

اس کی مثل یہ مسئلہ ہے کہ اگر بچہ کسی غلام کا وارث ہو' جسے اس کے مورث[1] نے خریدا ہے۔ ولی کو غلام کے کسی ایسے عیب کا پتہ چلا جو فروخت کرنے والے کے پاس ہونے کے وقت تھا تو ولی بچے کے بلوغ کا انتظار کیے بغیر اس عیب کے بارے میں فروخت کرنے والے سے جھگڑا کر سکتا ہے۔

ولی بچے کا قصاص[2] فوراً لے سکتا ہے

اسی طرح جب بچے نے کسی سے قصاص لینا ہو تو ولی اسی وقت قصاص لے سکتا ہے۔

---

[1] میراث چھوڑنے والا مورث اور اس کی میراث حاصل کرنے والا وارث کہلاتا ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

[2] قصاص: بدلہ۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

ولی فوراً بچے کا شفعہ[1] لے سکتا ہے

اسی طرح اگر بچے کو شفعہ کا حق ہو تو ولی اسے فوراً لے سکتا ہے اور بچے کے بالغ ہونے کا انتظار نہیں کرے گا' اگرچہ ان صورتوں میں بالغ ہونے کے بعد بچے کے راضی ہونے کا احتمال ہے۔

بلوغ کے انتظار میں تفریق اور عدمِ تفریق کے درمیان فرق

فرق یہ ہے کہ عورت جدائی کی مستحق محض اس لیے ہوتی ہے کہ حاجت پورا ہونے میں اس کا حق فوت ہو رہا ہے اور بچپن کی حالت میں عورت اپنی حاجت پورا کرنے سے قاصر ہے (لہٰذا اس کے بلوغ کا انتظار کیا جائے گا) لیکن دوسرے مسائل میں اس طرح نہیں ہے' کیونکہ وہاں حق فی الحال ثابت ہے اور بلوغ کے زمانے تک حق مؤخر کرنے سے بچے کو نقصان پہنچتا ہے۔ لہٰذا بچے کا حق پورا کرنے کے لیے ولی اس کا قائم مقام ہوگا کیونکہ ولایت اسی غرض سے ہی ثابت ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

چھوٹے لڑکے نے اپنی عورت سے صحبت نہ کی تو اسے ایک سال کی مہلت دی جائے گی

قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ کے "فتاویٰ" میں ہے کہ اگر چودہ سالہ لڑکے نے اپنی بیوی سے صحبت نہ کی اور اس کی دوسری بیوی ہے' جس سے وہ صحبت کرتا ہے یا لونڈی سے صحبت کرتا ہے تو عورت اس لڑکے سے جھگڑا کر سکتی ہے اور لڑکے کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔

مہر کا تکرار

"فصل تکرار المہر" میں یہ بھی مذکور ہے کہ بچی کے ولی نے اس کی شادی کسی مرد سے کر دی۔ خاوند نے اس سے صحبت کی' پھر وہ بچی بالغہ ہو گئی اور اس نے جدائی اختیار کر لی اور دونوں کے درمیان تفریق کر دی گئی' پھر خاوند نے عدت میں اس سے شادی کر لی پھر اسے دخول سے

---

[1] جائیداد غیر منقولہ کو کسی آدمی نے جتنے میں خریدا' اتنی رقم میں ہی وہ جائیداد خرید کر مالک ہونے کا حق دوسرے شخص کو حاصل ہو جائے' اسے شفعہ کہتے ہیں' جس شخص کو یہ حق حاصل ہو وہ شفیع کہلاتا ہے۔ شفعہ کا حق اسے حاصل ہوتا ہے جس کی ملک فروخت شدہ جائیداد سے متصل ہو' جا ہے جائیداد میں اس کی شرکت ہو یا پڑوس ہو۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

پہلے طلاق دے دی تو امام اعظم ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک خاوند پر کامل مہر لازم ہوگا اور عورت پر از سرِ نو عدت واجب ہوگی۔

اسی کے مطابق ہم کہتے ہیں کہ مرد نے کسی بچی سے شادی کی اور اس سے صحبت کی پھر اسے طلاقِ بائن[1] دے دی پھر عدت میں اس سے شادی کر لی اور وہ بالغہ ہوگئی اور اس نے جدائی کو اختیار کیا اور ان میں تفریق کر دی گئی تو خاوند پر کامل مہر لازم ہوگا اور اس عورت پر از سرِ نو عدت واجب ہوگی۔

ثیبہ یا باکرہ سے جماع کرنے والے بچے کا حکم

اس فصل میں یہ بھی مذکور ہے کہ چودہ سالہ لڑکے نے کسی سوئی ہوئی عورت سے جماع کیا اور اسے پتہ نہ چلا' اگر وہ عورت ثیبہ (غیر کنواری) ہے تو لڑکے پر نہ حد ہے اور نہ مہر ہے اور اگر وہ باکرہ (کنواری) ہے اور لڑکے نے اس کا پردۂ بکارت زائل کر دیا تو اس پر مہر لازم ہے۔ اسی طرح مجنون کا حکم ہے۔

ذمی[2] کے لیے خیارِ بلوغ کا ثبوت

''مبسوط'' کے ''باب نکاح اہل الذمہ'' میں مذکور ہے کہ ذمیوں کے بچے اور بچی کی ان کے ولیوں نے شادی کی تو امام اعظم ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اگر شادی کرنے والا باپ یا دادا کا غیر ہوا تو بالغ ہونے پر دونوں کو اختیار حاصل ہوگا' جس طرح مسلمانوں کے حق میں حکم ہے۔

---

[1] طلاق کی دو صورتیں ہیں: (۱) طلاق دینے سے عورت اسی وقت نکاح سے باہر ہو جائے' اسے طلاقِ بائن کہتے ہیں (۲) عدت ختم ہونے پر عورت نکاح سے باہر ہو' اسے طلاقِ رجعی کہتے ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

[2] اسلامی ملک میں جزیہ دے کر اسلامی سلطنت کی حفاظت و ذمہ داری میں رہنے والے کفار ذمی کہلاتے ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

میاں بیوی کے درمیان کفر کی وجہ سے جدائی کے مسائل

میاں بیوی میں سے ایک کے اسلام لانے پر کیا حکم مرتب ہوگا؟

اس باب میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب دو ذمی بچوں کا نکاح ان کے ولیوں نے کیا اور ان میں سے ایک مسلمان ہوگیا اور وہ اسلام کو سمجھتا ہے تو ہمارے نزدیک اس کا اسلام درست ہوگا۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ کا اس میں اختلاف ہے پھر اگر دوسرا اسلام کو سمجھتا ہے تو اس پر اسلام پیش کیا جائے گا' اگر وہ بھی مسلمان ہوگیا تو دونوں کا نکاح باقی رہے گا اور اگر مسلمان نہ ہوا تو ان میں جدائی کر دی جائے گی۔ (المبسوط ج۵ ص۴۷)

جب مجنون کی بیوی مسلمان ہوگئی تو مجنون کے والد پر اسلام پیش کیا جائے گا

قاضی امام ابوزید نے ''اسرار'' میں باپ' دادا کے غیر کے نکاح کرنے کے مسئلہ میں ذکر کیا ہے کہ جب مجنون کی بیوی اسلام لے آئی اور میاں' بیوی دونوں کافر تھے تو مجنون کے باپ پر اسلام پیش کیا جائے گا' اگر وہ مسلمان ہوگیا تو نکاح باقی رہے گا ورنہ دونوں میں جدائی کر دی جائے گی۔

جب بچے کی بیوی نے اسلام قبول کرلیا تو بچے کے باپ پر اسلام پیش نہیں کیا جائے گا

غیر عاقل بچے کی بیوی جب اسلام لے آئی تو بچے کے باپ پر اسلام نہیں پیش کیا جائے گا' کیونکہ بچپن کی ایک حد ہے۔

عاقل بچے اور کم عقل کا اسلام صحیح ہے اور مجنون کا اسلام صحیح نہیں

فخر الاسلام علی بزدوی رحمہ اللہ نے ''اصول فقہ'' کے امور معترضہ کے باب میں ذکر فرمایا ہے کہ مجنون کا اسلام صحیح نہیں اور کم عقل کا اور عاقل بچے کا اسلام صحیح ہے اور اگر مجنون کی بیوی

مسلمان ہوگئی تو اس کے ولی پر اسلام پیش کیا جائے گا اور وہ مجنون اپنے والدین کے تابع ہو کر مسلمان ہوتا ہے' اسی طرح ان کے تابع ہو کر مرتد ہوتا ہے۔ اس کے بعد فخر الاسلام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابتدائی حالت میں بچہ مجنون کی طرح ہے یعنی جب وہ غیر عاقل اور ناسمجھ ہو' لیکن جب بچہ عاقل ہو تو وہ اور معتوہ (کم عقل آدمی) برابر ہیں' لیکن مجنون اور بچے میں فرق ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ مجنون کی بیوی اگر مسلمان ہو تو مجنون کے والد یا والدہ پر فوراً اسلام پیش کیا جائے گا اور اس میں تاخیر نہیں کی جائے گی' لیکن بچے کی صورت میں تاخیر کی جائے گی کیونکہ بچپن کی ایک حد ہے لہٰذا عاقل ہونے تک تاخیر کی جائے گی اور کم عقل آدمی' عاقل بچے کی طرح ہے۔ (کشف الاسرار للبزدوی ج۴ص ۱۳۹۰۔۱۳۹۶)

کیا والدین کے مرتد ہونے سے بچی خاوند سے جدا ہو جائے گی؟

قاضی ظہیر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں ہے کہ کسی مسلمان نے ایسی بچی سے شادی کی' جس کے والدین مسلمان تھے' پھر والدین مرتد ہو گئے تو بچی اپنے خاوند سے جدا نہ ہوگی۔ اگر والدین بچی کو لے کر دارالحرب میں چلے گئے تو دار کا حکم ختم ہونے کی وجہ سے' بچی خاوند سے جدا ہو جائے گی۔ اگر والدین میں سے ایک ہمارے دار میں مسلمان یا مرتد ہو کر فوت ہوا پھر دوسرا مرتد ہو گیا اور بچی کو لے کر دارالحرب میں چلا گیا تو وہ بچی خاوند سے جدا نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر نصرانیہ بچی کسی مسلمان کے نکاح میں ہے اور بچی کا باپ مجوسی ہو گیا اور ماں نصرانیہ ہی رہی تو وہ بچی خاوند سے جدا نہ ہوگی اور اگر ماں' باپ دونوں مجوسی بن گئے تو وہ خاوند سے جدا ہو جائے گی اور اسے کوئی مہر نہیں ملے گا۔

بچی جب بالغہ ہوئی اور اسلام کو بیان نہ کیا تو وہ خاوند سے جدا ہو جائے گی

اگر کسی مسلمان نے مسلمان بچی سے شادی کی' وہ بالغہ ہوئی اور اسلام کو بیان نہ کیا تو خاوند سے علیحدہ ہو جائے گی' اسی طرح اگر مسلمان نے نصرانیہ بچی سے شادی کی' وہ بالغہ ہوگئی اور اس نے نصرانیت کو اور نہ ہی کسی اور دین کو پہچانا تو وہ خاوند سے علیحدہ ہو جائے گی اور اسے کوئی مہر نہیں ملے گا۔

خاوند پر ضروری ہے کہ بیوی سے صحبت کرنے سے پہلے اس سے اسلام کے بارے میں دریافت کرے

خاوند کے لیے مناسب ہے کہ جب شادی کی پہلی رات بیوی اس کے پاس پیش کی جائے تو وہ اس سے اسلام کے متعلق سوال کرنے سے پہلے صحبت نہ کرے۔ اگر بیوی نے اسلام کا بیان کر دیا یا خاوند نے اسلام کو بیان کیا اور بیوی نے جان لیا تو ٹھیک ہے ورنہ بیوی' خاوند سے جدا ہو جائے گی۔ اس کی صورت یہ ہے کہ خاوند خود اسلام کا بیان کرے پھر بیوی سے کہے کہ کیا تو اسی طریقہ پر ہے؟

جب بیوی عاقلہ ہونے کی حالت میں بالغہ ہوئی اور اس نے اسلام کو نہ پہچانا اور نہ ہی بیان کیا تو وہ مرتدہ ہو جائے گی

شیخ الاسلام خواہرزادہ رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے کہ بیوی جب عاقلہ ہونے کی حالت میں بالغہ ہوئی اور اس نے اسلام کو نہ پہچانا اور نہ ہی اس کا بیان کیا تو وہ مرتدہ ہو جائے گی اور اپنے خاوند سے علیحدہ ہو جائے گی۔

اگر بیوی اسلام کا بیان کرنے سے رک گئی تو وہ مرتدہ ہو جائے گی

امام محمد رحمہ اللہ نے اس کا ذکر نہیں فرمایا کہ عورت جب بالغہ ہوئی اور اسلام کو پہچان لیا اور جان لیا اور بیان نہ کیا' اس طرح کہ اس عورت نے کہا کہ میں اسلام کو سمجھتی ہوں اور اسے بیان کر سکتی ہوں لیکن بیان نہیں کروں گی تو آیا وہ خاوند سے علیحدہ ہو جائے گی؟

مشائخ کرام رحمہم اللہ کے نزدیک بلا اختلاف وہ خاوند سے علیحدہ ہو جائے گی کیونکہ جو بات اسلام کا رکن قرار دی گئی ہے' وہ اس نے بلا عذر چھوڑ دی ہے اور وہ بات اقرار باللسان ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے' کیونکہ آپ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب[1] ہے۔

اگر اس نے کہا کہ میں اسلام کو سمجھتی ہوں' مگر بیان کرنے پر قادر نہیں تو کیا وہ اپنے خاوند سے علیحدہ ہو جائے گی؟ امام محمد رحمہ اللہ نے ''اصل'' میں اس کا ذکر نہیں کیا اور مشائخ کرام رحمہم

[1] اقرار باللسان: زبان سے اقرار کرنا۔ تصدیق بالقلب: دل سے تصدیق کرنا۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

اللہ کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ اپنے خاوند سے علیحدہ ہو جائے گی اور بعض نے کہا: نہیں ہوگی' کیونکہ ہمارا اجماع ہے کہ اگر نشے والے نے کلمۂ کفر ادا کیا تو استحساناً اس کے مرتد ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور نشے کو عذر قرار دیا جائے گا اگرچہ نشہ گناہ ہے' اسی طرح بیان کرنے سے عجز کو بھی عذر قرار دیا جائے گا۔

اسلام کی دو قسمیں ہیں

سید امام ابو شجاع رحمہ اللہ نے ''اصولِ فقہ'' میں ذکر فرمایا ہے کہ اسلام کی دو قسمیں ہیں:

(۱) اسلام ظاہر (۲) اسلام باطن۔

اسلام ظاہر یہ ہے کہ وہ مسلمانوں میں پیدا ہو' مسلمانوں کے درمیان نشو ونما پائے اور عبادت وغیرہ میں ان کے طریقہ پر جاری رہے۔

اسلام باطن پر صانع[۱] جل ذکرہٗ کے متعلق سوال کیے بغیر اطلاع نہیں ہو سکتی۔ اگر اس نے صانع کا ذکر اس کی ان تمام صفات کے ساتھ کر دیا جو الوہیت کے لیے ضروری ہیں تو وہ حقیقۃً مسلمان ہوگا' اگر اس نے ان صفات میں سے کسی کو نہ جانا تو وہ کافر ہے۔

محمد بن حسن رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب عورت بالغہ ہوئی اور اس سے صانع کے بارے میں استفسار کیا اور اس نے بیان نہ کیا تو وہ اپنے خاوند سے علیحدہ ہو جائے گی اگرچہ ہم نے ظاہری اسلام کی بناء پر نکاح کے صحیح ہونے کا حکم لگایا تھا۔

اسی طرح جو سیدنا محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لایا پھر یہ نہ جانا کہ محمد کون ہیں؟ تو وہ مؤمن نہیں ہوگا۔

جس نے ''لا الٰہ الا اللہ'' کہا تو وہ مسلمان نہیں ہوگا جب تک۔۔۔ اسلام کا بیان نہ کرے

کاشانی نے ''باب حمل الجنائز'' میں دورانِ مسئلہ ذکر فرمایا کہ جس نے ''لا الٰہ الا اللہ'' کہا اور اسلام کی صفت کو نہ جانا تو وہ مسلمان نہیں ہوگا جب تک وہ اسلام کا بیان نہ کرے اور اسلام کی صفت کی کیفیت ہم نے اس کتاب کے ''مسائلِ سیر'' کے آخر میں ذکر کی ہے۔

۱۔ صانع: بنانے والا' ایجاد فرمانے والا' مراد اللہ تعالیٰ کی ذات۔

جو بالغ ہوا اور اسلام کو بیان نہ کیا تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا

جب بچہ عاقل ہونے کی حالت میں بالغ ہوا اور اسلام کو بیان نہ کیا تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا' جس طرح ایک آدمی کو اسلام لانے پر مجبور کیا گیا' وہ اسلام لے آیا اور پھر مرتد ہو گیا' تو اس کا ارتداد صحیح ہوگا لیکن اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

رضاعت کی وجہ سے حرمت کے مسائل

جب تک عادل آدمی رضاعت کے ثبوت کی خبر نہ دے تو محض شبہ کی وجہ سے حرمتِ رضاعت[1] ثابت نہ ہوگی

قاضی امام فخر الدین کے ''فتاویٰ'' میں ہے کہ جس بچے اور بچی کے درمیان رضاعت کا شبہ ہو اور اس کی حقیقت معلوم نہ ہو تو فقہائے کرام نے فرمایا کہ ان کے آپس میں نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ حکم اس وقت ہے' جب رضاعت کی خبر کسی انسان نے نہ دی ہو۔ اگر کسی عادل' ثقہ آدمی نے اس کی خبر دی تو اس کے قول پر عمل کیا جائے گا اور نکاح جائز نہیں ہوگا۔ اگر نکاح کے بعد خبر دی اور وہ دونوں بڑے ہیں تو زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ ان کے درمیان جدائی کردی جائے اور رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے جدائی کا حکم ارشاد فرمایا۔

جب بچی کو کسی بستی کی کثیر قوم نے دودھ پلایا ہو اور یہ معلوم نہ ہوا کہ کس نے دودھ پلایا

---

[1] اڑھائی برس کی عمر کے دوران بچے نے کسی عورت کا دودھ پی لیا تو حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے گی کہ وہ عورت اس بچے کی ماں اور عورت کا شوہر (جس کی وطی سے بچہ پیدا ہوا' جس سے عورت کے دودھ اُترا) وہ دودھ پینے والے بچے کا باپ ہو جائے گا۔ عورت کی اولاد بچے کے بہن بھائی' عورت کے بھائی بچے کے ماموں' عورت کی بہنیں بچے کی خالائیں' اسی عورت کے شوہر کی اولاد بچے کے بہن بھائی' شوہر کے بھائی بچے کے چچا' شوہر کی بہنیں بچے کی پھوپھیاں اور عورت اور اس کے شوہر کے والدین بچے کے دادا' دادی' نانا' نانی ہو جائیں گے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

ہے؟ اور بستی والوں میں سے کسی نے اس لڑکی سے شادی کرنا چاہی تو ابوالقاسم صفار رحمہ اللہ[1] نے فرمایا کہ جب تک کوئی علامت ظاہر نہ ہو اور کوئی گواہ نہ ہو تو نکاح ہو سکتا ہے۔

زنا کا دودھ پینے کی وجہ سے دودھ پینے والی زانی اور اس کے اصول و فروع[2] پر حرام ہو جائے گی

کسی آدمی نے کسی عورت سے زنا کیا اور اس کے بچہ پیدا ہوا اور اس دودھ کو کسی بچی نے پیا تو اس زانی کے لیے اور اس کے آباؤ اجداد اور اس کی اولاد کے لیے اس بچی سے نکاح جائز نہیں ہو گا۔

آدمی نے کسی بچی سے شادی کی اور اس بچی کو اس آدمی کی موطوءہ[3] کی ماں نے دودھ پلایا

اگر کسی آدمی نے ایک عورت سے نکاح فاسد کی بناء پر وطی کی، پھر کسی بچی سے شادی کی اور اس بچی کو موطوءہ (جس عورت سے آدمی نے نکاحِ فاسد کی وجہ سے وطی کی ہے) کی ماں نے دودھ پلایا تو بچی خاوند سے جدا ہو جائے گی کیونکہ وہ بچی موطوءہ کی بہن بن گئی ہے اور موطوءہ اس آدمی کی عدت میں ہے لہٰذا بچی کا نکاح باطل ہو جائے گا۔

جس آدمی نے کسی عورت سے زنا کیا تو اس عورت کی رضاعی ماں اور بیٹی، زانی پر حرام ہو جائے گی

''اجوبۃ الفتاوٰی'' اور ''فوائد ظہیر الدین مرغینانی'' میں ہے کہ آدمی نے کسی عورت سے زنا کیا تو اس عورت کی رضاعی ماں اور بیٹی اس آدمی پر حرام ہو جائے گی۔

آدمی پر اپنے بیٹے کی موطوءہ حرام ہے

''طحاوی'' کی شرح میں ہے کہ باپ پر بیٹے کی حلیلہ حرام ہے، چاہے وہ نسبی بیٹا ہو یا

---

1. یہ احمد بن عصمت المتوفی ۳۳۶ھ ہیں۔ (الفوائد البہیہ ص ۲۹)
2. اصول سے مراد زانی کے باپ، دادا وغیرہ اوپر تک اور فروع سے مراد اس کی اولاد، پوتے وغیرہ نیچے تک۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ
3. موطوءہ: جس سے وطی کی ہو۔

رضاعی بیٹا۔ بیٹے کی حلیلہ اس کی منکوحہ ہے اور وہ عورت ہے جس سے بیٹے نے وطی کی ہو چاہے حرام طریقہ سے چاہے حلال طریقہ سے۔

نکاح پر جو رضاعت طاری ہو وہ سابقہ رضاعت کے بہ منزلہ ہے

''فتاویٰ قاضی خاں'' میں ہے کہ نکاح پر جو رضاعت طاری ہو وہ سابقہ رضاعت کے بہ منزلہ ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ آدمی نے کسی شیر خوار بچی سے شادی کی اور اسے طلاق دے دی پھر بڑی عورت سے شادی کی جس کے دودھ آتا ہے تو بڑی عورت نے اس شیر خوار بچی کو دودھ پلا دیا تو وہ بڑی عورت اپنے خاوند پر حرام ہو جائے گی کیونکہ یہ عورت اب اس کی رضاعی ساس بن گئی ہے۔

میں نے ''السیر الکبیر'' کے ''باب نکاح اہل الحرب'' میں یہ مسئلہ اسی طرح پڑھا ہے۔

(السیر الکبیر لمحمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ ج ۵ ص ۱۸۳۱)

دو رضاعی بہنوں کو جمع کرنا جائز نہیں

''ذخیرہ'' میں ہے کہ جب کسی مرد کی دو بیویاں ہوں اور دونوں اس سے حاملہ ہو گئیں اور ان میں سے ہر ایک نے ایک بچے کو دودھ پلایا۔ دونوں بچے باپ کی طرف سے بھائی بن گئے۔

اگر ان میں سے ایک لڑکی ہو تو ان کا آپس میں نکاح جائز نہیں ہوگا اور اگر دونوں لڑکیاں ہوں تو ان کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔

جس آدمی نے کسی عورت کا دودھ پیا، وہ دودھ پلانے والی کے خاوند کی اُس بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے جو کسی دوسری عورت سے ہو

ایک عورت کے کسی خاوند سے بچہ پیدا ہوا اور اُس نے اپنے بچے کو دودھ پلایا پھر اس کا دودھ خشک ہو گیا، پھر اس کے بعد اس عورت کے دودھ اتر آیا اور اس نے کسی بچے کو دودھ پلایا تو وہ بچہ اس مرد کی اُس بیٹی سے شادی کر سکتا ہے جو اس عورت کے علاوہ کسی دوسری عورت سے ہو جب کہ بچے نے اس عورت کا وہ دودھ نہ پیا ہو جو اس خاوند والے حمل کی وجہ سے تھا۔

اسی طرح آدمی نے کسی عورت سے شادی کی اور اس کے کوئی بچہ پیدا نہ ہوا، پھر اس

عورت کے دودھ اتر آیا تو عورت کا یہ دودھ اس کے خاوند کے بغیر ہے حتیٰ کہ اگر اس عورت نے کسی بچی کو دودھ پلا دیا تو وہ بچی اس عورت کے علاوہ خاوند کی دوسری اولاد پر حرام نہیں ہوگی۔ یہ سب بحث ''ذخیرہ'' میں ہے۔

وہ صورتیں جہاں رضاعت اور نسب کے احکام مختلف ہیں

نسبی بھائی کی رضاعی ماں سے نکاح جائز ہے اگرچہ اپنے بھائی کی نسبی ماں سے نکاح جائز نہیں' کیونکہ یہاں نکاح کے ناجائز ہونے کی ایک وجہ ہے جو نسبی بھائی کی رضاعی ماں والی صورت میں نہیں پائی جاتی' کیونکہ اس کے بھائی کی ماں اگر اس کے حقیقی بھائی کی ماں ہوئی تو وہ اس کی بھی ماں ہوگی اور اگر وہ اس کے باپ شریک بھائی کی ماں ہے تو یہ عورت اس کے باپ کی موطؤہ ہے اور اگر اس کے ماں شریک بھائی کی ماں ہے تو یہ عورت اس کی بھی ماں ہے (لہٰذا ان تمام صورتوں میں نکاح حرام ہے) لیکن نسبی بھائی کی رضاعی ماں تو اس کے لیے ایک اجنبیہ عورت ہے لہٰذا اس سے نکاح جائز ہے۔ صدر الاسلام نے ''شرح الاصل'' میں اسی طرح ذکر فرمایا ہے۔

اور ''شرح الاصل'' میں یہ بھی مذکور ہے کہ نسبی بیٹی کی رضاعی بہن سے نکاح جائز ہے' کیونکہ وہ جب اس آدمی کی اپنی بیٹی نہیں تو وہ اس کی نسبی بیٹی کی رضاعی بہن ہے' لہٰذا اس سے نکاح بہ طریقِ اولیٰ جائز ہوگا (اس لیے کہ بعض صورتوں میں اپنی نسبی بیٹی کی نسبی بہن سے بھی نکاح جائز ہوتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ) دو آدمیوں کی مشترکہ لونڈی کے بچہ پیدا ہوا اور دونوں ہی اس بچے کا دعویٰ کر دیں۔ ان میں سے ایک مولیٰ کی ایک بیٹی ہو' اس سے دوسرا مولیٰ شادی کر لے تو یہ نکاح جائز ہے اور اُس مولیٰ کی بیٹی اس (شادی کرنے والے) مولیٰ کی نسبی بیٹی کی نسبی بہن ہے (تو جب نسبی بیٹی کی نسبی بہن سے شادی جائز ہوئی تو نسبی بیٹی کی رضاعی بہن سے تو بہ طریقِ اولیٰ جائز ہوگی)۔

امام لامشی رحمہ اللہ نے اپنے ''واقعات'' میں ذکر فرمایا کہ جس عورت نے آدمی کے بیٹے کو دودھ پلایا ہو' اس عورت سے شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نسب میں بھی اسی طرح شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں (کہ بیٹے کی نسبی ماں سے شادی درست ہے) اسی طرح اپنے بیٹے کو دودھ پلانے والی عورت کی بیٹی سے شادی کر سکتا ہے لیکن نسب میں یہ جائز نہیں (یعنی

اپنے بیٹے کی نسبی ماں کی بیٹی سے نکاح جائز نہیں) اس کی صورت یہ ہے کہ آدمی اپنے بیٹے کی بہن سے شادی کرے جو اس کی نسبی بہن نہ ہو بلکہ وہ بیٹے کی بہن اس طرح ہو کہ وہ لڑکی آدمی کی ربیبہ[1] ہو کہ اس لڑکی کی ماں سے اس آدمی نے وطی کی ہو (اور یہ نکاح جائز نہیں کیونکہ یہ لڑکی تو اس آدمی کی موطوءہ کی بیٹی ہے اور موطوءہ کی بیٹی سے نکاح حرام ہوتا ہے) جب کہ پہلی صورت میں یعنی بیٹے کی رضاعی ماں کی بیٹی میں یہ وجہ نہیں پائی جاتی (کہ وہ اس آدمی کی موطوءہ کی بیٹی نہیں ہے' لہٰذا اس سے نکاح جائز ہے)۔

اور اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ دو عورتوں میں سے ایک عورت کے کئی بیٹے ہوں اور دوسری عورت کی کئی بیٹیاں ہوں اور بیٹیوں کی ماں نے دوسری عورت کے ایک بیٹے کو دودھ پلایا تو اس عورت کی بیٹیاں اسی خاص بیٹے پر حرام ہوں گی جس بیٹے کو اس عورت نے دودھ پلایا ہے' اس کے باقی بھائیوں پر حرام نہیں ہوں گی کیونکہ اُس بیٹے کے بھائی اس عورت کی بیٹیوں کے ساتھ ایک پستان پر جمع نہیں ہوئے' لہٰذا رضاعی اخوت ثابت نہ ہوگی اور اگر بیٹوں کی ماں نے دوسری عورت کی ایک بیٹی کو دودھ پلایا تو وہی خاص بیٹی اس دودھ پلانے والی کے بیٹوں پر حرام ہوگی' کیونکہ وہی خاص بیٹی اس کے بیٹوں کی رضاعی بہن ہے اور اس کے علاوہ باقی بیٹیاں ان بیٹوں کے لیے حلال ہوں گی۔

دو سال میں دودھ چھڑانے کے بعد حرمت کے ثبوت میں اختلاف

''فتاویٰ قاضی خاں'' میں مذکور ہے کہ جب دو سال میں بچے کو دودھ چھڑا دیا اور وہ بچہ عادی ہو گیا اور کھانے پر ہی گزارا کرنے لگا۔ پھر اسے دودھ پلا دیا تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی اور ظاہر روایت میں جب مدت رضاعت میں دودھ پلایا ہو تو اس سے ہر حال میں حرمت ثابت ہو جائے گی۔

ان چیزوں کا بیان جن سے رضاعت ثابت ہوتی ہے اور جن سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی

جس طرح پستان چوسنے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے' اسی طرح منہ یا ناک میں دودھ ٹپکانے سے اور کسی آلہ کے ذریعے منہ میں دودھ داخل کرنے سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی

[1] آدمی کی بیوی کی بیٹی جو اس کے کسی دوسرے خاوند سے ہو' ربیبہ کہلاتی ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

ہے۔ کان میں‘ پیشاب کے سوراخ میں‘ پیٹ کے زخم میں اور دماغ کے زخم میں دودھ کے قطرات ڈالنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوگی اور ظاہر روایت کے مطابق نہ ہی حقنہ سے داخل کرنے سے (مقعد (پاخانہ کی جگہ) کے راستے سے داخل کرنے سے) رضاعت ثابت ہوگی اور امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حقنہ سے دودھ داخل کرنے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

مدتِ رضاعت کے متعلق علماء کے اقوال

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک مدتِ رضاعت تیس مہینے (اڑھائی سال) ہے۔ اس مدت میں دودھ پیا تو حرمت ثابت ہوگی‘ دو سال ختم ہونے پر دودھ چھڑایا ہو یا نہ چھڑایا ہو۔ اگر اڑھائی سال کے بعد دودھ پیا تو حرمت ثابت نہیں ہوگی‘ دودھ چھڑایا ہو یا نہ چھڑایا ہو۔

امام ابو یوسف‘ امام محمد اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک مدتِ رضاعت دو سال ہے‘ اگر دو سال میں دودھ پی لیا تو حرمت ثابت ہو جائے گی دودھ چھڑایا ہو یا نہ چھڑایا ہو اور دو سال کے بعد حرمت ثابت نہ ہوگی دودھ چھڑایا ہو یا نہ چھڑایا ہو اور امام زفر رحمہ اللہ نے فرمایا: مدتِ رضاعت تین سال ہے۔

باپ پر دودھ پلانے کی اجرت ثابت ہونے کی مدت دو سال ہے

اس پر علماء کرام کا اجماع ہے کہ باپ پر دودھ پلانے کی اجرت منعقد ہونے میں مدت دو سال ہے‘ لہٰذا اگر مطلقہ عورت نے دو سال گزرنے کے بعد بچے کے باپ سے دودھ پلانے کی اجرت طلب کی اور باپ نے دینے سے انکار کر دیا تو اسے مجبور نہیں کیا جائے گا اور دو سالوں میں مجبور کیا جائے گا۔ یہ سب قاضی فخر الدین رحمہ اللہ کے ’’فتاویٰ‘‘ میں ہے۔

(الفتاویٰ الخانیہ ج ۱ ص ۳۵۲)

مسائلِ نفقہ[1]

عورت کا قابلِ جماع ہونا' نفقہ کے مستحق ہونے کے لیے شرط ہے

عورت جب بچی ہو اور اس جیسی عورت سے وطی کی جاتی ہو اور وہ قابلِ جماع ہو تو اس کے لیے نفقہ ہے اور اگر اس جیسی عورت سے وطی نہیں کی جاتی اور وہ قابلِ جماع نہیں تو ہمارے نزدیک اس کے لیے اس وقت تک نفقہ نہیں' جب تک وہ قابلِ جماع نہ ہو جائے' چاہے وہ خاوند کے گھر میں ہو یا باپ کے گھر میں۔ بیوی اور غلام کے نفقہ میں فرق ہے اور فرق ''ذخیرہ'' میں مذکور ہے۔

اگر عورت تو قابلِ جماع ہے مگر خاوند جماع نہیں کر سکتا تو اگر وہ اپنے آپ کو روکنے والی نہ ہو تو اس کے لیے نفقہ ہے' کیونکہ یہاں منفعت اُس وجہ سے فوت ہوئی ہے' جو خاوند کی طرف سے ہے' لہٰذا عورت کے حق میں نفقہ ساقط نہیں ہوگا' جس طرح کوئی عورت اپنے آپ کو مہر کی وجہ سے روک لے (تو نفقہ ساقط نہیں ہوتا)۔

اگر میاں بیوی دونوں بچے ہوں اور جماع کی طاقت نہ رکھتے ہوں تو اس وقت تک عورت کے لیے نفقہ نہیں' جب تک وہ قابلِ جماع نہ ہو جائے' کیونکہ یہاں رکاوٹ عورت کی طرف سے ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ان مسائل کی جنس میں عورت کی طرف دیکھا جائے گا' اگر وہ قابلِ جماع نہ ہوئی تو اس کے لیے نفقہ نہیں' چاہے خاوند جماع کی طاقت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو اور اگر وہ قابلِ جماع ہے' تو اس کے لیے نفقہ ہے' چاہے خاوند جماع کی طاقت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ جس مرد کا عضوِ تناسل کٹا ہوا گر وہ کسی چھوٹی لڑکی سے شادی کرتا ہے جو قابلِ جماع نہیں تو لڑکی کے لیے نفقہ مقرر نہیں کیا جائے گا اور اگر وہ قابلِ جماع عورت

---

[1] آدمی اپنے اہل وعیال پر جو خرچ کرے' اسے نفقہ کہا جاتا ہے۔ طعام' لباس' رہائش کا مکان سب نفقہ کے تحت داخل ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

سے شادی کرتا ہے تو اس عورت کے لیے نفقہ مقرر کیا جائے گا۔

اگر مرد نے اپنے چھوٹے بیٹے کی شادی کی کہ اس جیسے لڑکے جماع نہیں کر سکتے اور کسی بڑی عورت کو حاملہ نہیں کر سکتے اور اس کی بیوی کے بچہ پیدا ہو گیا' تو اس چھوٹے خاوند پر وہ بچہ لازم قرار نہیں دیا جائے گا کیونکہ بچے سے عورت کا حاملہ ہونا محال ہے' اور بیٹے کی طرف سے عورت پر خاوند کا باپ جو کچھ خرچ کرتا رہا ہے وہ عورت واپس نہیں کرے گی' کیونکہ حمل خرچہ کے وجوب کو منع نہیں کرتا' حتیٰ کہ اگر عورت نے اقرار کیا کہ اس نے زنا کیا ہے اور حاملہ ہوئی ہے پھر بھی خاوند پر اس کا نفقہ لازم ہوگا' کیونکہ زنا سے حمل اگرچہ وطی سے روک دیتا ہے لیکن وطی کے اسباب (بوسہ وغیرہ) سے نہیں روکتا۔ اسی طرح فرج کے علاوہ میں وطی کرنے سے بھی نہیں روکتا اور نفقہ کے وجوب کے لیے یہی کافی ہے۔

اگر عورت نے اقرار کیا کہ جب شادی ہوئی اس وقت حاملہ تھی تو چھ مہینوں کا نفقہ واپس کرے گی کیونکہ اس نے دو چیزوں کا اقرار کیا ہے' ایک نکاح کے فساد کا' یہ اقرار خاوند کے خلاف ہے' اور دوسرا یہ اقرار کیا ہے کہ عدتِ حمل میں اس کے لیے نفقہ نہیں اور یہ اقرار اس کی اپنی ذات کے خلاف ہے' لہٰذا اپنے حق میں اس کی تصدیق کی جائے گی اور خاوند کے حق میں تصدیق نہیں کی جائے گی' اور اس نے چھ مہینوں کا نفقہ لے لیا ہے تو وہ واپس کر دے گی۔ ''ذخیرہ'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

نابالغہ مطلقہ بچی عدت میں نفقہ کی مستحق ہے

آدمی نے اپنی نابالغہ بیوی کو طلاق دی' جسے ابھی تک حیض نہیں آیا' اور اس کے ساتھ خاوند نے صحبت کی ہے اور اس جیسی عورتوں سے جماع کیا جاتا ہے تو اس کی عدت تین مہینے ہے' جس طرح کہ ''کتاب الطلاق'' سے معلوم ہوتا ہے اور جب تک وہ عدت میں رہے گی' خاوند پر اس کا نفقہ لازم ہوگا۔ یہ مسئلہ اس وقت ہے جب عورت قریب البلوغ نہ ہو' اگر وہ قریب البلوغ ہوئی تو اس کی عدت تین ماہ سے پوری نہ ہوگی بلکہ اس کی حالت میں توقف کیا جائے گا یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے کہ آیا وہ اس وطی سے حاملہ ہوئی ہے یا نہیں۔

اور مناسب ہے کہ جب تک اس کے رحم کا فارغ ہونا ظاہر نہ ہو تو اس کا نفقہ جاری رکھے اور اگر ان تین مہینوں میں اسے حیض آ گیا تو حیض کے ساتھ نئے سرے سے عدت شمار کرے

اور عدت پوری ہونے تک اسے نفقہ ملے گا۔ وجہ وہی ہے جو ہم نے ذکر کر دی ہے۔

جس بچی نے بالغہ ہو کر جدائی اختیار کی اور جو بچی کسی سبب سے خاوند سے علیحدہ کر دی گئی' اسے نفقہ اور رہائش ملے گی

بچی جب بالغہ ہو اور جدائی اختیار کر لے تو اسے نفقہ اور رہائش ملے گی۔ اسی طرح جو بچی خاوند کے نامرد ہونے یا غیر کفو ہونے کی وجہ سے جدا کر دی گئی' اسے بھی نفقہ و رہائش ملے گی۔ یہ تمام مسائل ''ذخیرہ'' کے نفقات کے بیان میں ہیں۔

دودھ پلانے کے مسائل

کیا ماں پر دودھ پلانا واجب ہے یا نہیں؟

چھوٹے بچے کو دودھ پلانے میں دلیل' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ. (البقرہ:۲۳۳)

اور مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلائیں مکمل دو برس' یہ اس کے لیے ہے جو دودھ کی مدت پوری کرنا چاہے۔

اہل علم کا اس آیت کے متعلق اختلاف ہے' بعض نے کہا کہ یہ محض خبر ہے کہ مائیں اس طرح کرتی ہیں اور اس میں ماؤں پر دودھ پلانا لازم نہیں کیا گیا۔

بعض نے کہا کہ اس آیت مبارکہ میں ماؤں پر دودھ پلانا لازم کیا گیا ہے۔

اگرچہ یہ خبر کا صیغہ ہے (مگر معنیٰ امر اور انشاء ہے) جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء. (البقرہ:۲۲۸)

اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔

اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ نکاح کے قیام کی حالت میں عورت کے لیے دودھ پلانے پر اجرت لینا جائز نہیں' کیونکہ اس پر دودھ پلانا بطور قرض واجب ہے اگرچہ حاکما اسے دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جاتا اور جو چیز بطور قرض واجب ہو اس کے مقابلہ میں اجرت لینا جائز نہیں'

جس طرح اندرونِ خانہ کاموں پر خاوند سے اجرت لینا عورت کے لیے جائز نہیں کیونکہ اندرونِ خانہ کام عورت پر بطورِ قرض واجب ہیں۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک حرمتِ رضاعت کے ثبوت کی مدت

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک حرمتِ رضاعت تیس مہینوں (اڑھائی سال) تک ثابت ہوگی اور صاحبین کے نزدیک دو سال تک۔ یہ مسئلہ ہم نے مسائلِ رضاعت میں ذکر کر دیا ہے۔

رضاعت کی اجرت کے استحقاق کی مدت

شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں بھی اسی طرح اختلاف ہے' لہٰذا اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور اس نے دو سال کے بعد بچے کو دودھ پلایا اور اجرت طلب کی تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک پورے تیس ماہ تک کی اجرت کی مستحق ہوگی اور صاحبین کے نزدیک دو سال کے بعد والی مدت میں اجرت کی مستحق نہیں ہوگی۔ اکثر مشائخ رحمہم اللہ کے نزدیک' بچے کے باپ سے اجرت کی مستحق ہونے کے حق میں مدتِ رضاعت بالاتفاق دو سال ہے۔

لہٰذا مطلقہ دو سال کے بعد بالاتفاق رضاعت کی اجرت کی مستحق نہ ہوگی اور دو سال تک بالاتفاق رضاعت کی اجرت کی مستحق ہوگی۔

ماں کو دودھ پلانے پر کب مجبور کیا جاتا ہے؟

ہمارے علمائے احناف رحمہم اللہ نے فرمایا کہ ماں کو اپنے بچے کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا' کیونکہ دودھ پلانا نفقہ کی طرح ہے اور اولاد کا نفقہ باپ پر لازم ہوتا ہے' ماں پر نہیں۔ اسی طرح دودھ پلانا بھی (باپ پر لازم ہوگا) اگر بچہ ماں کے علاوہ کسی عورت کا دودھ نہ پئے اور اسے دودھ پلانے والی کوئی عورت نہ ملے تو کیا ماں کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا؟ ہمارے اصحاب کی ظاہر الروایت میں ہے کہ مجبور نہیں کیا جائے گا اور ''نوادر'' میں امام اعظم ابوحنیفہ و امام ابویوسف رحمہما اللہ کی روایت ہے کہ مجبور کیا جائے گا اور شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے ''شرح ادب القاضی'' میں ذکر فرمایا کہ بلا اختلاف مجبور کیا جائے گا۔ ''شرح القدوری''

میں اسی طرح مذکور ہے کیونکہ اگر ماں کو مجبور نہ کیا گیا اور بچہ دوسری عورت کا دودھ نہیں پیتا تو اس سے بچے کا ضائع ہونا لازم آئے گا جو کہ ممنوع ہے۔

ضحاک نے کہا کہ اگر بچے یا باپ کے پاس مال نہیں تو ماں دودھ پلانے پر مجبور کی جائے گی اور یہی صحیح ہے کیونکہ ماں دودھ کے معاملہ میں خوش حال ہے لہٰذا اس مسئلہ پر قیاس کیا جائے گا کہ ایک آدمی غائب ہے اور اس کا کوئی مال نہیں' اس نے بیوی اور بچہ چھوڑا' عورت کے پاس مال ہے تو عورت کو بچے پر خرچ کرنے پر مجبور کیا جائے گا پھر وہ باپ کی طرف رجوع کرے گی۔ اسی طرح یہاں بھی یہی حکم ہے۔

جب بچے کے پاس مال نہ ہو تو دودھ پلانے کی مشقت باپ پر لازم ہے

جب کوئی دودھ پلانے والی پائی جائے تو باپ پر دودھ پلانا اس وقت لازم ہوگا' جب بچے کے پاس مال نہ ہو' لیکن اگر اس کے پاس مال ہوا تو دودھ پلانے کی مشقت بیٹے کے مال میں ہوگی۔ اسی طرح دودھ چھڑانے کے بعد اگر بچے کے پاس مال ہوا تو بچے کا نفقہ اس کے مال سے لازم ہوگا اور باپ پر لازم نہیں ہوگا۔ بچے اور بیویوں کے خرچ میں فرق ہے' کیونکہ عورت جب مال دار ہو تو اس کا نفقہ خاوند پر لازم ہوتا ہے اور فرق ''ذخیرہ'' سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

بچہ مال دار ہو تو نفقہ اس کے مال میں لازم ہوگا اور باپ بچے پر خرچ کرنے کے لیے اس کی جائیداد فروخت کر سکتا ہے

اگر بچے کے پاس جائیداد یا چادریں یا کپڑے ہوں اور بچے کے نفقہ کے لیے ان کی حاجت ہو تو باپ وہ تمام فروخت کر کے بچے پر خرچ کر سکتا ہے' کیونکہ بچہ ان چیزوں کی وجہ سے مال دار ہے اور بچہ مال دار ہو تو نفقہ اس کے مال میں لازم ہوتا ہے۔

جب بچے کا مال غائب ہو تو اس کا نفقہ باپ کے مال سے لازم ہوگا اور مال آنے کی صورت میں باپ بیٹے کے مال کی طرف رجوع کرے گا

اگر بچے کا مال غائب ہوا تو باپ کو اپنے مال سے بچے پر خرچ کرنے کا حکم دیا جائے گا'

اس شرط کے ساتھ کہ جب بچے کا مال آئے گا تو باپ اس کی طرف رجوع کرے گا' لیکن اگر اس بات پر گواہ قائم کر لیے ہوں تو قضاءً بیٹے کے مال کی طرف رجوع کر سکتا ہے اور اگر گواہ قائم کیے بغیر خرچ کیا لیکن رجوع کی نیت ہے تو قضاءً اسے رجوع کا حق حاصل نہیں ہوگا' کیونکہ ظاہر تو یہی ہے کہ انسان اپنی اولاد پر خرچ کرنے میں احسان کا ارادہ کرتا ہے اور قاضی تو صرف ظاہر پر ہی مطلع ہوتا ہے' لیکن اللہ تعالیٰ تو ظاہر پر اور دلوں کے بھیدوں پر مطلع ہوتا ہے لہٰذا اگر خرچ کرتے وقت رجوع کا ارادہ ہوا تو (دیانۃً) رجوع کر سکتا ہے۔

خرچ کرنے میں باپ کے ساتھ ماں کے شریک ہونے کا حکم

جب بچے کے پاس مال نہ ہو تو اس کے والد پر نفقہ لازم ہے اور نفقہ میں باپ کے ساتھ کوئی اور شریک نہیں ہوگا اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ باپ اور ماں پر نفقہ لازم ہوگا لیکن ظاہر روایت میں تمام نفقہ باپ پر ہی لازم ہوگا کیونکہ نفقہ دودھ پلانے کی نظیر ہے' جس طرح دودھ پلانے کی مشقت میں باپ کے ساتھ کوئی اور شریک نہیں ہوتا' اسی طرح نفقہ میں بھی باپ کے ساتھ کوئی اور شریک نہ ہوگا۔

جب باپ تنگ دست ہوا اور ماں خوش حال ہوئی تو نفقہ ماں پر لازم ہے اور یہ باپ پر قرض ہوگا

اگر باپ تنگ دست اور ماں خوش حال ہوئی تو ماں کو اپنے مال سے بیٹے پر خرچ کرنے کا حکم دیا جائے اور یہ باپ پر قرض ہوگا' جب باپ مال دار ہوا تو ماں اس کی طرف رجوع کرے گی' کیونکہ باپ اگرچہ تنگ دست ہی ہو' چھوٹے بچے کا نفقہ اس پر لازم ہوتا ہے۔

جس طرح خود اس کا اپنا نفقہ اس پر لازم ہے اور ماں اس کے واجب حق کو قاضی کے حکم سے ادا کر رہی ہے' لہٰذا اس کے مال دار ہونے کی صورت میں' اس کی طرف رجوع کرے گی جس طرح ماں نے باپ کے حکم سے نفقہ ادا کیا ہو تو اس کی طرف رجوع کرتی ہے۔

جب ماں اور دادا دونوں مال دار ہوں تو خرچ کرنے میں ماں' دادا پر مقدم ہوگی

اگر ماں اور دادا دونوں مال دار ہوئے تو ماں کو اپنے مال سے خرچ کرنے کا حکم دیا جائے

گا' پھر وہ باپ کی طرف رجوع کرے گی اور دادا کو حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ (بچے کے لیے) قرض لینے کی ضرورت پیش آ گئی ہے' تو قرض ماں کے مال سے لیا جائے گا' کیونکہ وہ بچے کے زیادہ قریب ہے۔

نکاح کے قیام کی حالت میں ماں دودھ پلانے پر اجرت کی مستحق نہیں

کسی آدمی کا چھوٹا بچہ ہو اور بچے کی ماں آدمی کے نکاح میں ہو اور ماں نے اپنے خاوند سے دودھ پلانے کی اجرت طلب کی تو وہ اجرت کی مستحق نہیں ہوگی اگرچہ باپ نے دودھ پلانے پر اس کی اجرت مقرر کی ہو کیونکہ خاوند پر نکاح کا نفقہ لازم ہے۔ اگر ہم اس پر دودھ پلانے کی اجرت بھی لازم کر دیں تو ایک مال میں دودھ پلانے کی اجرت' نکاح کے نفقہ کے ساتھ اکٹھی ہو جائے گی اور جب بچے کے پاس مال نہ ہو تو یہ جائز نہیں۔

اور اگر بچے کے پاس مال ہو' تو اجرت بچے کے مال سے ادا کی جائے گی' کیونکہ مذکورہ معنی یعنی دودھ پلانے کی اجرت اور نکاح کے نفقہ کا ایک مال میں اکٹھا ہونا نہیں پایا گیا۔

ماں کا طلاق کی عدت میں دودھ پلانے کی اجرت کا مستحق ہونا

اگر ماں طلاق رجعی کی عدت میں ہوئی تو پھر بھی دودھ پلانے کی اجرت کی مستحق نہ ہوگی کیونکہ نکاح ختم نہیں ہوا' اگر طلاقِ بائنہ یا تین طلاقوں کی عدت میں ہوئی تو کیا وہ اجرت کی مستحق ہوگی؟ اس میں دو روایتیں ہیں۔

دودھ پلانے کی اجرت کے سلسلہ میں عورت کی اپنے خاوند کے ساتھ مصالحت کب جائز ہے؟

اگر عورت نے دودھ پلانے کی اجرت کے بارے میں خاوند سے کسی چیز پر مصالحت کر لی۔ اگر صلح نکاح قائم ہونے کی حالت میں یا طلاقِ رجعی کی عدت میں ہو تو جائز نہیں۔

اگر طلاقِ بائنہ یا تین طلاقوں کی عدت میں صلح ہوئی تو ایک روایت کے مطابق جائز ہے۔

ماں کے دودھ پلانے سے انکار کب جائز ہے اور کب اسے دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا؟

چونکہ نکاح قائم ہونے کی حالت میں اور طلاقِ رجعی کی عدت میں اور ایک روایت میں طلاقِ بائنہ یا تین طلاقوں کی عدت میں دودھ پلانے کی اجرت واجب نہیں' لہٰذا ماں دودھ پلانے سے انکار کر سکتی ہے اور اسے مجبور نہیں کیا جائے گا' لیکن یہ اس صورت میں ہے جب وہ شرائط موجود ہوں جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔

دایہ کا ماں کے گھر میں رُکنا واجب نہیں' جب عقد کے وقت ۔ ۔ ۔ یہ شرط نہ رکھی ہو

جب ماں کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا گیا اور بچے کے پاس مال بھی نہیں تو باپ پر لازم ہے کہ وہ دایہ کرایے پر رکھے جو بچے کو ماں کے پاس دودھ پلائے کیونکہ امت کا اتفاق ہے کہ گود کا حق ماں کا ہے' لیکن اگر عقد کے وقت شرط نہ رکھی ہو تو دایہ پر ماں کے گھر ٹھہرنا واجب نہیں کہ بچے کو اس حالت میں دایہ کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ دایہ کے لیے جائز ہے کہ دودھ پلا کر اپنے گھر واپس چلی جائے اور اگر عقد کے وقت ماں کے پاس دودھ پلانے کی شرط نہیں لگائی تو دایہ کے لیے جائز ہے کہ بچے کو اٹھا کر اپنے گھر لے جائے یا کہے کہ بچے کو باہر نکالو اور اسے گھر کے صحن کے پاس دودھ پلائے۔ اگر عقد کے وقت شرط لگائی کہ دایہ ماں کے پاس ہو تو پھر اس پر شرط کا پورا کرنا لازم ہے۔

ماں مثلی اجرت[1] کے ساتھ دودھ پلانے کی زیادہ حق دار ہے' بشرطیکہ وہ دوسری دودھ پلانے والی عورتوں سے زیادہ اجرت نہ طلب کرے

اگر ماں نے کہا کہ میں مثلی اجرت کے عوض بچے کو دودھ پلاؤں گی' تو جن صورتوں میں وہ عورت دودھ پلانے کی اجرت کی مستحق ہوتی ہے' مثلاً ایک روایت کے مطابق وہ طلاق بائن یا تین طلاقوں کی عدت میں ہے یا تمام روایات کے مطابق عدت گزر جانے کے بعد۔

---

[1] مثلی اجرت سے مراد یہ ہے کہ عام دودھ پلانے والی عورتیں جتنی اجرت لیتی ہیں' اتنی اجرت دی جائے۔ ۱۲ رضوی عفرلہ

ان تمام صورتوں میں ماں ہی دودھ پلانے کی مستحق ہوگی' لیکن اگر وہ (مثلی اجرت پر راضی نہیں بلکہ) عام دودھ پلانے والی عورتوں سے زیادہ اجرت طلب کرتی ہے تو پھر وہ دودھ پلانے کی مستحق نہ ہوگی۔ (دونوں صورتوں میں) فرق ''ذخیرہ'' میں مذکور ہے۔

اپنی اولاد کے خرچ کے بارے میں ماں کی خاوند سے مخاصمت اور قاضی کے فیصلہ کا بیان

اگر کسی مرد کی چھوٹی اولاد ہے' جن میں بعض شیر خوار ہیں اور بعض نے دودھ چھوڑا ہوا ہے اور اولاد کی ماں' مرد کی بیوی ہے اور اولاد کے پاس مال نہیں ہے۔ ان کی ماں نے اولاد کے نفقہ کے متعلق خاوند سے جھگڑا کیا تو قاضی باپ پر اولاد کا نفقہ مقرر کر دے گا' جب تک وہ نابالغ رہے۔ اگر ماں نے شکایت کی کہ خاوند نفقہ دینے میں کنجوسی اور تنگی کا مظاہرہ کرتا ہے' تو قاضی کے لیے ضروری ہے کہ عورت کی شکایت سنے اور اسے اولاد کا نفقہ دلوائے۔

اگر باپ نے کہا کہ یہ اولاد کا نفقہ مجھ سے لے لیتی ہے لیکن ان پر خرچ نہیں کرتی اور اپنے پاس روک لیتی ہے تو باپ کا قول قبول نہیں کیا جائے گا' کیونکہ ماں امینہ ہے اور امین کے خلاف' خیانت کا دعویٰ بلا دلیل نہیں سنا جاتا۔ اگر باپ نے قاضی سے سوال کیا کہ وہ عورت کے پڑوسیوں سے استفسار کرے' تو قاضی ان سے احتیاطاً سوال کرے گا اور محض انہی سے سوال کرے گا' جو گھر میں آتے جاتے رہتے ہیں' کیونکہ وہ عورت کے حال سے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ اگر صورتِ حال اسی طرح ہوئی' جیسے خاوند نے کہا تھا تو قاضی عورت کو ڈانٹ ڈپٹ کرے گا اور ایسا کرنے سے روکے گا۔ بعض مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ جب اس معاملہ میں جھگڑا واقع ہو اور قاضی چاہے تو کسی قابلِ وثوق آدمی کو نفقہ سپرد کرے تاکہ وہ صبح' شام عورت کو دے اور اکٹھا نہ دے۔ اگر چاہے تو کسی اور آدمی کو اولاد پر خرچ کرنے کا حکم دے۔

نفقہ پر مصالحت میں اولاد اور اقارب کے نفقہ کے درمیان فرق

اگر عورت نے چھوٹی اولاد کے نفقہ کے متعلق خاوند سے صلح کی تو یہ درست ہے' خاوند چاہے تنگ دست ہو یا مال دار۔

اس صلح کے جواز کی صورت ''ذخیرہ'' کی ''کتاب النفقات'' میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ جس مقدار پر صلح ہوئی ہے' اگر وہ اولاد کے نفقہ سے اتنی

زیادہ مقدار ہے کہ جس میں لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں اور اندازہ لگانے والوں کے اندازہ میں جتنی مقدار اولاد کے نفقہ کے لیے کافی ہے' وہ اس مقدار کے تحت داخل ہے تو اتنی زیادتی معاف ہوگی' کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں اور اگر اتنی زیادتی ہے کہ اندازہ لگانے والوں کے اندازہ کے تحت داخل نہیں تو قاضی خاوند کی جانب سے نفقہ میں کمی کرے گا کیونکہ خاوند پر اتنی ہی مقدار واجب ہے جو اولاد کو کافی ہو۔

اولاد اور رشتہ داروں کے نفقہ میں فرق ہے کیونکہ تنگ دست اگر رشتہ دار سے نفقہ کے متعلق صلح کرے تو درست نہیں کیونکہ رشتہ داروں کا نفقہ صرف مال دار پر واجب ہوتا ہے (تنگ دست پر نہیں) لہٰذا یہ صلح ایسی چیز کے متعلق ہوئی ہے' جو قریبی کا حق نہیں' اس لیے یہ جائز نہیں' لیکن اولاد کا نفقہ تو باپ پر واجب ہوتا ہے چاہے باپ تنگ دست ہی کیوں نہ ہو لہٰذا (اس صورت میں) صلح ایسی چیز کے متعلق ہوئی ہے جو اولاد کا حق ہے' اس لیے یہ درست ہے۔

تنگ دستی کی بناء پر چھوٹی اولاد کا نفقہ ساقط نہیں ہوگا

کسی آدمی کی اولاد چھوٹی ہے' اس آدمی کے پاس مال نہیں اور نہ ہی اولاد کے پاس مال ہے تو کیا باپ پر نفقہ مقرر کیا جائے گا؟ اگر باپ کمائی پر قادر ہو تو اس پر نفقہ مقرر کیا جائے گا کہ وہ کمائے اور ان پر خرچ کرے' کیونکہ چھوٹی اولاد کا نفقہ تنگ دستی کی بناء پر ساقط نہیں ہوتا۔

اگر باپ اپنی اولاد پر خرچ کرنے سے انکار کر دے تو باپ کو قید کرنا واجب ہے

اگر باپ نے کمائی کر کے' اولاد پر خرچ کرنے سے انکار کر دیا تو باپ کو اس پر مجبور کیا جائے گا اور قید کیا جائے گا لیکن باقی قرضوں میں قید نہیں کیا جائے گا' کیونکہ والدین اگرچہ اوپر تک ہوں' انہیں اولاد کے قرضوں میں قید نہیں کیا جاتا اور فرق ''ذخیرہ'' میں مذکور ہے۔

جب باپ کمائی سے عاجز ہو تو اولاد کا نفقہ بیت المال میں ہوتا ہے

اگر باپ اپاہج ہونے یا چلنے پھرنے سے معذور ہونے کی بناء پر کمائی سے عاجز ہے تو لوگوں سے بھیک مانگے اور ان پر خرچ کرے۔ خصاف نے نفقات کے بیان میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

بعض متاخرین نے کہا کہ اس صورت میں اولاد کا نفقہ بیت المال میں ہوتا ہے' کیونکہ آدمی جب اس حالت میں ہوتو اس کا اپنا نفقہ بیت المال میں ہوتا ہے' اسی طرح اس کی چھوٹی اولاد کا نفقہ بھی بیت المال میں ہوگا۔

عورت کا اولاد پر نفقہ کے لیے باپ کے نام پر قرض لینے کا حکم

خصاف رحمہ اللہ نے ''ادب القاضی'' میں اس صورت کے متعلق ذکر فرمایا ہے کہ قاضی باپ پر نفقہ مقرر کرے گا اور عورت کو حکم دے گا کہ خاوند کے نام پر قرض لے' عورت نے قاضی سے اس بات کا مطالبہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ جب خاوند مال دار ہو گیا اور نفقہ پر قادر ہو گیا تو عورت نے جتنا قرض لیا تھا' خاوند سے اس کا مطالبہ کرے گی۔ اسی طرح اگر باپ کے پاس نفقہ ہو' لیکن وہ بچے پر خرچ نہ کرے تو قاضی' باپ پر اولاد کا نفقہ مقرر کر دے گا اور عورت کو حکم دے گا کہ خاوند کے نام پر قرض لے اور بچے پر خرچ کرے اور اس کی ادائیگی کے لیے خاوند سے رجوع کرے۔

اسی طرح اگر قاضی نے باپ پر نفقہ مقرر کر دیا اور باپ اولاد کو بلا نفقہ چھوڑ کر غائب ہو گیا تو عورت قاضی کے حکم سے قرض لے گی اور اولاد پر خرچ کرے گی اور اس کی ادائیگی کے لیے خاوند سے رجوع کرے گی' کیونکہ قاضی کے حکم سے بچے پر خرچ کرنا اسی طرح ہے' جیسے باپ کے حکم سے اس پر خرچ کیا ہو۔ اسی طرح دودھ پلانے کی ذمہ داری میں بھی یہی حکم ہے کہ جب باپ تنگ دست ہو تو قاضی عورت کو قرض لینے کا حکم دے گا' جب باپ مال دار ہوا تو جتنی مقدار قرض لینے کا قاضی نے حکم دیا تھا' اس کی ادائیگی کے لیے عورت باپ کی طرف رجوع کرے گی' وجہ وہی ہے جو ہم نے بیان کر دی (کہ قاضی کے حکم سے بچے پر خرچ کرنا اسی طرح ہے جیسے باپ کے حکم سے اس پر خرچ کیا ہو)۔

باپ سے نفقہ کب ساقط ہوگا؟

اگر قاضی کے مقرر کرنے کے بعد عورت نے قرض نہ لیا' لیکن بچے لوگوں سے بھیک مانگ کر گزارا کرتے رہے تو عورت' باپ کی طرف رجوع نہیں کرے گی' کیونکہ جب انہوں نے لوگوں سے مانگا اور لوگوں نے دے دیا تو وہ مال ان کی ملک ہو گیا اور انہیں استغناء حاصل ہو گیا اور ضرورت ختم ہو گئی اور باپ سے نفقہ ساقط ہو گیا۔

جب لوگوں نے انہیں اتنا دیا جو ان کے نصف نفقہ کے لیے کافی ہے تو باپ سے نصف نفقہ ساقط ہو جائے گا اور اس کے بعد نصف نفقہ کے لیے قرض لینا درست ہو گا' اسی پر باقی کو قیاس کریں۔

یہ حکم صرف اولاد کے نفقہ میں ہی نہیں بلکہ تمام محارم کے نفقہ میں یہی حکم ہے کہ اگر وہ لوگوں سے مانگ کر گزارا کر لیں تو جس پر ان کا نفقہ مقرر کیا گیا ہے' اس آدمی کی طرف انہیں رجوع کا حق باقی نہیں رہے گا۔

رشتہ داروں' بیویوں اور بچے کے نفقہ میں فرق

مسئلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ رشتہ داروں کا نفقہ قاضی کے حکم سے قرض نہیں بنتا' بلکہ مدت گزر جانے پر وہ ساقط ہو جاتا ہے' لیکن بیوی کا نفقہ اس طرح نہیں ہے۔ اس مسئلہ کی مکمل تفصیل ''ذخیرہ'' کے نفقات کے بیان میں دیکھی جا سکتی ہے۔

''الحاوی فی الفتاویٰ'' میں یہ مسئلہ مذکور ہے اور بچے اور باقی محارم کے نفقہ میں فرق کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بچے کا نفقہ قاضی کے فیصلہ سے' باپ پر قرض ہو جاتا ہے اور باقی رشتہ داروں کا نفقہ قاضی کے فیصلہ سے قرض نہیں بنتا۔

کسی عورت نے قاضی کے حکم سے قرض لیا اور باپ مال چھوڑ کر مر گیا تو کیا وہ عورت اس کے مال سے لے گی یا نہیں؟

اگر قاضی نے اولاد کا نفقہ مقرر کرنے کے بعد عورت کو قرض لینے کا حکم دیا۔ عورت نے قرض لیا اور اسے باپ کی طرف رجوع کرنے کا حق ثابت ہو گیا اور باپ یہ نفقہ عورت کو ادا کرنے سے پہلے مر گیا تو اگر خاوند نے مال چھوڑا ہو تو کیا عورت اس کے مال سے وصول کر سکتی ہے؟ ''اصل'' میں مذکور ہے کہ عورت کو یہ حق حاصل ہے اور خصاف رحمہ اللہ نے نفقات کے بیان میں ذکر فرمایا کہ اسے یہ حق حاصل نہیں اور صحیح وہی ہے جو ''اصل'' میں مذکور ہے۔

کیونکہ عورت نے قاضی کی اجازت سے قرض لیا ہے اور قاضی کو ولایت کاملہ حاصل ہے اور یہ اسی طرح ہے' جیسے خود خاوند نے قرض لیا ہو۔ یہ حکم اس وقت ہو گا' جب قاضی کے حکم سے قرض لیا ہو لیکن اگر قاضی نے اولاد کا نفقہ مقرر کر دیا اور عورت کو قرض لینے کا حکم نہ دیا اور عورت نے قرض لے لیا' پھر خاوند عورت کو اس کی ادائیگی سے پہلے مر گیا تو بالاتفاق عورت کو یہ حق

حاصل نہیں کہ وہ اس کے مال سے وصول کرے۔

بچے کے نفقہ اور لباس کی مقدار

امام محمد رحمہ اللہ نے تنگ دست پر بچے کے نفقہ اور لباس کی مقدار ایک درہم ذکر کی ہے اور یہ مقدار لازم نہیں' بلکہ معتبر اتنی مقدار ہے' جو انہیں کافی ہو' البتہ اگر باپ مال دار ہو تو اسے حکم دیا جائے گا کہ وہ حاکم کی رائے کے موافق اولاد کے نفقہ اور لباس میں کشادگی کا مظاہرہ کرے' جس طرح کہ بیویوں کے نفقات میں یہ حکم ہے۔

بیٹوں کو کمائی کے لیے مزدوری پر لگانا' باپ کا حق ہے

اگر بیٹے کمائی کی عمر کو پہنچ جائیں اور خود بالغ نہ ہوں اور باپ چاہتا ہو کہ انہیں کسی کام پر لگا دے تا کہ وہ کمائیں اور اس کمائی سے ان پر خرچ کیا جائے تو باپ کو یہ حق حاصل ہے۔

اسی طرح اگر باپ چاہتا ہو تو انہیں کسی کام یا خدمت میں مزدوری پر لگا دے تو باپ کو یہ حق حاصل ہے۔

بیٹیوں کو مزدوری پر لگانے کا باپ کو حق نہیں

اگر بیٹیاں ہوں تو باپ کسی کام یا خدمت کے لیے انہیں مزدوری پر نہیں لگا سکتا کیونکہ مزدوری پر لے جانے والا' ان کے ساتھ تنہا رہے گا اور یہ شریعت میں ممنوع ہے۔

باپ بیٹے کے مال سے اس پر خرچ کر سکتا ہے اور باقی مال کو اس کے لیے محفوظ رکھنا ضروری ہے

باپ نے اگر بیٹوں کو کسی کام میں لگا دیا اور انہوں نے کمائی کی' باپ ان کی کمائی لیتا رہا اور ان پر خرچ کرتا رہا تو جو بچے گا وہ ان کی باقی املاک کی طرح بالغ ہونے تک ان کے لیے محفوظ رکھے گا۔

اگر باپ فضول خرچ ہو اور امین نہ ہو تو قاضی وہ کمائی باپ سے لے کر کسی امین آدمی کے سپرد کر دے گا اور یہ حکم اسی مال کے ساتھ خاص نہیں' بلکہ بچوں کے تمام اموال میں یہی حکم ہے۔

مشترکہ لونڈی کا نفقہ کس پر لازم ہے؟

جب مشترکہ لونڈی کے بچہ پیدا ہوا اور دونوں مولیٰ نے نسب کا دعویٰ کر دیا تو دونوں پر

بچے کا نفقہ لازم ہوگا اور بچہ جب بڑا ہوا' تو دونوں میں سے ہر ایک کا نفقہ بچے پر لازم ہو گا۔ واللہ اعلم

یہ تمام بحث ''ذخیرہ'' کے نفقات کی ''فصل نفقات ذوی الارحام'' کی نوع اوّل میں ہے۔

بچوں کے نفقہ پر ماں کے قبضہ کے اقرار کرنے کا حکم

قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں مذکور ہے کہ کسی عورت کو اس کے خاوند نے طلاق دی اور عورت کی چھوٹی اولاد ہے۔ عورت نے اقرار کیا کہ اس نے اولاد کے پانچ ماہ کے نفقہ پر قبضہ کرلیا ہے' پھر اس کے بعد کہا کہ میں نے بیس درہم پر قبضہ کیا ہے حالانکہ اتنی مدت میں اولاد کا مثلی نفقہ سو درہم ہے۔ تو ''المنتقی'' میں مذکور ہے کہ عورت کا یہ اقرار مثلی نفقہ[1] پر محمول کیا جائے گا اور اس بات کی تصدیق نہیں کی جائے گی کہ اس نے فقط بیس درہم پر قبضہ کیا ہے۔

ماں نے جب نفقہ کے ضائع ہونے کا دعویٰ کیا تو وہ مثلی نفقہ کے لیے باپ کی طرف رجوع کرے گی

عورت نے اگر نفقہ پر قبضہ کے اقرار کے بعد کہا کہ نفقہ ضائع ہو گیا ہے تو وہ مثلی نفقہ کے لیے بچے کے باپ کی طرف رجوع کرے گی۔

التزامات باطلہ

کسی عورت نے اپنے خاوند سے اس شرط پر خلع کا مطالبہ کیا کہ وہ اسے اپنے نفقہ سے اور اپنے بچہ کے نفقہ سے خواہ بچہ شیر خوار ہو یا شیر خوار نہ ہو اور اس بچہ کے نفقہ سے بَری کر دے گی جو اس کے پیٹ میں ہے' تو عورت پر وہ مہر لوٹانا لازم ہوگا جو اس نے لیا تھا اور عورت پر بچے کا نفقہ لازم نہیں ہوگا اور جب تک وہ عدت میں رہے گی' اسے نفقہ نہیں ملے گا۔

جب ماں نے دعویٰ کیا کہ خاوند بچے پر خرچ نہیں کرتا' تو قاضی خاوند سے حلف لے گا

کسی عورت نے خاوند پر دعویٰ کر دیا کہ اس نے اپنے چھوٹے بچے کا نفقہ ادا نہیں کیا اگر قاضی نے خاوند پر بچے کا نفقہ مقرر کیا ہو یا خاوند نے خود اپنے اوپر نفقہ مقرر کیا ہو اور عورت نے

---

[1] مثلی نفقہ سے مراد اُتنا نفقہ ہے جو اس جیسی اولاد کو اس زمانے میں دیا جاتا ہو۔

مدت گزرنے کے بعد دعویٰ کر دیا اور خاوند نے انکار کر دیا تو خاوند سے حلف لیا جائے گا ورنہ نہیں لیا جائے گا۔

خوش حال دادا کا بچے پر خرچ کرنے میں تنگ دست باپ کے قائم مقام ہونا

کسی بچے کا باپ تنگ دست اور دادا خوش حال ہو اور بچے کا مال غائب ہے تو دادا کو بچے پر خرچ کرنے کا حکم دیا جائے گا اور یہ خرچ باپ پر دادا کا قرض ہوگا۔ پھر باپ اس قرض کے لیے بچے کے مال کی طرف رجوع کرے گا۔ اگر بچے کا مال نہ ہو تو یہ خرچ باپ پر قرض ہوگا اور اگر باپ اپاہج ہو اور بچے کے پاس مال نہ ہو تو دادے کو خرچ کا حکم دیا جائے گا اور دادا اس خرچ کے لیے کسی کی طرف رجوع نہیں کرے گا۔

باپ کے تنگ دست ہونے کی صورت میں مال دار ماں اور نانی پر خرچ واجب ہوگا

اگر بچے کی ماں یا نانی مال دار ہوں اور باپ تنگ دست ہو تو انہیں بچے پر خرچ کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر باپ اپاہج نہ ہوا تو یہ خرچ باپ پر قرض ہوگا۔ اگر باپ اپاہج ہوا' تو اس پر کوئی چیز لازم نہ ہوگی۔ یہ سب امام فخر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں ہے۔

عقیدے کی مخالفت باپ پر بیٹے کے نفقہ اور خاوند پر بیوی کے نفقہ کے وجوب سے مانع نہیں

''قدوری شریف'' میں ہے کہ بچے کا نفقہ' اس کے باپ پر واجب ہے اگر چہ وہ دین میں اس کے مخالف ہو' جس طرح بیوی کا نفقہ خاوند پر واجب ہوتا ہے اگر چہ بیوی دین میں خاوند کے مخالف ہو۔

فقیر کو کس کے نفقہ پر مجبور کیا جاتا ہے؟

''فتاویٰ قاضی خاں'' میں ہے کہ فقیر کو چار افراد کے علاوہ کسی کے نفقہ پر مجبور نہیں کیا جائے گا: (۱) چھوٹا بیٹا (۲) بیٹیاں باکرہ ہوں خواہ ثیبہ (۳) بیوی (۴) غلام۔

(الفتاوی الخانیہ ج ۱ ص ۳۸۰)

اور ''ذخیرہ'' میں ہے کہ جب فقیر کی اولاد چھوٹی ہو اور دادا مالدار ہو تو دادا پر نفقہ مقرر نہیں کیا جائے گا' کیونکہ باپ کی موجودگی میں دادا پر نفقہ واجب نہیں ہوتا لیکن پوتے کو بچانے کے لیے دادا کو خرچ کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر بچوں کے باپ نے اس کا حکم دیا ہو گا تو یہ خرچ باپ پر دادا کا قرض ہو گا۔ ''قدوری'' میں اسی طرح مذکور ہے' لہٰذا باپ کی تنگ دستی کی حالت میں دادا پر نفقہ مقرر نہیں کیا جائے گا اور صحیح مذہب یہ ہے کہ فقیر باپ' دادا پر نفقہ کے استحقاق کے حق میں میت کے ساتھ ملحق ہے۔

اور ''قدوری'' میں جو مذکور ہے' وہ حسن بن صالح رحمہ اللہ کا قول ہے۔ خصاف رحمہ اللہ کی ''شرح ادب القاضی'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

اگر باپ اپاہج ہو تو چھوٹی اولاد کا نفقہ دادا پر مقرر کیا جائے گا اور دادا بالاتفاق کسی کی طرف رجوع نہیں کرے گا' کیونکہ اس حالت میں تو باپ کا نفقہ بھی دادے پر ہوتا ہے' لہٰذا اولاد کا نفقہ بھی دادے پر ہو گا۔

جسے باپ کے نفقہ پر مجبور کیا جاتا ہے' اسے بچے کے نفقہ پر بھی مجبور کیا جائے گا

امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جس بچے کا والد محتاج اور اپاہج ہو تو اس کا نفقہ باپ کی جانب سے رشتہ داروں پر مقرر کیا جائے گا' ماں کی جانب سے رشتہ داروں پر نہیں اور جسے باپ کے نفقہ پر مجبور کیا جاتا ہے' اسے بچے کے نفقہ پر بھی مجبور کیا جائے گا۔

جب باپ کے رشتہ دار نہ ہوں تو ماں کے رشتہ دار بچے پر خرچ کریں گے اور یہ باپ پر قرض ہو گا

اگر باپ کی جانب سے بچے کے رشتہ دار نہ ہوں تو باپ پر نفقہ مقرر کیا جائے گا اور ماں کے رشتہ داروں کو خرچ کرنے کا حکم دیا جائے گا اور یہ باپ پر قرض ہو گا' کیونکہ ماں کے رشتہ داروں پر نفقہ واجب کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ بچے کے نفقہ میں باپ کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں ہوتا اور جب باپ کے رشتہ دار نہیں تو یہاں ماں کے رشتہ داروں پر نفقہ مقرر کرنے کے علاوہ اور کوئی وجہ باقی نہیں رہی اور یہ باپ پر قرض ہو گا تاکہ بچے کے نفقہ میں

باپ کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔ باپ کے رشتہ داروں میں جن پر باپ کا نفقہ لازم ہوتا ہے' ان پر بچے کا نفقہ لازم کرنا بھی جائز ہے۔

کیونکہ بچے کا نفقہ باپ کے نفقہ کے قائم مقام ہوتا ہے۔ یہ جواب تب درست ہے' جب ماں کے رشتہ داروں میں کوئی بچے کا محرم نہ ہو اور نہ ہی وراثت کا اہل ہو' کیونکہ بچے کے رشتہ داروں کے غیر میں نفقہ کے واجب ہونے کے لیے محرم ہونا اور وراثت کا اہل ہونا شرط ہے اور اگر ماں کے رشتہ داروں میں کوئی بچے کا محرم اور وراثت کا اہل ہوا تو اس پر نفقہ واجب ہوگا اور تنگ دست باپ کو میت کے حکم میں کر دیا جائے گا۔

ذوی الارحام[1] پر نفقہ کا وجوب

ذی رحم محرم رشتہ داروں کے نفقہ میں دلیل' اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وعلی الوارث مثل ذلک. اور جو باپ کے قائم مقام ہے' اس پر بھی ایسا ہی واجب ہے۔ (البقرہ:۲۳۳)

وارث سے مراد ذی رحم محرم ہے اور یہی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور وہ اسی طرح پڑھتے تھے اور اسی پر ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کا عمل ہے' لہٰذا چچا کے بیٹے پر نفقہ واجب نہیں ہوگا اگرچہ وہ وارث ہو کیونکہ وہ بچے کا محرم نہیں ہے۔

اور اس آیہ مبارکہ میں مذکور وارث سے مراد وارث کا اہل ہونا ہے' حقیقی وارث ہونا مراد نہیں' لہٰذا اگر ماموں اور چچا کا بیٹا ہو تو ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کے نزدیک نفقہ ماموں پر ہوگا' چچا کے بیٹے پر نہیں ہوگا' اگرچہ میراث چچا کے بیٹے کو ملے گی' کیونکہ ماموں ذی رحم محرم ہے اور وراثت کا اہل ہے اور چچا کا بیٹا اگرچہ وارث ہے لیکن بچے کا محرم نہیں ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ نفقہ صرف ذی رحم محرم پر واجب ہوتا ہے جب کہ وہ وراثت کا اہل ہو' چاہے اس حالت میں وارث ہو یا نہ ہو۔

---

[1] ذوی الارحام لغت میں تو مطلقاً رشتہ داروں کو کہتے ہیں اور اصطلاحاً ان رشتہ داروں کو کہا جاتا ہے' جن کا وراثت میں مقررہ حصہ نہ ہو اور نہ ہی وہ عصبہ ہوں' عصبہ کی وضاحت حاشیہ میں گزر چکی ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

بہنوں کے درمیان پانچ حصوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ تین پانچویں حصے حقیقی بہن کو ایک پانچواں حصہ باپ کی جانب سے بہن کو اور ایک پانچواں حصہ ماں کی جانب سے بہن کو ملے گا فرض اور ردّ کے طور پر (ردّ کا مطلب یہ ہے کہ اصحابِ فرائض کے حصوں میں سے ترکہ میں جو مقدار فاضل ہو تو یہ فاضل مقدار زوجین کے علاوہ اصحابِ فرائض پر ان کے حقوق کے مطابق ردّ کی جاتی ہے) لہٰذا ان پر نفقہ بھی اسی حساب سے ہوگا اور بچے کا نفقہ صرف حقیقی بہن پر ہوگا' کیونکہ تنگ دست والد معدوم کی طرح ہے اور والد کے نہ ہونے کی صورت میں ہمارے نزدیک بچے کی میراث صرف حقیقی پھوپھی کو ملے گی' لہٰذا نفقہ بھی اسی پر ہوگا۔ (المبسوط ج ۵ ص ۲۲۱)

والدین اور مولودین کے علاوہ ذوی الارحام پر نفقہ واجب کرنے میں اصل یہی ہے کہ جب مال دار اور تنگ دست رشتہ دار جمع ہوں تو تنگ دست کی طرف دیکھا جائے گا' اگر تنگ دست ایسا ہے کہ وہ مکمل میراث حاصل کر لیتا ہے اور مال داروں میں سے کوئی اس کے ساتھ وارث نہیں بنتا' جس طرح بیٹے کے ساتھ بھائی اور بہنیں ہیں (کہ وہ بیٹے کے ہوتے ہوئے وارث نہیں ہوتے) تو پھر اس تنگ دست کو میت کی طرح قرار دیا جائے گا' پھر مال داروں کی طرف دیکھا جائے گا اور ان کی میراث کے مطابق' ان پر نفقہ واجب کیا جائے گا۔

اگر یہ تنگ دست مکمل میراث حاصل نہیں کرتا جس طرح بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ بیٹی ہو تو اسے میت کی طرح قرار نہیں دیا جائے گا بلکہ اسے زندہ اعتبار کیا جائے گا اور میراث کو ان کے درمیان' ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ پھر مکمل نفقہ مال داروں پر ہی واجب ہوگا' لیکن ان حصوں کے مطابق تقسیم ہوگا' جو حصے انہیں میراث سے ملیں گے۔ اس اصل کا بیان ''ذخیرہ'' کے نفقات کی فصل ثالث کے آخر میں دیکھا جا سکتا ہے۔

جب ماں اور بھائی اکٹھے ہو جائیں تو ان پر نفقہ میراث کے اعتبار سے واجب ہوگا

قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں ہے کہ جس بچے کی ماں مال دار ہو اور اس کے دو مال دار بھائی ہوں' ایک حقیقی بھائی اور دوسرا فقط باپ کی جانب سے بھائی ہو تو نفقہ ماں اور حقیقی بھائی پر چھ حصے کر کے تقسیم ہوگا۔ میراث کے اعتبار سے ایک چھٹا حصہ ماں پر اور پانچ

چھٹے حصے حقیقی بھائی پر واجب ہوں گے۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ا ص ۳۸۰)

دادا' ماں اور بھائی کے ہوتے ہوئے' بچے کا نفقہ دادا پر واجب ہے

جس بچے کی ماں' حقیقی بھائی اور دادا مال دار ہوں تو سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بچے کا نفقہ دادا پر ہوگا اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے۔

ماں اور دادا پر تین حصے کر کے نفقہ تقسیم کیا جائے گا

جس بچے کا باپ فوت ہو گیا اور اس کی ماں اور دادا ہیں تو دونوں پر نفقہ تین حصے کر کے تقسیم کیا جائے گا۔ایک تہائی ماں پر اور دو تہائی دادا پر واجب ہوگا اور یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے' جہاں دادا باپ کی طرح نہیں' کیونکہ اگر باپ زندہ ہوتا تو کل نفقہ اسی پر لازم ہوتا۔جن مسائل میں دادا' باپ کی طرح نہیں ہے' وہ متفرق مسائل میں مذکور ہیں۔

ماموں اور چچا کے بیٹے کی موجودگی میں نفقہ ماموں پر واجب ہوگا

جس بچے کا ماموں اور چچا کا بیٹا مال دار ہوں تو نفقہ ماموں پر ہوگا کیونکہ وہ محرم ہے اور محارم کا نفقہ' ذی رحم محرم پر واجب ہوتا ہے' ہر وارث پر نہیں۔

بیٹے اور بیٹی کی موجودگی میں تنگ دست باپ کا نفقہ دونوں پر نصف نصف لازم ہوگا

میں نے خصاف کی ''شرح نفقات'' میں دیکھا ہے کہ جب تنگ دست آدمی کا بیٹا اور بیٹی ہوں تو دونوں پر نصف نصف نفقہ لازم ہوگا' کیونکہ باپ اور اولاد کے نفقہ میں اصل قرابت کا اعتبار ہوتا ہے' وراثت کا اعتبار نہیں ہوتا اور یہ دونوں اصل قرابت میں برابر ہیں۔

بچے کو باپ کے خادم کے نفقہ پر مجبور کیا جائے گا

بچے کا نفقہ دادا پر واجب ہوتا ہے اور بچے کی ماں کا نفقہ دادا پر واجب نہیں ہوتا' کیونکہ جب ذی رحم محرم کا نفقہ واجب ہو تو خرچ کرنے والے کو اس کے خادم کے نفقہ پر مجبور نہیں کیا جاتا سوائے والد کے' کیونکہ بیٹے کو والد کے خادم کے نفقہ پر مجبور کیا جاتا ہے۔

بھائی کو بھائیوں کے نفقہ پر مجبور کیا جائے گا

جب باپ تنگ دست ہو اور اس کی چھوٹی اولا د محتاج ہو اور بڑا بیٹا مال دار ہو تو بڑے بیٹے

کو اس کے والد اور والد کی چھوٹی اولاد کے نفقہ پر مجبور کیا جائے گا۔

بیٹے کو باپ کی زوجہ کے نفقہ پر صرف اسی وقت مجبور کیا جائے گا' جب باپ کو خدمت کی ضرورت ہوئی

بیٹے کو باپ کی زوجہ یا اس کی ام ولد کے نفقہ پر مجبور نہیں کیا جائے گا لیکن اگر باپ کو کوئی بیماری ہو اور وہ خادم کا محتاج ہو تو خادم کا نفقہ بیٹے پر واجب ہو گا۔

یہاں خادم کے نفقہ کے لیے یہ شرط قرار دیا گیا ہے کہ باپ' خدمت کا محتاج ہو اور بعض مقامات میں یہ شرط نہیں۔

بیٹوں پر تنگ دستی اور خوش حالی کی مقدار کے مطابق نفقہ کی تقسیم

اگر کسی آدمی کے دو بیٹے ہوں' ایک زیادہ مال دار ہو اور دوسرا متوسط الحال ہو تو نفقہ دونوں پر لازم ہو گا' زیادہ مال دار پر زیادہ اور متوسط پر کم اور ''مبسوط'' میں مذکور ہے کہ دونوں پر برابر برابر نفقہ لازم ہو گا۔

تنگ دست باپ کا نفقہ بچے کے مال میں واجب ہو گا

جو بچہ اپنی ماں کے مال کا وارث ہوا اور اس کا باپ تنگ دست اور محتاج ہے تو باپ کا نفقہ چھوٹے بچے پر ہو گا۔

تنگ دست بھائیوں کا نفقہ' چھوٹے بچے کے مال میں واجب ہو گا

اسی طرح جب باپ کی دوسری بیوی سے اولاد ہو تو اس اولاد کا نفقہ' اس بچے کے مال میں ہو گا جو اپنی ماں کا وارث ہے' کیونکہ باپ جب تنگ دست ہو تو مردوں کے ساتھ لاحق ہوتا ہے اور جب باپ میت ہو تو اولاد کا نفقہ ان کے بھائیوں پر ہوتا ہے' لہٰذا یہاں بھی اسی طرح ہو گا (کہ بچے کے بھائیوں کا نفقہ اس بچے کے مال میں ہو گا)۔

اولاد کی اولاد اور بھائی موجود ہوں تو نفقہ اولاد کی اولاد پر لازم ہو گا

اگر کسی آدمی کی پوتی اور نواسہ ہوں اور دونوں مال دار ہوں اور اس کا بھائی بھی مال دار ہو تو نفقہ اولاد کی اولاد (پوتی اور نواسے) پر لازم ہو گا کیونکہ نفقہ کے باب میں الاقرب فالاقرب کا اعتبار ہوتا ہے (کہ جو زیادہ قریبی ہو' پہلے اس کا اعتبار ہو گا پھر اس سے کم قریبی کا اعتبار ہو گا)

اور اولاد میں وارث کا اعتبار نہیں ہوتا۔

یہ تمام مسائل ''شرح نفقات الخصاف'' میں ہیں۔

وصی کے بچے کے مال سے تنگ دست ذوی الارحام پرخرچ کرنے کا حکم

میں نے خصاف رحمہ اللہ کی کتاب میں دیکھا کہ جب بچے کے پاس مال ہو اور اس کے تنگ دست ذوی الارحام ہوں تو وصی پر انہیں قاضی کے حکم کے بغیر نفقہ دینا واجب نہیں، اگر قاضی کے حکم کے بغیر دیا تو ضامن ہوگا۔

ابن شجاع رحمہ اللہ کے ''نوادر'' میں ہے کہ اگر یہ تنگ دست ہی وصی ہو تو اسے قاضی کے اذن کے بغیر نفقہ دیا جائے گا۔

کیا دین میں اختلاف نفقہ کے وجوب سے مانع ہے یا نہیں؟

''نوادر ابن شجاع'' میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر دونوں کے درمیان ولاد کا تعلق ہے (مثلاً وہ باپ بیٹا ہوں) تو دین میں اختلاف، نفقہ کے وجوب سے مانع نہیں اور جن کے درمیان ولاد کے بغیر رشتہ داری ہو تو دین میں اختلاف، نفقہ کے وجوب سے مانع ہے۔

باپ کی تنگ دستی کے وقت مفقوذ کے بچے کا نفقہ دادا پر واجب ہے

اس آدمی کے بارے میں استفتاء پیش ہوا جو غائب ہے اور اس کا چھوٹا بچہ ہے اور بیوی تنگ دست ہے۔ آدمی کا باپ مال دار ہو تو کیا بچے کا نفقہ، بچے کے دادا پر واجب ہوگا؟ میں نے خصاف رحمہ اللہ کی کتاب میں دیکھا کہ جب بچے کا باپ مفقود ہو اور اس کا کوئی مال نہ ہو تو باپ کے مردہ ہونے کی صورت میں، بچے کے نفقہ کا جو حکم تھا، وہی حکم اب ہوگا (یعنی دادا پر نفقہ لازم ہوگا)۔

ہر ذی رحم محرم رشتہ دار کے نفقہ کے وجوب کے لیے چھوٹوں اور بڑوں میں فقر اور اپاہج ہونا شرط ہے

امام لامشی کے ''واقعات'' میں ہے کہ مرد اور عورت کو ہر ذی رحم محرم رشتہ دار کے نفقہ پر مجبور کیا جائے گا، مثلاً بھائی، چچا، پھوپھیاں، ماموں، خالائیں وغیرہ اور نفقہ کے وجوب کے لیے چھوٹوں میں شرط ہے کہ وہ فقیر ہوں (خواہ مذکر ہو یا مؤنث) اور بڑی عورتوں میں بھی فقیر ہونا

شرط ہے اور بڑے مردوں میں یہ شرط ہے کہ وہ فقیر ہوں' اپاہج ہوں اور پیشہ نہ جانتے ہوں۔

باپ' بیٹا اور بھائی کب نفقہ کے مستحق ہوں گے؟

شیخ الاسلام خواہر زادہ رحمہ اللہ کے مفقود کے مسائل میں ہے کہ باپ محض محتاج ہونے سے نفقہ کا مستحق ہوگا اور بالغ بیٹا دو چیزوں کے ساتھ نفقہ کا مستحق ہوگا (۱) اپاہج ہونا (۲) حاجت۔ بعض نے اس کے ساتھ یہ بھی شرط ذکر کی کہ وہ پیشہ نہ جانتا ہو' لیکن پہلا قول قیاس کے زیادہ مطابق ہے۔

اور بھائی تین چیزوں کے ساتھ نفقہ کا مستحق ہوتا ہے:

(۱) اپاہج ہونا (۲) پیشہ نہ جاننا (۳) محتاج ہونا۔

یہ حکم بڑے بھائی میں ہے اور چھوٹے بھائی میں نفقہ واجب ہونے کے لیے صرف فقیر ہونا شرط ہے۔ میں نے ''اصولِ فقہ'' میں دیکھا کہ اپاہج ہونا چھ صورتوں میں ہوتا ہے:

(۱) نابینا ہو (۲) دونوں ہاتھ نہ ہوں (۳) دونوں پاؤں نہ ہوں (۴) ایک جانب سے ہاتھ اور پاؤں نہ ہوں (۵) گونگا ہو (۶) مفلوج ہو۔

تنگ دست کو بیوی اور چھوٹے بچے کے علاوہ کسی کے نفقہ پر مجبور نہیں کیا جائے گا

تنگ دست کو بیوی اور چھوٹے بچے کے علاوہ کسی کے نفقہ پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

تنگ دست کی تعریف

تنگ دست وہ ہے' جس کے لیے صدقہ حلال ہو۔ امام لامشی رحمہ اللہ کے ''واقعات'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

مال دار کی تعریف

اگر کوئی آدمی پیشہ جانتا ہے اور کام کرتا ہے' لیکن اس کے پاس مال جمع نہیں تو اسے والدین کے نفقہ پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ اس فصل میں مکمل کلام ''ادب القاضی'' میں ہے۔

''الجامع الصغیر' کتاب الزکوٰۃ'' کے پہلے باب میں ہے کہ صدقہ سے محروم ہونے اور صدقۂ فطر و قربانی کے واجب ہونے اور رشتہ داروں کے نفقہ کے واجب ہونے کا نصاب ایک

ہی ہے کہ دوسو درہم کی مقدار کا مالک ہو اگر چہ وہ مال نامی نہ ہو (دوسو درہم ساڑھے باون تولے ۶۱۲.۳۶ گرام کے برابر ہے)۔

جب دونوں قریبی رشتہ دار درجہ میں برابر ہوں تو وارث پر اقرب کے بہ منزلہ نفقہ ہوگا

''الجامع الصغیر'' میں ہے کہ جب بچے کا ماموں اور چچا دونوں مال دار ہوں تو نفقہ چچا پر لازم ہوگا کیونکہ وہ حکم کی حیثیت سے اقرب ہے اور درجہ میں برابری کے وقت وارث کو بہ منزلہ اقرب قرار دیا جاتا ہے۔

چچا کے بیٹے اور پھوپھی اور خالہ کی موجودگی میں نفقہ کی تقسیم کی کیفیت

اگر پھوپھی اور خالہ اور چچا کا بیٹا ہوں تو خالہ پر ایک تہائی اور پھوپھی پر دو تہائی نفقہ لازم ہوگا اور چچا کے بیٹے پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی' کیونکہ وہ وجوب کا اہل نہیں' لہٰذا وہ میت کی طرح ہوگا۔

ماموں اور چچا کے بیٹے کی موجودگی میں نفقہ ماموں پر واجب ہوگا

''مجموع النوازل'' میں مذکور ہے کہ ماموں مال دار اور چچا کا بیٹا تنگ دست ہو تو میراث چچا کے بیٹے کو ملے گی اور نفقہ ماموں پر لازم ہوگا۔

بیٹی کی اولاد اور بھائی کی موجودگی میں نفقہ بیٹی کی اولاد پر واجب ہوگا

''الفتاویٰ الصغریٰ'' میں مذکور ہے کہ جس کا بھائی اور نواسہ یا نواسی ہوں تو نفقہ بیٹی کی اولاد پر ہے کیونکہ وہ اس کی اولاد میں سے ہیں۔

بیٹی اور پوتے کی موجودگی میں نفقہ بیٹی پر واجب ہے

جب بیٹیوں کی اولاد اور حقیقی بھائی مال دار ہوں تو تنگ دست باپ کا نفقہ' بیٹیوں کی اولاد پر لازم ہوگا اور اس میں مرد اور عورت برابر ہوں گے۔ اولاد میں وراثت کا کوئی اعتبار نہیں' محض قرب کا اعتبار ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر بیٹی اور پوتا ہوا تو نفقہ بیٹی پر لازم ہوگا۔

چچا اور پھوپھی پر نفقہ کی تقسیم کی کیفیت

چچا اور پھوپھی پر نفقہ تین حصے کر کے تقسیم کیا جائے گا اگر چہ ساری وراثت چچا کو ملے گی۔

نفقہ کے وجوب کے لیے اپاہج ہونا شرط ہے

والد اور دادا خواہ اوپر تک ہوں' ان کے علاوہ کسی بھی مرد کے نفقہ پر صرف اسی وقت مجبور کیا جاتا ہے' جب وہ اپاہج ہو۔ (المبسوط ج ۵ ص ۲۲۲)

اور بالغ ذوی الارحام کا نفقہ صرف اسی وقت مقرر کیا جائے گا جب وہ اپاہج ہوں اور والدین اگر تنگ دست ہوں تو ان کا نفقہ مقرر کر دیا جاتا ہے' چاہے وہ صحیح ہی کیوں نہ ہوں۔

باپ کے نفقہ طلب کرنے پر بیٹے کے دعویٰ فقر کا حکم

باپ نے جب بیٹے سے نفقہ طلب کیا اور بیٹے نے کہا کہ میں بھی فقیر ہوں' تو قاضی بیٹے کو اس وقت تک نفقہ پر مجبور نہیں کرے گا' جب تک یہ نہ جان لے کہ وہ اس کی طاقت رکھتا ہے۔ اگر باپ نے کہا کہ بیٹا اتنا کماتا ہے کہ مجھ پر اس سے خرچ کر سکتا ہے تو قاضی بیٹے کی کمائی کو دیکھے گا اگر کمائی اس کی اپنی خوراک سے زائد ہوئی تو بیٹے کو اس زائد کمائی سے باپ پر خرچ کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ اگر کمائی زائد نہ ہوئی تو اس پر حکماً (قاضی کے فیصلہ میں) کوئی چیز لازم نہیں' لیکن دیانۃً اسے خرچ کرنے کا حکم دیا جائے گا تاکہ اس کا باپ ضائع نہ ہو جائے۔ بعض علماء نے کہا کہ اسے حکم دیا جائے گا کہ باپ کو اپنے اہل وعیال کا ایک فرد شمار کرے اور اس پر اپنی کمائی سے خرچ کرے۔ یہ تمام بحث ''الفتاویٰ الصغریٰ'' میں ہے۔

قاضی مفقود کے مال سے' نفقہ کے مستحق پر خرچ کر سکتا ہے

شیخ الاسلام ابوبکر رحمہ اللہ نے ''شرح کتاب المفقود'' میں ذکر فرمایا کہ قاضی مفقود کے مال سے اس آدمی پر خرچ کر سکتا ہے' جو مفقود کی موجودگی میں قاضی کے فیصلہ کے بغیر نفقہ کا مستحق تھا' جس طرح والدین' بیوی' چھوٹی اولاد' بڑی مؤنث اولاد' بڑی مذکر اپاہج اولاد اور اس پر خرچ نہیں کرے گا جو مفقود کی موجودگی میں قاضی کے فیصلہ کے بغیر نفقہ کا مستحق نہیں ہوتا' مثلاً بھائی' بہن وغیرہ۔

مفقود[1] کے مال کی بیع کا حکم

قاضی کے لیے مناسب نہیں کہ مفقود کی غیر منقولہ جائیداد کو فروخت کرے اور نہ ہی ایسا

---

[1] مفقود اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے اہل یا شہر سے غائب ہو گیا یا اسے حربی کافروں نے گرفتار کر لیا اور یہ معلوم نہیں کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا اور نہ ہی اس کا ٹھکانہ معلوم ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

مال فروخت کر سکتا ہے' جو جلدی خراب نہ ہوتا ہو' نہ نفقہ کے لیے فروخت کر سکتا ہے نہ کسی اور ضرورت کے لیے' لیکن اگر وہ ایسی چیز ہو' جس کے جلد بگڑنے کا اندیشہ ہو تو اسے فروخت کر کے' جائیداد کے نفقہ میں صرف کرے گا۔ اگر رشتہ دار خود نفقہ میں اپنی ضروریات کے لیے اس کا مال فروخت کرنا چاہیں تو اس پر اتفاق ہے کہ اگر اس کا مال غیر منقولہ جائیداد ہو تو نفقہ کی ضرورت کے لیے فروخت کرنے کا حق نہیں' چاہے قریبی باپ ہو یا کوئی اور ہو۔ اگر اس کا مال منقول ہو' جو نفقہ کی جنس سے نہ ہو' مثلاً خادم وغیرہ تو اس پر اتفاق ہے کہ باپ' دادا کے علاوہ کسی رشتہ دار کے لیے' نفقہ میں فروخت کرنے کا حق نہیں اور باپ کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ باپ کو اپنے بڑے بیٹے کی غیر موجودگی میں نفقہ کی حاجت کے لیے' اس کی منقولات فروخت کرنے کا حق ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے لیے فروخت کرنا جائز نہیں۔

باپ کے لیے اپنے بڑے بیٹے کا مال فروخت کرنا جائز نہیں

اس پر اجماع ہے کہ بیٹے کی موجودگی میں اس کا مال منقول فروخت کرنے کی باپ کو ولایت حاصل نہیں اور ماں اس معاملہ میں دوسرے رشتہ داروں کی طرح ہے۔

باپ اپنے چھوٹے بیٹے کا مال اپنے نفقہ کے لیے فروخت کر سکتا ہے

اس پر اجماع ہے کہ باپ کے لیے اپنے چھوٹے بیٹے کی منقولہ وغیر منقولہ جائیداد اپنے نفقہ کے لیے فروخت کرنا جائز ہے۔

بڑے بیٹے کی عدم موجودگی میں اس کا مال فروخت کرنے کا حکم

''ہدایہ'' میں مذکور ہے کہ جب غائب بیٹے کا مال ہو' جس میں اس کے والدین کے خرچ کا فیصلہ کیا گیا ہو' اگر باپ نے اس کا سامان اپنے نفقہ کے لیے فروخت کر دیا تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک استحساناً جائز ہے۔ اگر غیر منقولہ جائیداد فروخت کی تو یہ جائز نہیں اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک سب ناجائز ہے' کیونکہ بلوغت کی وجہ سے ولایت منقطع ہونے کی بناء پر باپ کو ولایت حاصل نہیں' اسی لیے بیٹے کی موجودگی میں بھی باپ مالک نہیں ہوتا اور نفقہ کے سوا قرض میں سے فروخت کرنے کا مالک نہیں ہوتا' اسی طرح ماں نفقہ میں (فروخت کرنے کی) مالک نہیں ہوتی۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ

باپ کو غائب بیٹے کے مال میں حفاظت کی ولایت حاصل ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ وصی کو بھی یہ ولایت حاصل ہے اور باپ تو کمالِ شفقت کی بناء پر اس کا زیادہ حق دار ہے اور منقول مال کی بیع' حفظ کے باب سے ہے اور غیر منقول جائیداد کی بیع اس طرح نہیں' کیونکہ وہ تو خود بخود محفوظ ہے' لیکن باپ کے علاوہ باقی رشتہ داروں کو یہ حکم نہیں کیونکہ انہیں بچپن کی حالت میں تصرفات کرنے کی بالکل ولایت حاصل نہیں اور نہ ہی بڑا ہونے کے بعد حفاظت کی ولایت حاصل ہے۔

جب باپ کے لیے فروخت کرنا جائز ہے اور اس کے ثمن (قیمت) باپ کے حق یعنی نفقہ کی جنس سے ہیں تو باپ کو ثمن (قیمت) وصول کرنے کا اختیار ہے جس طرح باپ نے چھوٹے بیٹے کی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ فروخت کی تو جائز ہے کیونکہ باپ کو کامل ولایت حاصل ہے۔ پھر باپ کو یہ حق حاصل ہے کہ ثمن سے اپنا نفقہ لے لے کیونکہ یہ ثمن اس کے حق کی جنس ہیں۔

والدین کے پاس غائب بیٹے کا جو مال موجود ہو' اسے خرچ کرنا جائز ہے اور وہ ضامن نہیں ہوں گے

اگر غائب بیٹے کا مال والدین کے پاس ہو اور انہوں نے اس سے خرچ کیا تو والدین پر ضمان نہیں کیونکہ انہوں نے اپنا حق لیا ہے۔

اجنبی نے غائب کا مال اس کے والد پر قاضی کے حکم کے بغیر خرچ کیا تو ضمان واجب ہوگی

اگر غائب بیٹے کا مال کسی اجنبی کے ہاتھ میں ہو اور اس نے قاضی کی اجازت کے بغیر غائب کے والدین پر خرچ کر دیا تو ضمان لازم ہوگی لیکن اگر قاضی کی اجازت سے خرچ کیا ہو تو ضمان لازم نہیں ہوگی کیونکہ قاضی کو عام ولایت حاصل ہونے کی وجہ سے قاضی کا حکم اس پر لازم ہے اور پہلی صورت میں جب وہ ضمان ادا کرے گا تو قابض (یعنی والدین) کی طرف رجوع نہیں کرے گا کیونکہ ضمان ادا کر کے وہ اجنبی مال کا مالک ہو گیا لہٰذا ظاہر ہو گیا کہ اس نے وہ مال (اس کے والدین پر) احساناً خرچ کیا ہے۔ یہ تمام بحث ''ہدایہ'' میں ہے۔

قاضی کا غائب کے مال سے خرچ کرنا بقدرِ کفایت ہوتا ہے

اگر غائب بیٹے کے پاس دینار و درہم یا مطعومات وملبوسات ہوں تو قاضی والدین پر خرچ کرے گا اور انہیں جس قدر کافی ہوگا' اتنا ہی عطا کرے گا۔ شیخ الاسلام خواہرزادہ نے مفقود کے بیان میں اسی طرح ذکر فرمایا ہے۔

باپ محتاج ہونے کی صورت میں معروف طریقہ کے مطابق اپنے بیٹے کے مال کا زیادہ حق دار ہے

شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے کہ باپ اپنے چھوٹے بیٹے کے مال سے جو کچھ لے' وہ ضامن نہیں ہوگا' لیکن اگر باپ محتاج ہوا تو اپنی حاجت میں خرچ کرنے کے لیے کسی معاوضہ کے بغیر وہ مال لے سکتا ہے اور اگر محتاج نہ ہو تو باپ حفاظت کرنے کے لیے اس کا مال لے سکتا ہے اور وہ اس کے حق میں خیانت کرنے والا نہیں ہوگا' جب تک بلا حاجت مال کو ہلاک نہ کر دے اور بلا حاجت ہلاک کرنے کی صورت میں ضمان لازم ہوگی۔

''فتاویٰ قاضی امام ظہیر الدین'' کے مسائلِ ہبہ میں مذکور ہے کہ جب باپ بیٹے کے مال کا محتاج ہو تو اگر وہ شہر میں ہوا اور فقیر ہونے اور کھانا نہ ہونے کی بناء پر محتاج ہوا تو وہ کسی معاوضہ کے بغیر (مال سے) کھائے گا۔ اگر جنگل وغیرہ میں ہے اور کھانا نہ ہونے کی بناء پر محتاج ہے لیکن اس کے پاس مال ہے تو قیمت کے ساتھ کھائے گا کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

الأب احق بمال ولده اذا احتاج اليه بالمعروف.	باپ معروف طریقہ کے مطابق اپنے بیٹے کے مال کا زیادہ حق دار ہے' جب وہ اس کا محتاج ہو۔

اور معروف طریقہ یہ ہے کہ اگر فقیر ہو تو کسی معاوضہ کے بغیر کھائے اور اگر صاحب ثروت ہو تو قیمت کے ساتھ کھائے۔ واللہ اعلم

پرورش کے مسائل

بچے کی پرورش کا سب سے زیادہ حق دار

بچے کی پرورش کی تمام لوگوں سے زیادہ حق دار' نکاح کے قیام کی حالت میں یا جدائی کے بعد ماں ہے' اگر ماں فوت ہوگئی یا اس نے شادی کر لی تو نانی زیادہ حق دار ہے۔ اگر نانی فوت ہو گئی یا اس نے شادی کر لی تو دادی زیادہ حق دار ہے۔ اگر دادی فوت ہوگئی یا اس نے شادی کر لی تو حقیقی بہن زیادہ حق دار ہے۔ اگر حقیقی بہن فوت ہوگئی یا اس نے شادی کر لی تو ماں کی جانب سے بہن زیادہ حق دار ہے۔ اگر وہ فوت ہوگئی یا اس نے شادی کر لی تو حقیقی بہن کی بیٹی زیادہ حق دار ہے۔ اگر وہ فوت ہوگئی یا اس نے شادی کر لی تو ماں کی جانب سے بہن کی بیٹی زیادہ حق دار ہے۔ ان سب کی ترتیب میں روایات میں اختلاف نہیں۔

اس کے بعد خالہ اور باپ کی جانب سے بہن میں اختلاف ہے' کیونکہ ''کتاب النکاح'' کی روایت میں باپ کی جانب سے بہن' خالہ سے زیادہ حق دار ہے اور ''کتاب الطلاق'' کی روایت میں خالہ' باپ کی جانب سے بہن سے زیادہ حق دار ہے۔ بھانجیاں' بھتیجیوں سے زیادہ حق دار ہیں۔ حقیقی بہن کی بیٹیاں' خالاؤں سے زیادہ حق دار ہیں۔

باپ کی جانب سے بہن کی بیٹی اور خالہ میں روایت مختلف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ خالہ زیادہ حق دار ہے۔ پھر خالاؤں میں سب سے زیادہ حق دار حقیقی خالہ' پھر وہ خالہ جو فقط ماں کی طرف سے ہو' پھر وہ خالہ جو فقط باپ کی طرف سے ہو۔ بھتیجیاں' پھوپھیوں سے زیادہ حق دار ہیں اور پھوپھیوں میں وہی ترتیب ہے جو خالاؤں میں ہے۔

لونڈی اور ام ولد کا پرورش میں کوئی حق نہیں

لونڈی اور ام ولد کا پرورش میں کوئی حق نہیں ہے۔

اہل ذمہ پرورش میں اہل اسلام کی طرح ہیں

ذمی پرورش میں مسلمانوں کی طرح ہیں۔

مرتدہ کا پرورش میں کوئی حق نہیں

مرتدہ کا پرورش میں کوئی حق نہیں۔

ماں اور باپ کے ساتھ جو دیگر عورتیں ہیں' شادی کرنے سے ان کا پرورش کا حق باطل ہو جاتا ہے

ان عورتوں کا شادی کرنے سے حق اسی وقت' باطل ہوتا ہے' جب یہ کسی اجنبی کے ساتھ شادی کریں۔ اگر انہوں نے بچے کے ذی رحم محرم کے ساتھ شادی کی' جیسے دادی نے بچے کے دادا کے ساتھ شادی کی یا ماں نے بچے کے چچا کے ساتھ شادی کی تو پرورش کا حق باطل نہیں ہو گا۔

عورتوں کا حقِ پرورش اس وقت ختم ہو گا' جب بچے کو خدمت کی ضرورت نہ رہے

عورتیں' پرورش کی اس وقت تک حق دار ہیں' جب تک بچے کو ضرورت ہو اور جب بچے کو ضرورت نہ رہے کہ وہ اکیلا کھانا کھانے لگے' اکیلا پانی پینے لگے' اکیلا لباس پہننے لگے اور ایک روایت میں اکیلا استنجاء کرنے لگے تو لڑکے کا زیادہ حق دار باپ ہو گا اور لڑکی کی حق دار ماں ہو گی جب تک اسے حیض نہ آئے۔ اور امام محمد علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ ماں لڑکی کی حق دار اس وقت تک رہے گی' جب تک وہ شہوت کی حد کو نہ پہنچ جائے۔ جب عورتوں کا اس کے ساتھ رشتہ ولاد نہیں' انہیں لڑکے اور لڑکی کے مستغنی ہونے کے بعد پرورش کا حق باقی نہیں رہے گا۔

عورتوں کی پرورش کا حق ختم ہونے کے بعد' یہ حق عصبہ[1] کی طرف منتقل ہو جائے گا

لڑکے کے مستغنی ہونے کے بعد اور لڑکی کے بالغہ ہو جانے کے بعد عصبہ اولی ہو گا پھر

---

[1] وراثت میں جن ورثاء کے حصے مقرر ہیں' ان میں مالِ میراث تقسیم کرنے کے بعد جتنا مال بچے' وہ جس رشتہ دار کو ملتا ہے' وہ عصبہ کہلاتا ہے۔ اسی طرح اگر ایسے ورثاء موجود نہیں جن کے حصے مقرر ہیں' اس صورت میں سارا مال جس رشتہ دار کو ملے' وہ عصبہ کہلاتا ہے' جیسا کہ پہلے بھی حاشیہ پر یہ وضاحت گزر چکی ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

بالترتیب جو زیادہ قریبی ہوگا' اسے مقدم کیا جائے گا۔

چچا کے بیٹے کا لڑکی کی پرورش میں کوئی حق نہیں

لڑکی کی پرورش میں چچا کے بیٹے کا کوئی حق نہیں۔

بچے کی عمر میں زوجین کے اختلاف کے وقت' قاضی کا فیصلہ کرنا

اگر میاں' بیوی کا بچے کی عمر میں اختلاف ہوگیا۔ بیوی نے کہا کہ یہ چھ سال کا ہے اور میں اسے اپنے پاس روکنے کی حق دار ہوں اور والد نے کہا کہ یہ سات سال کا ہے اور میں اس کا زیادہ حق دار ہوں' تو قاضی دونوں میں کسی سے حلف نہیں لے گا بلکہ بچے کی طرف دیکھے گا' اگر دیکھے کہ اسے والدہ کی ضرورت نہیں رہی کہ وہ اکیلا کھانا کھالیتا ہے' اکیلا لباس پہن لیتا ہے' اکیلا پانی پی لیتا ہے تو اسے باپ کو دے دے گا ورنہ باپ کو نہیں دے گا۔

جب لڑکی حد شہوت کو پہنچ جائے تو باپ کو اسے لے جانے کی ولایت حاصل ہے

جب مرد نے اپنی بیوی سے خلع کر لیا اور اس بیوی سے مرد کی ایک گیارہ سالہ لڑکی ہے' جسے بیوی نے اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ اگر بیوی ہر وقت گھر سے نکلی رہتی ہے اور لڑکی کو بلا حفاظت چھوڑ جاتی ہے تو باپ کو لڑکی لے جانے کا حق ہے' کیونکہ جب لڑکی حدِ شہوت کو پہنچ جائے تو باپ کو لڑکی لے جانے کی ولایت حاصل ہے اور زمانے کے فساد کی بناء پر اسی روایت پر اعتماد ہے اور جب لڑکی گیارہ سال کی ہوگئی ہے' تو حدِ شہوت کو پہنچ گئی ہے۔

جب کوئی بچے کی مفت پرورش کرے تو ماں کے اجرت ------- اور نفقہ کے استحقاق کا حکم

جس بچی کا باپ تنگ دست اور پھوپھی مال دار ہے۔ پھوپھی نے چاہا کہ بچی کی اپنے مال سے مفت پرورش کرے اور بچی کو ماں سے نہیں روکے گی اور ماں اس سے انکار کرتی ہے اور باپ سے اجرت اور بچی کے نفقہ کا مطالبہ کرتی ہے تو اس میں اختلاف ہے۔ صحیح یہی ہے کہ ماں سے کہا جائے گا کہ یا تو بچی کو بلا اجرت اپنے پاس رکھ لے یا اسے پھوپھی کو دے دے۔

اگر ماں نے بچے کو اپنے پاس رکھنے سے انکار کر دیا اور اس کا خاوند بھی نہیں ہے' تو اس

میں اختلاف ہے۔ فقیہ ابو جعفر اور فقیہ ابو اللیث رحمہما اللہ نے فرمایا ہے کہ ماں کو بچے کے رکھنے پر مجبور کیا جائے گا اور ہمارے مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ مجبور نہیں کیا جائے گا۔

باپ کا باکرہ لڑکی کو اپنے ساتھ رکھنا

جب لڑکی عورتوں کی عمر کو پہنچ جائے اور باکرہ ہو تو باپ کے لیے لازمی ہے کہ اسے اپنے پاس رکھے اور اگر ثیبہ ہو تو باپ کو یہ حق حاصل نہیں لیکن اگر اس کے بارے میں اطمینان نہ ہو (تو باپ اسے اپنے پاس رکھے گا)۔

بیٹا' باپ کی ولایت کے بغیر کب اکیلا رہے گا؟

لڑکا جب عاقل ہو جائے اور اس کی رائے مضبوط ہو جائے اور اسے باپ کی حاجت نہ رہے تو باپ کو یہ حق حاصل نہیں کہ اسے اپنے پاس رکھے' لیکن اگر اس کے بارے میں اطمینان نہ ہو تو باپ اسے اپنے پاس رکھے اور باپ پر اس کا نفقہ لازم نہیں' البتہ احساناً نفقہ دے سکتا ہے۔ یہ تمام مسائل ''فتاویٰ قاضی امام فخر الدین'' کی فصل الحضانت میں ہیں۔

بھائیوں میں پرورش کا زیادہ حق دار وہ ہے جو زیادہ نیک ہو' پھر وہ ہے جو زیادہ عمر والا ہو

''ذخیرہ'' میں مذکور ہے کہ اگر بچے کے بھائی ہوں اور کوئی نہ ہو تو بھائیوں میں سب سے زیادہ نیک پرورش کا زیادہ حق دار ہے۔ اگر (نیک ہونے میں) سب برابر ہیں تو زیادہ عمر والا' زیادہ حق دار ہے۔ (المبسوط ج ۵ ص ۲۰۷)

ماں کے علاوہ کسی اور کو یہ حق نہیں کہ بچے کو اس کے شہر ۔۔۔۔۔۔۔ سے دوسری جگہ لے جائے

اگر ماں فوت ہو گئی حتیٰ کہ پرورش کا حق نانی کو حاصل ہو گیا تو نانی کے لیے یہ جائز نہیں کہ اسے اپنے شہر کی طرف لے جائے اگرچہ عقد وہاں ہی واقع ہوا ہو۔ یہ صرف ماں کا حق ہے۔ ''ادب القاضی'' کے ''باب المراۃ یطلقها زوجها'' میں اس طرح مذکور ہے۔

ماں کے بچے کے ساتھ منتقل ہو جانے کے بارے میں کلام ''الجامع الصغیر'' میں مذکور ہے۔

اور ام ولد[1] کو جب اس کا مولیٰ آزاد کردے تو اسے یہ حق حاصل نہیں کہ بچے کو اس کے باپ کے شہر سے نکالے۔ یہ تمام بحث ''ذخیرہ'' میں ہے۔

ماں کو بچے کو اپنے پاس رکھنے اور اس پر خرچ کرنے پر مجبور کرنا

سید امام ابو القاسم رحمہ اللہ نے ''کتاب الخلاص'' میں ذکر فرمایا ہے کہ جس بچی کی ماں اور بہن ہو اور دونوں نے اس کی حفاظت سے انکار کر دیا اور بچی کی کوئی ذی رحم محرم بھی اس طرف راغب نہیں تو بچی کے مال سے کوئی قابلِ وثوق عورت اس کی حفاظت کے لیے اجرت پر مقرر کی جائے گی۔ ابو جعفر رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب ماں نے انکار کر دیا اور اس کا خاوند بھی نہیں ہے تو ماں کو مجبور کیا جائے گا کہ بچی کو اپنے پاس رکھے اور اس پر بچی کے مال سے خرچ کرے۔ فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں۔

ماں لڑکی کی پرورش کی زیادہ حق دار ہے' جب تک وہ حدِ شہوت کو پہنچے

میں نے قابلِ وثوق مقام میں پڑھا کہ ماں لڑکی کی پرورش کی زیادہ حق دار ہے حتیٰ کہ وہ حدِ شہوت کو پہنچ جائے۔

قابلِ شہوت لڑکی کی حد کا بیان

قابلِ شہوت لڑکی کی حد میں اختلاف ہے' صحیح یہ ہے کہ لڑکی نو سال کی ہو اور ''الجامع الصغیر'' میں مذکور ہے کہ یہ عمر ماں اور نانی و دادی کے حق میں ہے اور ان کے علاوہ عورتوں کے حق میں حد یہ ہے کہ وہ اس وقت تک حق دار ہوں گی جب تک بچی کو ضرورت ہوگی۔

جب خالہ پرورش کے لیے متعین ہوئی اور اس نے انکار کر دیا تو اسے مجبور کیا جائے گا

''ملتقط'' میں ہے کہ جب خالہ پرورش کے لیے متعین ہوئی اور اس نے انکار کر دیا تو اسے پرورش پر مجبور کیا جائے گا۔

---

[1] جس لونڈی سے مولیٰ کا بچہ پیدا ہو جائے' وہ لونڈی ام ولد کہلاتی ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

والدین میں سے کسی کو حق نہیں کہ وہ دوسرے کو بچے کے ساتھ۔۔۔ ملاقات سے روکے

''ملتقط'' میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب لڑکا اور لڑکی ماں کے پاس ہوں تو ماں کو یہ حق نہیں کہ باپ کو ان کے ساتھ ملاقات سے روکے اور اگر وہ باپ کے پاس ہوں تو باپ کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ماں کو ان کے ساتھ ملاقات سے اور انہیں دیکھنے سے منع کرے۔

ماں کا لڑکے اور لڑکی کی پرورش کا حق کس وقت ختم ہوگا؟

''فتاویٰ قاضی امام فخر الدین'' رحمہ اللہ میں ہے کہ خصاف رحمہ اللہ نے ''کتاب النفقات'' میں ذکر فرمایا کہ ماں لڑکے کی پرورش کی حق دار ہے حتیٰ کہ وہ سات یا آٹھ سال کا ہو جائے اور ابوبکر رازی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا کہ ماں لڑکے کی پرورش کی نو برس تک حق دار ہے

لڑکی میں استغناء کی حد (کہ اسے ماں کی ضرورت نہ رہے) یہ ہے کہ اسے حیض آ جائے۔

لڑکی کو رکھنے کا کون زیادہ حق دار ہے؟

جب لڑکی بالغہ ہوئی اور ثیبہ ہوئی تو باپ کو حق نہیں کہ اسے اپنے پاس رکھے لیکن اگر اس کے بارے میں اطمینان نہ ہو (تو باپ اسے اپنے پاس رکھے گا) جس طرح کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔

اگر لڑکی ثیبہ ہے اور اس کے بارے میں اطمینان نہیں اور اس کا باپ یا دادا نہیں لیکن اس کا بھائی یا چچا ہے تو بھائی یا چچا کو اسے اپنے پاس رکھنے کی ولایت حاصل نہیں جب کہ باپ اور دادا کو یہ ولایت حاصل ہے۔

ماں کا بچہ کو شہر سے لے کر اس گاؤں کی طرف منتقل ہو جانے کا حکم' جہاں اصل نکاح واقع ہوا ہے

عورت نے جب ارادہ کیا کہ بچے کو شہر سے لے کر اس گاؤں کی طرف منتقل ہو جائے' جہاں اصل نکاح واقع ہوا ہے' تو اسے یہ حق حاصل ہے اور بقالی رحمہ اللہ نے ''فتاویٰ'' میں ذکر فرمایا ہے کہ عورت کے لیے کسی حالت میں یہ جائز نہیں کہ وہ بچے کو شہر سے لے کر' گاؤں کی

طرف منتقل ہوا اگر چہ اصل نکاح اسی گاؤں میں ہوا ہو اور بقالی رحمہ اللہ نے اپنے ''فتاویٰ'' میں ذکر فرمایا ہے کہ عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ بچے کو لے کر شہر کے بعض مضافات کی طرف منتقل ہو اگر چہ باپ کے لیے بیٹے سے ملاقات کر کے اسی دن رات سے پہلے اپنے وطن لوٹ آنا ممکن نہ ہو۔

اور ''المنتقی'' میں ابن سماعہ کی ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے کسی عورت سے بصرہ میں شادی کی اور اس کے بچہ پیدا ہوا پھر یہ مرد اپنے چھوٹے بچہ کو کوفہ لے گیا اور عورت کو طلاق دے دی عورت نے اپنے بچے کے بارے میں خاوند سے جھگڑا کیا اور چاہا کہ خاوند بچہ واپس کر دے تو اگر خاوند بچہ کو عورت کے حکم سے کوفہ لے گیا تھا تو خاوند پر بچے کو واپس کرنا لازم نہ ہوگا بلکہ عورت سے کہا جائے گا کہ تو جا اور بچہ لے لے اور اگر عورت کے حکم کے بغیر لے گیا تھا تو خاوند پر لازم ہے کہ بچے کو عورت کے پاس لے کر آئے۔ ابن سماعہ کی امام ابو یوسف رحمہما اللہ سے روایت ہے کہ ایک مرد عورت اور اس کے بچے کو لے کر بصرہ سے کوفہ کی طرف نکلا پھر عورت کو بصرہ واپس بھیج دیا پھر اسے طلاق دے دی تو مرد پر لازم ہے کہ عورت کا بچہ اسے واپس کرے اور عورت کے لیے مرد سے اس کا مواخذہ کیا جائے گا۔ یہ تمام ''فتاویٰ قاضی امام ظہیر الدین'' رحمہ اللہ میں ہے اور ''ہدایہ'' میں ہے کہ مطلقہ عورت نے اگر ارادہ کیا کہ اپنے بچے کو شہر سے نکال کر لے جائے تو اسے یہ حق حاصل نہیں' البتہ اسے اپنے اس وطن میں لے جا سکتی ہے' جہاں خاوند نے اس کے ساتھ شادی کی تھی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ دو باتیں اکٹھی ہونا ضروری ہیں: (۱) وطن (۲) نکاح کا پایا جانا۔ یہ سب اس صورت میں ہے' جب دونوں شہروں کے درمیان دوری ہو' لیکن اگر دونوں شہر قریب قریب ہیں اس طرح کہ والد کے لیے ممکن ہو کہ بچے کے حالات پر مطلع ہو اور رات اپنے گھر میں گزار سکے تو پھر کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح دو گاؤں ہونے کی صورت میں بھی یہی حکم ہے۔ اگر شہر کے گاؤں سے شہر کی طرف منتقل ہوئی تو اس میں کوئی حرج نہیں' کیونکہ ایسا کرنے میں بچے کی رعایت ہے کہ وہ شہریوں کی عادات سیکھے گا اور اس میں باپ کا کوئی نقصان نہیں اور اگر اس کا الٹ ہو (کہ شہر سے گاؤں منتقل ہو) تو اس سے بچے کا نقصان ہے کہ وہ دیہاتیوں کی

عادات سیکھے گا' لہٰذا عورت کو اس کی اجازت نہیں۔

بچے کے لیے مسافت بعیدہ اور مسافت قریبہ کے درمیان حدِّ فاصل

اگر میاں' بیوی کے درمیان جدائی ہو گئی اور ان کا بچہ ہے۔ عورت نے چاہا کہ بچے کو شہر سے اپنے گاؤں کی طرف لے جائے' اگر وہ گاؤں اتنی مسافت پر ہو کہ خاوند کے لیے یہ ممکن ہو کہ وہ اپنے بچے سے ملاقات کرے اور اس کے معاملات کی دیکھ بھال کرے اور رات اپنے گھر میں گزار سکے تو اس صورت میں عورت بچے کے ساتھ اپنے گاؤں کی طرف منتقل ہو سکتی ہے اور اگر اس طرح نہ ہو تو پھر منتقل نہیں ہو سکتی۔ مسافت قریبہ اور مسافت بعیدہ کے درمیان حدِّ فاصل یہی ہے۔

مسافتِ قریبہ اور مسافتِ بعیدہ کے متعلقہ مسائل

اس اصل کے متعلقہ مسائل میں ایک مسئلہ تو یہی ہے (جو اوپر مذکور ہوا) اور ایک مسئلہ وہ ہے جو "محیط" کی "کتاب الشہادات" میں مذکور ہے کہ گواہ کو اگر گواہی کے لیے بلایا گیا اور وہ دور دراز علاقے میں ہے تو کیا اس پر حاضر ہونا واجب ہے یا نہیں؟ اگر وہ ایسی جگہ ہو کہ مجلس قضاء میں حاضر ہو کر اسی دن اپنے گھر واپس لوٹ سکتا ہو پھر تو حاضر ہونا اس پر واجب ہے ورنہ نہیں۔

اور انہی میں سے ایک مسئلہ وہ ہے جو "محیط" کی کتاب "ادب القاضی" میں مذکور ہے کہ مدعیٰ علیہ (جس کے خلاف دعویٰ کیا گیا) اگر شہر سے دور ہو تو قاضی مدعی کے ساتھ اسے بلوانے کے لیے کوئی سپاہی نہیں بھیجے گا اور اگر وہ قریب ہو تو سپاہی بھیجے گا۔

قریب اور بعید کے درمیان حد فاصل یہ ہے کہ اگر وہ ایسی جگہ ہو کہ صبح صبح اپنے گھر سے نکلے تو اس کے لیے مجلس قضاء میں حاضر ہو کر اور جواب دے کر رات اپنے گھر گزار سکتا ہو تو یہ قریب ہے اور اگر اسے راستے میں رات گزارنا پڑے تو یہ بعید ہے۔

اور انہی میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ مضارب[1] شہر میں اپنے مال سے خرچ کرتا ہے اور

---

[1] دو آدمی آپس میں شرکت کریں کہ ایک آدمی کا مال ہو اور دوسرا کام کرے اور نفع میں دونوں شریک ہوں' اسے مضاربت کہتے ہیں۔ مال دینے والے کو رب المال اور کام کرنے والے کو مضارب کہتے ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

سفر میں مالِ مضاربت سے خرچ کرتا ہے۔ اگر وہ گاؤں کی طرف گیا تو اگر ایسی جگہ ہو کہ اسی دن اپنے گھر واپس لوٹ سکتا ہو اور ان کے ساتھ گزار سکتا ہو تو پھر اس کا نفقہ' مضاربت کے مال سے نہیں ہوگا اور اگر اسی دن لوٹنا ممکن نہ ہو تو پھر اس کا نفقہ مالِ مضاربت سے ہوگا۔ یہ مسئلہ ''محیط'' کی کتاب الشہادات میں مذکور ہے۔

باپ کا قبضہ چھوٹی بچی کے قبضہ کے قائم مقام ہوسکتا ہے

''فتاویٰ دیناری'' کے نکاح کے مسائل میں مذکور ہے کہ باپ نے حالتِ صحت میں اپنی چھوٹی بیٹی کو کوئی سامان دیا اور اس کے لیے متعین کردیا' چاہے وہ کوئی چیز بھی ہو اور اسے سپرد کرنے سے پہلے مر گیا تو وہ مال میراث نہیں ہوگا بلکہ بچی کو ملے گا اگر بیٹی بڑی ہو تو سپرد کرنا ضروری ہے' کیونکہ اگر بیٹی چھوٹی ہو تو باپ اس کی جانب سے قبضہ کرسکتا ہے۔

دو چھوٹے خنثیٰ (ہیجڑا) کا حکم

دو خنثیٰ میں سے ایک کے باپ نے دوسرے کے باپ سے گواہوں کی موجودگی میں کہا کہ میں نے اپنی اس بیٹی کی تیرے اس بیٹے کے ساتھ شادی کردی اور دوسرے نے قبول کرلیا پھر (بعد میں) ظاہر ہوا کہ لڑکی' لڑکا تھی اور لڑکا' لڑکی تھا تو نکاح جائز ہے اور یہ اس مسئلہ کی نظیر ہے کہ جب آدمی نے عقدِ نکاح میں اپنی ذات کو نکاح کا محل بنایا۔

اور اس کی نظیر یہ بھی ہے کہ خلع میں مرد نے کہا کہ میں نے اپنا نفس خریدا' عورت نے کہا: میں نے فروخت کیا تو اکثر اہلِ علم نے کہا: خلع واقع نہیں ہوگا اور مختار یہ ہے کہ خلع واقع ہو جائے گا۔ قاضی ظہیر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' کی ''کتاب النکاح'' کی فصل اوّل میں اسی طرح مذکور ہے۔

دعویٰ نکاح میں گواہ' مرد کے گواہ ہوں گے

''محیط'' میں نکاح کے متفرق مسائل میں مذکور ہے کہ اگر کسی مرد نے کسی عورت کے بارے میں دعویٰ کیا کہ اس کے ولی نے اس کے بچپن کی حالت میں میرے ساتھ اس کا نکاح کیا ہے اور اس پر گواہ بھی قائم کردیئے اور عورت نے بھی اس بات پر گواہ قائم کردیئے کہ ولی نے بالغہ ہونے کے بعد میری رضامندی کے بغیر اس کے ساتھ میری شادی کی ہے' تو مرد کے گواہ معتبر ہوں گے۔ اگر دونوں کے پاس گواہ نہ ہوں تو عورت کا قول معتبر ہوگا اور ایک قول یہ

ہے کہ خاوند کا قول معتبر ہوگا اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ اسی قیاس پر بیع کا حکم ہے حتیٰ کہ اگر اپنے بیٹے کا مال فروخت کیا اور بیٹے اور خریدار کے درمیان اختلاف ہوگیا۔ خریدار نے کہا کہ بیع' بالغ ہونے سے پہلے ہوئی ہے اور بیٹے نے کہا: نہیں' بلکہ بیع' بلوغ کے بعد ہوئی ہے تو دونوں اقوال میں سے زیادہ صحیح قول پر' قول بیٹے کا ہوگا اور گواہ خریدار کے ہوں گے۔

اس جنس کے مسائل ہماری اس کتاب میں متفرق مقامات پر مذکور ہیں۔

اشتباہ کی بناء پر صحتِ نکاح منع ہے

شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ سغدی سے سوال ہوا کہ ایک آدمی نے دوسرے کو کہا کہ میں نے اپنی فلاں بیٹی کا نکاح اتنے حق مہر کے عوض تیرے فلاں بیٹے کے ساتھ کیا' دوسرے نے کہا: میں نے اسے اپنے بیٹے کے لیے قبول کیا اور یہ نہ کہا کہ فلاں بیٹے کے لیے قبول کیا اور اس آدمی کے دو بیٹے ہیں تو کیا یہ نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ منعقد نہیں ہوگا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر پہلے نے کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح تیرے بیٹے سے کیا اور اس آدمی کی ایک ہی بیٹی ہے۔ اور دوسرے نے کہا کہ میں نے اپنے بیٹے کے لیے قبول کیا اور اس کا ایک ہی بیٹا ہے تو اشتباہ نہ ہونے کی بناء پر نکاح صحیح ہو جائے گا۔ اور اگر اس کے دو بیٹے ہوں اور شادی کرنے والے نے بیٹی اور بیٹے کا نام لیا اور اس نے صرف یہی کہا کہ میں نے قبول کیا' تب بھی نکاح صحیح ہو جائے گا۔ لیکن اگر اس نے صرف ''قَبِلْتُ'' (میں نے قبول کیا) نہیں کہا بلکہ اضافہ کیا اور کہا: ''قَبِلْتُ لِابْنِی'' (میں نے اپنے بیٹے کے لیے قبول کیا) اور بیٹے کا ابتداء میں نام نہیں لیا گیا تو نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ ''الفتاویٰ الظہیریہ'' کی ''کتاب النکاح'' کی فصل ثالث میں اسی طرح مذکور ہے۔

طلاق کے مسائل

بچی کو کیسے طلاق دی جائے گی؟

جب عورت کو بچپن کی وجہ سے یا زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو اور اسے سنت

کے مطابق طلاق دینا چاہے تو اسے ایک طلاق دے' جب مہینہ گزر جائے تو دوسری طلاق دے' کیونکہ اس کے حق میں مہینہ' حیض کے قائم مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واللائی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلاثۃ اشھر واللائی لم یحضن. (الطلاق:۴)

اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ رہی اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا۔

اور یہ قائم مقام ہونا خاص طور پر حیض کے حق میں ہے حتیٰ کہ ایسی عورت کے حق میں استبراء[1] کا اندازہ مہینہ کے ساتھ لگایا جائے گا اور استبراء حیض کے ساتھ ہوتا ہے' طہر کے ساتھ نہیں۔ پھر طلاق اگر مہینہ کی ابتداء میں ہو تو مہینوں کا اعتبار چاند کے ساتھ ہوگا۔ اگر مہینہ کے درمیان میں طلاق ہو تو طلاق کی تفریق کے حق میں مہینوں کا اعتبار' دنوں کے ساتھ ہوگا اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک عدت کے حق میں بھی اسی طرح حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک پہلا مہینہ' آخر میں مکمل کیا جائے گا اور درمیان والے دو مہینوں کا اعتبار چاند کے ساتھ ہوگا اور یہ اجارات کا مسئلہ ہے۔

بچے' مجنون اور سوئے ہوئے شخص کی طلاق واقع نہ ہوگی

جو خاوند عاقل بالغ ہو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی اور بچے' مجنون اور سوئے ہوئے کی طلاق واقع نہ ہوگی' کیونکہ نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد ہے:

کل طلاق جائز الا طلاق الصبی والمجنون. (ترمذی شریف:۱۱۹۱' کتاب الطلاق' باب طلاق المعتوہ' عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

ہر طلاق جائز ہے' سوائے بچے اور مجنون کی طلاق کے۔

یہ تمام بحث ''ہدایہ'' میں ہے اور ''ذخیرہ'' میں ہے کہ بچے کی طلاق واقع نہیں' اسی طرح معتوہ (کم عقل) اور مجنون کی طلاق واقع نہیں۔

---

[1] استبراء کا مطلب ہے کہ ایک حیض آنے تک وطی نہ کرے تا کہ اس کا حاملہ نہ ہونا ظاہر ہو جائے۔ مالک جس لونڈی سے وطی کرتا ہو اس کا کسی دوسرے سے نکاح کرنا چاہے تو استبراء کرے کہ ایک حیض آنے تک وطی نہ کرے اور حیض کے بعد نکاح کر دے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

مجنون، معتوہ اور عاقل کے درمیان فرق

معتوہ، مجنون اور عاقل کے درمیان حدِ فاصل کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ عاقل وہ ہے جس کا کلام اور افعال درست ہوتے ہیں اور اس کا خلاف بہت کم ہو اور مجنون اس کی ضد ہے اور معتوہ وہ ہے جس کا کلام اور افعال ملے جلے ہوں۔ کبھی صحیح زیادہ ہوں اور کبھی غیر صحیح زیادہ ہوں۔

مجنون، معتوہ اور عاقل کے درمیان حد فاصل کے متعلق اور بھی اقوال ہیں، جو ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الطلاق'' میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

سوئے ہوئے کی طلاق واقع نہیں ہوگی

اسی طرح سوئے ہوئے شخص کی طلاق واقع نہیں۔ اگر سوئے ہوئے شخص نے نیند کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دی، پھر بیدار ہونے کے بعد اسے خبر دی گئی تو اس نے کہا کہ میں نے اس طلاق کو جائز قرار دیا تو کوئی شئی واقع نہیں ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے اس طلاق کو واقع کر دیا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر کہا کہ میں نے نیند کی حالت میں جس کا تلفظ کیا ہے، اسے واقع کر دیا تو کوئی چیز واقع نہیں ہوگی۔

بالغ نے اپنے بچپن میں دی ہوئی طلاق کو جائز کیا تو کیا طلاق واقع ہو جائے گی؟

اسی طرح اگر بچے نے اپنی بیوی کو طلاق دی، پھر بالغ ہونے کے بعد اس طلاق کو جائز قرار دیا تو طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے اس طلاق کو واقع کر دیا تو واقع ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر کسی آدمی نے بچے کی بیوی کو طلاق دی تو بچے نے بالغ ہونے کے بعد کہا کہ فلاں آدمی نے جو طلاق واقع کی تھی، میں نے اسے واقع کر دیا ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر کہا کہ میں نے اس طلاق کو جائز قرار دیا تو واقع نہیں ہوگی۔ ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الطلاق'' کی فصل ثانی اور ''فتاویٰ قاضی امام فخر الدین'' رحمہ اللہ کی فصل اوّل میں اسی طرح ہے۔

بچے کا اپنی ذات پر حرمت وخلع کا اقرار

''فتاویٰ قاضی امام فخر الدین'' رحمہ اللہ کی ''کتاب الطلاق'' کے ''باب التعلیق'' کے آخر

میں مذکور ہے کہ کسی بچے نے کہا: اگر میں پیوں تو جس عورت سے میں شادی کروں اسے طلاق ہے اور اس نے بچپن کی حالت میں پی لیا' پھر بالغ ہو کر شادی کی اور اس کے سسر نے گمان کیا کہ طلاق واقع ہے تو اس بالغ نے کہا: ہاں! مجھ پر حرام ہے۔ علمائے کرام نے فرمایا کہ یہ اس کی طرف سے حرمت کا اقرار ہے' لہٰذا اس کی عورت ابتداءً حرام ہو جائے گی۔

بعض نے کہا کہ اس کی عورت حرام نہیں ہوگی اور یہی صحیح ہے کیونکہ اس نے ابتداء حرمت کا اقرار نہیں کیا' اس نے تو محض اس سبب کا اقرار کیا ہے' جس پر دونوں متفق ہیں اور وہ سب باطل ہے۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ا ص ۴۳۹)

''ذخیرہ'' میں جو مذکور ہے' وہ اسی مسئلہ کے ساتھ متصل ہے کہ اگر مرد اور عورت کے درمیان غیر صحیح خلع جاری ہوا اور اس مرد سے کسی آدمی نے سوال کیا کہ کیا بیوی جدا ہو گئی؟ اس نے جواب دیا: ہاں! (جدا ہو گئی ہے) تو یہ اس مرد کی طرف سے حرمت کا اقرار ہے اور اس کا اقرار اس کے خلاف حجت ہے۔

''فتاویٰ قاضی امام ظہیر الدین'' رحمہ اللہ میں مذکور ہے کہ نجم الدین رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی سے خلع کیا' پھر اس کے بعد اس سے شادی کر لی' پھر اسے کہا کہ تو مجھ پر اس خلع کی وجہ سے حرام ہے تو کیا عورت اس پر حرام ہو جائے گی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! حرام ہو جائے گی کیونکہ اس نے خبر دی ہے کہ وہ بیوی اس پر اب حرام ہے' اس خلع کی وجہ سے۔

جس آدمی پر اس کی بیوی' اس کے اقرار کی وجہ سے حرام ہوئی تو اس پر مقررہ مہر واجب ہوگا

جب کسی آدمی کے اقرار کی وجہ سے اس کی بیوی' اس پر حرام ہوئی تو اس نکاح میں جو مہر ذکر کیا گیا ہو وہ اس آدمی پر واجب ہوگا چاہے جتنی مقدار ہو کیونکہ عورت کے حق میں مرد کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔

خاوند کے اقرار سے طلاق کا وقوع

''عدت'' کے بیان میں مذکور ہے کہ جب خاوند نے کہا: میں نے عورت سے خلع کیا یا

کہا: میں نے خریدا اور میں نے فروخت کیا۔ عورت انکار کرتی ہے تو خاوند کے اقرار سے طلاق واقع ہو جائے گی اور یہ حکم اس وقت ہے' جب پہلے خلع بالکل نہ ہوا ہو' اگر پہلے خلع فاسد ہوا ہے اور خاوند نے یہ بات اس بناء پر کہی کہ خلع صحیح ہے تو امام ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ طلاق واقع نہیں ہوگی اور نجم الدین نسفی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر اس خلع کی طرف اضافت کی تو سب کے نزدیک صحیح نہیں اور میں نے صدر الاسلام طاہر بن محمد رحمہ اللہ کے ''فوائد'' میں دیکھا کہ عورت نے کوئی لفظ بولا اور خاوند نے کہا کہ یہ کفر ہے اور اس لفظ کی وجہ سے ہمارے درمیان حرمت ثابت ہوگئی۔ پھر اگر واضح ہوا کہ وہ لفظ کفر نہیں تو نجم الدین نسفی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ عورت حرام نہیں ہوگی۔

اور ''فتاویٰ قاضی امام فخر الدین'' رحمہ اللہ میں ہے کہ کسی عورت نے اپنے خاوند کو کہا کہ میں تیری وکیل ہوں۔ خاوند نے کہا کہ تو (وکیل) ہے' تو عورت نے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو تین طلاقیں دی تو خاوند نے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہوگئی ہے اور ہمارے درمیان جدائی واجب ہو گئی' تو وہ دونوں علیحدہ ہوگئے پھر خاوند نے بیوی سے رجوع کا ارادہ کیا تو علمائے کرام نے فرمایا کہ اس آدمی کی نیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا' اگر اس نے کہا کہ میری مراد طلاق کی وکیل بنانا تھا اور عدد کی نیت نہ کی تو ایک طلاق بائن ہوگی' یہ جواب محض امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے قول پر صحیح ہے' لیکن امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول پر علماء فرماتے ہیں کہ کوئی چیز واقع نہ ہوگی' اس بناء پر کہ وکیل جب مؤکل کے حکم کے خلاف کرے تو وکیل کا عمل درست نہیں ہوتا۔ جو طلاق عورت اور وکیل کی طرف سے ہو' اس کی فصل میں یہ مسئلہ اسی طرح مذکور ہے۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۱ ص ۵۶۳)

بچے کو طلاق کب تفویض کی جائے گی

''ذخیرہ'' کی ''کتاب الطلاق'' میں ہے کہ جب مرد نے اپنی بیوی کا معاملہ بچے یا مجنون کے سپرد کر دیا تو صحیح ہے۔ عاقل بچے میں تو کوئی اشکال نہیں' کیونکہ وہ تملک (مالک بننے) کا اہل ہے۔ اشکال محض مجنون اور غیر عاقل بچے میں ہے' کیونکہ یہ دونوں تملک کے اہل نہیں' لہٰذا مناسب ہے کہ معاملہ ان کے ہاتھ میں کرنا درست نہ ہو' کیونکہ معاملہ ان کے ہاتھ میں کر دینا' انہیں مالک بنانا ہے (اور ان کا مالک بننا درست نہیں) کیا تم نہیں دیکھتے کہ ان سے باقی

تملیکات درست نہیں ہوتیں؟ اسی طرح تملیک کی یہ قسم بھی صحیح نہیں ہو گی اور "ذخیرہ" میں بیان کردہ مسئلہ کی توجیہ یہ ہے کہ بچے اور مجنون کو (طلاق کا معاملہ) سپرد کر دینا' اگرچہ تملیک کے اعتبار سے صحیح نہیں لیکن تعلیق[1] کے اعتبار سے صحیح ہے کیونکہ تفویض (سپرد کر دینے) میں معنیٰ تعلیق ہے' گویا آدمی نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ اگر تجھے اس بچے یا اس مجنون نے "اَنتِ طالق" (تو طلاق والی ہے) کہہ دیا تو تجھے طلاق ہے اور اگر اس کی تصریح کی ہو' پھر اس بچے یا مجنون نے عورت سے کہا: تجھے طلاق ہے تو کیا ایسا نہیں ہے کہ طلاق ہو جائے گی؟ (یعنی طلاق ہو جائے گی)۔ اسی طرح یہاں بھی طلاق ہو جائے گی اور مجلس پر ہی اقتصار کیا جائے گا (کہ اسی مجلس میں بچے یا مجنون نے "اَنتِ طالق" کہا تو طلاق ہو گی ورنہ نہیں) کیونکہ یہ تملیک کے ضمن میں تعلیق ہے۔ جس کا تقاضا ہے کہ جواب مجلس میں ہی ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا کہ اگر اس مجنون نے اسی مجلس میں تجھے "انتِ طالق" (تو طلاق والی ہے) کہا تو تجھے طلاق ہے تو یہ صحیح ہے اور مجلس پر ہی اقتصار ہو گا؟ اسی طرح یہاں بھی یہی حکم ہے۔

اسی تعلیل سے ہم نے اس مسئلہ کا جواب حاصل کیا ہے' جس میں فتویٰ واقع ہوا ہے' اس کی صورت یہ ہے کہ اگر خاوند نے اپنی کم سن بیوی سے کہا: تیرا معاملہ' تیرے ہاتھ میں ہے اور طلاق کی نیت کی اور عورت نے طلاق دی تو صحیح ہے اور طلاق واقع ہو جائے گی' کیونکہ یہاں اصل کلام یہ ہے کہ اس نے کہا ہے کہ اگر تو نے اپنے آپ کو طلاق دی تو تجھے طلاق ہے اور اگر مرد نے اس کی تصریح کی ہو اور عورت نے اپنے آپ کو طلاق دی تو کیا ایسا نہیں کہ طلاق واقع ہو جائے گی؟ اسی طرح یہاں بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

بیوی کے والدین مرتد ہو جائیں تو وہ اپنے خاوند سے علیحدہ نہ ہو گی' جب تک والدین اسے لے کر دارالحرب میں نہ چلے جائیں

امام فخر الدین رحمہ اللہ کے "فتاویٰ" میں ہے کہ مسلمان بچی جب کسی کے نکاح میں ہو اور

---

[1] تعلیق کا مطلب ہے: طلاق کو کسی شرط پر معلق کر دینا کہ اگر وہ شرط پائی گئی تو طلاق واقع ہو گی اور یہاں بھی گویا طلاق کو بچے یا مجنون کے قول پر معلق کر دیا ہے کہ اگر اس نے "انتِ طالق" کہہ دیا ہے تو طلاق ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

اس کے والدین مرتد ہو جائیں تو وہ اپنے خاوند سے علیحدہ نہ ہوگی اور اگر والدین اسے لے کر دارالحرب میں چلے جائیں تو پھر وہ علیحدہ ہو جائے گی۔ اگر باپ مرتد ہو گیا اور اسے لے کر دارالحرب چلا گیا اور اس کی ماں دارالاسلام میں مسلمان ہونے کی حالت میں یا مرتد ہو کر فوت ہوگئی تو بچی اپنے خاوند سے علیحدہ نہیں ہوگی۔

نصرانیہ بیوی کا باپ مجوسی ہو جائے' تو وہ اپنے مسلمان خاوند سے علیحدہ نہ ہوگی

جو نصرانیہ بچی کسی مسلمان کے نکاح میں ہے اور بچی کا والد مجوسی ہو جائے اور اس کی ماں نصرانیہ ہو' چاہے فوت ہو جائے یا زندہ ہو تو نصرانیہ بچی اپنے خاوند سے علیحدہ نہ ہوگی۔ اگر ماں' باپ دونوں مجوسی ہو جائیں تو بچی اپنے خاوند سے جدا ہو جائے گی اگرچہ وہ اسے لے کر دارالحرب میں نہ جائیں۔

نصرانیہ بیوی نے بالغہ ہو کر کسی دین کو نہ سمجھا تو اس کا اپنے مسلمان خاوند سے جدا ہونا لازم ہے

کسی مسلمان مرد نے ایسی نصرانیہ بچی سے شادی کی' جس کے والدین نصرانی ہیں' بچی بالغہ ہوئی اور اس نے نہ نصرانیت کو جانا' نہ کسی اور دین کو جانا اور نہ ہی (کسی دین کو) بیان کیا تو وہ اپنے خاوند سے علیحدہ ہو جائے گی۔

مسلمان بچی نے بالغہ ہونے پر اسلام کو نہ پہچانا' تو وہ اپنے خاوند سے جدا ہو جائے گی

اسی طرح والدین کے مسلمان ہونے کی وجہ سے جو بچی مسلمان ہے' بالغہ ہونے پر وہ اسلام کو نہ پہچانتی ہو اور نہ ہی اسلام کا وصف بیان کر سکتی ہو تو وہ اپنے خاوند سے علیحدہ ہو جائے گی' گویا کہ وہ مرتد ہوگئی ہے۔ اسی لیے اتقیاء و صلحاء کے نزدیک مختار یہ ہے کہ عورت سے اسلام کا وصف پوچھا جائے گی اور یہی بہتر ہے' لیکن مناسب ہے کہ وصف استفہام کے طور پر دریافت کیا جائے تاکہ اس کے لیے وصف بیان کرنا آسان ہو اور ہم نے یہ مسائل' مسائل نکاح میں ذکر کر دیئے ہیں۔

عاقل بچے کے مرتد ہونے سے جدائی واجب ہے

عاقل بچے کا ارتداد درست ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق اس سے جدائی لازم ہوگی' اسی طرح عاقل بچی کے مرتد ہونے سے بھی جدائی لازم ہو گی۔

بالغ ہونے پر بچہ اسلام کو بیان نہ کر سکا تو وہ مرتد ہے

جب بچہ عاقل ہونے کی حالت میں بالغ ہوا اور اسلام کا بیان نہ کر سکا تو وہ مرتد ہوگا لیکن اسے قتل نہیں کیا جائے گا' جس طرح ایک آدمی کو اسلام پر مجبور کیا گیا' جب وہ مسلمان ہو گیا' پھر مرتد ہو گیا تو اس کا ارتداد درست ہے لیکن اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

نصرانی بچے کی نصرانیہ بیوی مسلمان ہو جائے تو کیا ان میں جدائی کی جائے گی؟

نصرانی بچے کی نصرانیہ زوجہ مسلمان ہو گئی تو قاضی ان میں اس وقت تک تفریق نہیں کرے گا' جب تک بچہ اسلام کو نہ سمجھنے لگے اور جب بچہ عاقل ہو گیا تو اس پر اسلام پیش کیا جائے گا۔ اگر اس نے انکار کر دیا تو ان میں جدائی کر دی جائے گی' جس طرح اگر بچہ بالغ ہوتا (تو اسلام سے انکار کرنے پر' جدائی کر دی جاتی) ہم نے اسے مسائلِ نکاح میں ذکر کر دیا ہے۔

یہ تمام بحث ''فتاویٰ قاضی خاں'' کی ''کتاب الطلاق'' میں فصل لعان سے کچھ پہلے ہے۔

خلع کے مسائل

باپ یا اجنبی کا خاوند کی موافقت سے' بچی کا خلع لینا جائز ہے

اگر کسی آدمی نے اپنی بیٹی کا اس کے خاوند سے خلع لیا اور بیٹی چھوٹی ہے تو اگر باپ ضامن ہوا تو خاوند کے قبول کرنے سے خلع مکمل ہو جائے گا اور بچی کا مہر خاوند پر لازم ہوگا' پھر خاوند ضمان کے حکم کی بناء پر اس مہر کے لیے باپ سے رجوع کرے گا۔ اگر باپ ضامن نہ ہوا تو مال واجب نہیں ہوگا' نہ باپ پر' نہ بچی پر' جس طرح اگر وہ بڑی ہوتی (تو مال واجب نہ ہوتا) کیا

طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ اگر بچی نے قبول کرلیا تو طلاق واقع ہو جائے گی' جس طرح کہ اگر بچی کے ساتھ خلع ہو تو اس کا یہی حکم ہے۔

اگر باپ نے عقدِ خلع قبول کرلیا تو طلاق کے وقوع میں روایات کے اختلاف کی وجہ سے مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ باپ کی زبان بچی کی زبان کی طرح ہے۔ (ابن عابدین ج ۲ص ۵۸۳)

ماں کے قبول کرنے سے خلع واقع ہو جائے گا

اگر خاوند اور بچی کی ماں کے درمیان خلع کی بات چیت ہوئی تو اگر ماں نے عوض خلع کی اپنے مال کی طرف اضافت کی یا ضامن ہوئی تو خلع مکمل ہو جائے گا' جس طرح کہ اجنبی کے ساتھ خلع کا یہ حکم ہے (کہ وہ اپنے مال کی طرف اضافت کرے یا ضامن ہو تو خلع مکمل ہو گا) اور اگر ماں نے اپنے مال کی طرف اضافت نہ کی اور نہ ہی ضامن ہوئی تو کیا طلاق واقع ہو جائے گی' جس طرح باپ کے خلع میں طلاق واقع ہوتی ہے۔ اس میں کوئی روایت نہیں' صحیح یہ ہے کہ طلاق واقع نہ ہوگی۔ (ابن عابدین ج ۲ص ۵۸۴)

اجنبی (زوجہ کا ولی) اور خاوند کی جانب سے خلع کے وقوع کا جواز

اگر عقد (خلع) کرنے والا اجنبی ہوا اور عوض کا ضامن نہ ہوا تو کیا خلع موقوف ہو گا یا نہیں؟ بعض نے کہا کہ اگر بچی خلع کے عقد کو سمجھتی ہے اور اس کو بیان کرسکتی ہے تو خلع اس کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا اور بعض نے کہا: موقوف نہیں ہوگا۔

بچی کا اپنے خاوند سے خلع لینا

جو بچی خلع کو سمجھتی ہے اور اسے بیان کرسکتی ہے' وہ اگر اپنے مہر کے عوض خاوند سے خلع کا مطالبہ کرے تو طلاق بائن واقع ہوگی اور مہر ساقط نہیں ہوگا۔

بچی خلع کے لیے وکیل مقرر کرسکتی ہے

اگر بچی نے خلع کے لیے وکیل مقرر کیا اور اس نے یہ کام کیا تو اس میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت میں وکیل بنانا صحیح ہے اور وکیل کے قبول کرنے سے خلع مکمل ہو جائے گا' جس طرح بچی کے قبول کرنے سے خلع مکمل ہو جاتا ہے۔

اور ایک روایت میں اگر وکیل عوضِ خلع کا ضامن نہ ہوا تو طلاق واقع نہ ہوگی' جس طرح اگر اجنبی کی طرف سے خلع ہو (تو اس کے ضامن نہ ہونے کی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوتی)۔

باپ کا بچی کے مہر کے عوض خلع کرنا جائز ہے بشرطیکہ قاضی اقرار کرے

خصاف رحمہ اللہ نے ''کتاب الحیل'' میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر باپ نے اپنی چھوٹی بیٹی کا مہر کے عوض خلع لیا تو اگر باپ کو معلوم ہو کہ بیٹی کے لیے خلع بہتر ہے کہ اس کی اپنے خاوند کے ساتھ زندگی اچھی نہیں گزرے گی اور اس نے بیٹی کے مہر کے عوض خلع لیا تو امام مالک رحمہ اللہ کے قول کے مطابق خاوند سے مہر ساقط ہو جائے گا اور اگر قاضی نے اس کا فیصلہ کر دیا تو اس کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا' کیونکہ یہ فیصلہ اجتہاد کے مقام پر ہے۔

باپ کا اپنے چھوٹے بیٹے کی طرف سے خلع جائز نہیں

اگر باپ نے اپنے چھوٹے بیٹے کی طرف سے خلع کیا تو صحیح نہیں' کیونکہ یہ طلاق کو قبولیت پر معلق کرنا ہے' لہٰذا یہ درست نہیں ہوگا جس طرح کہ بچے کی طرف سے یہ صحیح نہیں ہوتا اور نہ ہی بچے کا خلع باپ کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے' یہ سب ''فتاویٰ قاضی امام فخر الدین'' رحمہ اللہ میں ہے۔

باپ اگر ضامن نہ بنے' تو اس کا اپنی چھوٹی بیٹی کی طرف سے خلع لینے کا حکم

میں نے فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ کی کتاب ''کشف الغوامض'' میں دیکھا ہے کہ اگر باپ نے اپنی چھوٹی بیٹی کی طرف سے خلع لیا تو محمد بن سلمہ کے قول کے مطابق باپ کے قبول کرنے سے طلاق واقع ہو جائے گی' اگر چہ باپ خلع کا ضامن نہ ہو اور بچی پر خلع واجب نہیں ہوگا اور نہ ہی اس کے باپ پر واجب ہوگا۔ ان سے ایک دوسرا قول مذکور ہے کہ باپ کے قبول کرنے سے خلع واقع ہوگا اور باپ پر خلع واجب ہوگا اگر چہ وہ ضامن نہ ہو۔

خاوند کا بچی کو مال کے عوض طلاقِ رجعی دینا جائز ہے

''المبسوط'' (ج۱ص ۳۶۷) میں مذکور ہے کہ خاوند نے اگر بچی کو مال کے عوض طلاق دی تو

یہ طلاقِ رجعی ہوگی اور لونڈی کی صورت میں طلاق بائن ہوگی کیونکہ لونڈی کے حق میں مال کے عوض طلاق صحیح ہے لیکن یہ طلاق مؤخر ہوگی اور بچی کے حق میں طلاق مال کے بغیر ہوتی ہے۔
نجم الدین نسفی رحمہ اللہ نے ''مشارع الشارع فی فروع الحنفیہ'' میں ذکر فرمایا کہ بچی نے اگر اپنے بالغ خاوند سے خلع کا مطالبہ کیا تو اگر لفظ خلع کے ساتھ ہو تو طلاقِ بائن ہوگی اور اگر لفظ طلاق کے ساتھ ہو تو طلاقِ رجعی ہوگی۔

اگر خلع لینے والا' مہر کا ضامن ہو تو طلاق واقع ہوگی اور خلع صحیح ہوگا

بچی کے خلع میں حاصل یہ ہے کہ اگر خلع لینے والا مہر کا ضامن ہوا تو خلع صحیح ہوگا اور طلاق واقع ہو جائے گی۔ عقدِ خلع کرنے والا خواہ باپ ہو یا اجنبی اور بچی بالغہ ہونے پر مہر کے لیے باپ کی طرف رجوع کرے گی' خاوند کی طرف رجوع نہیں کرے گی۔ شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے اسی طرح فرمایا ہے۔

اور بعض نے کہا کہ بالغہ ہونے پر خاوند کی طرف رجوع کرے گی' پھر خاوند باپ کی طرف رجوع کرے گا اور اگر خلع لینے والا مہر کا ضامن نہ ہو تو اس میں کوئی شک نہیں کہ مہر ساقط نہیں ہوگا' اس لیے کہ وہ بچی ہے اور اگر بچی نے عقدِ خلع قبول کر لیا اور وہ خلع کو سمجھتی ہے اور اسے بیان کر سکتی ہے تو بالاتفاق طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر بچی نے عقدِ خلع قبول نہ کیا تو کیا جدائی واقع ہوگی؟ اگر خلع لینے والا اجنبی ہوا اور ضامن نہ بنا تو بالاتفاق جدائی واقع نہیں ہو گی۔ کیا بلوغ کے بعد بچی کی اجازت پر موقوف ہوگی؟ اس میں فقہائے کرام نے کلام کیا ہے۔ بعض نے کہا: موقوف ہوگی۔

خصاف رحمہ اللہ نے خلع کی شرائط میں اس کی تصریح کی ہے اور اگر عقدِ خلع کرنے والا باپ ہوا اور ضامن نہ بنا تو کیا طلاق واقع ہوگی؟ اس میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت میں واقع ہو جائے گی اور ایک روایت میں طلاق واقع نہ ہوگی۔ ''حیل الاصل'' میں تصریح ہے کہ جب تک باپ خاوند کے لیے عوض کا ضامن نہ بنا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ اس کی مکمل تفصیل ''ذخیرہ'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔ میں نے بچی کے خلع کے مسائل مکمل طور پر ''کتاب الفصول'' میں ذکر کر دیئے ہیں۔

بچی کے خلع کا حیلہ

بچی کے خلع کے لیے چند حیلے ہیں۔ایک حیلہ یہ ہے کہ مہر کا ضامن بن جائے۔دوسرا حیلہ یہ ہے کہ خاوند' حق مہر کو باپ کے حوالہ کر دے اور اس کے ذمہ منتقل کر دے حتیٰ کہ خاوند خود مہر سے بری الذمہ ہو جائے گا اور بچی کا مہر باپ پر واجب ہو جائے گا کیونکہ باپ کو یہ حق حاصل ہے کہ جب محتال علیہ (جس نے اپنے اوپر قرض لازم کیا ہو) محیل (مقروض) سے زیادہ مال دار ہو تو بچے اور بچی کا قرض' جس پر قرض واجب ہو' اس کے غیر کے حوالہ کر سکتا ہے اور عموماً باپ' خاوند سے زیادہ مال دار ہوتا ہے[1]۔اگر محتال علیہ' مال داری میں محیل کی مثل ہو پھر بھی مناسب ہے کہ حوالہ صحیح ہو گا۔

صدر الاسلام ابو الیسر رحمہ اللہ نے اسے ''باب الخلع'' میں ذکر فرمایا ہے۔

حاکم رحمہ اللہ نے خلع کی شرائط میں ایک اور حیلہ ذکر فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ باپ بچی کے مہر اور اس کی عدت کے نفقہ کے قبضے کا اقرار کر لے' پھر خاوند اسے طلاق بائن دے دے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ حکم صرف باپ کے ساتھ خاص ہے' باقی اولیاء کا یہ حکم نہیں' کیونکہ باپ کا بچی کے مہر کے قبضہ کا اقرار صحیح ہے اور خاوند ظاہراً بَری ہو جائے گا' باپ کے غیر کا اقرار کام نہیں آئے گا۔اگر چاہے کہ اس بارے میں کوئی تحریر لکھے تو خاوند کا طلاقِ بائن کا اقرار کرنا' تحریر کیا جائے اور باپ کا بچی کے مہر اور اس کی عدت کے نفقہ پر قبضے کا اقرار تحریر کیا جائے۔

حاکم نے شرائطِ خلع میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

---

[1] قرض کو ایک کے ذمہ سے دوسرے کے ذمہ کی طرف منتقل کرنا حوالہ ہے' قرض خواہ کو محتال' مقروض کو محیل اور جس نے اپنے اوپر قرض لازم کیا ہے اسے محتال علیہ کہتے ہیں۔صورتِ مذکورہ میں بچی کا حق مہر خاوند کے ذمہ قرض ہے اور خاوند اس قرض کو باپ کے ذمہ کی طرف منتقل کر رہا ہے' لہٰذا بچی محتال' خاوند محیل اور باپ محتال علیہ ہے۔۱۲ رضوی غفرلہٗ

طلاق کے بعد ثبوتِ نسب کے مسائل

جب طلاق کے نو ماہ بعد یا کم مدت میں بچی کے بیٹا پیدا ہوا تو نسب ثابت ہوگا

''فتاویٰ قاضی امام ظہیر الدین'' رحمہ اللہ کی ''فصل النسب'' میں ہے کہ بچی کو جب دخول کے بعد طلاق ہوئی' پھر اس کے بچہ پیدا ہوا تو اگر اس نے تین مہینوں کے بعد عدت گزر جانے کا اقرار کیا پھر چھ ماہ یا زیادہ مدت میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں ہوگا اور اگر چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہو جائے گا اور طلاقِ رجعی و طلاقِ بائن برابر ہیں' لیکن آئسہ (جسے زیادہ عمر ہونے کی بناء پر حیض آنا رک چکا ہو) اگر عدت میں ہوئی اور اس کے بچہ پیدا ہوا تو طلاق سے دو سال تک نسب ثابت ہو جائے گا' اس نے عدت گزر جانے کا اقرار کیا ہو یا اقرار نہ کیا ہو اور فرق یہ ہے کہ آئسہ کے جب بچہ پیدا ہو گیا تو واضح ہو گیا کہ وہ آئسہ نہیں' بلکہ حیض والی ہے اور حیض والی عورتوں میں وہی حکم ہے' جو ہم نے بیان کر دیا' لیکن بچی کا حکم اس طرح نہیں' کیونکہ بچہ پیدا ہونے پر یہ واضح نہیں ہوا کہ وہ ان عورتوں سے نہیں' جن کی عدت مہینوں کے ساتھ ہوتی ہے' لہٰذا یہ واضح نہیں ہوا کہ اس کا اقرار صحیح نہیں تھا۔

جس کے ہاتھ میں بچہ ہو' اس کے اقرار سے ثبوتِ نسب

کسی آدمی کے ہاتھ میں بچہ تھا' اسے کہا گیا کہ یہ تیرا بیٹا ہے؟ اس نے سر سے اشارہ کر دیا کہ ہاں! (میرا ہی بچہ ہے) تو بچے کا نسب' اس آدمی سے ثابت ہو جائے گا۔ ہم نے ''کتاب الفصول'' میں ''مسائل الایماء'' کے بیان میں اس کا ذکر اس جیسے دیگر مسائل سمیت کر دیا ہے۔

کم عمر خاوند کے لیے بچے کا نسب ثابت نہیں ہوگا

''فتاویٰ رشید الدین'' رحمہ اللہ میں ''باب ثبوت النسب'' میں ہے کہ جب دس سالہ بچے نے کسی عورت سے شادی کی اور اس کے بچہ پیدا ہوا تو خاوند سے بچے کا نسب ثابت نہیں ہوگا کیونکہ بلوغ کی اونیٰ مدت بارہ سال ہے۔

شادی کے وقوع کی تاریخ میں زوجین کے اختلاف کے وقت ثبوتِ نسب کا حکم

ایک مرد نے کسی عورت سے شادی کی اور اس کے بچہ پیدا ہوا تو میاں' بیوی کا اختلاف ہو گیا۔ خاوند نے کہا: میں نے ایک ماہ سے تیرے ساتھ شادی کی ہے' بیوی نے کہا: نہیں' بلکہ ایک سال سے شادی کی ہے تو بچے کا خاوند سے نسب ثابت ہو جائے گا۔ اگر دونوں کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ ایک ماہ سے شادی ہوئی ہے تو خاوند سے نسب ثابت نہیں ہوگا۔ اگر عورت نے اس پر گواہ قائم کر دیئے کہ شادی کو ایک سال ہوا ہے تو گواہی مقبول ہوگی۔

اگر بچے نے بڑا ہونے کے بعد گواہ قائم کیے تو پھر بھی یہ جواب درست ہوگا (یعنی گواہی مقبول ہوگی)۔ اگر اس نے بچپن کی حالت میں گواہ قائم کیے تو اس میں مشائخ کرام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے۔

بعض نے کہا کہ اس وقت تک گواہی مقبول نہیں ہوگی' جب تک قاضی بچے کی طرف سے خصم (مقدمہ کی پیروی کرنے والا) مقرر نہیں کرے گا' کیونکہ نسب بچے کا حق ہے' لہٰذا قاضی اس کی طرف سے خصم مقرر کرے گا تاکہ گواہ اس کی طرف سے قائم ہوں' جو خصم مقرر ہوا ہے۔ بعض نے کہا کہ اس تکلیف کی کوئی ضرورت نہیں اور قاضی اس کی طرف سے خصم مقرر کیے بغیر گواہی کی سماعت کرے گا' اس بناء پر کہ نسب پر گواہی بلا دعویٰ' اجر و ثواب کے لیے قبول کی جاتی ہے' اس فصل میں مشائخ کرام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا: گواہی مقبول ہوگی' بعض نے کہا: قبول نہیں کی جائے گی۔

نابالغ خاوند کے لیے نسب ثابت نہیں ہوگا

کسی مرد نے اپنے چھوٹے بیٹے کی شادی کر دی' جس بچے جیسا بچہ نہ جماع کر سکتا ہے' نہ ہی عورت کو حاملہ کر سکتا ہے' اس کی بیوی کے بچہ پیدا ہوا تو خاوند کے لیے وہ بچہ لازم نہیں ہوگا۔ خاوند کے باپ نے اپنے بیٹے کی جانب سے اس کی بیوی پر جو خرچ کیا ہے وہ واپس نہیں لیا جائے گا۔ اگر عورت نے اقرار کیا کہ اس نے شادی کی ہے تو خاوند کو مدتِ حمل کی مقدار چھ ماہ کا خرچ واپس کرے گی۔

اگر زوجین اقرار کرلیں کہ یہ بچہ نکاح سے ہے تو ان کے لیے نسب ثابت ہو جائے گا

کسی عورت کے ہاتھ میں بچہ ہو' مرد نے اس عورت سے کہا کہ یہ تجھ سے میرا بیٹا ہے نکاح کی وجہ سے۔ عورت نے کہا کہ یہ تیرا بیٹا ہے زنا سے' تو بچے کا اس مرد سے نسب ثابت نہیں ہوگا اور اگر عورت نے کہا کہ یہ تیرا بیٹا ہے نکاح سے' تو دونوں سے بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ یہ تمام مسائل ''فتاویٰ قاضی ظہیر الدین رحمہ اللہ'' میں ہیں۔

کم عمر خاوند کے لیے نسب ثابت نہیں ہوگا' حمل خواہ خاوند کی موت سے پہلے ظاہر ہو یا بعد میں ظاہر ہو

''ہدایہ'' میں ہے کہ اگر چھوٹا بچہ اپنی بیوی چھوڑ کر مر گیا اور بیوی حاملہ ہے' تو اس کی عدت وضعِ حمل ہے۔ دلیل یہ آیہ مبارکہ ہے:

واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن. (الطلاق:۴)	اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں۔

اگر حمل موت کے بعد ہوا تو اس کی عدت چار مہینے دس دن ہے اور دونوں صورتوں میں بچے کا نسب ثابت نہیں ہوگا' کیونکہ بچے کی منی نہیں لہٰذا اس سے حمل متصور نہیں اور نکاح وطی کے قائم مقام وہاں ہوتا ہے' جہاں وطی متصور ہو۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی عدت مہینوں کے ساتھ شمار ہوگی۔

اگر حمل موت کے بعد ہوا تو سب کے نزدیک اس کی عدت مہینوں کے ساتھ شمار ہوگی۔

ابوالحسن رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عدت حمل کے ساتھ پوری ہوتی ہے' چاہے حمل موت کے وقت ظاہر ہو یا ظاہر نہ ہو اور جس حمل کے ساتھ عدت پوری نہیں ہوتی' وہ موت کے بعد ہونے والا حمل ہے اور یہی صحیح ہے۔

ابوالحسن رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس عورت کی عدت حیض کے ساتھ ہوتی ہے' اگر اسے طلاق کے بعد حمل ہو تو اس کی عدت وضعِ حمل ہے' اگرچہ وضعِ حمل دو سال سے زائد مدت میں ہو لیکن یہ اس وقت ہے جب معلوم ہو کہ عورت عدت لازم ہونے کے بعد حاملہ ہوئی ہے۔

''محیط'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

چھوٹی بچی نے طلاق کے ایک ماہ بعد حمل کا دعویٰ کیا تو اس کے بچے کے نسب کے ثبوت کا حکم

کسی آدمی نے ایسی بچی سے شادی کی کہ اس جیسی لڑکی سے جماع کیا جاتا ہے اور اسے حیض نہیں آیا اور اس کے ساتھ دخول کیا' پھر اسے طلاقِ رجعی دی۔ عورت نے ایک ماہ بعد کہا کہ میں حاملہ ہوں تو دیکھا جائے گا کہ اگر بچہ طلاق کے وقت سے دو سال سے کم مدت میں یا طلاق کے وقت سے دو سال سے زیادہ مدت میں یا عورت کے ''اَنَــا حَــامِـلٌ '' (میں حاملہ ہوں) کہنے کے وقت سے چھ ماہ سے کم مدت میں پیدا ہوا تو وہ بچہ' خاوند سے ہوگا۔ ''فتاویٰ قاضی خاں'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

اور طلاق کے مسائل میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر خاوند نے بچی کو دخول کے بعد طلاق دی تو اگر اس نے تین ماہ بعد عدت گزرنے کا اقرار کرلیا پھر بچہ چھ ماہ سے کم مدت میں پیدا ہوا تو بچے کا نسب خاوند سے ثابت ہوجائے گا۔ اگر چھ ماہ سے زیادہ مدت میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں ہوگا اور ہم نے اسے پہلے بیان کردیا ہے اور اس میں طلاقِ رجعی اور طلاقِ بائن برابر ہے۔ اگر عدت گزرنے کا اقرار نہ کیا اور دعویٰ کیا کہ وہ حاملہ ہے تو اگر طلاقِ بائن ہو تو طلاق کے وقت سے دو سال تک نسب ثابت ہوجائے گا اور اگر طلاقِ رجعی ہو تو ستائیس مہینوں تک نسب ثابت ہوجائے گا اور اگر حمل کا دعویٰ نہ کیا اور نہ ہی عدت گزرنے کا اقرار کیا تو امام اعظم ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ سے فرمایا کہ یہ عورت اور جس نے تین ماہ میں عدت گزرنے کا اقرار کیا' دونوں کا حکم برابر ہے۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ا ص ۵۰۶)

عدت کے مسائل

اس حاملہ عورت کی عدت' جس کا بالغ یا نابالغ خاوند فوت ہوگیا

اگر بچہ' حاملہ بیوی چھوڑ کر فوت ہوا تو بیوی کی عدت وضع حمل (بچہ جننے تک) ہے اور اگر

حمل موت کے بعد ہوا تو اس کی عدت کا شمار مہینوں کے ساتھ ہوگا۔ اس سے کچھ پہلے یہ مسئلہ گزر چکا ہے۔ اگر بالغ مرد حاملہ بیوی چھوڑ کر فوت ہوا اور اس کی موت کے بعد دورانِ عدت حمل ہوا تو اس کی عدت وضعِ حمل ہے۔

حاملہ مطلّقہ عورت کی عدت

اگر عورت کو طلاق ہوئی اور باقی مسئلہ اسی طرح ہے تو یہی حکم ہے۔ یہ مسئلہ ''فتاویٰ قاضی خاں'' کی ''کتاب الطلاق'' میں ہے۔

بچی پر عدت کے ایجاب کا حکم

نجم الدین نسفی رحمہ اللہ نے اپنے ''فتاویٰ'' میں ذکر فرمایا ہے کہ بچی پر عدت کے ایجاب کا لفظ بولنے میں ہمارے مشائخ کرام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے۔ ہمارے اکثر مشائخ کرام رحمہم اللہ کا نظریہ یہی ہے کہ اس کے لیے لفظ ایجاب نہ بولا جائے کیونکہ بچی احکامِ شرع کی مخاطب نہیں لیکن جب اس کے متعلق سوال ہو تو مناسب ہے کہ فتویٰ میں لکھا جائے کہ عدت واجب ہے۔

جس عورت کو حیض نہ آتا ہو اس کی عدت

اگر عورت کو بچپن کی وجہ سے یا زیادہ عمر ہو جانے کی بناء پر حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہے اور اگر وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضعِ حمل ہے۔

خاوند سے خلوت کے بعد بچی کی عدت

کسی آدمی نے دس سالہ بچی سے شادی کی اور اس کے ساتھ خلوت کی اور کہا کہ میں نے اس کے ساتھ دخول نہیں کیا پھر اس سے علیحدگی ہو گئی۔ ابو القاسم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ وہ تین ماہ عدت بیٹھے کیونکہ دخول کا احتمال ہے۔ یہ مسئلہ ''فتاویٰ قاضی ظہیر الدین'' میں ہے۔ (الفتاویٰ الخانیہ ص ۴۹۶)

اس بچی کی عدت، جس نے ایک بار خون دیکھا پھر خون منقطع ہو گیا

''فتاویٰ قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ'' میں ہے کہ بچی بالغہ ہوئی اور اس نے ایک دن خون دیکھا، پھر خون بند ہو گیا حتیٰ کہ چھ مہینے گزر گئے، پھر اس کے خاوند نے اسے طلاق دے دی

تو اس پر تین ماہ عدت گزارنا لازم ہے' کیونکہ خون جب تک تین دن جاری نہ رہے تو وہ حیض نہیں ہوگا۔لہٰذا اس کا شمار انہی عورتوں میں رہے گا' جو مہینوں کے ساتھ عدت گزارتی ہیں۔

عدت کا تغیّر

جو بچی عدت میں ہو' وہ دورانِ عدت بالغہ ہوگئی تو وہ آئندہ تین حیض عدت گزارے گی' طلاق بائن ہو یا طلاقِ رجعی ہو۔اسی طرح جس عورت کو حیض آنا ختم ہو چکا ہو' اس نے بعض مہینے عدت گزاری' پھر اسے حیض آ گیا یا وہ حاملہ ہوگئی تو حیض کی صورت میں وہ آئندہ تین حیض عدت گزارے گی اور حمل کی صورت میں وضع حمل تک عدت گزارے گی۔کم عمر لونڈی کو اس کے خاوند نے طلاقِ رجعی دی تو وہ ڈیڑھ ماہ عدت گزارے گی۔اگر وہ عدت میں بالغہ ہوئی اور اسے حیض آ گیا' تو اس کی عدت دو حیضوں میں تبدیل ہو جائے گی اور مولیٰ نے اسے دورانِ عدت آزاد کر دیا تو اس کی عدت تین حیض ہو جائے گی۔اگر اسے طلاق دینے والا خاوند دورانِ عدت فوت ہو گیا تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہو جائے گی۔

عدت والی کا خاوند کے گھر سے نکلنے کا حکم

عدت والی اگر بچی ہو تو گھر سے نکل سکتی ہے' لیکن طلاقِ رجعی کی صورت میں خاوند کی اجازت کے بغیر نہیں نکل سکتی اور کتابیہ عورت' اس حکم میں بچی کی طرح ہے' اگر عدت والی مکمل لونڈی ہوئی یا مکاتبہ یا ام ولد ہوئی تو جب تک مولیٰ اسے گھر میں نہیں ٹھہرائے گا تو وہ گھر سے نکل سکتی ہے۔اگر مولیٰ نے اسے گھر میں ٹھہرایا تو گھر سے نہیں نکلے گی' لیکن اگر مولیٰ نکالے تو نکل سکتی ہے۔

بچی' کتابیہ اور نکاحِ فاسد[1] کی عدت گزارنے والی پر سوگ نہیں

نکاحِ فاسد کی عدت گزارنے والی' گھر سے نکلے گی اور اس پر سوگ لازم نہیں' جس طرح

[1] گواہوں کے بغیر نکاح کرنا' مطلقہ بیوی کی عدت کے دوران اس کی بہن سے نکاح کرنا' چوتھی بیوی کو طلاق دی اس کی عدت کے دوران پانچویں عورت سے نکاح کرنا' غیر کی بیوی سے لاعلمی میں نکاح کرنا' یہ سب نکاح' نکاحِ فاسد ہیں۔نکاحِ فاسد کی صورت میں دخول ہو چکا ہو اور عورت غیر حاملہ ہو تو عدت حیض کے ساتھ شمار ہوگی۔اگر حیض نہیں آتا تو عدت تین مہینے اور حاملہ ہونے کی صورت میں عدت وضعِ حمل (بچہ جننے) تک ہے۔۱۲ رضوی غفرلہٗ

کہ اس پر عدتِ وفات واجب نہیں۔ یہ سب ''فتاویٰ قاضی خاں'' میں ہے اور ''فتاویٰ قاضی ظہیر الدین'' میں ہے کہ بچی پر سوگ نہیں اور نہ ہی کتابیہ پر اور نہ اس عورت پر جو نکاحِ فاسد کی عدت میں ہے اور لونڈی اور مکاتبہ پر سوگ واجب ہوگا۔

حدِّ بلوغ کے مسائل

بلوغ کی علامات

بلوغ کبھی عمر کے ساتھ ہوتا ہے، کبھی علامت کے ساتھ۔ لڑکی میں بلوغ کی علامت حیض اور احتلام اور حمل ہے اور ادنیٰ مدت نو سال ہے، یہی مختار ہے۔ (المبسوط ج۹ ص۱۸۴)

اور لڑکے میں بلوغ کی علامت احتلام اور حاملہ کرنا ہے۔ اور ادنیٰ مدت بارہ سال ہے۔ عمر کے ساتھ بلوغ اس وقت ہوگا، جب لڑکا انیسویں سال میں اور لڑکی سترھویں سال میں داخل ہوگئی۔

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے بعض روایات میں ہے کہ بال اُگنے کا اعتبار ہوگا اور امام مالک رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔

اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ سے روایت ہے کہ جب لڑکا اور لڑکی پندرہ سال کے ہوگئے تو بالغ ہوں گے اور صدر الاسلام ابو الیسر رحمہ اللہ نے ''باب العدۃ'' میں ذکر فرمایا کہ ہمارے زمانے میں صاحبین کے قول پر فتویٰ واجب ہے کیونکہ ہمارے زمانہ میں عمریں کم ہیں۔

جب بچہ تیرہ سال کا ہوگیا تو اس کے بلوغ کا اقرار

''فتاویٰ امام عتابی رحمہ اللہ'' کے اقرار کے مسائل کے آخر میں ہے کہ جب بچہ تیرہ سال کا ہو جائے تو اس کا بالغ ہونے کا اقرار سنا جائے گا۔

نابالغہ بیوی کا بلوغ کا اقرار کر کے رجوع کر لینا

جس عورت نے اقرار کیا کہ وہ بالغہ ہے اور اپنا مہر خاوند کو ہبہ کر دیا ہے، پھر کہا کہ میں بالغہ نہیں ہوں تو اگر اس کا قد بالغہ عورتوں کے قد جتنا ہے تو اس کا اقرار صحیح ہے۔ اگر اس کا قد بالغہ

عورتوں کے قد جتنا نہیں تو اس کا اقرار صحیح نہیں اور قاضی کے لیے مناسب ہے کہ اس بارے میں احتیاط کرے اور اس کی عمر کے بارے میں سوال کرے اور اس سے کہے کہ تو نے یہ کیسے پہچانا؟ جس طرح کہ لڑکا بلوغ کا اقرار کرے تو قاضی اس سے وجہ دریافت کرے گا اور اس سلسلہ میں احتیاط سے کام لے گا۔ ''فتاویٰ قاضی خاں'' میں اسی طرح مذکور ہے اور ہم نے اسے مسائلِ نکاح میں، قبضِ مہر کے مسائل کے دوران ذکر کر دیا ہے۔

قریب البلوغ کے اقرارِ بلوغ پر ورثاء کے انکار کا حکم

''فتاویٰ نسفی'' کے اقرار کے مسائل میں ہے کہ کسی قوم نے کسی چیز پر صلح کی اور ان میں ایک قریب البلوغ لڑکا تھا، جس نے بوقتِ صلح اقرار کیا کہ وہ بالغ ہے۔ اس کے بعد بعض ورثاء نے کہا کہ یہ بالغ نہیں تھا اور یہ صلح درست نہیں، تو بچے کے بلوغ کا قول معتبر ہوگا، بشرطیکہ وہ تیرہ سال کا ہو کیونکہ اس سے کم تو نادر ہے اور ہم اس کا بیان کریں گے۔

پھر قاضی محمود سمرقندی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ایک قریب البلوغ لڑکے نے مجلس میں کسی دعویٰ کے متعلق اقرار کیا، وہ دعویٰ اس کے حق میں تھا یا اس کے خلاف تھا تو قاضی نے سوال کیا کہ تو کس طرح بالغ ہوا؟ تو وہ خاموش رہا۔ قاضی نے کہا: بیان کرنا ضروری ہے، تو اس نے کہا: احتلام کے ساتھ بالغ ہوا ہوں۔ قاضی نے کہا کہ بیدار ہونے کے بعد تو نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا: پانی، قاضی نے کہا: کون سا پانی؟ کیونکہ پانی تو مختلف ہوتے ہیں۔ اس نے کہا: منی، قاضی نے کہا: منی کیا ہوتی ہے؟ اس نے کہا: آدمی کا پانی، جس سے اولاد حاصل ہوتی ہے۔ قاضی نے کہا کہ تجھے کس پر احتلام ہوا؟ لڑکے پر یا لڑکی یا گدھی پر؟ تو اس نے کہا: لڑکے پر، اور لڑکے کو حیاء آ گئی۔ تو قاضی نے کہا: مکمل بیان کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا لڑکے کو بلوغ کے اقرار کی تلقین کی جائے۔ اس حقیقت کے بغیر جو لڑکے سے پائی گئی ہے اور بغیر اس کے کہ اسے حقیقت کا علم ہے۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ احتیاط کے طور پر ہے اور لڑکے کا قول محض تفسیر کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔ اسی طرح جب لڑکی نے حیض کا اقرار کیا ہو تو پھر بھی یہی حکم ہے۔

میں نے بلوغ کی معرفت کے متعلقہ مسائل کو مکمل طور پر ''کتاب الفصول'' کے متفرقات میں ذکر کر دیا ہے۔

لعان[1] کے مسائل

لعان سے نسب منقطع نہیں ہوگا' جب تک قاضی نسب منقطع ہونے کا فیصلہ نہ کرے گا

کسی عورت کے بچہ پیدا ہوا' خاوند نے بچے کی نفی کردی (کہ یہ میرا بچہ نہیں) اور قاضی نے میاں بیوی کے درمیان لعان کروایا اور نسب منقطع ہونے کا فیصلہ نہ کیا' حتیٰ کہ خاوند یا بیوی فوت ہوگئی تو نسب منقطع نہیں ہوگا اور خاوند سے بچے کا نسب ثابت ہوگا' کیونکہ محض لعان سے نسب منقطع نہیں ہوتا' جب تک قاضی نسب کے انقطاع کا حکم نہ لگائے اور جب بیوی یا خاوند فوت ہو گیا تو نسب پختہ ہوگیا اور اس کے بعد قاضی کے نسب ختم کرنے کی کوئی صورت باقی نہ رہی۔

''مبسوط'' کی ''کتاب الدعویٰ'' کے باب ''دعوی الولد من النکاح الصحیح'' میں اسی طرح مذکور ہے۔ فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب سے اس مسئلہ میں کوئی روایت نہیں' سوائے اس موضوع کے بالخصوص یہ مسئلہ کہ نسب' محض لعان سے ختم نہیں ہوتا' جب تک قاضی بچے کو اس کی ماں کے لیے لازم نہ کردے۔

باپ لعان کرنے والی کے بچے کے مال کا وارث نہیں ہوگا

جب لعان کرنے والی عورت کا بچہ فوت ہوگیا اور اس نے کوئی مال چھوڑا یا نہ چھوڑا۔ بہرصورت پھر باپ نے اس کے نسب کا دعویٰ کردیا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی' کیونکہ جب بچہ فوت ہوگیا تو وہ ثبوتِ نسب سے مستغنی ہوگیا۔ (المبسوط ج ۷ ص ۱۵۸)

[1] خاوند نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تو لعان کیا جاتا ہے' جس کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی کے سامنے خاوند قسم اٹھا کر چار مرتبہ گواہی دے کہ میں اس تہمت لگانے میں سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ کہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اگر میں جھوٹا ہوں اور عورت چار مرتبہ قسم اٹھا کر گواہی دے کہ مرد جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اگر مرد سچا ہو' پھر قاضی دونوں کے درمیان جدائی کردے تو عورت پر طلاقِ بائن واقع ہوجائے گی۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

آزاد کرنے کے مسائل

جو کسی ایسے شخص کا مالک ہوا، جس سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے، تو وہ اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا

جو آدمی کسی ایسے شخص کا مالک ہوا، جس سے قرابت کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے، مثلاً بھائی، بہن، چچا، ماموں وغیرہ تو وہ اس مالک ہونے والے کی طرف سے آزاد ہو جائے گا۔ مالک چاہے چھوٹا ہو یا بڑا، عاقل ہو یا مجنون اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صرف اولاد آزاد ہوگی۔ یہ مسئلہ "فتاویٰ قاضی ظہیر الدین رحمہ اللہ" کی "کتاب العتاق" میں مذکور ہے۔

اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ مالک خریدنے کی وجہ سے ہو، یا کسی کے ہبہ کرنے کی وجہ سے ہو یا وراثت کی وجہ سے۔

جس بچے کو تجارت کی اجازت ہے، اس نے اپنے باپ یا کسی ذی رحم محرم کو خریدا تو کیا یہ خریدنا صحیح ہوگا؟ اس میں ہمارے مشائخ کرام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ خریدنا درست ہوگا اور وہ اس بچے کی طرف سے آزاد ہو جائے گا۔ (المبسوط ج ۷ ص ۱۶۹)

"فتاویٰ قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ" میں مذکور ہے کہ ایک آدمی نے بوقتِ وصیت اپنی لونڈی سے کہا کہ اگر تو میرے اس بیٹے یا بیٹی کی خدمت کرتی رہی حتیٰ کہ انہیں خدمت کی ضرورت نہ رہی تو تو آزاد ہے، تو علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ اگر وہ دونوں بڑے ہوں تو وہ لونڈی ان کی خدمت کرتی رہے گی حتیٰ کہ بیٹی کی شادی ہو جائے اور بیٹے کو ایک لونڈی کا ثمن حاصل ہو جائے۔

اگر وہ دونوں چھوٹے ہوں تو لونڈی ان کی اس وقت تک خدمت کرے گی حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائیں، کیونکہ دونوں بڑے ہوں یا دونوں چھوٹے ہوں، ان کا استغناء (خدمت کی ضرورت نہ رہنا) اسی وقت ثابت ہوگا، جو ہم نے بیان کر دیا ہے۔

اگر دونوں بڑے ہوئے اور لڑکی نے شادی کر لی لیکن لڑکا ابھی باقی ہے تو وہ دونوں کی

خدمت کرے گی کیونکہ آزاد ہونے کے لیے شرط یہ تھی کہ وہ لونڈی دونوں کی خدمت کرتی رہے حتیٰ کہ وہ دونوں مستغنی ہو جائیں (اور انہیں خدمت کی ضرورت نہ رہے) لہٰذا دونوں میں سے ایک کے مستغنی ہونے سے لونڈی آزاد نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر وہ دونوں چھوٹے ہوئے اور ان میں سے ایک بالغ ہو گیا تو لونڈی دوسرے کے بالغ ہونے تک دونوں کی خدمت کرتی رہے گی اور اگر اس سے پہلے دونوں میں سے ایک فوت ہو گیا تو وصیت باطل ہو جائے گی' کیونکہ وصیت کا تعلق دونوں کی خدمت سے تھا اور اب اس بات سے مایوسی ہو گئی ہے۔

''الفتاویٰ الظہیریہ'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

بچے' مجنون اور سوئے ہوئے شخص کا آزاد کرنا جائز نہیں

''عتاق الاصل'' کے باب ثانی کے آخر میں مذکور ہے کہ بچے' مجنون اور سوئے ہوئے شخص کا آزاد کرنا جائز نہیں کیونکہ آزاد کرنا' ملک کو باطل کرنا ہے' لہٰذا یہ طلاق کی طرح صحیح نہیں۔

اگر کسی نے کہا کہ میں نے اپنا یہ غلام اس حالت میں آزاد کیا ہے جب کہ میں بچہ یا مجنون تھا اور اس آدمی کا مجنون ہونا معروف ہے تو یہ آزاد کرنا صحیح نہ ہوگا' کیونکہ اس نے باطل اعتاق کا اقرار کیا ہے' لہٰذا یہ اعتاق (آزاد کرنے) کا انکار ہوگا۔ اسی طرح طلاق کا حکم ہے' کیونکہ اس نے طلاق کی نسبت اس معروف حالت کی طرف کی ہے جو تصرف کے صحیح ہونے کے منافی ہے' لہٰذا اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

اگر بچے نے کہا کہ جب مجھے احتلام آیا تو میرا غلام آزاد ہے یا معتوہ (کم عقل شخص) نے کہا کہ جب مجھے افاقہ ہوا تو میرا غلام آزاد ہے' تو یہ باطل کلام ہے' کیونکہ وہ قسم اٹھانے کا اہل نہیں اور نہ ہی آزاد کرنے کا اہل ہے' لیکن اگر صحیح بالغ آدمی نے کہا کہ میرا غلام اس روز آزاد ہے' جس روز میں نے فلاں کام کیا اور اس نے وہ کام' معتوہ ہونے کی حالت میں کیا تو غلام آزاد ہو جائے گا کیونکہ یہ غلام حکم کے لحاظ سے سابق کلام کی وجہ سے آزاد ہوگا اور یہ اس آدمی کے حکم میں ہوگا جو کم عقل ہونے کی حالت میں اپنے قریبی کا مالک ہو (تو وہ قریبی اس کی طرف سے آزاد ہو جاتا ہے)۔

آزاد مسلمان اور ذمی اور مکاتب اور غلام کی مشترکہ لونڈی کا بچہ آزاد مسلمان کو ملے گا

اگر آزاد مسلمان اور آزاد ذمی اور مکاتب اور غلام کی مشترکہ لونڈی کے بچہ پیدا ہوا اور سب نے بچے کا دعویٰ کر دیا تو بچہ آزاد مسلمان کو ملے گا کیونکہ دعویٰ کے سبب یعنی ملک میں تو سب برابر ہیں لیکن مسلمان کو بچہ دینے میں بچے کی زیادہ رعایت ہے کہ اسے اسلام اور آزادی حاصل ہوگی۔ اگر ان میں آزاد مسلمان نہ ہو تو ذمی کو بچہ دیا جائے گا۔ مکاتب اور غلام کو بچہ نہیں دیا جائے گا' اگرچہ وہ دونوں مسلمان ہوں اگرچہ ان دونوں کو بچہ دینے میں بچے کی ایک لحاظ سے رعایت ہے (یعنی اسلام کے لحاظ سے) جس طرح کہ ذمی کو بچہ دینے میں بھی ایک لحاظ سے بچے کی رعایت ہے' لیکن ذمی کو بچہ دینے میں بچے کی رعایت زیادہ ہے' کیونکہ اس صورت میں وہ بچہ حقیقۃً آزاد ہو جائے گا۔ پھر جب وہ عاقل ہوا تو اسے اپنی ذات کی وجہ سے اسلام حاصل ہو جائے گا' لہٰذا اسے دونوں نفع اکٹھے حاصل ہوں گے۔ اگر مکاتب یا غلام کو بچہ دیا جائے تو اسے حکماً اسلام حاصل ہوگا' لیکن اسے آزادی حاصل نہ ہوگی اور نہ ہی وہ آزادی حاصل کرنے پر قادر ہوگا' اس لیے آزاد ذمی کے لیے بچے کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور اگر ان میں ذمی نہ ہوا تو بچہ مکاتب کو دیا جائے گا۔ پھر جب لونڈی ان میں سے کسی کی ام ولد بن گئی تو وہ آدمی اپنے شرکاء کے حصوں کی قیمت کا ضامن ہوگا اور ان کے حصوں کے عقر کا ضامن ہوگا[1] اسی طرح باقی اپنے حصوں کے عقر کے ضامن ہوں گے' کیونکہ سب نے وطی کا اقرار کیا ہے اور سب فیصلہ قاضی کے پاس لے گئے ہیں' البتہ غلام سے آزاد ہونے کے بعد ہی عقر وصول کیا جائے گا' کیونکہ یہ عقر تجارت کی ضمان نہیں اور اگر غلام کو تجارت کی اجازت ہو تو آزاد ہونے سے پہلے صرف تجارت کی ضمان ہی وصول کی جا سکتی ہے اور یہ حکم اس وقت ہے' جب اس نے نکاح کے ساتھ وطی کا اقرار کیا ہو' کیونکہ غلام سے مہر' آزاد ہونے کے بعد ہی وصول کیا جا سکتا ہے' لیکن اگر اس نے یہ اقرار کیا کہ لونڈی سے وطی خریدنے کے سبب سے کی ہے تو وہ عقر کا ضامن ہوگا۔

---

[1] عقر سے مراد وہ مال ہے جو بطورِ مہر ایسی وطی میں لازم ہو' جس میں حد زنا واجب نہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

اس جنس کے مسائل ''مبسوط'' کی ''کتاب العتاق'' کے ''باب امہات الاولاد ''میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

بیٹے کی لونڈی سے آدمی کا بچہ پیدا ہو

''فتاویٰ قاضی خاں'' میں مذکور ہے کہ کسی آدمی کے بیٹے کی لونڈی سے اس آدمی کا بچہ پیدا ہوا تو وہ لونڈی اس آدمی کی ام ولد بن جائے گی اور وہ آدمی اس کی قیمت کا ضامن ہوگا' عقر کا ضامن نہ ہوگا۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ا ص ۵۴۰)

اپنے بیٹے کی لونڈی سے شادی کرنا

اگر آدمی نے اپنے چھوٹے بیٹے کی لونڈی سے شادی کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو وہ لونڈی اس کی ام ولد نہیں بنے گی اور بچہ قرابت کی وجہ سے آزاد ہو جائے گا۔

اس کی کیا صورت ہے کہ آدمی کی لونڈی' اس کی ام ولد نہ بنے

جب کوئی آدمی چاہے کہ اپنی لونڈی سے وطی کرے اور اس کے اگر بچہ پیدا ہو تو وہ اس کی ام ولد نہ بنے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ آدمی وہ لونڈی اپنے چھوٹے بیٹے کو فروخت کر دے' پھر اس سے شادی کرے۔

کسی آدمی کے قبضہ میں لڑکا ہو اور وہ دعویٰ کرے کہ یہ لڑکا غلام ہے تو آدمی کا قول معتبر ہوگا اور اگر لڑکا بالغ ہوا اور اس نے آزادی کا مطالبہ کیا تو اس سے گواہ طلب کیے جائیں گے

''عتاق الاصل'' کے نویں باب میں ہے کہ کسی آدمی کے قبضہ میں چھوٹا لڑکا ہو جو اپنے متعلق بیان نہ کرسکتا ہو۔ آدمی نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے تو اس آدمی کا قول معتبر ہوگا اور اگر لڑکا بالغ ہو گیا اور اس نے کہا: میں آزاد ہوں' تو گواہوں کے بغیر اس کا قول مقبول نہیں ہوگا' کیونکہ اب یہ لڑکا اپنی ذات سے اس آدمی کے قبضہ کے ابطال کا مدعی ہو گیا' لہٰذا صاحب ید (قبضے والے)' آدمی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور بچے پر گواہ پیش کرنا لازم ہوگا' لیکن اگر قبضے والے آدمی نے لڑکے کے بچپن میں دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور لڑکا بڑا ہو گیا اور اس نے کہا کہ میں شروع سے ہی آزاد ہوں اور قبضے والا آدمی کہتا ہے کہ یہ میرا غلام ہے تو غلام کا قول معتبر

ہوگا' کیونکہ اس آدمی کے اس غلام پر قبضے کا ثبوت معروف نہیں' بلکہ وہ آدمی دعویٰ کر رہا ہے کہ یہ غلام میرے قبضہ میں ہے اور غلام اس کا انکار کر رہا ہے (لہٰذا آدمی مدعی اور غلام منکر ہے تو) غلام کا قول' قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔

اگر جس وقت قبضے والے آدمی نے دعویٰ کیا' اس وقت وہ لڑکا اپنے متعلق بیان کر سکتا ہے اور اس نے کہا کہ میں آزاد ہوں تو اس لڑکے کا قول معتبر ہوگا' کیونکہ جو آدمی اس لڑکے کے غلام ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے وہ اس بات کا مدعی ہے کہ یہ غلام اس کے قبضے میں ہے اور لڑکا اس کا انکار کر رہا ہے (تو آدمی مدعی اور لڑکا منکر ہے)' لہٰذا لڑکے کا قول معتبر ہوگا' لیکن پہلی صورت میں ایسا نہیں ہے' کیونکہ اس صورت میں لڑکے کا کوئی قول نہیں (کیونکہ وہ بچپن کی حالت میں ہے) لہٰذا اس آدمی کا قول معتبر ہوگا' جس کے قبضہ میں یہ لڑکا ظاہر کے لحاظ سے ہے' جس طرح کپڑے کا حکم ہے (کہ ظاہراً جس کے قبضہ میں ہو اسی کا قول معتبر ہوگا)۔

اسی طرح اگر لڑکے نے کہا کہ میں آزاد لقیط ہوں[1]۔ اس صورت میں لڑکے کا دعویٰ ہے کہ وہ اصل کے اعتبار سے ہی آزاد ہے' کیونکہ لقیط آزاد ہوتا ہے۔

''فتاویٰ قاضی خاں'' میں ہے کہ اگر لڑکا بڑا ہوا اور مدعی' جس کے قبضہ میں وہ لڑکا ہے' اس نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے اور لڑکے نے کہا کہ میں فلاں کا غلام ہوں' تو قبضے والے آدمی کا قول معتبر ہوگا۔ اگر یہ نہ کہا کہ میں فلاں کا غلام ہوں' بلکہ کہا کہ میں اصل کے اعتبار سے ہی آزاد ہوں تو لڑکے کا قول معتبر ہوگا۔

''مبسوط'' کی ''کتاب العتاق'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

کسی آدمی کے قبضہ میں بچہ ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ میرا غلام ہے اور اسے آزاد کر دیا' پھر دوسرا آدمی آیا اور اس نے گواہ قائم کر دیئے کہ یہ میرا غلام ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور اس دوسرے آدمی کے لیے غلام کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور پہلا آزاد کرنا باطل ہوگا۔

دونوں مسئلے ''فتاویٰ قاضی خاں'' کی ''کتاب العتاق'' میں ہیں۔

(الفتاویٰ الخانیہ ج۱ص۵۲۰)

---

[1] لقیط' وہ بچہ ہے جو کسی مقام پر لاوارث پڑا ہوا ملے اور معلوم نہ ہو کہ یہ کس کا بچہ ہے؟۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

آدمی، عاقل بچے کو حکم دے سکتا ہے کہ وہ اس کے غلام کو مدبر[1] بنادے

''عتاق الاصل'' کے ''باب المدبر'' کے آخر میں مذکور ہے کہ اگر کسی آدمی نے کسی بچے کو حکم دیا کہ اس کے غلام کو مدبر بنادے اور اس نے غلام کو مدبر بنادیا تو یہ جائز ہے' کیونکہ ہمارے نزدیک عاقل بچہ تصرفات کا اہل ہے' امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تصرفات کا اہل نہیں۔

کم عمر غلام کو مکاتب بنانا جائز ہے

''واقعات الامام اللامشی'' میں ہے کہ اگر کسی نے اپنے کم عمر عاقل غلام کو مکاتب بنایا تو یہ جائز ہے' کیونکہ اگر اسے تجارت کا اذن دیا جائے تو صحیح ہے حتیٰ کہ وہ تجارات میں ایجاب وقبول کر سکتا ہے' لہٰذا اسی طرح اگر اسے عقد کتابت قبول کرنے کی اجازت دی گئی تو یہ جائز ہے۔ اگر وہ غیر عاقل بچہ ہوتو جائز نہیں' کیونکہ وہ تصرف کا اہل نہیں اور (اس صورت میں) اگر اس بچے کی طرف سے کسی آدمی نے بدلِ کتابت ادا کر دیا تو وہ آزاد نہیں ہوگا' کیونکہ کتابت بالکل منعقد نہیں ہوئی[2]

کسی آدمی کا اپنے غلام کو اس کی اپنی ذات اور چھوٹی اولاد کی طرف سے مکاتب بنانا جائز ہے

''مبسوط'' میں مذکور ہے کہ کسی آدمی نے اپنے غلام کو اس کی اپنی ذات اور اپنی چھوٹی اولاد کی طرف سے مکاتب بنایا تو جائز ہے' کیونکہ غلام کو اپنی طرف سے اور اپنی چھوٹی اولاد کی طرف سے عقد قبول کرنے کی اجازت ہے اور اگر وہ بدلِ کتابت ادا نہ کرے تو غلامی کی طرف لوٹ آئے گا اور اس کی اولاد بھی غلامی کی طرف لوٹ آئے گی' کیونکہ اولاد اس کے تابع ہے۔

---

[1] مدبر وہ غلام ہے' جس کے متعلق مولیٰ نے کہا ہو کہ یہ میرے مرنے کے بعد آزاد ہے۔ ۱۲رضوی غفرلہٗ

[2] عقدِ کتابت یہ ہے کہ آقا اپنے غلام سے مال کی ایک مقدار مقرر کر کے یہ کہہ دے کہ اتنا ادا کردے تو تُو آزاد ہے اور غلام اسے قبول بھی کر لے۔ اب یہ غلام مکاتب ہو جائے گا' جب کل مال ادا کر دے گا تو آزاد ہو جائے گا۔ ۱۲رضوی غفرلہٗ

ولاء موالات اور ولاء عتاقہ[1] کا حکم

بڑا بیٹا ولاء موالات میں باپ کے تابع نہیں ہوتا اور چھوٹا بیٹا تابع ہوتا ہے اور بڑا بیٹا ولاء عتاقہ میں چھوٹے بیٹے کی طرح باپ کے تابع ہوتا ہے۔

اور اس کی مکمل تفصیل ''عتاق الاصل'' کی ''کتاب المکاتب'' سے پہلے ''باب الموالات'' میں دیکھی جا سکتی ہے اور ''مبسوط'' کے ''باب مکاتبۃ الوصی'' میں مذکور ہے کہ وصی یتیم کے غلام کی کتابت کا مالک ہوتا ہے' جس طرح باپ مالک ہوتا ہے کیونکہ یہ کمائی ہے اور وصی کمائی کا مالک ہوتا ہے۔ اگر یتیم کے غلام کو مکاتب بنایا پھر اسے مال ہبہ کر دیا تو بالاتفاق جائز نہیں لیکن اگر یتیم کا مال فروخت کیا پھر خریدار کو ثمن معاف کر دیے تو امام اعظم ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک خریدار سے ثمن (قیمت) ساقط ہو جائیں گے اور یتیم کو ثمن کی مثل کا ضمان ادا کرے گا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اس کے خلاف ہیں۔

اس باب میں فرق معروف ہے۔ فرق کا حاصل یہ ہے کہ بیع (خرید و فروخت) میں حقوقِ عقد' عقد کرنے والے کی طرف لوٹتے ہیں اور کتابت میں حقوق اس شخص کی طرف لوٹتے ہیں' جس کے لیے عقد واقع ہوا ہے' لہٰذا بیع اور کتابت دونوں الگ الگ ہیں اور وصی بدلِ کتابت پر کتابت کے حکم کی وجہ سے قبضہ نہیں کرتا بلکہ اس لیے قبضہ کرتا ہے کہ یتیم قبضے سے عاجز ہے' حتیٰ کہ اگر یتیم بڑا ہو گیا تو قبضے کا حق اسی یتیم کو حاصل ہو گا اور اگر اس نے بدلِ کتابت پر قبضے کا اقرار کیا تو اگر مال اس کے پاس ہوا' تو تصدیق کی جائے گی اور اگر یہ کہا کہ میں نے اسے مکاتب بنایا تھا اور اس نے بدل کتابت ادا کر دیا ہے تو تصدیق نہیں کی جائے گی۔

اگر وصی نے مکاتب بنایا پھر یتیم بالغ ہو گیا اور کتابت پر راضی نہ ہوا تو اس کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی اور دو وصیوں میں سے ایک دوسرے کی رضامندی کے بغیر یتیم کے غلام کو مکاتب نہیں بنا سکتا اور نہ ہی وصی غلام کو مال کے عوض آزاد کرنے کا مالک ہے اور نہ ہی غلام کو

---

[1] عاقل بالغ شخص کسی کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوا اور وہ نومسلم جس کے ہاتھ پر مسلمان ہوا' اس سے یا کسی دوسرے سے کہے کہ اگر میں مر جاؤں تو میرا وارث تو ہے اور اگر مجھ سے کوئی جرم ہو تو دیت تو ادا کرے گا اور دوسرا آدمی اسے قبول کر لے تو یہ ولاء موالات ہے اور جس غلام کو اس کے مولیٰ نے آزاد کر دیا ہو اُن کے درمیان ولاء عتاقہ ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

اس کی طرف سے مال کے عوض فروخت کر سکتا ہے۔اسی طرح باپ کا حکم ہے' کیونکہ اس میں محض ضرر ہے۔

بچے کا اپنے غلام کو مکاتب بنانا یا آزاد کرنا

''کتاب الولاء'' کے ''باب ولاء المکاتب'' میں مذکور ہے کہ بچہ اپنے غلام کو' باپ یا وصی کی اجازت سے مکاتب بنا سکتا ہے اور بچہ اپنے غلام کو مال کے عوض آزاد نہیں کر سکتا' نہ باپ کی اجازت سے نہ وصی کی اجازت سے اور ان دونوں کے اذن کا اعتبار نہیں ہوگا اور بچہ اپنے ساتھ عقدِ موالات کرنے والے کی ولاء کو باپ یا وصی کی اجازت سے قبول کر سکتا ہے اور بچہ باپ یا وصی کا قبول کرنے میں نائب ہوگا' کیونکہ یہ دونوں بچے کی طرف سے ولاء قبول کر سکتے ہیں' اس لیے کہ یہ دونوں کتابت کے ذریعے بچے پر ولاء عتاقہ لازم کر سکتے ہیں' لہٰذا عقدِ موالاۃ کے ذریعے بھی اس پر ولاء لازم کر سکتے ہیں۔(المبسوط ج۸ص۱۰۹)

اگر بچے نے کسی مرد کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور اس سے عقدِ موالات کیا تو یہ صحیح نہیں' بچہ چاہے ماذون ہو یا غیر ماذون کیونکہ موالات عقدِ تجارت نہیں بلکہ یہ تو احسان ہے۔اگر کافر باپ کی اجازت سے یہ عقد کیا تو صحیح نہیں کیونکہ کافر باپ ولایت حاصل نہ ہونے کی وجہ سے بچے پر عقد ولاء کا مالک نہیں۔یہ مذکور نہیں کہ مسلمان باپ کی اجازت سے وہ اس کا مالک ہوگا یا نہیں اور مناسب ہے کہ مالک ہو۔یہ تمام مسائل ''کتاب الولاء'' کے ''باب ولاء المکاتب'' میں مذکور ہیں۔

باپ اپنے بیٹے کی ولاء اپنی طرف سے اپنے موالی کی طرف کھینچ لے گا' دادا نہیں

باپ اپنے بیٹے کی ولاء اپنی طرف اور اپنے موالی کی طرف کھینچ لے گا اور دادا نہیں کھینچے گا' مثلاً دادا کسی قوم کا آزاد کردہ غلام ہو اور پوتا دوسری قوم کا آزاد کردہ غلام ہو تو دادا اپنے پوتے کی ولاء اپنی طرف اور اپنے آزاد کرنے والے موالی کی طرف نہیں کھینچے گا' بلکہ پوتے کی ولاء اس کے آزاد کنندہ کو ملے گی۔یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جہاں دادا باپ کی طرح نہیں۔

اور یہ مسئلہ متفرقات میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔واللہ اعلم

قسم کے مسائل

بچی کو لفظ عورت شامل ہونے کے مقامات

قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ نے ''کتاب الطلاق'' میں طلاق کو شادی کے ساتھ معلق کرنے کے مسائل میں ذکر کیا ہے کہ اگر کسی آدمی نے قسم اٹھائی کہ کسی عورت سے شادی نہیں کرے گا اور کسی بچی سے شادی کر لی تو وہ آدمی قسم میں حانث ہو جائے گا (قسم ٹوٹ جائے گی) اگر قسم اٹھائی کہ کسی عورت سے کلام نہیں کرے گا اور کسی بچی سے کلام کر لیا تو حانث نہیں ہو گا۔

(الفتاویٰ الخانیہ ج ا ص ۴۵۶)

اور قاضی فخر الدین رحمہ اللہ نے اپنے ''فتاویٰ'' کی ''کتاب الایمان'' کے دوسرے باب میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر آدمی نے قسم اٹھائی کہ کسی عورت سے شادی نہیں کرے گا اور کسی بچی سے شادی کر لی تو قسم ٹوٹ جائے گی اور امام محمد رحمہ اللہ سے ایک روایت ہے کہ قسم نہیں ٹوٹے گی اور نکاح میں لفظ عورت' بچی کو شامل نہیں ہوتا۔

قسم اٹھائی کہ کسی عورت کو نہیں خریدے گا اور کم سن لونڈی خرید لی

اس باب میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر کسی آدمی نے قسم اٹھائی کہ کسی عورت کو نہیں خریدے گا اور اس نے کم سن لونڈی خرید لی تو قسم نہیں ٹوٹے گی' لیکن اگر قسم اٹھائی کہ کسی عورت سے شادی نہیں کرے گا اور بچی سے شادی کر لی تو قسم ٹوٹ جائے گی کیونکہ نکاح تو صرف عورت سے ہی ہوتا ہے لہٰذا عورت کے ذکر کا فائدہ نہیں اور اس کا ذکر کرنا اور نہ کرنا برابر ہے' لیکن خریدنے میں اس طرح نہیں ہے' کیونکہ خریدنا صرف عورت کے ساتھ خاص نہیں لہٰذا عورت کے ذکر کا اعتبار ہو گا اور اگر قسم اٹھائی کہ لونڈی نہیں خریدے گا اور دودھ پیتی لونڈی یا بوڑھی لونڈی خرید لی تو حانث ہو جائے گا۔ یہ تمام ''فتاویٰ قاضی خاں'' میں مذکور ہے۔

قسم اٹھائی کہ کسی عورت سے کلام نہیں کرے گا اور کسی بچی سے کلام کر لیا

''ذخیرہ'' کی ''کتاب الایمان'' کی تیرہویں فصل کی نوع اوّل میں ''المنتقی'' کے حوالہ

سے مذکور ہے کہ آدمی نے حلف اٹھایا کہ کسی عورت سے کلام نہیں کرے گا اور اس نے کسی بچی سے کلام کیا تو بعض مشائخ سے منقول ہے کہ وہ حانث ہو جائے گا' گویا انہوں نے اسے اس مسئلہ پر قیاس کیا ہے کہ اگر آدمی نے قسم اٹھائی کہ کسی عورت سے شادی نہیں کرے گا اور اس نے کسی بچی سے شادی کرلی تو اس صورت میں وہ آدمی حانث ہو جائے گا۔

''ذخیرہ'' کی ''کتاب الایمان'' کی فصل ثامن میں مذکور ہے کہ اگر آدمی نے قسم اٹھائی کہ اس بچی سے جماع نہیں کرے گا اور اس بچی کے عورت بن جانے کے بعد اس سے جماع کیا تو حانث ہو جائے گا۔

اس کا حکم جس نے قسم اٹھائی کہ بچے سے کلام نہیں کرے گا اور اس بچے کے بوڑھا ہونے کے بعد اس سے کلام کیا

اس فصل میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر قسم اٹھائی کہ اس بچے سے کلام نہیں کروں گا اور اس بچے کے بوڑھا ہونے کے بعد اس سے کلام کیا تو قسم میں حانث ہو جائے گا اور اگر قسم اٹھائی کہ کسی بچے سے کلام نہیں کروں گا اور کسی بوڑھے سے کلام کرلیا تو حانث نہیں ہوگا۔

اس آدمی کا حکم' جس نے قسم اٹھائی کہ اپنے بیٹے کو فلاں کے ساتھ کام نہیں کرنے دے گا اور اپنے بیٹے کے مال سے نہیں کھائے گا

''فتاویٰ قاضی امام فخر الدین'' رحمہ اللہ میں ہے کہ کسی آدمی نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اگر میں نے تجھے فلاں شخص کے ساتھ کام کرنے دیا تو میری بیوی کو طلاق تو اگر اس کا بیٹا بالغ ہوا اور یہ آدمی اسے فعل کے ساتھ روکنے پر قادر نہ ہوا اور قول کے ذریعے اسے منع کر دیا تو قسم پوری ہو جائے گی اور اگر بیٹا کم عمر ہوا تو قسم پوری ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ اسے فعلاً وقولاً دونوں طرح روکے۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۲ ص ۳۷)

اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر اپنی بیوی کی طلاق کا حلف اٹھایا اور کہا کہ اگر میں نے فلاں آدمی کو اس پل پر سے گزرنے دیا تو میری بیوی کو طلاق اور اسے قولاً منع کیا تو قسم پوری ہو جائے گی کیونکہ یہ اس آدمی کو فعلاً منع کرنے کا مالک نہیں۔

اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر حلف اٹھایا کہ میں اپنے بیٹے کے مال سے نہیں کھاؤں گا

اور دونوں کا مال مشترک ہے تو عصام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر بیٹا بڑا ہو تو مال سے اپنا حصہ نکال لے اور پھر اپنے حصے سے کھائے اور اگر بیٹا چھوٹا ہو تو اس کا حصہ کسی اور کو فروخت کر دے پھر اپنا حصہ نکال کر اس سے کھائے یا بیٹے کا حصہ خرید لے پھر کھائے اور قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس تکلف کی ضرورت نہیں وہ آدمی اپنے حصہ کی مقدار کھا سکتا ہے اور اس کا کھالینا ہی تقسیم کے بہ منزلہ ہے۔ جب دو آدمی کسی مکیلی اور موزونی[1] چیز میں شریک ہوں تو ایک شریک اگر اجنبی ہو تو وہ تنہا اپنا حصہ نکال سکتا ہے' لہٰذا باپ تو بطریقِ اولیٰ تنہا اپنا حصہ لے سکتا ہے۔

اس آدمی کا حکم' جس نے حلف اٹھایا کہ میں اپنے بچوں کو فلاں عورت کے کاتے ہوئے سوت کے کپڑے نہیں پہناؤں گا

''ایمان النوازل'' اور ''الجامع فی الفتاویٰ'' میں مذکور ہے کہ کسی آدمی نے حلف اٹھایا کہ میں اپنے بچوں کو فلاں عورت کے کاتے ہوئے سوت کا لباس نہیں پہناؤں گا۔ حلف اٹھانے والا شخص سو گیا اور اس کے بچے آ کر (اس عورت کے کاتے ہوئے سوت کی بنی ہوئی) چادر میں داخل ہو گئے تو اگر چادر کا اتنا حصہ ان بچوں پر پڑا' جو لباس ہوتا ہے تو قسم ٹوٹ جائے گی۔

ماذون بچے کی قسم کا حکم

اس کے ایک ورق بعد مذکور ہے کہ ماذون بچے نے اگر انکار کر دیا تو اس پر قسم لازم نہیں' کیونکہ وہ حانث نہیں ہوتا اور فقیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے علماء کرام رحمہم اللہ نے ''کتاب الاقرار'' میں فرمایا ہے کہ ماذون بچہ حلف اٹھائے گا اور اس پر ہمارا عمل ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ بچے کے انکار پر فیصلہ کیا جاتا ہے اور بچہ انکار کرتا ہے اور اس کا اقرار صحیح ہوتا ہے؟

بچے کو قسم کا کفارہ دینا جائز نہیں

قسم کے کفارہ میں اگر مسکینوں کو صبح' شام کھانا کھلایا اور ان میں کوئی شیر خوار بچہ بھی ہے تو

---

[1] جو چیزیں پیمانے کے ذریعے ماپی جائیں جس طرح کہ گندم نبی پاک ﷺ کے زمانہ اقدس میں صاع کے ذریعے ماپی جاتی تھی وہ مکیلی کہلاتی ہیں اور جن چیزوں کا وزن کیا جاتا ہے مثلاً سونا چاندی وغیرہ وہ موزونی کہلاتی ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

جائز نہیں اور قسم اٹھانے والے پر کسی دوسرے مسکین کو کھانا کھلانا لازم ہے۔ ''فتاویٰ قاضی خاں'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

اس عورت کا حکم' جس نے حلف اٹھایا کہ اپنا بچہ رات کو کسی عورت کو نہیں دوں گی

''ملتقط'' کی ''کتاب الایمان'' میں مذکور ہے کہ کسی عورت نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں یہ بچہ رات کو کسی عورت کو نہیں دوں گی' تو دوسری عورت آئی اور بچے کو پنگھوڑے میں ڈال دیا اور اسے ٹھہرائے رکھا اور حلف اٹھانے والی نے بچے کو نہ ٹھہرایا' اسے صرف دودھ پلایا تو قسم ٹوٹ جائے گی۔

کم عمر غلام' قسم کے کفارہ میں آزاد کرنا جائز ہے

کفارہ یمین اور کفارۂ ظہار[1] میں کم عمر غلام آزاد کرنا جائز ہے اور مجنون غلام آزاد کرنا جائز نہیں۔ ''الاصل'' کی ''کتاب الایمان'' کے پہلے باب میں اسی طرح مذکور ہے۔

شادی کرنے کے متعلق قسم اٹھانے کا حکم

''مختصر الکرخی'' کی ''کتاب الایمان'' کے ''باب الحلف علی التزویج'' میں مذکور ہے کہ کسی آدمی نے کہا: اللہ کی قسم! میں اپنی چھوٹی بیٹی یا اپنے چھوٹے بیٹے کی شادی نہیں کروں گا' پھر کسی آدمی کو حکم دیا اور اس آدمی نے شادی کر دی یا کسی آدمی نے اس کے حکم کے بغیر شادی کر دی پھر اسے خبر پہنچی اور اس نے شادی کو جائز قرار دیا تو قسم ٹوٹ جائے گی۔ اسی طرح اپنے غلام یا لونڈی کی شادی کا حکم ہے۔ اسی طرح عتق' صدقہ' ہبہ' طلاق اور کتابت کا حکم ہے۔

اگر حلف اٹھایا کہ اپنے بالغ بیٹے کی شادی نہیں کروں گا اور کسی آدمی کو حکم دیا' اس نے

---

[1] کفارۂ یمین یعنی قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا انہیں کپڑے پہنائے یا ایک غلام آزاد کرے' اگر ان امور میں سے کسی کی استطاعت نہ ہو تو لگاتار تین روزے رکھے اور ظہار یہ ہے کہ اپنی بیوی کو کسی ایسی عورت سے تشبیہ دے جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو مثلاً بیوی کو کہے کہ تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے۔ ظہار کرنے والا اگر اپنی بیوی سے جماع کرنا چاہے تو اس پر کفارہ لازم ہے کہ جماع سے پہلے غلام آزاد کرے' اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو لگاتار دو ماہ کے روزے رکھے' اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

بچے کی شادی کر دی پھر بچہ بالغ ہوا اور اس نے شادی کو جائز قرار دیا یا کسی آدمی نے اس کے بیٹے کی شادی کر دی اور باپ نے جائز قرار دیا یعنی باپ شادی پر راضی ہو گیا تو قسم نہیں ٹوٹے گی اور یہ مسئلہ یعنی بالغ بیٹے کی شادی کے متعلق قسم اٹھانے والا مسئلہ چھوٹے بیٹے کی شادی کے متعلق قسم اٹھانے والے مسئلہ کے مشابہ نہیں۔

اس آدمی کا حکم، جس نے حلف اٹھایا کہ اپنی بیٹی کی شادی نہیں کروں گا اور دوسرے آدمی نے شادی کر دی

''نوادر'' میں ہشام نے امام محمد رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ کسی آدمی نے اپنی بیوی کی تین طلاق کا حلف اٹھاتے ہوئے کہا کہ میں اپنی چھوٹی بیٹی کی شادی نہیں کروں گا (ورنہ میری بیوی کو تین طلاق)، اس آدمی کے گھر والوں میں سے کسی نے یا کسی اجنبی نے اس کی بیٹی کی شادی کر دی اور جہاں شادی ہوئی، باپ اس جگہ موجود تھا لیکن وہ خاموش رہا، پھر عقدِ نکاح ہو جانے کے بعد باپ نے اسی مقام پر کہا کہ میں نے نکاح کو جائز قرار دیا تو امام محمد رحمہ اللہ کے گمان میں قسم نہیں ٹوٹے گی، کیونکہ شادی اس کے غیر نے کی ہے اور اس نے تو شادی کو جائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح لونڈی کے متعلق حلف کا حکم بھی یہی ہے۔

آزاد بچے کی بیع کے حلف کا حکم

''مختصر الکرخی'' کی ''کتاب الایمان'' میں ہے کہ اگر کسی آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں اس بچے کو ضرور بالضرور فروخت کروں گا حالانکہ بچہ آزاد ہے تو یہ قسم بیع فاسد[1] پر محمول ہو گی، لہٰذا اگر اس نے وہ بچہ بیع فاسد کے طور پر فروخت کر دیا تو قسم پوری ہو جائے گی۔

جس نے حلف اٹھایا کہ کوئی خادم اس کی خدمت نہیں کرے گا

''مختصر الکرخی'' کی ''کتاب الایمان'' کے ''باب الحلف علی الخدمت'' میں مذکور ہے کہ

---

[1] بیع میں ایسی شرط ذکر کر دی جو عقد کے مقتضیٰ کے خلاف ہے اور اس میں فروخت کرنے والے یا خریدار یا مبیع (جو چیز فروخت کی گئی ہے) کا فائدہ ہے تو یہ بیع فاسد کہلاتی ہے، مثلاً غلام کو اس شرط پر فروخت کیا کہ خریدار اسے آزاد کر دے، یہ بیع فاسد ہے۔ اس کے علاوہ بھی بیع فاسد کی متعدد صورتیں ہیں۔ بیع فاسد کا حکم یہ ہے کہ اگر خریدار نے فروخت کرنے والے کی اجازت سے خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کر لیا تو اس کا مالک ہو گیا اور جب تک قبضہ نہیں کیا مالک نہیں ہو گا۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

جب کسی آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم! فلاں کا خادم میری خدمت نہیں کرے گا اور اس کی نیت غلام یا لونڈی کی نہیں تو جس نے بھی اس کی خدمت کی، حانث ہو جائے گا کیونکہ لونڈی اور غلام میں سے ہر ایک خادم ہے اور خدمت کرنے والا بڑا اور چھوٹا اس معاملہ میں برابر ہیں۔

اُس آدمی کا حکم، جس نے حلف اٹھایا کہ اپنے لڑکے کو نہیں مارے گا

جب کسی آدمی نے حلف اٹھایا کہ اپنے لڑکے کو نہیں مارے گا اور اس نے کسی دوسرے کو حکم دیا اور اس نے لڑکے کو مارا تو باپ حانث نہیں ہوگا اور غلام کی صورت میں (آقا) حانث ہو جائے گا اور عورت کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس کا حکم بچے کی طرح ہے (کہ خاوند اس صورت میں حانث نہیں ہوگا) اور ایک قول یہ ہے کہ وہ غلام کی طرح ہے (کہ خاوند اس صورت میں حانث ہو جائے گا)۔ (ابن عابدین ج ۳ ص ۱۲۰)

لڑکے، جوان اور ادھیڑ عمر والے کی عمر کے مراتب اور ان میں سے ہر ایک کی تعریف

''ذخیرہ'' کی ''کتاب الایمان'' کی ''چھبیسویں فصل'' میں ہے کہ جب کسی آدمی نے حلف اٹھایا کہ وہ بچے یا لڑکے یا جوان یا ادھیڑ عمر سے کلام نہیں کرے گا تو بعض اہل علم نے کہا ہے کہ بچے کو انیس سال کی عمر تک غلام (لڑکا) کہا جاتا ہے پھر انیس سال سے چونتیس سال تک اسے شاب (جوان) کہا جاتا ہے، پھر چونتیس سال سے اکیاون سال تک اسے کہل (ادھیڑ عمر) کہا جاتا ہے، پھر اکیاون سال سے آخر عمر تک اسے شیخ (بوڑھا) کہا جاتا ہے اور شریعت کی اصطلاح میں غلام (لڑکا) اسے کہتے ہیں جو بلوغ کی حد کو نہ پہنچے اور جب بالغ ہو جائے تو وہ جوان کہلائے گا۔ اس کی مکمل تفصیل ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الایمان'' میں اور ''الفتاویٰ الصغریٰ'' کی ''کتاب الایمان'' میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

کسی چیز کے کرنے یا چھوڑنے پر اللہ کی قسم اٹھانے یا طلاق کی قسم اٹھانے کا حکم

''ذخیرہ'' کی ''کتاب الایمان'' میں مذکور ہے کہ اگر کسی مرد پر کسی بچے کے بارے میں تہمت لگائی گئی۔ مرد نے کہا کہ اگر میں نے اس بچے کے ساتھ ایسا کام کیا تو میری بیوی کو طلاق

حالانکہ اس آدمی سے یہ فعل اس سے پہلے سرزد ہو چکا تھا تو بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ یہ مسئلہ ''فصل الیمین علی الافعال'' میں مذکور ہے۔

اگر اپنی بیوی کی طلاق کا حلف اٹھاتے ہوئے کہا کہ میں نے کبھی لواطت کا فعل نہیں کیا' پھر اسے یاد آیا کہ بچپن میں اس نے کسی بچے کے ساتھ لواطت کی تھی تو بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ ''المہذب فی الفتاویٰ'' کی ''کتاب الطلاق'' میں اسی طرح مذکور ہے اور اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر اس نے حلف اٹھایا کہ فلاں آدمی کے لیے کپڑا نہیں خریدے گا اور اس فلاں آدمی نے اسے کہا کہ میرے چھوٹے بیٹے کے لیے کپڑا خرید دے اور اس نے کپڑا خرید دیا تو حانث نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر اسے کہا کہ میرے غلام کے لیے کپڑا خرید دے اور اس نے کپڑا خرید دیا تو حانث نہیں ہوگا۔

''فتاویٰ النسفی'' میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ اگر حلف اٹھایا کہ میں ضرور بالضرور جماعت کے ساتھ نماز ادا کروں گا اور حلف اٹھانے والے نے کسی ایسے بچے کی امامت کروائی' جو نماز جانتا ہے تو اس نے جماعت کے ساتھ نماز ادا کر لی ہے (لہٰذا قسم پوری ہو جائے گی)۔ یہ مسئلہ ''المنتقی'' کی ''کتاب الایمان'' میں مذکور ہے۔

حدود کے مسائل[1]

بچی کے ساتھ زنا کرنے والے پر حد واجب ہے

کسی مرد نے کسی قابلِ جماع بچی کے ساتھ یا مجنون کے ساتھ زنا کیا تو اس پر حد واجب ہے۔ اگر پانچ سالہ لڑکی کے ساتھ وطی کی اور وہ سلامت رہی تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اس پر حد قائم کی جائے گی۔ (المبسوط ج۹ ص۵۷) دوسرے نسخہ میں عبارت اس

[1] حدود' حد کی جمع ہے۔ حد کا لغوی معنیٰ ہے: روکنا' اسی لیے دربان کو حدّاد کہتے ہیں کہ وہ لوگوں کو اندر آنے سے روکتا ہے اور اصطلاحِ شرع میں حد اس سزا کو کہتے ہیں جس کی مقدار شریعت کی جانب سے مقرر ہوتی ہے اور اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

طرح ہے: ''قید وجوب الحد فقط بالسلامة لانها اذا هلكت تجب الدية على الزانی'' وجوبِ حد کو فقط سلامتی کے ساتھ مقید کیا ہے کیونکہ اگر لڑکی ہلاک ہوگئی تو زانی پر دیت (خون بہا)[1] واجب ہوگی۔

بچی کے ساتھ زنا کرنے سے بچے پر کوئی حد نہیں اور مہر لازم ہوگا

''الفتاویٰ الصغریٰ'' کی ''کتاب الجنایات'' میں ہے کہ کسی بچے نے اگر کسی بچی سے زنا کیا اور اس کا پردۂ بکارت زائل کر دیا تو بچے پر کوئی حد نہیں، لیکن بچے کے مال سے اس پر مہر لازم ہوگا کیونکہ بچے سے اس کے افعال پر مواخذہ ہوتا ہے اور بچی کا اذن صحیح نہیں ہوتا۔

بچے نے بالغہ عورت سے زنا کیا اور وہ بہ خوشی اس پر راضی نہ تھی تو بچے پر حد نہیں لیکن مہر لازم ہوگا

بچے نے اگر بالغہ عورت سے زبردستی اس کی مجبوری کی حالت میں زنا کیا تو پھر بھی یہی حکم ہے (کہ بچے پر حد واجب نہیں، مہر لازم ہوگا) لیکن اگر بالغہ عورت بہ خوشی اس پر راضی ہوئی تو مہر واجب نہیں۔ اس کی دو وجہیں ہیں: (۱) عورت کے حق مہر ساقط ہونے میں عورت کی رضامندی کا اعتبار ہوتا ہے۔ (الفتاوی الخانیہ ج ۳ ص ۴۸۱)

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر بچے کو مہر کا ضامن بنایا گیا تو بچے کا ولی مہر کے لیے عورت کی طرف رجوع کرے گا، کیونکہ کسی آدمی نے بچے کو کوئی حکم دیا، جس کی وجہ سے بچے پر ضمان لازم آ گیا تو بچے کا ولی اس ضمان کے لیے، حکم دینے والے کی طرف رجوع کرے گا، لہٰذا یہاں مہر کا ضامن بنانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ (الفتاوی الخانیہ ج ۳ ص ۴۵۶)

بچی سے زنا کرنے کی وجہ سے بچے پر مہر لازم ہوگا

قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ کے ''فوائد'' میں ہے کہ بچے نے کسی بچی سے زنا کیا تو بچے کے مال سے اس پر مہر لازم ہوگا کیونکہ بچے سے اس کے افعال پر مواخذہ ہوتا ہے، یہ حکم اس صورت میں ہے، جب بچی کا مہر مثلی پانچ سو درہم سے کم ہو لیکن اگر مہر مثلی پانچ سو درہم تک پہنچ

[1] مقتول کے ورثاء کو جان کے بدلے جو مال ادا کیا جاتا ہے، اسے اصطلاحاً دیت اور خون بہا کہتے ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

جائے تو مہر بچے کی برادری پر لازم ہوگا کیونکہ یہ جنایت کے بہ منزلہ ہے اور دیت کے نصف عشر سے زائد ہو چکا ہے۔ صرف دیت کے نصف عشر سے کم ہونے کی صورت میں برادری برداشت نہیں کرتی (اور یہ تو نصف عشر سے زائد ہے' لہٰذا برادری برداشت کرے گی)۔

آزاد عورت نے کسی بچے کو (زنا کی) دعوت دی اور بچے نے اس کے ساتھ زنا کر لیا تو بچہ مہر کا ضامن نہیں ہوگا۔ اگر بلانے والی لونڈی ہو تو بچہ ضامن ہوگا' کیونکہ لونڈی کا حکم صحیح نہیں ہوتا۔

اسی طرح اگر کسی بچی نے بچے کو زنا کی طرف بلایا اور بچے نے اس سے زنا کر لیا تو وہ بچہ مہر کا ضامن ہوگا۔

ان میں سے بعض مسائل ''الفتاویٰ الصغریٰ'' کی ''کتاب الجنایات'' میں مذکور ہیں اور بعض صاحب المحیط کے ''فوائد'' میں ہیں۔

اگر بچی نے بچے کو اپنی طرف بلایا اور بچے نے اس کا پردۂ بکارت زائل کر دیا تو بچے پر مہر لازم ہوگا۔ اگر بچے نے آزاد بالغہ عورت سے زنا کیا اور اس کا پردۂ بکارت زائل کر دیا تو اگر اس عورت سے زبردستی' اس کی مجبوری میں زنا کیا تو بچے پر مہر لازم ہوگا' اگر وہ عورت بہ خوشی راضی تھی اور اس نے بچے کو اپنی طرف بلایا تھا تو بچہ ضامن نہیں ہوگا۔ یہ مسئلہ ''ذخیرہ'' میں ہے۔

بچی یا ''مُکْرَهه''[1] پر تہمت لگانے والے پر کوئی حد نہیں

ایک آدمی نے کسی عورت کو کہا کہ تو نے زنا کیا حالانکہ تو مجبور تھی یا کہا: حالانکہ تو بچی تھی تو تہمت لگانے والے پر حد واجب نہیں ہوگی۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۴۹۱)

مذاق میں اپنے چھوٹے بیٹے کو شراب پلانے والے پر تعزیر ہے

کسی مذاق کرنے والے آدمی نے اپنے چھوٹے بچے کو شراب پلا دی تو مذاق کرنے والے کو تعزیر کی جائے گی اور اس پر حد واجب نہیں ہوگی۔ یہ دونوں مسئلے ''فتاویٰ قاضی ظہیر الدین رحمہ اللہ'' میں مذکور ہیں۔

بچے نے ولی کی اجازت کے بغیر شادی کر لی تو مہر واجب نہیں

بچے نے کسی عورت سے ولی کی اجازت کے بغیر شادی کر لی اور اس کے ساتھ دخول کیا

---

[1] مکرھہ' وہ عورت جسے مجبور کیا گیا ہو۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

اور ولی نے نکاح کو جائز قرار نہ دیا تو بچے پر مہر لازم نہیں‘ کیونکہ بچہ التزام (خود پر کوئی چیز لازم کرنے) کا اہل نہیں لیکن غلام کا یہ حکم نہیں کیونکہ آزاد ہونے کے بعد اس سے مواخذہ کیا جاتا ہے۔

خاوند کے محصن[1] ہونے کی شرط یہ ہے کہ بیوی آزاد‘ عاقلہ‘ بالغہ ہو

صدر الاسلام ابوالیسر رحمہ اللہ نے ''کتاب الحدود'' کی ابتداء میں ذکر کیا کہ آزاد مرد نے مجنونہ یا بچی سے شادی کی اور اس کے ساتھ دخول کیا تو اس دخول کی وجہ سے وہ محصن نہیں ہو گا۔ اسی طرح اگر کسی لونڈی سے شادی کی تو محصن نہیں ہوگا۔ بچے یا مجنون نے ولی کی اجازت سے کسی عورت سے شادی کی اور اس کے ساتھ دخول کیا پھر بچہ بالغ ہو گیا اور مجنون کو افاقہ ہو گیا اور زنا کیا تو اس بچے یا مجنون کو سنگسار نہیں کیا جائے گا‘ لیکن اگر بالغ ہونے کے بعد بیوی سے دخول کیا پھر زنا کیا تو اسے سنگسار کیا جائے گا۔ عاقلہ‘ بالغہ عورت نے اگر کسی بچے یا مجنون کو اپنی طرف بلایا حتیٰ کہ بچے یا مجنون نے اس سے وطی کر لی تو عام علماء کے نزدیک دونوں میں سے کسی پر حد واجب نہیں ہوگی اور امام زفر و امام شافعی رحمہما اللہ نے فرمایا کہ عورت پر حد واجب ہو گی۔ (المبسوط ج۹ ص۳۶)

بچی سے زنا کرنے والے بالغ پر حد واجب ہوگی

اس پر اجماع ہے کہ عاقل بالغ نے کسی قابلِ جماع بچی سے زنا کیا یا مجنونہ سے زنا کیا تو اس مرد پر حد واجب ہوگی۔ اسی طرح سوئی ہوئی عورت سے زنا کیا تو حد واجب ہوگی۔

(الفتاوی الخانیہ ج۳ ص۴۶۸)

اور فرق ''مبسوط'' سے پہچانا جا سکتا ہے۔

اگر کسی ناقابلِ جماع بچی سے زنا کیا اور اس کے پیشاب و پاخانہ والے دونوں سوراخ ایک کر دیئے تو دیکھا جائے گا اگر افضاء (دونوں سوراخوں کو ایک کر دینا) اس طرح کا ہو کہ وہ عورت پیشاب روک سکتی ہے تو بلا اختلاف مرد پر حد واجب نہیں ہوگی کیونکہ یہ مقام مطلقاً وطی کا محل نہیں اور محض دخول سے غسل واجب ہوگا اور مرد پر تہائی دیت اور مہر لازم ہوگا اور اگر افضاء ایسا ہو کہ وہ پیشاب نہیں روک سکتی تو پھر بھی اس پر حد واجب نہیں ہوگی اور مکمل دیت

---

[1] محصن وہ آزاد‘ عاقل‘ بالغ شخص ہے‘ جس نے نکاحِ صحیح کے ساتھ وطی کی ہو۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

واجب ہوگی اور کیا مکمل مہر واجب ہوگا یا نہیں؟ امام اعظم ابوحنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ نے فرمایا کہ واجب نہیں ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مہر واجب ہوگا۔

اگر بچی سے وطی کی اور اس کے دونوں سوراخ ایک نہ ہوئے تو مرد پر حد واجب ہوگی۔

اگر بچی سے جماع کیا اور اس کے دونوں سوراخ ایک کر دیئے تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہو گی۔

جس نے چھوٹی بچی سے زنا کی تہمت لگائی تو اس پر حد واجب نہیں ہوگی

اگر کسی نے تہمت لگائی کہ اس مرد نے اس بچی سے زنا کیا ہے تو اس پر حد واجب نہیں ہو گی' کیونکہ یہ ایک وجہ سے زنا ہے' اس لیے کہ یہ حرام وطی ہے (من کل الوجوہ زنا نہیں) یہ سب مسائل ''مبسوط'' میں ہیں۔

حد کا وجوب مہر کی ضمان واجب ہونے کے منافی نہیں

اگر کسی قابلِ جماع بچی سے زنا کیا اور اس کے دونوں سوراخ ایک نہ کیے تو حد واجب ہو گی اور یہ مسئلہ تو ظاہر ہے۔ کیا اس پر مہر مثلی واجب ہوگا؟ مناسب ہے کہ واجب نہ ہو' کیونکہ حد واجب ہو چکی ہے اور وجوبِ حد' ضمان واجب ہونے کے منافی ہے اور اس مسئلہ میں فتویٰ پیش آ چکا ہے۔

چھوٹی بچی سے وطی پر حرمتِ مصاہرت مترتب نہیں ہوگی

اگر چھوٹی نا قابلِ شہوت بچی سے وطی کی تو یہ وطی طبعاً زنا نہیں ہوگی اور نہ ہی یہ وطی' وطی کہلائے گی' نہ وطی حلال نہ وطی حرام۔ وطی سے مراد یہاں وہ فعل ہے جس کی مثل فعل' حلال یا حرام محل (مقام) میں ہوتا ہے۔

لہٰذا امام اعظم ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ اس وطی سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں کرتے' لیکن عقر لازم کرتے ہیں کیونکہ عقر اس جرم کی ضمان ہوتا ہے' جب دونوں سوراخ ایک نہ کیے ہوں اور یہ حکم اس لیے ہے کہ حد کے وجوب کے لیے شرط ہے کہ محل قابلِ شہوت ہو' اس لیے کہ جس فعل سے حد واجب ہوتی ہے' وہ شہوت پورا کرنے کا فعل ہے' لہٰذا یہ اسی محل میں مؤثر ہوگا' جو قابلِ شہوت ہو۔

ابوزید نے ''خزانۃ الہدیٰ'' کے ''باب الحدود'' میں اسی طرح ذکر فرمایا ہے۔

حد اور ضمان صرف دو مسئلوں میں جمع ہوتی ہیں

''فوائدِ صاحب المحیط'' کی ''کتاب النکاح'' میں ہے کہ حد اور ضمان صرف دو مسئلوں میں جمع ہوتی ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کسی آدمی کی باکرہ لونڈی سے زنا کیا تو حد اور بکارت کے نقصان کی ضمان واجب ہوگی۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کسی ذمی کی شراب پی لی تو حد اور شراب کی قیمت واجب ہوگی۔ واللہ اعلم

چوری کے مسائل

آزاد بچے کو چرانے والے پر حد نہیں

''اصل'' میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے آزاد بچے کو چوری کر لیا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ وہ بچہ مال نہیں۔ اگر بچے پر زیورات ہیں جو کثیر مالیت کے ہیں تو پھر بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ زیورات تو بچے کے تابع ہیں۔ جو چیز تابع ہے' اس کے چرانے سے ہاتھ کاٹنا لازم نہیں ہوگا اگرچہ چور کو علم ہو کہ اس بچے پر زیورات ہیں۔ (المبسوط ج ۹ ص ۱٦۱)

لیکن اگر پرانا کپڑا چرایا' جس کی ایک جانب کثیر مالیت کے دراہم باندھے ہوئے ہوں اور کپڑا دس درہم کی قیمت کا نہیں تو اگر چور کو دراہم کا علم نہیں تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا' کیونکہ چور کا مقصد کپڑا چرانا ہے' درہم چرانا نہیں اور اگر چور کو دراہم کا علم ہے' تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔ کیونکہ جب اسے علم ہے تو چور کا مقصود دراہم ہے۔ لیکن بچے کی صورت میں ایسا نہیں' کیونکہ ہر حالت میں مقصود بچہ پکڑنا ہے' کیونکہ اگر مقصود زیورات ہوتے تو بچے کے بغیر وہ زیورات لے لیتا۔

کم عمر غلام چوری کرنے والے کا حکم

اگر کم عمر غلام چوری کیا تو اگر غلام عاقل ہوا تو بالاتفاق ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یعنی غلام ایسا ہو کہ اپنے متعلق بیان کر سکتا ہو اور اگر چھوٹا غیر عاقل غلام چوری کیا' جو اپنے متعلق بیان نہیں کر سکتا تو امام اعظم ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ نے فرمایا ہے کہ ہاتھ کاٹا جائے گا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ استحساناً ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (المبسوط ج ۹ ص ۱٦۱)

جس نے بچے یا مجنون کے ساتھ مل کر چوری کرنے کا اقرار کیا تو اس پر حد واجب نہیں

''المبسوط'' کے ''باب الاقرار بالسرقۃ'' کے باب میں ہے کہ اگر آدمی نے مجنون یا بچے یا گونگے کے ساتھ مل کر چوری کرنے کا اقرار کیا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا' کیونکہ ان کے حق میں اس چوری سے ہاتھ کاٹنا لازم نہیں آتا اور یہاں چوری تو ایک ہی ہے لہٰذا دوسرے کے حق میں بھی اس سے ہاتھ کاٹنا لازم نہ آئے گا لیکن اگر صحیح بالغ نے بچی یا مجنونہ سے زنا کیا تو مرد پر حد واجب ہوگی کیونکہ یہاں فعل آدمی کی طرف سے ہے' عورت کی طرف سے نہیں اور آدمی کے فعل میں تو کوئی شبہ نہیں' لیکن جس صورت میں ہمارا کلام ہے' یہاں ایسا نہیں بلکہ اس میں فعل دونوں کی طرف سے اکٹھا ہے۔

کئی آدمیوں نے چوری کی اور ان میں ایک بچہ تھا

''سرقۃ العیون'' میں مذکور ہے کہ ایک قوم نے چوری کی اور ان میں ایک بچہ یا مجنون یا گونگا یا ذی رحم محرم تھا تو امام اعظم ابوحنیفہ و امام محمد و امام زفر رحمہم اللہ کے نزدیک ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور امام ابویوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر بچے نے سامان نکالا تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر بڑے نے مال نکالا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

راہ زنوں میں اگر کوئی بچہ ہو تو ان پر حد واجب نہیں

اسی طرح اگر راہ زنوں میں کوئی بچہ یا مجنون یا کم عقل یا گونگا ہو تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول میں سب سے حد ساقط ہو جائے گی۔ (المبسوط ج۹ ص۱۸۴)

مسائلِ سِیَر[1]

بچے کا غنیمت[2] میں کوئی حق نہیں حتیٰ کہ اسے احتلام آ جائے اور غلام کا کوئی حق نہیں، لیکن اسے تھوڑا سا مال دیا جائے گا

عطاء سے روایت ہے کہ نجدہ بن عامر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف خط لکھا اور ان سے سوال کیا کہ کیا غلام کا غنیمت میں کوئی حصہ ہے اور کیا عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ میں شرکت کرتی تھیں اور غنیمت میں بچے کا حصہ کب واجب ہوتا ہے؟ اور قرابت والوں کے حصہ کے متعلق سوال کیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواباً لکھا کہ غلام کا غنیمت میں کوئی حق نہیں لیکن اسے کچھ مال بطورِ عطیہ دیا جائے گا۔

(مسلم شریف' کتاب الجہاد' من یزید)

اور عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگوں میں حاضر ہوتی تھیں اور زخمیوں کا علاج کرتی تھیں اور انہیں کچھ حصہ بطورِ عطیہ دیا جاتا تھا اور بچے کا غنیمت میں کوئی حق نہیں حتیٰ کہ اسے احتلام ہو جائے اور قرابت والوں کے حصے کے متعلق اسے جواب لکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہم پر یہ بات پیش کی کہ ہم خمس[3] سے شادیاں کر لیں اور اس کے ذریعہ اپنے قرضوں کی

---

[1] سیر' سیرۃ کی جمع ہے۔ سیرت طریقہ کو کہتے ہیں' خواہ وہ طریقہ اچھا ہو یا بُرا' مثلاً کہتے ہیں فلاں آدمی محمود السیرت ہے یعنی اچھے طریقہ والا ہے اور فلاں مذموم السیرت ہے یعنی برے طریقہ والا ہے اور اصطلاحِ شرع میں نبی کریم ﷺ نے غزوات میں جو طریقہ اختیار فرمایا' اسے سیرت کہا جاتا ہے۔ مسائل سیر کے عنوان کے تحت جہاد کے متعلقہ مسائل کا بیان ہوگا۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

[2] لغت میں کسی چیز کا محنت و مشقت کے بغیر حاصل ہونا غنیمت کہلاتا ہے اور اصطلاحاً غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو حربی کافروں سے مسلمان بذریعہ جنگ حاصل کریں۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

[3] خمس مالِ غنیمت کے پانچویں حصے کو کہا جاتا ہے۔ مالِ غنیمت کے چار حصے لشکر پر تقسیم کیے جائیں گے اور خمس یعنی پانچواں حصہ یتیموں' مسکینوں اور مسافروں اور نبی کریم ﷺ کے فقراء قرابت داروں کے لیے ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

ادائیگی کرلیں' ہم نے ان سے اس بات کا انکار کر دیا اور کہا کہ وہ خمس ہمارے سپرد کر دیں اور انہوں نے ہم سے اس کا انکار کر دیا اور ہم اسی کے قائل ہیں' البتہ بچے کو غلام کی طرح کچھ حصہ دیا جائے گا' کیونکہ روایت ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان بچوں کو بالغ ہونے تک لشکر سے شمار نہیں کرتے تھے۔

جب دارالحرب سے کوئی بچہ خریدا اور اسے آزاد کر دیا' پھر اسے۔۔۔ مسلمانوں نے قید کرلیا تو وہ فے[1] بن جائے گا

ایک مسلمان دارالحرب میں امان کے ساتھ داخل ہوا اور اس نے حربیوں سے کوئی بچہ یا بچی خریدی اور اسے آزاد کر دیا اور اس بچے یا بچی نے بہ حالتِ کفر نشوونما پائی اور مسلمان دارالاسلام کی طرف آ گیا' اس کے بعد مسلمانوں نے ان دونوں پر غلبہ حاصل کرلیا تو وہ دونوں مسلمانوں کے لیے فے بن جائیں گے' کیونکہ اگر اس مسلمان کا آزاد کرنا نافذ ہوا ہے تو وہ دونوں آزاد ہیں اور پھر مسلمانوں کے غلبہ حاصل کرنے کی وجہ سے وہ غلام بن جائیں گے اور مسلمان کا آزاد کرنا نافذ نہیں ہوا تو وہ دونوں معصوم و محفوظ نہیں' لہٰذا مسلمانوں کے غلبہ حاصل کرنے کی وجہ سے وہ مملوک (غلام) بن جائیں گے۔ (المبسوط ج ۱۰ ص ۱۶۹)

اگر کوئی حربی[2] دارالحرب میں مسلمان ہو گیا اور اس کی اولاد ہے اور ان پر مسلمانوں نے غلبہ حاصل کرلیا تو وہ فے نہیں ہوں گے

اگر کوئی حربی دارالحرب میں مسلمان ہو گیا' پھر مسلمان اس دارالحرب پر غالب آ گئے اور

---

[1] فے کا لغوی معنیٰ ہے: پلٹنا اور اصطلاحاً فے وہ مال ہے جو مسلمانوں کو حربی کفار سے جنگ کے بغیر حاصل ہو۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

[2] جو کفار دارالحرب میں رہتے ہوں اور ہمارے ساتھ ان کی لڑائی ہو' وہ حربی کہلاتے ہیں۔ کفار کا ملک تین شرائط کے ساتھ دارالحرب ہوتا ہے: (۱) وہ ملک کفار کے ملک سے متصل ہو اور ہمارے اور ان کے درمیان کوئی اسلامی ملک نہ ہو (۲) وہاں مسلمان اپنے ایمان کی وجہ سے محفوظ نہ ہو اور نہ ہی کسی ذمی کو امان حاصل ہو (۳) وہاں کفر کے احکام کا غلبہ ہو۔ جو علاقہ دارالحرب ہے وہ دارالاسلام اس وقت ہو گا جب مسلمانوں کے قبضہ میں آ جائے اور وہاں اسلامی احکام جاری ہو جائیں اور دارالاسلام' دارالحرب اس وقت ہو گا جب یہ تین باتیں پائی جائیں گی: (۱) وہاں کفر کے احکام جاری ہو جائیں اور اسلامی احکام بالکل روک دیئے جائیں (۲) وہ ملک کفار کی سرزمین سے متصل ہو اور درمیان میں کوئی اسلامی شہر نہ ہو (۳) اس میں کوئی مسلمان یا ذمی امانِ اوّل پر باقی نہ ہو۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

اسے دارالاسلام بنادیا اور اس مسلمان ہونے والے کی چھوٹی اور بڑی اولاد ہے تو اس کی چھوٹی اولاد اور جو سامان اس کے قبضہ میں ہے وہ فے نہیں ہوگا اور اس کی بڑی اولاد اور بیوی اور جو سامان اس کے قبضہ میں نہیں وہ فے ہوگا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس کا گھر فے نہیں ہوگا اور اس کی چھوٹی اولاد فے نہیں ہوگی' کیونکہ وہ اس کے تابع ہو کر مسلمان بن گئے ہیں اور جو سامان اس کے قبضہ میں ہے وہ بھی فے نہیں ہوگا' کیونکہ اس کے اسلام لانے کی وجہ سے اس کی ذات پر مسلمانوں نے غلبہ حاصل نہیں کیا' لہٰذا جو سامان اس کے قبضہ میں ہے اس پر بھی مسلمانوں کو غلبہ حاصل نہیں ہو گا۔

جس بچے کو قتال کی اجازت دی گئی ہے' وہ کسی حربی کو امان دے سکتا ہے

جب بچے نے اہل حرب کی کسی قوم کو امان دی اگر اس بچے کو قتال کی اجازت دی گئی ہے تو ہمارے نزدیک امان صحیح ہوگی اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک صحیح نہیں' جس طرح باقی تصرفات میں حکم ہے۔ اگر بچہ عاقل ہو اور اسے لڑائی کی اجازت نہ دی گئی ہو تو امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی امان صحیح ہے' دوسروں کے نزدیک صحیح نہیں۔

ذمی کی امان صحیح نہیں

ذمی کی امان صحیح نہیں ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک جس غلام کو لڑائی کی اجازت نہیں' اس کی امان صحیح نہیں

مجور (غیر ماذون) غلام کی امان' امام اعظم ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک صحیح نہیں اور امام محمد و امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک صحیح ہے اور جس غلام کو لڑائی کی اجازت حاصل ہے' اس کی امان بالاتفاق صحیح ہے۔

عورت کی امان صحیح ہے

عورت کی امان جائز ہے' اسی طرح اپاہج اور چلنے پھرنے سے معذور شخص کی امان بھی جائز ہے۔ (السیر الکبیر ج ا ص ۲۵۲)

مرتد ہونے کے مسائل

بچہ دارالحرب میں والدین میں سے' جو زیادہ اچھے حال والا ہو' اس کے تابع ہوگا

جب والدین مرتد ہو گئے اور اپنے چھوٹے بچے کو لے کر دارالحرب چلے گئے' پھر مسلمانوں کو ان پر غلبہ حاصل ہو گیا تو بچہ فے ہوگا' کیونکہ وہ والدین کے تابع ہو کر مرتد قرار پایا ہے اور مرتد بچہ غلام بنا لیا جاتا ہے اور اگر ماں دارالاسلام میں مسلمان ہونے کی حالت میں رہی تو بچہ فے نہیں ہوگا' کیونکہ بچہ ماں کے تابع ہو کر مسلمان رہے گا۔ اسی طرح اگر ماں دارالاسلام میں بہ حالتِ اسلام فوت ہو گئی تو بچہ فے نہیں ہوگا' کیونکہ جب ماں بہ حالتِ اسلام فوت ہو گئی ہے' تو حکماً ماں کا اسلام باقی ہے۔ اسی طرح اگر ماں ذمیہ نصرانیہ تھی اور دارالاسلام میں ٹھہری رہی تو بچہ فے نہیں ہوگا' کیونکہ اگر چہ وہ باپ کے تابع ہو کر مرتد ہو گیا ہے لیکن ماں کے تابع ہو کر وہ ذمی باقی رہا ہے۔ اسی طرح اگر باپ ذمی تھا اور اس نے عہد توڑ دیا ہے تو بچہ فے نہیں ہو گا' کیونکہ وہ اپنی ماں کے تابع ہو کر ذمی باقی ہے۔ اسی طرح اگر والدین مرتد ہو کر دارالحرب چلے گئے اور بچہ دارالاسلام میں ہی ہے تو وہ فے نہیں ہوگا' کیونکہ وہ دارالاسلام کے تابع ہو کر مسلمان ہے اور ان مسائل میں سے کچھ حصہ طلاق و نکاح کے بیان میں گزر چکا ہے۔

دارالحرب میں مرتد کے بچے کا حکم

جب مرتد میاں' بیوی کے دارالحرب میں بچہ پیدا ہوا' پھر ان کے بیٹے کے بیٹا پیدا ہوا' اس کے بعد مسلمانوں کو ان پر غلبہ حاصل ہو گیا تو اولاد کی اولاد فے نہیں ہوگی اور نہ ہی ان کا وہ بیٹا فے ہوگا' ان کے بیٹے کو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا اور پوتے کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا' کیونکہ جب والدین دارالحرب میں ہیں تو بیٹا ان کے مرتد ہونے کی وجہ سے مرتد بن گیا ہے۔ جس طرح کہ والدین کے اسلام کی وجہ سے مسلمان ہوتا ہے' لہٰذا والدین کی طرح اسے بھی اسلام پر مجبور کیا جائے گا' لیکن پوتا مرتد نہیں ہوگا کیونکہ مرتد ہونے میں وہ دادے کا

تابع نہیں ہوتا' جس طرح وہ اسلام لانے میں ان کے تابع نہیں ہوتا' کیونکہ اگر وہ دادے کے تابع ہوا تو پھر پردادا کا بھی تابع ہوگا' تو یہ سلسلہ غیر متناہی طور پر آگے چلتا رہے گا اور پھر سب لوگ حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مسلمان ہونے کی وجہ سے مسلمان ہو جائیں گے تو جب وہ بچہ دادا کا تابع نہیں ہوگا تو اس کا حکم باقی حربیوں کی طرح ہو جائے گا' جنہیں اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا جاتا۔ (المبسوط ج ۱۰ ص ۱۱۵)

قریب البلوغ لڑکے کے مرتد ہونے کا حکم

جب قریب البلوغ لڑکا اسلام سے مرتد ہو گیا تو امام اعظم ابوحنیفہ وامام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کا مرتد ہونا صحیح ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا ارتداد صحیح نہیں۔

یہاں دو مسئلے ہیں' ایک اسلام کے بارے میں' دوسرا مرتد ہونے کے بارے میں۔

قریب البلوغ مرتد لڑکے کو قید کے ذریعے تعزیر کی جائے گی

جب قریب البلوغ لڑکا مرتد ہو گیا تو اگر وہ کفر کی حالت میں ہی بالغ ہوا تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا لیکن قید کیا جائے گا۔ اسی طرح جسے بالغ ہونے کی حالت میں اسلام پر مجبور کیا گیا پھر وہ مرتد ہو گیا تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا لیکن قید کیا جائے گا۔

عاقل بچے کا اسلام بالاجماع درست ہے

ہمارے اصحاب کے درمیان بلا اختلاف عاقل بچے کا اسلام دنیاوی واخروی تمام احکام میں صحیح ہے اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس کے اسلام کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ ہمارے اصحاب کے قول کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوتِ اسلام دی جب کہ وہ سات برس کے ساتھ اور وہ مسلمان ہو گئے اور ان کا اسلام درست تھا اور وہ بچپن میں اپنے اسلام لانے پر فخر کیا کرتے تھے اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

سبقتکم الی الاسلام طرا — غلاما ما بلغت اوان حلمی

"میں نے تم سب سے پہلے اسلام قبول کیا جب کہ میں نابالغ لڑکا تھا"

اس میں دلیل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بچپن کی حالت میں اسلام کو پہچانا اور اس کا اقرار کیا' لہٰذا ضروری ہے کہ بچے کا اسلام صحیح ہو۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ کی دلیل یہ ہے کہ یہ واقعہ اس وقت ہوا جب کہ آپ پندرہ برس کے

تھے۔

اس سے غیر عاقل بچے کا اسلام لازم نہیں آتا' کیونکہ وہ اسلام کو پہچانتا ہی نہیں اور اس کی مکمل تفصیل ''المبسوط'' باب احکام المرتدین میں دیکھی جاسکتی ہے۔

''باب ما اصیب من الغنیمة'' میں مذکور ہے کہ جب اہل حرب کا کوئی بچہ قید کیا گیا اور والدین کے بغیر دارالاسلام لے آئے۔ پھر وہ اسلام کو سمجھنے سے پہلے ہی فوت ہو گیا تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی' کیونکہ اگر اس کے ساتھ ماں' باپ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک نہ ہو تو وہ دار کے تابع ہوتا ہے' لہٰذا وہ دارالاسلام کے تابع ہو کر مسلمان ہوگا اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔

اگر اس کے ساتھ اس کے ماں باپ دونوں یا ان میں سے ایک ہو اور وہ فوت ہو گیا تو اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ وہ دین میں اپنے والدین کے تابع ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہر بچہ فطرتِ اسلامیہ پر پیدا کیا جاتا ہے' اس کے والدین اسے یہودی بناتے ہیں یا عیسائی بناتے ہیں یا مجوسی بناتے ہیں حتیٰ کہ وہ اپنی زبان سے یا اظہار شکر کرتا ہے یا ناشکری کا اظہار کرتا ہے۔ (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر ج اص ۲۶۰' مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۳۵۳)

نبی پاک ﷺ نے خبر دی کہ بچہ والدین کے تابع ہوتا ہے۔ (المبسوط ج ۱۰ ص ۶۲)

بچے' عورت اور مجنون کی زمین پر خراج

بچوں' عورتوں اور مجنونوں کی زمین میں خراج واجب ہوگا' کیونکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام زمینوں میں خراج مقرر فرمایا تھا۔ (المبسوط ج ۱۰ ص ۷۹)

زمین کا دوگنا عشر کب وصول کیا جائے گا؟

تغلبی بچے اور اسی طرح تغلبی عورت کی زمین سے دوگنا عشر وصول کیا جائے گا' کیونکہ ظاہر روایت میں عشر مسلمان بچے کی زمین سے وصول کیا جاتا ہے اور تمام روایات میں مسلمان عورت کی زمین سے وصول کیا جاتا ہے' لہٰذا اسی طرح تغلبی بچے اور تغلبی عورت کی زمین سے دوگنا عشر وصول کیا جائے گا۔

بچے سے جزیہ معاف ہے

جزیہ محض مردوں پر مقرر کیا جاتا ہے' بچوں اور عورتوں پر نہیں مقرر کیا جاتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی طرح فرمایا تھا۔

جس نے کسی بچے کو قتل کیا وہ اس کا سامان نہیں لے گا

جب امیرِ لشکر نے کہا کہ جس نے کسی مقتول کو قتل کیا تو اس کا سامان اسی قاتل کو ملے گا اور اس نے کسی بچے کو قتل کر دیا' جو بالغ نہ ہوا تھا تو اس قاتل کو بچے کا سامان نہیں ملے گا اور اگر کسی بیمار یا زخمی کو قتل کر دیا تو ان کا سامان قاتل کو ملے گا' چاہے وہ لڑائی کر سکتے ہوں یا نہ کر سکتے ہوں' کیونکہ دونوں صورتوں میں ان کا قتل مباح ہے۔

بچوں' بوڑھوں اور عورتوں کو جنگ میں قتل کرنا حرام ہے

حضرت ضحاک سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ جب کوئی سریہ روانہ فرماتے تو ارشاد فرماتے:

لا تقتلوا وليدا ولا نساء ولا الشيخ الكبير. کسی بچے کو قتل نہ کرنا' نہ عورتوں کو اور نہ بڑے بوڑھے کو۔

ولید کا لغوی معنیٰ مولود اور لغت میں ہر مولود آدمی کو ولید کہتے ہیں' لیکن یہ لفظ عادۃً چھوٹے بچوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ جواب بچوں کے متعلق اس وقت ہے جب وہ لڑائی نہ کر سکتے ہوں اور دونوں صفوں کے آمنے سامنے ہونے کے وقت بلند آواز نہ نکال سکتے ہوں اور نہ ہی وہ لشکر کے سردار ہوں۔ اگر وہ مذکورہ اوصاف والے ہوں تو انہیں قتل کیا جائے گا۔

حربی کی والدہ کو خریدنا باطل ہے

''فتاویٰ قاضی امام ظہیر الدین'' میں ہے کہ کوئی مسلمان دارالحرب میں امان لے کر داخل ہوا تو کوئی حربی اپنی والدہ یا پھوپھی یا خالہ یا ام ولد لے کر آیا' جس پر اس حربی نے غلبہ حاصل کیا ہے اور وہ حربی اسے مسلمان مستامن[1] کو فروخت کرنا چاہتا ہے۔ تو مسلمان اس حربی سے وہ

[1] جو شخص دوسرے ملک میں یعنی غیر قوم کی سلطنت میں امان لے کر چلا جائے وہ مستامن ہے۔ حربی دارالاسلام میں یا مسلمان کافروں کے ملک میں امان لے کر گیا تو مستامن کہلائے گا۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

عورت نہ خریدے' کیونکہ حربی جب اس کا غلبے کے ساتھ مالک ہوا ہے تو وہ آزاد ہو گئی ہے (کوئی مسلم دارالحرب میں امان لے کر داخل ہوا اور کسی حربی سے اس کا بیٹا یا بیٹی اس کی خوشی سے خریدی۔ اس میں علماء کرام نے کلام کیا ہے۔ اکثر مشائخ کا نظریہ ہے کہ یہ بیع باطل ہے)۔

ابوالحسن کرخی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر وہ حربی بیع کو جائز خیال کرتے ہوں تو بیع جائز ہے ورنہ باطل ہے اور مختار یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں بیع ناجائز ہے۔ جب بیع جائز نہیں تو اگر مسلمان اسے دارالاسلام میں لے آیا تو بعض نے کہا کہ وہ مسلمان اس کا مالک ہو جائے گا کیونکہ بیع اگرچہ باطل ہے لیکن جب مشتری اسے لے آیا ہے تو یہ اس کی طرف سے غلبہ ہے' لہٰذا وہ غلبے کے ساتھ اس کا مالک ہو جائے گا اور اکثر نے فرمایا کہ وہ آزاد ہے اور صحیح یہ ہے کہ اگر بائع اسے جائز خیال کرے تو یہ مسلمان اس کا مطلقاً مالک ہو جائے گا' کیونکہ مشتری نے اسے غلبہ کے ساتھ حاصل کیا ہے' لہٰذا یہ غلبہ کے ساتھ اس کا مالک ہو جائے گا اور اگر بائع اسے جائز خیال نہیں کرتا تو جواب میں تفصیل ہے' اگر مسلمان نے اسے خریدا اور زبردستی اسے لے گیا تو اس کا مالک ہو جائے گا کیونکہ اسے دارالحرب میں حربی پر غلبہ حاصل ہوا ہے' لہٰذا وہ اس کا مالک ہو جائے گا اور اگر وہ اسے حربی کی خوشی سے لے گیا ہے تو مالک نہیں ہوگا' کیونکہ دارالحرب میں غلبہ نہیں پایا گیا۔ ''الفتاویٰ الظہیریہ'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

اُس کا حکم' جس کے سامنے بلوغ کے بعد اسلام کا وصف بیان کیا گیا اور اس نے کہا کہ میں نے اب اسلام کو پہچانا ہے

''الفتاویٰ الظہیریہ'' کی ''کتاب السیر'' کی نوع سادس میں ہے کہ نجم الدین رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ جس بچے پر اس کے والدین کے تابع ہونے کی وجہ سے اسلام کا حکم لگایا گیا' پھر بالغ ہونے کے بعد اس کے سامنے اسلام کا وصف بیان کیا گیا تو اس نے کہا کہ میں نے اب اسلام کو پہچانا ہے تو کیا بچے کا یہ قول اس بات کی دلیل ہو گا کہ وہ بلوغ کے بعد مسلمان نہیں تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں' کیونکہ اس نے یہ اقرار نہیں کیا کہ اس کا اعتقاد اس مذکور وصف کے خلاف تھا' لہٰذا اس کے قول کا مفہوم یہ ہے کہ مجھے اسلام کی تفصیلی معرفت اب حاصل ہوئی ہے۔

جب آدمی مسلمان ہوا تو اس کے پوتے کے مسلمان ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے اور اظہار کرے

جب مرد مسلمان ہوا اور اس کا چھوٹا پوتا ہے، جس کا باپ فوت ہو چکا ہے یا زندہ ہے تو آدمی کے مسلمان ہونے کی وجہ سے اس کے پوتے کے اسلام کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور دادا اس مسئلہ میں باپ کی طرح نہیں ہے اور یہ مسئلہ اُن مسائل میں سے ہے، جن میں دادا باپ کی طرح نہیں ہے اور یہ مسئلہ متفرقات میں دیکھا جا سکتا ہے۔ (المبسوط ج۱۰ص۱۱۵)

اہل کتاب کے بچے اپنے آباء کے دین پر ہوں گے، مشرکین کے بچے قید کر لینے کی وجہ سے شرک کی طرف منتقل نہیں ہوں گے

''ذخیرہ'' کی ''کتاب السیر'' کے متفرقات میں ''عیون'' کے حوالہ سے مذکور ہے کہ اگر مشرکین نے اہل کتاب حربیوں پر غلبہ حاصل کر لیا اور ان کے چھوٹے بچوں کو ان کے باپوں کے بغیر قیدی بنا لیا تو بچے اہل کتاب کے دین پر ہوں گے، جس طرح غلام قیدی بنا لیے جائیں تو قید کی وجہ سے وہ شرک کی طرف منتقل نہیں ہوتے۔

حربی آباء کے دارالاسلام میں داخل ہونے اور اسلام لانے کی وجہ سے ان کی اولاد اسلام میں داخل ہو گی

جب مسلمانوں نے حربی بچوں کو قیدی بنا لیا اور وہ ابھی تک دارالحرب میں ہیں کہ ان کے باپ دارالاسلام میں داخل ہو گئے اور اسلام قبول کر لیا تو ان کے بیٹے بھی اپنے آباء کے اسلام کی وجہ سے مسلمان بن جائیں گے، اگرچہ وہ دارالاسلام کی طرف نہ نکلیں۔

ذمی کا چھوٹا بچہ دار کی وجہ سے مسلمان نہیں ہو گا

اگر حربی دارالاسلام میں ذمی ہو کر داخل ہوا، پھر اس کا بیٹا قیدی بنا لیا گیا تو بیٹا دار کی وجہ سے مسلمان نہیں ہو گا۔

جب بچہ دارالحرب سے چوری کر کے، دارالاسلام لایا گیا تو وہ مسلمان ہو جائے گا

کوئی آدمی دارالحرب میں امان لے کر داخل ہوا اور کسی بچے کو چوری کر لیا اور اسے نکال

کر دار الاسلام لے گیا تو بچہ مسلمان ہوگا اور اگر دار الحرب سے کوئی بچہ خرید کر اسے دار الاسلام کی طرف نکال کر لے گیا تو وہ بچہ اپنے دین پر رہے گا۔

اگر حربی دار الاسلام میں امان لے کر داخل ہوا اور مسلمان ہو گیا اور اس حربی کا کم عمر غلام ہے تو وہ غلام کافر ہی ہوگا' جب تک اسلام قبول نہ کرلے۔ یہ تمام مسائل ''ذخیرہ'' کی ''کتاب السیر'' کے متفرقات میں مذکور ہیں۔

جو کم عمر بچہ اپنے والدین کے ساتھ قید ہوا' وہ جب تک اسلام کا اقرار نہ کرے اس پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی

جو بچہ اپنے ماں باپ دونوں یا ان میں سے ایک کے ساتھ قیدی بنایا گیا تو جب تک وہ بچہ اسلام کو سمجھتے ہوئے' اسلام کا اقرار نہ کرے' اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ جب والدین میں سے کسی کے ساتھ قیدی نہ بنایا گیا ہو اور فوت ہو گیا تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔

چھوٹا بچہ ماں باپ دونوں یا ان میں سے ایک کے تابع ہوتا ہے

چھوٹا بچہ دین میں ماں باپ دونوں یا ایک کے تابع قرار دیا جاتا ہے۔ اگر ماں باپ دونوں نہ ہوں تو قبضے والے آدمی کے تابع قرار پائے گا۔ اگر کسی کا قبضہ بھی نہ ہو تو دار کا تابع ہوگا' کیونکہ اسے دین میں اصل اعتبار کرنا متعذر ہے لہٰذا بچے کا لحاظ کرتے ہوئے اسے تابع اعتبار کیا جائے گا' لیکن والدین کی تبعیت زیادہ قوی ہے' تو جب ماں باپ دونوں نہ ہوں گے تو قبضے والے آدمی کے حق میں تبعیت کا سبب زیادہ قوی ہے' جب یہ بات ثابت ہو گئی تو ہم کہتے ہیں کہ اگر بچے کے ساتھ والدین میں سے کوئی ایک ہو تو بچہ ان کے تابع ہوگا' دار کے تابع نہیں ہوگا۔

لہٰذا بچہ ان کے تابع ہو کر کافر ہوگا۔ اگر والدین میں کوئی اس کے ساتھ نہ ہو تو بچہ کے فوت ہو جانے پر اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ ماں باپ کے نہ ہونے کی صورت میں وہ دار کے تابع ہو کر مسلمان ہو گیا ہے۔

اگر دار الحرب کے اندر لشکر میں کسی مسلمان کے ہاتھ میں اکیلا بچہ آ گیا اور مر گیا تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ والدین کے نہ ہونے کی صورت میں بچہ قبضے والے کے تابع ہو کر مسلمان ہو گیا ہے۔ جو حکم ہم نے بیان کیا ہے' اس میں عاقل' غیر عاقل بچہ برابر ہیں' کیونکہ

بچہ بالغ ہونے سے پہلے دین میں والدین کے تابع ہوتا ہے' جب تک اسلام کو بیان نہ کرے۔

عاقل بچے کا اسلام صحیح ہے

کتاب میں مصنف کا قول' وھو یعقل الاسلام '' (اور وہ اسلام کو سمجھتا ہے) اس بات کی دلیل ہے کہ عاقل بچہ اسلام لے آئے تو اس کا اسلام صحیح ہے اور یہ ہمارا مذہب ہے۔

عاقل بچہ کب مسلمان ہوتا ہے؟

مصنف کے قول' وھو یعقل الاسلام '' سے مراد یہ ہے کہ وہ اسلام کی صفت جانتا ہو اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جو' لا الٰہ الا اللّٰہ '' کہے' وہ مسلمان نہیں ہوگا جب تک اسلام کی صفت نہ جان لے۔ اسی طرح اگر کوئی لونڈی خریدی اور اس سے اسلام کی صفت پوچھی اور اسے معلوم نہ تھی تو وہ مؤمنہ نہیں ہوگی۔

ایمان کی صفت

ایمان کی صفت وہ ہے جو حدیث جبریل علیہ السلام میں مذکور ہے۔

(حدیث جبریل علیہ السلام کو امام بخاری علیہ الرحمۃ نے'' کتاب الایمان' باب سوال جبریل'' میں بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ذکر فرمایا ہے۔ رقم الحدیث: ۴۷)

اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر' اور یوم آخرت پر اور موت کے بعد اٹھنے پر اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اچھی بری تقدیر پر ایمان لائے۔

'' الجامع الصغیر'' کے باب حمل الجنازۃ میں اسی طرح مذکور ہے۔ (المبسوط ج ۱۰ ص ۱۶۲)

مسائل الکراہیت [1]

احکام میں بچے اور کم عقل کی خبر مقبول نہیں

بچے اور کم عقل نے جب پانی کے ناپاک ہونے کی خبر دی تو ان کے قول سے نجاست

---

[1] کراہیت' ناپسند کرنا۔ جو امر شرعاً ناپسند ہو اور اس کا ترک راجح' وہ مکروہ کہلاتا ہے۔ اگر وہ حرام کے قریب ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔ یہ واجب کے مقابل ہوتا ہے۔ اس کے کرنے سے عبادت ناقص ہوتی ہے اور کرنے والا گناہ گار ہوتا ہے اگرچہ اس کا گناہ حرام سے کم ہے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ثابت نہیں ہوگی' کیونکہ کم عقلی کی وجہ سے کبھی یہ جھوٹ بولتے ہیں' لہٰذا ان کے سچ کو' ان کے جھوٹ پر ترجیح نہیں ہوگی' لہٰذا احکام میں بچے اور کم عقل کی خبر مقبول نہیں۔

کسی بچے اور کم عقل نے نبی پاک ﷺ سے کوئی حدیث روایت نہیں کی' لیکن اس کے باوجود مناسب ہے کہ غور وفکر کرے' اگر اس کی رائے میں یہ بات واقع ہو کہ یہ سچا ہے' تو وضو نہ کرے اور اگر یہ واقع ہو کہ یہ جھوٹا ہے تو وضو کرے اور یہ حکم اس وقت ہے' جب بچہ اور کم عقل سمجھ رکھتے ہوں' اگر سمجھ دار نہ ہوں تو ان کے کلام کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی۔ ''المبسوط'' کی ''کتاب الاستحسان'' میں اسی طرح ہے۔

بچے سے کوئی چیز خریدتے وقت' بچے سے اس چیز کے متعلق سوال کرنا لازم ہے

عاقل بچے کے ہاتھ میں کوئی چیز ہو اور وہ اسے فروخت کر رہا ہو تو دوسرے آدمی کے لیے مناسب نہیں کہ اس سے وہ چیز خرید لے' جب تک اس سے سوال نہ کرلے کہ یہ چیز کس لیے فروخت کر رہا ہے؟ کیونکہ بچہ ولی کی اجازت کے بغیر فروخت کرنے کا مالک نہیں ہوتا۔ اگر بچے نے کہا کہ مجھے میرے باپ نے اجازت دی ہے تو ہر حال میں اپنی رائے پر عمل کرے' اگر اس کی رائے میں وہ بچہ سچا ہو تو خرید لے' ورنہ نہ خریدے اور یہ حکم بیع میں ہے۔

باپ کی اجازت سے بچے کے ہبہ کو قبول کرنا

ہبہ میں یہ حکم ہے کہ اگر بچہ کسی کو مال ہبہ کرتا ہو اور کہے کہ یہ مال میرے باپ کا ہے اور اس نے مجھے ہبہ کی اجازت دی ہے تو اگر آدمی کی رائے میں وہ بچہ سچ بول رہا ہو تو ہبہ قبول کر لیا جائے گا اور اگر کہا کہ یہ مال میرا ہے اور میرے باپ نے مجھے ہبہ کی اجازت دی ہے تو اس سے وہ ہبہ قبول کرنا جائز نہیں کیونکہ بچہ باپ کی اجازت سے اپنے مال کو ہبہ نہیں کر سکتا۔

اور ''قدوری'' میں ہے کہ ہدیہ اور اذن میں غلام' لونڈی اور بچے کا قول قبول کرنا جائز ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اگر وہ حلال کے قریب ہو تو مکروہ تنزیہی ہے' اس کا کرنا بھی شرعاً ناپسندیدہ ہے مگر فاعل پر عذاب وعقاب نہیں۔ اس عنوان کے تحت مکروہ وغیر مکروہ مسائل کا بیان ہے۔

۱۲ رضوی غفرلہٗ

پانی کی نجاست کی خبر دینے میں ذمی اور بچہ برابر ہیں

''ہدایہ'' میں ہے کہ اگر پانی کے نجس ہونے کی خبر دینے والا ذمی ہو تو اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا' جس طرح بچے اور کم عقل کا قول قبول نہیں کیا جاتا ہے اور تحری (غور وفکر) واجب نہیں' لیکن مستحب ہے' البتہ فاسق کی خبر کا یہ حکم نہیں' کیونکہ فاسق کی خبر میں صدق وکذب (سچ اور جھوٹ) برابر ہیں' لہٰذا صدق وکذب میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کے لیے تحری واجب ہو گی۔ بہر حال کافر کی خبر میں کذب کا ہونا ظاہر ہے۔ ہم نے بچے کی اخبار کے بعض مسائل اس مجموعہ کے شروع میں ذکر کر دیئے ہیں۔

کم عمر لڑکی' مردہ آدمی کو غسل دے سکتی ہے

''مبسوط'' کی ''کتاب الاستحسان'' میں ہے کہ کوئی آدمی عورتوں کے درمیان فوت ہو گیا' جن میں اس کی بیوی نہیں تو عورتوں کے لیے اس مرد کو غسل دینا مباح نہیں' جس طرح کہ بہ حالتِ زندگی وہ اسے غسل نہیں دے سکتیں اور اگر ان عورتوں میں کوئی کم عمر لڑکی ہو جو حد شہوت کو نہ پہنچی ہو تو وہ عورتیں اسے غسل کی تعلیم دیں تاکہ وہ میت کو غسل دے کیونکہ جو بچی حد شہوت کو نہ پہنچی ہو اس کے لیے زندگی کی حالت میں' اجنبی مرد کے تمام اعضاء کو چھونا جائز ہے' لہٰذا وفات کے بعد بھی جائز ہو گا۔

عورتیں بچے کی میت کو غسل دے سکتی ہیں

اگر میت بچہ ہو' جو حد شہوت کو نہیں پہنچا تو عورتوں کے لیے اسے غسل دینے میں کوئی حرج نہیں' جس طرح کہ بہ حالتِ زندگی کوئی حرج نہیں کیونکہ بچے کی شرمگاہ اور باقی بدن میں (عورتوں کے لیے) حرمت کا حکم نہیں۔

بچہ مردہ عورت کو غسل دے سکتا ہے

اسی طرح اگر عورت مردوں کے درمیان فوت ہو گئی' ان میں سے کسی مرد کے لیے اسے غسل دینا مباح نہیں' اگر ان میں کوئی بچہ ہو جو حد شہوت کو نہیں پہنچا تو مرد اس بچے کو غسل کا طریقہ سکھلائیں تاکہ وہ اسے غسل دے' دلیل وہی ہے جو ہم نے بیان کر دی ہے کہ اس بچے کے لیے عورت کی زندگی میں اس کے تمام اعضاء کو چھونا مباح ہے' اسی طرح وفات کے بعد بھی چھونا مباح ہے۔ (المبسوط ج ۱۰ ص ۱۶۲)

جو بچی حدِ شہوت کو نہیں پہنچی، مرد کا اس کی طرف نظر کرنا جائز ہے

''ہدایہ'' کی ''کتاب الکراہیت'' میں ہے کہ بچی جب حدِ شہوت کو نہ پہنچی ہو تو اسے چھونا اور اس کی طرف نظر کرنا مباح ہے، کیونکہ فتنہ کا خوف نہیں۔

بچے کو سونا اور ریشم پہنانا مکروہ ہے

لڑکوں کو سونا اور زیور پہنانا مکروہ ہے، کیونکہ جب مردوں کے حق میں تحریم ثابت ہے تو جس طرح ان کے لیے پہننا مباح نہیں، اسی طرح انہیں پہنانا بھی مباح نہیں اور یہ شراب کی نظیر ہے کہ جس طرح شراب پینا حرام ہے، اسی طرح پلانا بھی حرام ہے۔

ختنے کے وقت میں علماء کرام کے اقوال

ختنے کے وقت کی انتہائی مدت بارہ سال ہے اور اس کے ابتدائی وقت کے متعلق امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس کا کوئی علم نہیں اور امام ابویوسف و امام محمد رحمہما اللہ سے اس بارے میں کوئی روایت نہیں اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا ابتدائی وقت سات سال کی عمر ہے، بعض نے کہا: نو سال کی عمر، بعض نے کہا: دس سال کی عمر اور بعض نے اس کا کوئی وقت مقرر نہیں کیا اور کہا کہ بچہ اگر اس حالت میں ہو کہ ختنہ کا درد برداشت کر سکے تو ختنہ کیا جائے گا ورنہ ختنہ نہیں کیا جائے گا۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۴۱۵)

صحیح ختنہ کی کیفیت

''عیون'' میں ہے کہ جس لڑکے کا ختنہ کیا گیا لیکن پوری کھال نہ کاٹی گئی تو اگر نصف سے زیادہ کھال کاٹ دی گئی ہے تو ختنہ صحیح ہے اگر نصف یا اس سے کم کاٹی ہے تو صحیح نہیں۔

(الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۴۱۶)

جب بچہ ختنہ کی طاقت نہ رکھتا ہو تو ختنہ ترک کرنا جائز ہے

''صلوٰۃ النوازل'' میں ہے کہ جس بچے کا ختنہ نہیں کیا گیا اور اس کی کھال سختی کے بغیر کھینچنی ممکن نہیں اور اس کے حشفہ کو کوئی آدمی دیکھے تو اسے ختنہ کیا ہوا گمان ہو تو قابلِ وثوق اور سمجھ دار حجاموں کو دکھایا جائے اگر وہ کہہ دیں کہ اس کا ختنہ ممکن نہیں تو اس پر سختی نہیں کی جائے گی اور اسے (اسی طرح) چھوڑ دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کمزور بوڑھا مجوسی مسلمان ہوا اور سمجھ دار

لوگوں نے کہا کہ یہ ختنہ کی طاقت نہیں رکھتا تو اسے چھوڑ دیا جائے گا۔ (الفتاوی الخانیہ ج ۳ ص ۴۱۶)

جس بچے کی کھال بڑھ گئی اس کے دوبارہ ختنہ کا حکم

''فوائد الرستغفنی'' میں ہے کہ بچہ کا ختنہ کیا گیا اور اس کی کھال بڑھ گئی تو اگر اتنی زیادہ بڑھ گئی ہو کہ حشفہ چھپ جائے تو کھال کاٹی جائے ورنہ نہیں۔

لڑکے اور لڑکی کو مہندی لگانا

بڑی اور چھوٹی لڑکی کو مہندی لگانے میں کوئی حرج نہیں لیکن لڑکے کے ہاتھ اور پاؤں پر مہندی لگانا مناسب نہیں؛ جس طرح مرد کے لیے مہندی لگانا درست نہیں ہے۔

(الفتاوی الخانیہ ج ۳ ص ۴۱۹)

بچوں کو سلام کرنے کا حکم

''ذخیرہ'' کی ''کتاب الاستحسان'' میں ہے کہ بچوں کو سلام کرنے میں مشائخ کرام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ انہیں سلام نہ کیا جائے اور یہی حسن رحمہ اللہ کا قول ہے اور بعض نے کہا کہ انہیں سلام کرنا افضل ہے اور یہ شریح کا قول ہے۔ فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس پر ہمارا عمل ہے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بچوں کے ساتھ ہوتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لاتے اور ہمیں سلام فرماتے (اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے ''کتاب السلام، باب استحباب السلام علی الصبیان'' میں بروایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ذکر فرمایا ہے)۔

بچوں کو جو ہدیہ دیا گیا ہو والدین کے لیے اسے کھانا کب جائز ہے؟

''الفتاوی الظہیریہ'' میں ہے کہ کسی آدمی نے بچے کو کھانے والی کوئی چیز بطور ہدیہ دی تو امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ والدین کے لیے وہ مباح ہے اور انہوں نے اسے ماذون کی ضیافت کے مشابہ قرار دیا ہے۔

اور اکثر مشائخ کا نظریہ ہے کہ یہ مباح نہیں اور ''کراہیۃ التجنیس'' میں مذکور ہے کہ جب چھوٹے بچے کو پھلوں کا ہدیہ دیا گیا اور دینے والے کا مقصود بچے کے والدین سے نیکی کرنا ہو اور ہدیہ کو حقیر سمجھتے ہوئے بچے کو دے دے تو ماں باپ کے لیے اس کا کھانا مباح ہے۔

جس سے بچے کھیلتے ہوں' اس کے کھانے کا جواز

اخروٹ' جس سے بچے عید کے روز کھیلتے ہیں' اسے کھایا جا سکتا ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ عید الفطر کے روز اپنے بچوں کے لیے اخروٹ خریدتے' بچے اس سے کھیلتے اور آپ اسے کھا لیتے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے پڑوسی بچوں کے لیے اسی طرح کیا لیکن یہ حکم اس وقت ہے' جب جوئے کے طور پر نہ ہو۔ اگر جوئے کے طور پر ہو تو یہ فعل حرام ہے۔

باپ جب اپنے بیٹے کے مال لینے کا محتاج ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ باپ شہر میں ہو اور فقیر ہونے کی وجہ سے محتاج ہو' دوسری صورت یہ ہے کہ باپ جنگل میں ہو اور اپنے پاس مال نہ ہونے کی وجہ سے محتاج ہو اور بیٹے کے پاس مال ہو۔

پہلی صورت میں وہ بلا معاوضہ کھا سکتا ہے اور دوسری صورت میں قیمت کے ساتھ کھائے گا۔ ہم نے اسے اس کتاب کی ''کتاب النکاح'' کے نفقات کے مسائل میں ذکر کر دیا ہے۔

بچیوں کے کان چھیدنے کا جواز

''واقعات الناطفی'' میں ہے کہ بچیوں کے کان چھیدنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نبی پاک ﷺ کے زمانہ میں اس طرح کرتے تھے اور آپ نے انکار نہیں فرمایا۔

(الفتاوی الخانیہ ج ۳ ص ۴۱۶)

بچے کی کنیت رکھنے میں کوئی حرج نہیں

کسی مرد نے اپنے چھوٹے بیٹے کی کنیت ابوبکر وغیرہ رکھی تو اسے بعض مشائخ نے مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ بچے کا کوئی بیٹا نہیں' جس کا نام بکر ہو اور بچہ اس کا باپ ہو اور صحیح یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ لوگوں کا اس سے مقصود نیک فالی ہوتا ہے کہ یہ بچہ اگرچہ ابھی باپ نہیں بنا لیکن بعد میں بڑا ہو کر باپ بن جائے گا۔

بچے کی کنیت رکھنے میں کوئی حرج نہیں کہ ''مسلم شریف'' کی ''کتاب الادب'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے بچے کو فرمایا: ''یا ابا عمیر ما فعل النغیر'' اے ابوعمیر! تیری چھوٹی چڑیا کو کیا ہوا۔

علاج کے لیے بچوں کو لوہے سے داغ لگانا

اگر بچوں کو کوئی بیماری ہو اس وجہ سے انہیں داغ لگانے میں کوئی حرج نہیں' کیونکہ یہ تو علاج ہے۔

بچے کو قرآن پاک دینا

کیا بچوں کو قرآن پاک دینا مکروہ ہے؟ یہ مسئلہ ہم نے ''مسائل الطہارات'' میں ذکر کر دیا ہے۔

بچہ حوض سے جو پانی لے کر آئے' والدین کے لیے اس کے پینے کا جواز

''فوائد صاحب المحیط'' کی ''کتاب البیوع'' میں مذکور ہے کہ باپ یا ماں نے اپنے نابالغ بیٹے کو حوض سے باپ کے گھر کی طرف پانی لانے کا حکم دیا اور اسے کوزہ دیا اور وہ پانی لے آیا۔ بعض نے کہا کہ کوزے میں جو پانی ہے وہ بچے کی ملکیت ہے' حتیٰ کہ باپ کے لیے بلا ضرورت اسے پینا حلال نہیں' کیونکہ مباح اشیاء میں خدمت لینا باطل ہے۔ بعض نے کہا کہ اگر کوزہ باپ کی ملکیت ہو تو پانی باپ کی ملکیت ہوگا اور بیٹا باپ کے لیے پانی اکٹھا کرنے والا ہوگا جس طرح مزدور مستاجر (مزدور کو اجرت پر رکھنے والا) کے کوزے میں پانی لائے تو وہ مزدور اس مستاجر کے لیے پانی جمع کرنے والا ہوتا ہے' اسی طرح یہاں بھی یہی حکم ہوگا۔[1]

بچے نے حوض کے پانی سے کوزہ بھر کر پھر اسی حوض میں پانی گرا دیا تو کسی کے لیے وہ پانی پینا جائز نہیں

''الحاوی'' میں مذکور ہے کہ بچے نے اگر حوض کے پانی سے کوزہ بھرا' پھر کوزے کا پانی اسی حوض میں انڈیل دیا تو کسی کے لیے اس حوض سے پانی پینا مباح نہیں۔

بچے کی نیکیوں کا ثواب اسی کو ہوگا' والدین کو نہیں

قلم جاری ہونے سے پہلے بچے کی نیکیوں کا ثواب اسی کو ملے گا' اس کے والدین کو نہیں'

---

[1] اس مسئلہ کی بے نظیر تحقیق امامِ اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے رسالہ ''عطاء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی'' میں فرمائی ہے' جو فتاویٰ رضویہ (مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن' لاہور) کی جلد ثانی میں شامل ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وان لیس للانسان الا ما سعی۔ (النجم: ۳۹) اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔

یہ ہمارے عام مشائخ رحمہم اللہ کا قول ہے اور بعض نے فرمایا کہ انسان کو مرنے کے بعد اپنے بیٹے کے علم کا فائدہ ہوگا' کیونکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

من جملة ما ینتفع به المرء بعد موته ان یترک ولدا علمه القران والعلم فیکون لوالدیه اجر ذلک من غیر ان ینقص من الولد شی۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۶)

کہ جن چیزوں سے آدمی کو مرنے کے بعد فائدہ ہوگا' ان میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی اپنے پیچھے ایسا بیٹا چھوڑ جائے' جسے قرآن پاک کی تعلیم دی ہو اور علم پڑھایا ہو تو اس کا اجر والدین کو ملے گا اور بیٹے کے اجر سے بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔

باپ یا وصی بیٹے کی کمائی سے کھا سکتا ہے

''فتاویٰ رشید الدین'' کے ''باب دعویٰ الاب والوصی'' میں مذکور ہے کہ بچہ مال کما کر ماں کو دے اور ماں اسے بچے پر خرچ کرے اور خود اس کے ساتھ تھوڑا بہت ایک دو لقمے بلا زیادتی کھا لے تو مکروہ نہیں اور اگر ماں عاجز ہے اور بچہ اتنی کمائی کر سکتا ہے' جو بچے اور ماں دونوں کے لیے کافی ہے تو ماں کا بچے کے مال میں حق ہے اور وہ اس سے کھائے گی۔

اگر ماں بچے کے مال کی محتاج نہیں لیکن ماں کا مال بچے کے مال کے ساتھ مل گیا اور اس سے کھانا خریدا اور ماں نے بچے کے ساتھ کھایا تو اگر ماں نے اپنے حصہ سے زائد کھایا ہو تو یہ جائز نہیں' کیونکہ اس نے یتیم کا مال کھایا ہے۔

بے ریش لڑکا جب خوبصورت نہ ہو تو وہ مردوں کے حکم میں ہے' اگر خوبصورت ہو تو عورتوں کے حکم میں ہے

''آداب الملتقط'' میں ہے کہ لڑکا جب مردوں کی عمر کو پہنچ جائے اور خوبصورت نہ ہو تو وہ مردوں کے حکم میں ہے اور اگر خوبصورت ہو تو عورتوں کے حکم میں ہے۔

سید امام ابوالقاسم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ اس کی طرف شہوت سے نظر کرنا جائز نہیں، لیکن شہوت کے بغیر تنہائی اور اس کی طرف دیکھنے میں کوئی حرج نہیں، اسی لیے اُسے نقاب کا حکم نہیں دیا جاتا۔

بچے کو سلام کا جواب دینا فرضِ کفایہ ہے

بچے کو سلام کا جواب دینا فرضِ کفایہ ہے، اگر بچے نے کسی قوم کو سلام کیا اور ان میں سے بعض نے جواب دیا تو اگر جواب دینے والے مکلف ہوئے تو باقی لوگوں سے جواب ساقط ہو جائے گا، اسے ہم باقی فروضِ کفایہ پر قیاس کریں گے۔ اگر بچوں نے جواب دیا تو اگر جواب دینے والا بچہ غیر عاقل ہو تو اس میں کوئی شک نہیں کہ باقی سے جواب ساقط نہیں ہوگا، اگر جواب دینے والا بچہ جواب کو سمجھتا ہے تو کیا باقی لوگوں سے ساقط ہوگا یا نہیں؟ اس میں مشائخ رحمہم اللہ کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا: ساقط ہو جائے گا، بعض نے کہا: ساقط نہیں ہوگا اور اس کی مکمل تفصیل شیخ الاسلام ابوبکر رحمہ اللہ کی ''کتاب الکسب'' کے فروضِ کفایہ کے بیان میں دیکھی جا سکتی ہے اور میں نے فروضِ کفایہ کو علیحدہ مقام میں لکھ دیا ہے۔

لقیط کے مسائل

لقیط اور لقطہ کی تعریف

لقیط اس بچے کو کہتے ہیں: جو عام راستے یا جنگل یا مسجد کے دروازے پر پڑا ہوا ملے اور اس کے ماں باپ کا پتہ نہ ہو۔

لقطہ کا لغوی معنیٰ پکڑنا ہے۔ لقیط کو لقطہ اس کے انجام کے اعتبار سے کہتے ہیں کہ انجام کار وہ اٹھایا جاتا ہے (اور ''لقیط'' کا معنیٰ بھی ہے: اٹھایا ہوا)۔

''لقیط'' کو اٹھالینا' نہ اٹھانے سے افضل ہے

''لقیط'' کو اٹھالینا' نہ اٹھانے سے افضل ہے اور لقطہ کا حکم اس کے خلاف ہے کہ نہ اٹھانا' اٹھانے سے افضل ہے۔ اگر غالب گمان ہو کہ ''لقیط'' ضائع ہو جائے گا تو اس کا اٹھالینا واجب

ہے۔

لقیط کا نفقہ بیت المال سے ہوگا

لقیط آزاد ہے اور اس کا نفقہ بیت المال سے ہوگا اور ملتقط (اسے اٹھانے والا) اس پر احساناً خرچ کرے گا، کیونکہ اسے ولایت حاصل نہیں، البتہ اگر قاضی اسے خرچ کرنے کا حکم دے تو یہ خرچہ لقیط پر قرض ہوگا، کیونکہ قاضی کو عام ولایت حاصل ہے۔ اگر ملتقط نے بچے پر خرچ کرنے سے انکار کر دیا اور قاضی سے درخواست کی کہ وہ بچے کو اس سے لے لے اور گواہ بھی قائم کر دیئے کہ یہ بچہ لقیط ہے تو قاضی لقیط پر قبضہ کر کے اسے کسی دوسرے آدمی کے سپرد کر دے گا اور اس دوسرے آدمی کو قاضی حکم دے گا کہ وہ اس بچے پر خرچ کرے اور یہ خرچ اس بچے پر قرض ہوگا، پھر اگر ملتقط نے قاضی سے درخواست کی کہ بچہ اسے واپس کر دیا جائے تو قاضی کو اختیار ہے، چاہے تو واپس کر دے اور چاہے تو نہ واپس کرے۔

اسی طرح پہلی صورت میں بھی قاضی کو اختیار ہے کہ چاہے تو اس پر قبضہ کرے اور چاہے تو قبضہ نہ کرے اور اسی ملتقط کو ہی لقیط پر خرچ کرنے کا حکم دے تا کہ وہ نفقہ لقیط پر قرض ہو۔

کتاب میں یہ مذکور نہیں کہ اگر قاضی نے اسے لقیط پر خرچ کرنے کا حکم دیا لیکن یہ نہ کہا کہ یہ خرچ لقیط پر قرض ہوگا، تو اس صورت کا حکم کیا ہے؟ بعض نے کہا: رجوع کی شرط لگائے بغیر بھی نفقہ لقیط پر قرض ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر اس نے قاضی کے حکم سے خرچ کیا تو یہ احساناً خرچ کرنے والا ہوگا، البتہ اگر شرط لگائی ہو کہ یہ اس بچہ پر قرض ہوگا پھر یہ نفقہ اس پر قرض ہوگا۔

ملتقط دوسرے کی بہ نسبت لقیط کی حفاظت کا زیادہ حق دار ہے

اگر لقیط کو کسی مرد نے اٹھا لیا تو غیر کو اس سے لینے کا حق نہیں کیونکہ پہلے قبضہ ہونے کی وجہ سے اس ملتقط کے لیے حفاظت کا حق ثابت ہو گیا ہے۔ اگر کوئی دوسرا آدمی آیا اور اس نے یہ بچہ اس سے چھین لیا تو یہ بچہ پہلے آدمی کو دیا جائے گا۔

کسی آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ لقیط میرا بیٹا ہے

اگر کسی نے دعویٰ کر دیا کہ یہ لقیط میرا بیٹا ہے تو اس کا قول معتبر ہوگا لیکن یہ اس وقت ہے، جب ملتقط نے اس بچے کے نسب کا دعویٰ نہ کیا ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ اس آدمی کا دعویٰ اس

کے اپنے حق میں درست ہوگا (کہ نسب ثابت ہو جائے گا) لیکن ملتقط کے حق کو باطل کرنے میں صحیح نہیں ہوگا (لہٰذا بچہ ملتقط کے پاس ہی رہے گا) اور ایک معمول یہ ہے کہ اس کے دعویٰ سے ملتقط کے قبضہ کا حق باطل ہو جائے گا (لہٰذا بچہ مدعی کے قبضہ میں دے دیا جائے گا)۔

اور جب لقیط بڑا ہو گیا اور اس مرد نے وہ بچہ اسے واپس کر دیا تو یہ اسی کا ہوگا' کیونکہ بچہ اس کے قبضہ میں آ گیا ہے۔

اگر دو آدمیوں نے لقیط کا دعویٰ کیا اور ایک نے اس کے جسم میں کوئی علامت بیان کر دی تو وہ ہی حق دار ہوگا اور اگر ایک نے پہلے علامت بیان کر دی تو لقیط اسی کا بیٹا ہوگا۔

لقیط کے ساتھ کوئی مال پایا گیا تو اس مال سے لقیط پر خرچ کرنا جائز ہے

اگر لقیط کے ساتھ کوئی مال پایا گیا اور قاضی نے وہ مال کسی آدمی کے قبضہ میں یا ملتقط کے قبضہ میں دے دیا اور کہا کہ اس پر ایک سال تک خرچ کر' تو یہ جائز ہے اور نفقہ مثلی میں اس آدمی کی تصدیق کی جائے گی اور اس مال سے اگر اس بچہ کے لیے کھانا یا لباس خریدے تو یہ جائز ہے اور یہاں تین احکام ہیں:

پہلا حکم یہ ہے کہ لقیط کے ساتھ جو مال پایا گیا وہ لقیط کا ہی ہوگا' دوسرا حکم یہ ہے کہ لقیط کا نفقہ اسی مال سے ہوگا۔

تیسرا حکم یہ ہے کہ خرچ کرنے والے نے اگر کہا کہ میں نے اس پر اتنا مال خرچ کیا ہے تو نفقہ مثلی میں اس کی تصدیق کی جائے گی' کیونکہ وہ امین ہے اور امین کا قول معتبر ہوتا ہے۔

لیکن اگر اس نے اپنے مال سے اس پر خرچ کیا تاکہ اس سے لے لے گا پھر کہا کہ میں نے اس پر اتنا مال خرچ کیا ہے تو اب گواہوں کے بغیر اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی' کیونکہ اب اس نے لقیط پر ضمان لازم کرنے کا ارادہ کیا ہے' لیکن پہلی صورت میں اس نے اپنی ذات سے ضمان کی نفی کی ہے' لہٰذا دونوں مسئلے جدا جدا ہیں۔

اگر ملتقط نے دعویٰ کیا کہ لقیط اس کا غلام ہے

اگر ملتقط نے دعویٰ کیا کہ لقیط میرا غلام ہے تو اگر اس بچے کے لقیط ہونے کا اقرار نہیں کیا تو پھر اس کا قول معتبر ہوگا کیونکہ جس بچے پر کسی کا قبضہ نہ ہو وہ اور باقی اموال برابر ہیں' تو اگر وہ اس کے قبضہ میں ہے تو اس کی ملکیت ظاہر ہے' لہٰذا اس کا قول معتبر ہوگا۔

اور اگر اس نے اقرار کیا کہ یہ لقیط ہے تو پھر اس کا دعویٰ صحیح نہیں کیونکہ لقیط کی آزادی ظاہراً ثابت ہے۔

بالغ ہونے کے بعد لقیط غلامی کا اقرار کرے

اگر لقیط نے بالغ ہونے کے بعد اقرار کیا کہ وہ فلاں کا غلام ہے تو اگر اس پر آزاد اشخاص والے احکام جاری نہیں' مثلاً اس کی شہادت کا مقبول ہونا' اور اس کے تہمت لگانے والے پر حد کا جاری ہونا وغیرہ تو اس کا اقرار صحیح ہوگا اور اگر اس پر آزاد اشخاص والے احکام میں سے کوئی حکم جاری ہو چکا ہے تو اس کا اقرار صحیح نہیں ہوگا۔

عورت نے دعویٰ کیا کہ لقیط اس کا بیٹا ہے تو گواہوں کے بغیر اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی

اگر عورت نے دعویٰ کیا کہ لقیط اس کا بیٹا ہے تو گواہوں کے بغیر اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور مرد کا حکم اس طرح نہیں کیونکہ عورت نے اپنے غیر پر ثبوتِ نسب کا دعویٰ کیا ہے اور اس کا غیر پر اقرار جائز نہیں' اس لیے کہ نسب باپوں سے ثابت ہوتا ہے اور مرد نے تو اپنے اوپر نسب کے ثبوت کا اقرار کیا ہے' لہٰذا مرد کا قول معتبر ہوگا۔ (المبسوط ج ۱۰ ص ۲۱۰)

ابونصر محمد بن سلام کے متعلق مذکور ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں دلیل پیش کرتے ہوئے کہا کہ عورت فصل (جدا کرنے) کی مالک نہیں' لہٰذا وصل (ملانے) کی بھی مالک نہیں ہو گی اور مرد فصل کا مالک ہوتا ہے' لہٰذا وصل کا بھی مالک ہوگا' اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر عورت نے اپنے بچے کے متعلق کہا کہ یہ میرا بیٹا نہیں تو میاں بیوی کے درمیان لعان ہونے کی صورت میں بچے کا نسب منقطع نہیں ہوگا۔ اگر مرد نے یہ بات کہی تو لعان کے ذریعے بچے کا نسب منقطع ہو جائے گا۔

منقول ہے کہ سمرقند کے امیر اسحاق بن احمد کے گھر مناظرہ ہوا تو ایک آدمی نے اسی مسئلہ میں یہ نکتہ بطورِ دلیل پیش کیا۔ امیر کو اس پر تعجب ہوا اور پوچھا کہ یہ کس کا بیان کردہ نکتہ ہے؟ تو اسے بتایا کہ یہ نکتہ ابونصر محمد بن سلام نے بیان کیا ہے تو امیر سمرقند نے ابونصر محمد بن سلام کی خدمت میں چار ہزار درہم بھیجے۔

ملتقط کو لقیط کی میراث لینا جائز نہیں

جس آدمی نے لقیط کو اٹھایا اور اس کی پرورش کی تو اس ملتقط پر لقیط کی طرف سے دیت بھی لازم نہیں اور لقیط کی وراثت بھی اسے نہیں ملے گی کیونکہ تربیت اور التقاط کی بناء پر یہ لقیط کا ولی نہیں بنا' لہٰذا یہ اور باقی لوگ برابر ہیں۔

بالغ ہونے کے بعد لقیط آزاد کی طرح ہے

لقیط جب بالغ ہو گیا تو گواہی میں اور جنایت کرنے میں اور اس لقیط پر کسی کے جنایت کرنے میں اور حدود میں آزاد مسلمان کی طرح ہے' کیونکہ یہ آزاد ہے اور خود لقیط کو تہمت لگانے والے پر حد ہو گی لیکن اس کی ماں کو تہمت لگانے والے پر حد نہیں ہو گی۔

لقیط اگر مسلمانوں کے شہر میں پایا گیا تو اس کے مسلمان ہونے کا حکم لگایا جائے گا

اگر لقیط مسلمانوں کے کسی شہر میں پایا گیا تو اس کے اسلام کا حکم لگایا جائے گا' چاہے اسے پانے والا مسلمان ہو یا ذمی' اگر کسی گرجا میں یا کنیسہ میں یا ذمیوں کے کسی شہر میں پایا گیا تو اس کے ذمی ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ چاہے پانے والا مسلمان ہو یا کافر۔ یہ حکم ایک روایت میں ہے اور دوسری روایت میں پانے والے کا اعتبار ہے' جگہ کا اعتبار نہیں۔ اس روایت میں یہ ہے کہ اگر پانے والا مسلمان ہو تو اس کے اسلام کا حکم لگایا جائے گا' چاہے جس جگہ بھی پایا جائے اور اگر پانے والا کافر ہے تو اس کے کافر ہونے کا حکم لگایا جائے گا' چاہے جس جگہ بھی پایا جائے۔

پھر جس جگہ ہم اس کے مسلمان ہونے کا حکم لگائیں گے تو اس پر اسلام کے احکام جاری ہوں گے' حتیٰ کہ اگر عاقل ہونے سے پہلے فوت ہو گیا تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اور جس جگہ اس کے کافر ہونے کا حکم لگائیں گے' وہاں اس کے حق میں تمام احکام' کفار والے جاری ہوں گے' حتیٰ کہ اگر عاقل ہونے سے پہلے فوت ہو گیا تو اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ اگر ایسی جگہ پایا گیا' جہاں مسلمان بھی ہیں اور کفار بھی تو استحساناً اس کے مسلمان ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔

ملتقط کو لقیط کی ولایت حاصل نہیں

ملتقط لقیط کی شادی نہیں کرسکتا' کیونکہ ولایت کا سبب مثلاً قرابت یا ملک یا سلطنت موجود نہیں۔ (المبسوط ج ۱۰ ص ۲۱۱۔۲۱۵' الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۴۰۱۔۴۰۲)

ملتقط' لقیط کے مال میں تصرف نہیں کرسکتا

لقیط کے مال میں ملتقط تصرف نہیں کرسکتا' ماں پر قیاس کرتے ہوئے (کہ ماں بھی بچے کے مال میں تصرف نہیں کرسکتی) اور اس کے لیے ہبہ پر قبضہ کرسکتا ہے کیونکہ یہ محض نفع ہے لہٰذا جب بچہ عاقل ہوتو وہ خود ہبہ کا مالک ہوتا ہے' اسی طرح بچے کی ماں اور اس کا وصی بھی بچے کے لیے ہبہ پر قبضہ کرسکتے ہیں۔

ملتقط' لقیط کو کسی پیشے میں یا مزدوری پر لگا سکتا ہے

ملتقط' لقیط کو کسی پیشے میں یا مزدوری پر لگا سکتا ہے۔ یہ ''مختصر القدوری'' کی روایت ہے اور ''الجامع الصغیر'' کی ''کتاب الکراہیت'' میں مذکور ہے کہ مزدوری پر لگانا جائز نہیں اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

بچوں پر تصرف کے اقسام

''ہدایہ'' کی ''کتاب الکراہیت'' میں مذکور ہے کہ جس کے قبضہ میں لقیط ہو اور اس لقیط کا کوئی باپ نہ ہوتو ملتقط اس کے لیے ہبہ اور قبضہ پر صدقہ کرسکتا ہے۔ واللہ اعلم

اس کی اصل یہ ہے کہ بچوں پر تصرف کی تین اقسام ہیں: پہلی قسم کا تعلق ولایت کے باب سے ہے' اس کا مالک صرف وہی ہوسکتا ہے' جو صغیر کا ولی ہو مثلاً نکاح کرنا' اموالِ قنیہ کی خرید و فروخت (اموالِ قنیہ وہ اموال ہیں جو گھر میں رکھنے کے لیے ہوتے ہیں' مثلاً گائے وغیرہ) کیونکہ ولی اس کی ضرورت پورا کرنے کے لیے شریعت کے قائم کرنے سے اس کا قائم مقام ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جو بچوں کی ضرورتِ حال کے لیے ہوتی ہے' مثلاً بچوں کے لیے ضروری چیزوں کو خریدنا' انہیں فروخت کرنا (مثلاً بچے کے لیے کپڑا وغیرہ خریدنا' اس کی گائے وغیرہ کا دودھ فروخت کرنا کہ نہ فروخت کیا تو خراب ہو جائے گا)۔

اور بچے کو مزدوری پر لگانا[1] اور یہ ہر اس آدمی کی طرف سے جائز ہے جو بچے کی کفالت کرتا ہو اور اس پر خرچ کرتا ہو' مثلاً بھائی' چچا' ملتقط' جب کہ بچہ ان کی گود میں پرورش پاتا ہو۔ جب یہ لوگ اس قسم کے مالک ہیں تو ولی بطریقِ اولیٰ حق دار ہوگا' لیکن ولی کے لیے یہ شرط نہیں کہ بچہ اس کی گود میں پرورش پاتا ہو۔

تیسری قسم وہ ہے جو محض نفع ہوتی ہے جیسے ہبہ' صدقہ کو قبول کرنا اور ان پر قبضہ کرنا' اس کا مالک ملتقط' بچے کی ماں اور وہ آدمی ہوتا ہے جو بچے کی کفالت کرتا ہو' مثلاً بھائی' چچا اور خود بچہ بھی اس کا مالک ہوتا ہے' اگر وہ عاقل ہو' کیونکہ جب یہ نفع ہے تو حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ بچے کی رعایت کرتے ہوئے اس تک پہنچنے کا دروازہ کھول دیا جائے۔ لہٰذا اس کی ملکیت عقل' ولایت اور پرورش کے ساتھ حاصل ہوتی ہے اور یہ خرچ کرنے کے بہ منزلہ ہے اور ملتقط کے لیے یہ جائز نہیں کہ اسے مزدوری پر لگائے البتہ ماں اپنے بیٹے کو مزدوری پر لگا سکتی ہے' جب بیٹا ماں کی پرورش میں ہو اور چچا کے لیے یہ جائز نہیں کیونکہ ماں اپنے بیٹے سے خدمت لے کر اس کے منافع (بلا عوض) تلف کر سکتی ہے' لہٰذا عوض کے ساتھ اس کے منافع تلف کرنے کی تو وہ بطریقِ اولیٰ مالک ہوگی۔ ملتقط اور چچا اس طرح نہیں۔ اس کا کچھ حصہ اجارات کے مسائل میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ملتقط نے لقیط کے ختنہ کا حکم دیا اور لقیط مر گیا

''النوازل'' میں ہے کہ ملتقط نے جب بچے کے ختنہ کا حکم دیا (اور اس کے حکم سے ختنہ کر دیا گیا) اور بچہ ہلاک ہو گیا تو ملتقط ضامن ہوگا' کیونکہ ملتقط کو یہ ولایت حاصل نہیں۔

واللہ اعلم

[1] یہاں کتاب میں ''واجارۃ الصغیر'' کے الفاظ ہیں' جس کا ترجمہ ہے' ''اور بچے کو مزدوری پر لگانا'' جب کہ ''ہدایہ'' کے مشہور نسخہ میں یہ الفاظ ہیں: ''واجارۃ الاظار'' بچے کے لیے دودھ پلانے والی کو اجرت پر رکھنا اور یہی نسخہ زیادہ مناسب ہے' کیونکہ بچے کو مزدوری پر لگانا تو اس کی ضروریات میں سے نہیں اور شیر خوار بچے کے لیے دودھ پلانے والی اجرت پر رکھنا ضروریات میں سے ہے اور بعض نسخوں میں ''واجارۃ الاظار للصغار'' کے الفاظ ہیں اور وہ زیادہ واضح نسخہ ہے۔
۱۲ رضوی غفرلہ

بھاگنے والے غلام کے جعل[1] کے مسائل

بچے کا بھاگا ہوا غلام واپس کرنے سے اس کے مال میں جعل لازم ہوگا

جب بھاگا ہوا غلام بچے کی ملک ہو اور اسے کوئی آدمی تین دن یا اس سے زائد دنوں کی مسافت سے واپس پھیر لایا تو بچے کے مال میں جعل لازم ہوگا' کیونکہ بچے کو منفعت حاصل ہوئی ہے' لہٰذا یہ اسی طرح ہوگا جیسے مزدوری پر کسی نے اس کے لیے کام کیا ہو اور باپ یا وصی بچے کے مال سے اسے جعل عطا کرے گا۔ وصی نے اگر یتیم کا بھاگا ہوا غلام واپس پھیر لیا تو اسے جعل نہیں ملے گا' کیونکہ وصی پر واپس لانا لازم ہے۔ اسی طرح جو آدمی یتیم کی کفالت کرتا ہو' اسے بھی جعل نہیں ملے گا کیونکہ اس پر بھی واپس لانا لازم ہے۔

اسی طرح اگر بادشاہ عاقل بچے کا غلام اور بالغ کا غلام واپس لے آیا تو جعل لازم نہیں ہوگا' کیونکہ اس نے ایسا کام کیا ہے' جو اس پر واجب ہے اور بیٹا اپنے باپ کا بھاگا ہوا غلام واپس لے آیا تو جعل کا مستحق نہیں ہوگا اور اگر باپ واپس لائے تو وہ جعل کا مستحق تب ہوگا' اگر بیٹا بڑا ہوا' کتابوں میں اس مسئلہ میں اضطراب ہے اور صحیح یہی ہے کیونکہ بیٹے پر باپ کی خدمت واجب ہے اور بھاگے ہوئے غلام کو واپس لے آنا بھی خدمت ہی ہے' لہٰذا یہ بیٹے پر واجب ہے تو وہ جعل کا مستحق نہیں ہوگا' لیکن باپ پر بیٹے کی خدمت واجب نہیں' تو وہ جعل کا مستحق ہوگا۔ اس کی مکمل تفصیل ''مبسوط'' کی ''کتاب الاباق'' میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

بھاگی ہوئی لونڈی کو اس کے بیٹے سمیت واپس لانا

اگر کوئی آدمی بھاگی ہوئی لونڈی کو اس کے بیٹے سمیت واپس لے آیا تو اگر بیٹا شیرخوار ہو تو وہ آدمی صرف ایک جعل کا مستحق ہوگا' کیونکہ وہ صرف ایک شخص کو واپس لایا ہے اور اگر لڑکا قریب البلوغ ہوا تو لانے والا دو جعل کا مستحق ہوگا' کیونکہ وہ دو شخصوں کو واپس لے کر آیا ہے۔

---

[1] بھاگے ہوئے غلام کو پکڑ کر مولیٰ کے پاس لانے والے کے لیے' شرعاً مولیٰ کے مال سے جو مقررہ مال دینا لازم ہے' وہ جعل کہلاتا ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

باپ اپنا بھاگا ہوا غلام چھوٹے بیٹے کو ہبہ کر سکتا ہے

ایک آدمی کا غلام بھاگ گیا اور اس نے وہ غلام اپنے چھوٹے بچے کو ہبہ کر دیا تو اگر بیٹا باپ کے عیال میں شامل ہو تو جائز ہے' کیونکہ اس صورت میں غلام اسے سپرد کرنے کی ضرورت نہیں' کیونکہ چھوٹے بیٹے کو جو چیز ہبہ کی جائے' اس پر قبضے کا حق باپ کو ہے اور باپ کا قبضہ قائم ہے' کیونکہ بھاگ جانے سے قبضہ باطل نہیں ہوا' جب تک وہ بھاگ کر دارالاسلام میں ہی رہے اور باپ کا آگاہ کر دینا ہی قبضے کے بہ منزلہ ہے' لیکن اگر چھوٹے بیٹے کو وہ غلام فروخت کیا تو یہ جائز نہیں کیونکہ باپ کا قبضہ مبیع (فروخت کی ہوئی چیز) کے قبضہ کے قائم مقام نہیں' کیونکہ مبیع کے قبضے میں ضمان لازم آتی ہے اور باپ کا قبضہ تو بطور امانت ہوتا ہے (جس میں ضمان لازم نہیں ہوتی) اس لیے کہ غلام اگر خریدار کو سپرد کرنے کے بعد ہلاک ہو تو خریدار پر ثمن ثابت ہو جاتے ہیں اور اگر سپرد کرنے سے پہلے ہلاک ہوا تو ثمن ثابت نہیں ہوتے۔

اور امانت والا قبضہ' ضمان والے قبضے کی طرح نہیں' لہٰذا یہ اس کا قائم مقام نہیں ہوگا' اس کی مکمل تفصیل صدر الاسلام ابوالیسر رحمہ اللہ کی ''شرح'' کی ''کتاب الاباق'' میں ہے۔

غصب وضمان[1] کے مسائل

جب مغصوب بچہ غرق ہو گیا تو غاصب پر ضمان ہے

''الملتقط'' کی ''کتاب الودیعۃ'' میں ہے کہ مغصوب بچہ اگر پانی میں گر کر غرق ہو گیا تو

---

[1] غصب کا لغوی معنیٰ زبردستی چھین لینا ہے۔ اصطلاح میں غصب یہ ہے کہ جو مال متقوم (قیمت والا) محترم اور منقول ہو' اس سے جائز قبضہ کو ہٹا کر ناجائز قبضہ کر لینا۔ مسلمان کے پاس شراب ہے' شرعاً یہ مال متقوم (قیمتی) نہیں' لہٰذا اسے چھین لینا غصب نہیں۔ حربی کافر کا مال شرعاً محترم نہیں' لہٰذا حربی کا مال چھین لینا بھی غصب نہیں۔ غیر منقول جائیداد پر ناجائز قبضہ کر لینا بھی اصطلاحاً غصب نہیں کہلائے گا۔ غصب میں یہ بھی ضروری ہے کہ قبضہ پوشیدہ طور پر نہ ہو' لہٰذا پوشیدہ طور پر کسی کی چیز لے لی' وہ چوری کہلائے گی اگر چوری والی شرائط پائی گئیں تو غصب (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

غاصب ضامن ہوگا' لیکن ودیعت والے بچے کا یہ حکم نہیں۔ (الفتاوی الخانیہ ج ۳ ص ۳۸۰)

چھوٹا بچہ غصب کیا' اور اس کے ڈاڑھی نکل آئی تو نقصان کی ضمان نہیں

''غصب العدۃ'' میں ہے کہ اگر چھوٹا غلام غصب کیا اور اس کے ڈاڑھی نکل آئی تو نقصان کی ضمان لازم نہیں ہوگی۔ (المبسوط ج ۱۱ ص ۱۰)

جس نے بچے سے کوئی چیز غصب کی اور پھر واپس کردی

ابو بکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں ہے کہ اگر کسی نے بچے سے کوئی چیز غصب کی' پھر اسے واپس کردی تو اگر بچہ حفاظت کا اہل ہے تو صحیح ہے ورنہ درست نہیں اور یہ اسی طرح ہوگا کہ جیسے کسی آدمی نے دوسرے کی سواری کی پشت سے زین اٹھالی پھر اسے واپس سواری کی پشت پر رکھ دیا تو صحیح نہیں۔ (الفتاوی الخانیہ ج ۳ ص ۲۳۲)

مغصوب کی قیمت بچے کو ادا کرنا صحیح ہے

اگر غاصب نے مغصوبہ چیز ہلاک کردی اور قیمت کا ضامن ہوگیا اور اس نے بچے کو قیمت ادا کردی تو اگر بچے کو تجارت کی اجازت ہے تو صحیح ہے اور غاصب ضمان سے بری ہو جائے گا۔ اگر بچہ ماذون نہیں تو ضمان سے بری نہیں ہوگا' کیونکہ قیمت ادا کرنے کے ضمن میں مالک بنانے کا معنیٰ پایا جاتا ہے۔ ''عامۃ الفتاویٰ'' میں مسئلہ اسی طرح مذکور ہے۔

(الفتاوی الخانیہ ج ۳ ص ۲۳۲)

بچے کا اپنا قرض وصول کرنا

ابو زید نے ''کتاب الاسرار'' میں ''النکاح بغیر ولی'' کے مسئلہ میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر بچے نے اپنا قرض وصول کیا تو یہ صحیح نہیں۔

اور اگر محجور غلام (جسے تجارت وغیرہ کی اجازت نہیں) سے کوئی چیز غصب کی' پھر اسے واپس کردیا تو ضمان سے بری ہو جائے گا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) نہیں کہلائے گی۔ غصب کرنے والے کو غاصب' مالک کو مغصوب منہ اور چھینی ہوئی چیز کو مغصوب کہتے ہیں۔ چھینی ہوئی چیز غاصب کے پاس ہلاک ہوگئی تو اس پر تاوان لازم ہوگا' تاوان کو ضمان کہتے ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

بچے نے جب دوسرے آدمی کے حکم سے کسی انسان کا مال ہلاک کر دیا تو ضمان لازم ہے

''الجامع فی الفتاویٰ'' کی ''کتاب البیوع'' اور صاحب المحیط کے ''فوائد'' میں ہے کہ ایک آدمی نے کسی بچے کو کسی آدمی کے مال ہلاک کرنے کا حکم دیا تو بچے پر ضمان لازم ہوگی اور وہ بچہ (اس کی ادائیگی کے لیے) حکم دینے والے کی طرف رجوع کرے گا۔

(الفتاوی الخانیہ ج ۳ ص ۴۵۵)

''فتاویٰ قاضی خاں'' کی ''کتاب الجنایات'' کی ''فصل اتلاف الجنین'' سے کچھ پہلے ہے کہ اگر بچے کو کسی چیز کا حکم دیا اور بچے پر ضمان لازم آ گئی تو بچے کے ولی کو حق ہے کہ وہ حکم دینے والے کی طرف رجوع کرے۔

معمول کے مطابق فصد لگانے[1] سے بچے کی موت کا حکم

کوئی بچہ فصد لگانے والے کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے فصد لگا دے۔ اس نے معمول کے مطابق فصد لگایا اور بچہ اس وجہ سے فوت ہو گیا۔ تو فصد لگانے والے کی برادری پر بچے کی دیت واجب ہوگی۔ اسی طرح غلام کی قیمت فصد لگانے والے کی برادری پر واجب ہوگی۔

بچے نے مرغی پکڑ کر چھوڑ دی

''کتاب الفوائد'' میں ہے کہ بچے نے کسی آدمی کی مرغی پکڑی اور اسے اس کی جگہ سے منتقل نہ کیا' پھر اسے چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ ضائع ہو گئی' تو قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ضمان لازم ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے۔ صاحب المحیط نے فرمایا ہے کہ جب تک اسے اپنی جگہ سے منتقل نہ کیا تو ضامن نہیں ہوگا۔ قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ نے جو فرمایا ہے' وہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ہے اور صاحب المحیط نے جو فرمایا ہے' وہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے۔

---

[1] فصد لگانا: پچھنے لگانا' رگ کھولنا' بیمار آدمی کی رگ سے خون نکالنے کا عمل فصد کہلاتا ہے۔

۱۲ رضوی غفرلہ

بچے نے کسی خچر کو ہانکا اور اس نے دوسرے خچر کو ہلاک کر دیا

''فوائد شیخ الاسلام برہان الدین'' رحمہ اللہ میں ہے کہ اگر بچے نے کسی کا خچر ہانکا اور اس خچر نے اس دوران دوسرے خچر کو ہلاک کر دیا تو کیا ضمان لازم ہوگی؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں! ضمان لازم ہوگی۔

کسی نے بچے کے ہاتھ میں چھری دی اور بچے نے اپنے۔۔۔۔۔ آپ کو قتل کر لیا

''فوائد الفقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ'' میں ہے کہ اگر بچے کے ہاتھ میں چھری دی اور اس نے خود کو قتل کر لیا تو ضمان لازم نہیں اور اگر اسے پھسلا دیا حتیٰ کہ وہ مر گیا تو ضمان لازم ہوگی۔

(الفتاوی الخانیہ ج ۳ ص ۲۸۸)

بچہ چھت پر تھا' کسی نے اس کے پاس چیخ ماری اور وہ گر کر مر گیا

''فوائد ابی حفص الکبیر رحمہ اللہ'' میں ہے کہ بچہ چھت یا دیوار پر گرا تھا' کسی آدمی نے اس کے قریب چیخ ماری' بچہ گھبرا کر گر گیا اور مر گیا تو چیخ مارنے والے پر دیت لازم ہوگی اور دیت اس کی برادری پر ہوگی۔ اسی طرح اگر بچہ راستے میں تھا اور اس کے پاس سے کوئی چار پایہ گزرا اور کسی مرد نے چار پائے کے قریب چیخ ماری اور چار پائے نے بچے کو روند ڈالا تو چیخ مارنے والے پر دیت لازم ہوگی اور دیت اس کی برادری پر ہوگی۔ ''مجموع النوازل'' میں اسی طرح مسئلہ مذکور ہے۔ اس کے بعد اس مسئلہ کے متعلق اس کے خلاف کچھ مذکور ہوگا۔

پرنالے میں بچے کے پیشاب کا حکم

''فوائد ابی حفص'' میں ہے کہ کسی بچے نے چھت پر پیشاب کر دیا' پیشاب پرنالے سے نکل کر کسی آدمی کے کپڑوں پر جا پڑا اور کپڑے خراب ہو گئے تو بچے کے مال سے ضمان لازم ہو گی۔ اگر اس کے پاس مال نہ ہوا تو اس پر قرض ہوگا اور مال دار ہونے پر اس سے وصول کیا جائے گا۔

بچے نے کسی عورت کو تیر مارا

''کتاب النوازل'' میں ہے کہ اگر بچے نے کسی عورت کو تیر مارا اور وہ عورت کی آنکھ میں

لگا تو بچے کے والد پر ضمان نہیں ہوگی' ضمان محض بچے کے مال میں واجب ہوگا۔ اگر اس کے پاس مال نہ ہوا تو اس کے مال دار ہونے کا انتظار کیا جائے گا۔ انہوں نے بچے کے مال میں ہی ضمان واجب کی ہے (والد کے مال میں نہیں) کیونکہ یہ عجمیوں کے لیے عاقلہ (برادری) تصور نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ عاقلہ صرف اہل عرب کی ہوتی ہے' کیونکہ اہل عرب باہم ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔

آدمی نے بچے کو اپنے مکان میں داخل کیا اور مکان اس پر گر پڑا

''العیون'' میں ہے کہ اگر کسی آدمی نے بچے یا سوئے ہوئے شخص یا بے ہوش آدمی کو اپنے مکان میں داخل کیا' مکان اس پر گر پڑا تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بچے اور بے ہوش کی ضمان لازم ہوگی۔ سوئے ہوئے شخص کی ضمان لازم نہیں ہوگی۔

قرض خواہ نے مقروض کا بچہ پکڑا اور اسے بھیڑیا کھا گیا

''فتاویٰ الدیناری'' کے مسائلِ ضمان میں ہے کہ اگر قرض خواہ نے مقروض کا بچہ پکڑا اور کہا کہ قرض ادا کر۔ بچے کو بھیڑیا کھا گیا تو اس آدمی پر اور اس کی برادری پر دیت واجب ہوگی۔

کسی آدمی نے بچہ غصب کیا اور وہ اس کے ہاتھ میں مر گیا

''غریب الروایت'' میں ہے کہ اگر آزاد بچہ غصب کیا اور وہ مر گیا تو غاصب ضامن ہوگا لیکن اگر بچہ طبعی موت مرا تو ضامن نہیں ہوگا۔ غرق ہونے' قتل ہونے اور جل جانے کی صورت میں غاصب ضامن ہوگا۔

فصل کے شروع میں اس کے متعلق کچھ کلام گزر چکا ہے۔ اگر کم عمر یا بڑا مکاتب غصب کیا تو ضامن نہیں ہوگا۔ (الفتاوی الخانیہ ج ۳ ص ۴۵۷)

''الجامع الصغیر'' کی ''کتاب الجنایات'' کے ''باب غصب الحد بر والعبد'' میں ہے کہ اگر آدمی نے کوئی بچہ غصب کیا اور وہ غاصب کے پاس مر گیا تو اگر بخار کی وجہ سے یا اچانک فوت ہو گیا تو غاصب پر کوئی چیز لازم نہیں' اگر بجلی گرنے سے یا سانپ کے ڈسنے سے فوت ہوا تو غاصب کی برادری پر بچے کی دیت لازم ہے اور امام زفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لازم نہیں ہوگی اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے اور وہ دونوں اسے اس صورت پر قیاس کرتے ہیں جب بچہ

بخار کی وجہ سے یا اچانک فوت ہوا ہو۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ غاصب بچے کے قتل کا سبب ہے' کیونکہ ان اسباب سے عادۃً بچا جاتا ہے اور ولی ان آفات سے بچے کی حفاظت کرتا ہے اور غاصب حفاظت کرنے والے ہاتھ کو بچے سے زائل کر کے اور ان اسباب سے قریب کر کے اور درندوں والی جگہ اور بجلی گرنے کی جگہ کے قریب کر کے بچے کی ہلاکت کا سبب بن گیا ہے اور وہ اس سبب میں زیادتی کرنے والا ہے' لہٰذا ضامن ہوگا لیکن جب بچہ بخار کی وجہ سے یا اچانک مر گیا تو غاصب ضامن نہیں ہوگا کیونکہ موت کو تو ٹالا نہیں جا سکتا اور وہ ہر جگہ پہنچ جاتی ہے' حتیٰ کہ فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ اگر غاصب بچے کو ایسی جگہ لے گیا جہاں بخار اور امراض بہ کثرت ہوتی ہیں تو بچے کے مر جانے سے وہ ضامن ہوگا۔

اگر بچہ پانی میں غرق ہوگیا یا جل گیا یا چھت سے گر پڑا یا اس قسم کی کوئی بات ہوئی تو یہ چیزیں بھی مہلکات میں سے ہیں (لہٰذا غاصب ضامن ہوگا)۔ واللہ اعلم

بچے کو گھر والوں کی اجازت کے بغیر کام میں لایا اور وہ چھت سے گر کر مر گیا

سید امام ابوالقاسم رحمہ اللہ نے ''کتاب الخلاص'' میں ذکر فرمایا کہ اگر کم عمر لڑکے کو اس کے گھر والوں کی اجازت کے بغیر کسی کام کے لیے بھیجا' وہ بچوں کے ساتھ گھر کے اوپر چھت پر چڑھ گیا اور گر کر مر گیا تو بھیجنے والا ضامن ہوگا۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۲۲۲)

بچہ دیوار پر تھا کہ کسی مرد نے چیخ مار کر کہا: گر جا اور وہ گر گیا تو ضمان ہوگی

''دیات الواقعات'' کے ''باب مایوجب الدیۃ والکفارۃ'' میں اور ''املاء الحسن'' میں ہے کہ بچہ دیوار پر تھا کہ کسی آدمی نے چیخ ماری اور بچہ گر کر مر گیا تو امام اعظم ابوحنیفہ وامام ابویوسف وامام زفر وامام شافعی رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ اس پر کوئی چیز لازم نہیں اور ''نوادر ابن رستم'' میں ہے کہ بچہ دیوار پر تھا اور آدمی نے چیخ مار کر کہا کہ نہ گرنا اور وہ گر گیا تو ضامن نہیں ہوگا اور اگر کہا کہ گر جا اور وہ گر گیا تو ضامن ہوگا۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۴۵۴)

بچہ باپ کے ہاتھ میں تھا کہ کسی نے اسے کھینچا

''دیات العیون'' میں ہے' اگر کسی نے باپ کے ہاتھ سے اس کا بچہ کھینچا اور باپ نے اسے پکڑے رکھا حتیٰ کہ بچہ مر گیا تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ کھینچنے والے پر بچے کی دیت لازم ہوگی اور باپ بچے کا وارث ہوگا اور اگر آدمی نے اسے کھینچا اور باپ نے بھی اسے کھینچا حتیٰ کہ بچہ مر گیا تو دونوں پر دیت لازم ہوگی اور باپ اس کا وارث نہیں ہوگا۔

والدین نے بچے کا خیال نہ کیا اور اسے کوئی تکلیف پہنچ گئی

''دیات النوازل'' اور ''الجامع فی الفتاویٰ'' میں نصیر سے روایت ہے کہ بچہ پانی میں مر گیا یا چھت سے گر کر مر گیا تو اگر بچہ سات سال کا ہوا تو والدین پر کوئی چیز لازم نہیں کیونکہ اتنا بچہ خود اپنی حفاظت کرتا ہے۔ اگر بچہ غیر عاقل ہے یا بہت چھوٹا ہے' وہ اس طرح مر گیا تو والدین پر کفارہ لازم ہے اور اگر والدین میں سے کسی ایک کی گود میں پرورش پا رہا ہے تو جس کی گود میں پرورش پا رہا ہے' صرف اسی پر کفارہ لازم ہوگا اور ابوبکر اسکاف سے روایت ہے کہ اگر والدین نے بچے کا خیال نہ کیا حتیٰ کہ وہ گر گیا یا آگ میں جا پڑا تو میرے خیال میں والدین پر کچھ لازم نہیں اور ابونصر نے فرمایا کہ دونوں پر کفارہ لازم ہے اور ابوالقاسم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دونوں پر استغفار اور توبہ لازم ہے اور فقیہ نے فرمایا کہ اسی پر ہمارا عمل ہے اور نصیر نے فرمایا کہ اگر ماں نے بچے کو باپ کے پاس رکھا اور بچہ ماں کے علاوہ دوسری عورت کا دودھ پی لیتا ہے اور باپ نے بچے کے لیے کوئی دودھ پلانے والی مقرر نہ کی' حتیٰ کہ بچہ بھوک سے مر گیا تو باپ گنہگار ہے اور اس پر کفارہ لازم ہے' ایک غلام کا آزاد کرنا اور توبہ لازم ہے۔

اور اگر بچہ ماں کے علاوہ کسی کا دودھ نہیں پیتا اور باپ کو اس کا علم نہیں تو ماں گنہگار ہے اور اس پر بطور کفارہ ایک غلام آزاد کرنا لازم ہے۔ یہ تمام مسائل ''دیات النوازل'' میں اور ''الجامع الصغیر'' کی ''کتاب الغصب'' میں ہیں۔

معلم بچے کو روشن دان بند کرنے کا حکم دے تو اس پر کیا حکم مترتب ہوگا؟

''مسائل نجم الدین'' میں ہے کہ سردی کے موسم میں بچے مکتب میں تھے کہ معلم نے کسی

بچے کو کہا کہ یہ رومال لے اوراس سے یہ روشن دان بند کردے' بچے نے اسی طرح کیا اور رومال ضائع ہوگیا تو معلم ضامن نہیں ہوگا اور نہ ہی روشن دان بند کرنے والا ضامن ہوگا۔

کسی نے بچے کو درخت پر چڑھنے کا حکم دیا اور بچہ گر کر مر گیا

''الفتاویٰ الصغریٰ'' کی ''کتاب الجنایات'' میں ہے کہ جس بچے کو تصرفات سے روکا گیا ہے' اسے کسی نے کہا کہ اس درخت پر چڑھ جا اور میرے لیے پھل توڑ کر لا۔ بچہ چڑھ گیا اور گر پڑا' اگر بچہ مر گیا تو حکم دینے والے کی برادری پر دیت واجب ہوگی۔ اسی طرح اگر بچے کو اس کے ولی کی اجازت کے بغیر کسی چیز کے اٹھانے یا لکڑی توڑنے کا حکم دیا اور بچہ ہلاک ہوگیا' پھر بھی یہی حکم ہے۔ اگر اس نے یہ نہ کہا کہ میرے لیے پھل توڑ کر لا' بلکہ یہ کہا کہ اس درخت پر چڑھ یا کہا کہ چڑھ کر اپنے لیے پھل توڑ لے اور بچہ گر کر مر گیا تو اس میں مشائخ رحمہ اللہ کا اختلاف ہے کہ ضمان واجب ہوگی یا نہیں اور دونوں مسئلوں میں مختار یہی ہے کہ ضمان واجب ہوگی۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج۳ص۲۲۴)

''النوازل'' میں مذکور ہے کہ کوئی مرد گھاس کا گٹھا لے کر کسی بستی سے گزرا اور وہاں گلی میں بچوں نے آگ جلا رکھی تھی۔ انہوں نے گھاس پر آگ ڈال دی اور گھاس کو آگ لگ گئی' پھر ایک چھت کے نیچے گدھا داخل ہوا اور چھت پر لکڑیاں رکھی ہوئی تھیں' آگ کے شعلے بلند ہو کر لکڑیوں کو جا لگے۔ انہوں نے لکڑیاں چھت سے گرا دیں اور گدھا جل گیا تو اگر گدھے پر جو لکڑیاں گری ہیں' انہیں گھاس سے آگ لگی ہے تو پھر آگ گرانے والا اور لکڑیاں گرانے والا دونوں ضامن ہوں گے' کیونکہ گدھا دونوں کے فعل سے جلا ہے۔ ''التجنیس'' کی ''کتاب الغصب'' میں مسئلہ اسی طرح مذکور ہے۔ واللہ اعلم

استاذ یا کاریگر کب ضامن ہوگا؟

فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے اپنے ''فتاویٰ'' میں ذکر فرمایا ہے کہ دھوبی نے دوکان پر کپڑے رکھے اور اپنے بھتیجے کو حفاظت کے لیے بٹھا دیا اور خود غائب ہوگیا اور اس کا بھتیجا دوکان کے نچلے حصے میں چلا گیا۔ کسی چور نے کپڑے چوری کر لیے تو فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اگر دوکان کا نچلا حصہ اس طرح کا ہو کہ وہاں داخل ہونے والے کی نظر سے وہ جگہ غائب نہ ہو' جہاں کپڑے رکھے ہوئے ہیں تو پھر ضمان واجب نہیں ہوگا اور اگر دوکان کا نچلا حصہ اس طرح کا

ہے کہ اس میں داخل ہونے والے کی نگاہ سے وہ جگہ غائب ہو جاتی ہے' جہاں کپڑے رکھے ہوئے ہیں تو پھر دیکھا جائے گا کہ جس بچے کو دھوبی نے حفاظت کے لیے بٹھایا ہے' اسے اس کے باپ یا ماں یا وصی نے دھوبی کے ساتھ لگایا ہے یا ان سب کے نہ ہونے کی صورت میں دھوبی نے خود اسے اپنے ساتھ لگایا ہوا ہے تو بچے پر ضمان واجب ہوگی کیونکہ بچے پر حفاظت واجب تھی اور اس نے حفاظت ترک کر کے کپڑے ضائع کیے ہیں اور دھوبی پر ضمان لازم نہیں ہوگی' کیونکہ دھوبی حفاظت کے لیے اس بچے کے ہاتھ میں کپڑے دے سکتا ہے اور بچے کے پاس کپڑے چھوڑنے کی وجہ سے دھوبی پر ضمان لازم نہیں آئے گی۔

قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ نے اپنے ''فتاویٰ'' میں فرمایا ہے کہ یہ جواب تب ہی درست ہو سکتا ہے' جب بچہ ماذون ہو' کیونکہ ماذون بچے سے ودیعت ضائع کرنے کی ضمان نہیں لی جاتی' جس طرح غیر ماذون بچہ چور کی ودیعت کے مال کی طرف راہنمائی کر دے یا کسی آدمی کو ودیعت کا مال پکڑے ہوئے دیکھے اور روکنے پر قدرت ہونے کے باوجود اسے نہ روکے تو غیر ماذون بچہ ضامن نہیں ہوگا اور اگر یہ بچہ ماذون ہو تو بچے پر ضمان لازم ہوگی۔

اگر بچہ دھوبی کے ساتھ اس وجہ سے نہ لگا ہوا ہو' جو ہم نے ذکر کی ہے اور نہ ہی اس کے اہل وعیال میں شامل ہو' نہ اس کا شاگرد ہو اور نہ ہی مزدور ہو لیکن دھوبی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دوکان پر حفاظت کے لیے بٹھا دیا ہو تو دھوبی پر ضمان لازم ہوگی' کیونکہ جو بچہ اس کے اہل وعیال میں ہی نہیں' دھوبی نے اس سے حفاظت طلب کی ہے' لہٰذا دھوبی کپڑے کو ہلاک کرنے والا ہوگا (اور ضمان دھوبی پر واجب ہوگی)۔

اگر بچہ ایسی جگہ ہے کہ وہاں داخل ہونے کے باوجود کپڑے کو دیکھ رہا ہے تو اگر بچہ دھوبی کے ساتھ کام پر لگا ہوا ہے تو کسی پر ضمان لازم نہیں ہوگی' دھوبی پر تو اس لیے لازم نہیں ہوگی' کیونکہ دھوبی نے اس کے ذریعے حفاظت کی ہے جو اس کے اہل وعیال میں داخل ہے اور بچے پر اس لیے ضمان واجب نہیں ہوگی کیونکہ وہ ایسی جگہ پر ہے جہاں سے کپڑا دکھائی دے رہا ہے' لہٰذا اس نے حفاظت ترک نہیں کی۔

بچے کے لیے ضمان واجب ہونے اور بچے پر ضمان واجب ہونے کے بعض مسائل جنایات کے مسائل میں بیان ہوں گے۔

بچے کو غصب کیا اور دوسرے آدمی نے اس کے پاس بچے کو قتل کر دیا

''المنتقیٰ'' کی ''کتاب الغصب'' میں ہے کہ آدمی نے کسی آزاد بچے کو غصب کیا اور اس کے پاس کسی دوسرے آدمی نے اس بچے کو خطاءً قتل کر دیا۔

تو بچے کے اولیاء کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس کی برادری سے چاہیں دیت کا مطالبہ کر سکتے ہیں' اگر انہوں نے غاصب کی برادری سے مطالبہ کیا تو وہ ادائیگی کے لیے قاتل کی برادری سے رجوع کریں گے۔

اور اگر بچے نے اپنے آپ کو خود قتل کر لیا تو غاصب کی برادری پر دیت واجب ہوگی اور وہ دیت کے لیے بچے کی برادری سے رجوع نہیں کریں گے اور اگر اسے کسی آدمی نے عمداً قتل کر دیا تو بچے کے اولیاء کو اختیار ہے اگر چاہیں تو قاتل کو قتل کر دیں اور اگر چاہیں تو غاصب کی برادری سے دیت کا مطالبہ کریں اور غاصب کی برادری دیت کی ادائیگی کے لیے قاتل کے مال کی طرف رجوع کرے گی۔

کسی بچے کو غصب کیا اور اس بچے نے غاصب کے پاس ------ دوسرے بچے کو قتل کر دیا

اگر بچے نے غاصب کے پاس کسی کو قتل کر دیا' پھر غاصب نے بچہ اس کے باپ کو واپس کر دیا تو بچے کی برادری قتل کی دیت کی ضامن ہوگی اور وہ دیت کے لیے غاصب کی طرف رجوع نہیں کر سکتے۔ ہم نے آزاد بچے میں جو باتیں ذکر کیں' مناسب تو تھا کہ غاصب ان میں سے کسی چیز کا ضامن نہ ہوتا لیکن ہم نے' موت اور کسی آسمانی آفت کے علاوہ جو انسانوں کے افعال میں سے نہیں' ہر اس صورت میں جہاں بچے نے اپنا نقصان کیا یا غاصب کے پاس کسی چیز کا نقصان کیا' ان تمام صورتوں میں قیاس کو ترک کر دیا۔

کسی نے بچے کو خودکشی کا حکم دیا

کسی آدمی نے بچے کو خودکشی کا حکم دیا اور بچے نے خود کو قتل کر لیا تو حکم دینے والے کی برادری پر دیت واجب ہے۔ اسی طرح اگر کسی غلام کو خودکشی کا حکم دیا' پھر بھی یہی حکم ہے۔

کسی بچے نے دوسرے بچے کو کوئی چیز ضائع کرنے کا حکم دیا

ماذون بچے نے کسی بچے کو کپڑا پھاڑنے کا حکم دیا اور اس نے کپڑا پھاڑ ڈالا تو کپڑا پھاڑنے والا ضامن ہوگا اور حکم دینے والے کی طرف رجوع کرے گا۔ یہ تمام مسائل ''المنتقی'' کی ''کتاب الغصب'' میں ہیں۔

کسی نے بچے کو غصب کیا اور بچہ اس کے پاس سے غائب ہو گیا

''الفتاویٰ الصغریٰ'' کی ''کتاب الجنایات'' میں ہے کہ ایک آدمی نے کسی آزاد بچے کو غصب کیا' وہ بچہ اس کے پاس سے غائب ہو گیا تو غاصب کو قید کیا جائے گا' حتیٰ کہ بچہ آ جائے یا پتہ چل جائے کہ وہ مر گیا ہے۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۲۵۷)

کسی آدمی نے کم عمر لڑکی کو دھوکہ دیا اور اس کے گھر سے نکال دیا

''غصب المنتقی'' میں مذکور ہے کہ کوئی آدمی کسی مرد کی بیوی یا بیٹی کے پاس آیا اور وہ کم عمر تھی۔ اس آدمی نے اسے دھوکہ دیا اور اسے اس کے باپ یا خاوند کے گھر سے نکال دیا تو اسے ہمیشہ قید کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ عورت آ جائے یا پتہ چل جائے کہ وہ مر گئی ہے۔

(الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۲۳۰)

کسی آدمی نے بچے کو اس کے گھر والوں کی اجازت کے بغیر کام کے لیے بھیجا اور بچہ مر گیا

قاضی القضاۃ فخر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں ہے کہ ایک آدمی نے کسی کم عمر لڑکے کو اس کے گھر والوں کی اجازت کے بغیر اپنے کسی کام کے لیے بھیج دیا۔ لڑکے نے دوسرے لڑکوں کو کھیلتے دیکھا' وہ ان کے پاس چلا گیا اور مکان کی چھت پر چڑھ گیا اور گر کر مر گیا تو اپنے کام کے لیے بھیجنے والا ضامن ہوگا کیونکہ کام کے لیے بھیج کر وہ غاصب بن گیا ہے۔

(الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۲۲۳)

کسی آدمی نے بچے کو پانی لانے کے لیے بھیجا اور وہ ڈوب گیا

شیخ الاسلام امام ابو الفضل کرمانی رحمہ اللہ سے اس مرد کے بارے میں سوال ہوا' جس نے کسی بچے کو کہا کہ اس حوض کی طرف جا اور میرے لیے پانی لے کر آ' وہ بچہ گیا اور ڈوب گیا تو

شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بھیجنے والے کی برادری پر دیت واجب ہو گی' کیونکہ مضاربت میں جوصورت مذکور ہے یہ اس سے کم نہیں۔

کسی آدمی نے بچے کو مضاربت کے لیے مال دیا اور بچہ ہلاک ہو گیا

کسی آدمی نے بچے کو مضاربت کے لیے مال دیا اور بچہ غیر ماذون ہے تو وہ بچہ تصرف کرنے کے لیے گیا اور راستے میں ہی ہلاک ہو گیا تو رب المال کی برادری پر دیت واجب ہو گی۔ واللہ اعلم بالصواب (الفتاویٰ الخانیہ ج۳ ص۴۵۵)

ودیعت کے مسائل[1]

کسی بچے کے پاس کھانا ودیعت رکھا اور بچے نے وہ کھانا کھالیا

''الجامع الصغیر'' کی ''کتاب الجنایات' باب غصب المدبر والعبد'' میں ہے کہ عاقل غیر ماذون بچے کے پاس کسی نے غلام ودیعت رکھا اور بچے نے اسے قتل کر دیا تو بچے کی عاقلہ (مددگار برادری) پر قیمت لازم ہو گی۔ (المبسوط ج۱۱ ص۱۲۰)

اور اگر کھانا ودیعت رکھا اور بچے نے اسے کھالیا تو ضمان لازم نہیں اور امام ابو یوسف و امام شافعی رحمہما اللہ نے فرمایا کہ ضمان لازم ہو گی۔

بچے کو قرض دینے یا اسے کوئی چیز فروخت کرنے کا حکم

مذکورہ بالا مسئلہ کی طرح' اس مسئلہ میں بھی اسی طرح اختلاف ہے کہ بچے کو کوئی چیز بطورِ قرض دی اور اس کے سپرد کر دی یا بچے کو کوئی چیز فروخت کی اور اس کے سپرد کر دی اور بچے نے وہ چیز ہلاک کر دی اور یہ اختلاف اس وقت ہے' جب بچہ عاقل ہو' اگر بچہ غیر عاقل ہو تو پھر تمام

[1] کسی دوسرے شخص کو اپنے مال کی حفاظت کے لیے مقرر کرنے کو ایداع کہتے ہیں اور اس مال کو ودیعت کہتے ہیں۔ جس کا مال ہو' اسے مُودِع کہتے ہیں اور جس کی حفاظت میں رکھا جائے' اسے مُودَع کہتے ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

کے نزدیک اس پر ضمان لازم نہیں۔ قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ نے ''الجامع الصغیر'' کی ''شرح'' میں اسی طرح ذکر فرمایا ہے۔

شیخ الاسلام برہان الدین رحمہ اللہ نے ''ہدایہ'' کے اسی باب میں ذکر فرمایا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے ''اصل'' اور ''الجامع الصغیر'' میں فرمایا ہے کہ بچہ عاقل ہو اور ''الجامع الکبیر'' میں بارہ سال کی عمر والے بچے میں اس مسئلہ کو موضوع کیا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ غیر عاقل بچہ بالاتفاق ضامن ہوگا کیونکہ (مُودِع کی طرف سے طعام وغیرہ پر) مسلط کرنے کا اعتبار نہیں بچے کے فعل کا اعتبار ہے (اور بچے کا فعل تو پایا گیا ہے لہٰذا وہ ضامن ہوگا)۔ ''ہدایہ'' میں غیر عاقل بچے کے متعلق جو ذکر کیا گیا ہے (کہ وہ بالاتفاق ضامن ہوگا) یہ امام فخر الدین رحمہ اللہ کے ذکر کردہ کے خلاف ہے (کیونکہ ان کے بیان کے مطابق اگر بچہ غیر عاقل ہو تو بالاتفاق ضمان نہیں اور اختلاف اس صورت میں ہے کہ بچہ عاقل ہو) اور مختلف الروایۃ میں مسئلہ مطلق مال میں موضوع کیا ہے۔ اس میں طعام کی قید نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

اور شیخ الاسلام علی اسبیجابی رحمہ اللہ نے ''مبسوط'' میں ذکر فرمایا ہے کہ اختلاف عاقل بچے میں ہے اور غیر عاقل بچے میں بالاتفاق ضمان نہیں۔

بچے کے پاس مال ودیعت رکھا' وہ بالغ ہوگیا اور مال ہلاک کر دیا

حاکم شہید رحمہ اللہ نے ''عمدۃ الادلہ'' میں اس مسئلہ کے متعلق ذکر فرمایا ہے کہ اگر غیر ماذون بچے کے پاس مال ودیعت رکھا اور بچہ بالغ ہوگیا اور اس نے مال ہلاک کر دیا تو بچہ ضامن ہوگا۔ اسی طرح اگر غیر ماذون بچے کے پاس مال ودیعت رکھا اور اس کے مولیٰ نے اسے اجازت دے دی اور اجازت کے بعد بچے نے مال ہلاک کر دیا تو بالاتفاق ضامن ہوگا۔

بچے کے پاس مال ودیعت رکھا اور وہ مال بچے کے پاس ہلاک ہوگیا

''شرح الطحاوی'' کی ''کتاب الودیعت'' میں مذکور ہے کہ اگر کسی بچے کے پاس مال ودیعت رکھا اور وہ مال اس بچے کے ہاتھ میں ہلاک ہوگیا تو بالاتفاق بچے پر ضمان نہیں۔ اگر بچے نے اسے ہلاک کر دیا تو پھر دیکھا جائے گا کہ اگر بچے کو تجارت کی اجازت ہے تو بالاجماع ضامن ہوگا اور اگر وہ بچہ غیر ماذون ہے' لیکن اس نے اپنے ولی کی اجازت سے ودیعت کو قبول کیا ہے تو بالاتفاق ضامن ہوگا اور اگر ولی کی اجازت کے بغیر قبول کیا ہے تو امام اعظم ابوحنیفہ و

امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس پر ضمان نہیں' نہ فی الحال' نہ بالغ ہونے کے بعد اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فی الحال ضامن ہوگا۔ (المبسوط ج ۱۱ص ۱۱۸)

غیر کے مال کو ہلاک کرنے والے بچے کی ضمان

اس پر اجماع ہے کہ بچے نے اگر غیر کا مال ہلاک کر دیا اور وہ مال اس کے پاس ودیعت نہیں رکھا تھا تو بچہ فی الحال ضامن ہوگا۔

بچے کے پاس غلام ودیعت رکھا اور بچے نے اس غلام پر کوئی جرم کر دیا

اگر بچے کے پاس غلام ودیعت رکھا اور بچے نے اسے قتل کر دیا تو اس کی دیت بچے کی برادری پر ہوگی' اگر بچے نے اس غلام پر جان سے کم کوئی جرم کیا (یعنی قتل کے علاوہ کوئی جرم کیا' مثلاً ہاتھ وغیرہ کاٹ دیا) تو اس کا جرمانہ تمام کے قول کے مطابق بچے کے مال سے ادا کیا جائے گا۔

''ہدایہ'' میں مذکور ہے کہ بچے کو قرض دینے اور کوئی چیز عاریۃً دینے میں بھی یہی اختلاف ہے (جس اختلاف کا ذکر' مسائل ودیعت کے شروع میں ہے)۔

بچے کو قرض دینے اور اس سے قرض لینے کا حکم

قاضی ابو جعفر استروشنی رحمہ اللہ کی ''مجالس'' میں مذکور ہے کہ ماذون بچے کو قرض دینا اور اس سے قرض لینا جائز ہے اور یہ دونوں صورتوں میں بالغ کی طرح ہے اور اگر بچہ مجور ہو (اسے تصرفات کی اجازت نہ ہو) تو اسے قرض دینا اور اس سے قرض لینا صحیح نہیں۔

اگر کسی آدمی نے بچے کو قرض دیا تو جب تک اصل چیز باقی ہے تو تمام کے قول کے مطابق صاحبِ مال اس سے وہ چیز واپس لے سکتا ہے' لیکن اگر بچے نے اسے خرچ کر دیا یا ضائع کر دیا تو امام اعظم ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک بچے پر کوئی ضمان نہیں۔ امام ابو یوسف رحمہما اللہ اس کے خلاف ہیں۔

کیونکہ ان کے نزدیک جب بچے نے اسے ضائع کر دیا یا خرچ کر دیا تو صاحبِ مال اس مال کی ضمان کے لیے بچے کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

اگر قرض کا مال بچے کے ہاتھ میں خود بخود ہلاک ہو گیا تو بچے پر کوئی ضمان نہیں' اس پر سب کا اتفاق ہے۔

کم عقل، جسے تصرفات سے روک دیا گیا ہو اور غلام جسے تصرفات سے روک دیا گیا ہو، ان سے قرض لینے کا مسئلہ میں نے اس کتاب کے ''مسائل حجر'' میں ذکر کر دیا ہے۔

کسی آدمی نے بچے کو کوئی چیز فروخت کی اور سپرد کرنے کے بعد بچے نے اسے ہلاک کر دیا

''تاسیس النظائر فی الفقہ'' میں مذکور ہے کہ اسی طرح اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر جس بچے کو تصرفات سے روکا گیا ہے اسے کوئی چیز فروخت کی اور اس کے سپرد کر دی اور بچے نے اسے ہلاک کر دیا تو امام اعظم ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس بچے پر کوئی ضمان نہیں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک بچہ ضامن ہوگا۔ اسی طرح جس غلام کو تصرفات کی اجازت نہیں اس کے پاس ودیعت رکھی تو اس میں بھی یہی اختلاف ہے، لیکن اس صورت میں امام اعظم و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک فی الحال ضامن نہیں ہوگا، آزاد ہونے کے بعد ضامن ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک فی الحال ضامن ہوگا۔

شیخ الاسلام ابوبکر رحمہ اللہ نے ''اصل'' کی شرح میں غیر ماذون بچے کے پاس ودیعت رکھنے کے مسائل میں ذکر فرمایا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ اگر بچے نے حفاظت ترک کر دی تو ضامن نہیں ہوگا، جس طرح ودیعت کے مال کی طرف چور کی راہنمائی کرنے والا ضامن نہیں ہوتا۔

(المبسوط ج ۱۱ ص ۱۲۰)

اگر غیر ماذون غلام کو کھانا فروخت کیا اور غلام نے اسے ہلاک کر دیا تو فی الحال ضامن نہیں ہوگا، آزاد ہونے کے بعد ضامن ہوگا اور کم عمر غلام کے پاس ودیعت رکھنے کا حکم اسی طرح ہے، جیسے کم عمر آزاد کے پاس ودیعت رکھنے کا حکم ہے اور مدبر و ام ولد کے پاس ودیعت رکھنا اسی طرح ہے، جیسے غیر ماذون غلام کے پاس ودیعت رکھی جائے۔

بچہ ولی کی اجازت سے ودیعت قبول کرے تو ضمان لازم ہے

غیر ماذون غلام نے مولیٰ کی اجازت سے اور غیر ماذون بچے نے ولی کی اجازت سے ودیعت قبول کر لی اور اسے ہلاک کر دیا تو بالاتفاق دونوں فی الحال ضامن ہوں گے۔ یہ تمام مسائل شیخ الاسلام ابوبکر رحمہ اللہ کی ''شرح'' کے مسائل ودیعت میں ہیں۔

(المبسوط ج ۱۱ ص ۱۲۰۔ ۱۲۱)

مودَع کے اہل وعیال میں سے کوئی ودیعت ہلاک کردے

اگر مودَع (جس کے پاس ودیعت رکھی گئی ہے) کے اہل وعیال میں سے کسی نے ودیعت کو ہلاک کردیا تو مودَع ضامن نہیں ہوگا بلکہ ہلاک کرنے والا ضامن ہوگا' خواہ وہ کم عمر ہو یا بڑا ہو یا غیر ماذون غلام ہو۔ ''الفتاویٰ الصغریٰ'' کی ''کتاب الودیعت'' میں ہے کہ جب مودَع کے اہل وعیال میں سے کسی بچے نے ودیعت کو ہلاک کردیا یا دوسرے مال کے ساتھ ملا دیا تو وہ ضامن ہوگا۔ (المبسوط ج ۱۱ص ۱۱۰)

یہ مسئلہ' بچے کے پاس ودیعت رکھنے کے اشکالات میں سے ہے۔

بچے کے پاس مال ودیعت رکھا اور بچہ فوت ہوگیا اور اسے ودیعت کا حال معلوم نہ ہوا

''الجامع الکبیر'' کے ''باب ودیعۃ الصبی والعبد المحجور'' میں ہے کہ بارہ سالہ بچہ جو خرید وفروخت کو سمجھتا ہے اور اسے تصرفات سے روکا ہوا ہے' اس کے پاس کسی مرد نے ہزار درہم ودیعت رکھے' بچہ بالغ ہوا اور اس حال میں فوت ہوگیا کہ اسے ودیعت کا حال معلوم نہ ہوا۔ بچے کا کثیر مال ہے تو اس کے مال میں بچے پر ضمان لازم نہیں ہوگی' لیکن اگر گواہوں نے گواہی دی کہ جب بچہ بالغ ہوا تو ودیعت اس کے پاس تھی اور اسے ددیت کا حال معلوم نہیں تھا تو ضمان لازم ہوگی اور کم عقل کا حکم بچے کی طرح ہے۔

اگر بچے کو تجارت کی اجازت ہو اور باقی مسئلہ اسی طرح ہو تو بچہ ضامن ہوگا اگرچہ گواہوں نے اس کی گواہی نہ دی ہو کہ بالغ ہونے کی حالت میں ودیعت بچے کے پاس تھی اور کم عقل ماذون کا حکم بھی اسی طرح ہے۔

غلام کے پاس مال ودیعت رکھا' پھر اسے آزاد کردیا

''ذخیرہ'' کی ''کتاب الودیعت'' میں ہے کہ اگر غیر ماذون غلام کے پاس کسی آدمی نے مال ودیعت رکھا' پھر اسے مولیٰ نے آزاد کردیا' پھر غلام فوت ہوگیا اور ودیعت کو معین کرکے بیان نہ کیا (کہ یہ مال ودیعت کا ہے) تو ودیعت اس کے مال میں قرض ہوگی۔ اگر وہ غلام ہونے کی حالت میں ہی فوت ہوگیا تو مولیٰ پر کوئی چیز لازم نہیں' لیکن اگر ودیعت کو معین کرکے بیان کردیا ہو تو ودیعت اس کے مالک کو واپس کردی جائے گی۔

غلام کے پاس مال ودیعت رکھا' پھر مولیٰ نے اسے اجازت دے دی' پھر غلام فوت ہو گیا

غلام نے ودیعت لی' اس کے بعد مولیٰ نے اسے تجارت کی اجازت دے دی' پھر غلام فوت ہو گیا تو اس پر کوئی ضمان لازم نہیں لیکن اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اجازت کے بعد ودیعت اس کے پاس تھی' پھر غلام مال چھوڑ کر فوت ہو گیا تو اس کے مال سے ودیعت وصول کی جائے گی۔

''واقعات الناطفی'' کی ''کتاب الودیعت'' میں ہے کہ جس غلام کو تصرفات کی اجازت نہیں' اس کے پاس مال ودیعت رکھا پھر اسے مولیٰ نے اجازت دے دی' پھر غلام مال چھوڑ کر فوت ہو گیا اور اس پر قرض ہے' تو اگر اجازت کی مدت میں ودیعت غلام کے پاس دیکھی ہو تو ودیعت رکھنے والا قرض خواہوں کے ساتھ شریک ہو گا' ورنہ غلام پر کوئی چیز لازم نہ ہو گی۔

اسی طرح اگر غیر ماذون بچے کے پاس مال ودیعت رکھا' پھر وہ بالغ ہو گیا اور اس کے باپ نے اسے تجارت کی اجازت دے دی' پھر بچہ فوت ہو گیا تو یہی حکم ہے۔

جب کسی آدمی کے پاس غلام کی ودیعت ہو تو وہ اسے غلام کو واپس کرے گا' اس کے مولیٰ کو نہیں

''الجامع الصغیر'' کے باب ''ما یکون فیه المولی فیما من عبده وما لا یکون'' میں ہے کہ اگر کسی آدمی کے پاس غلام کی ودیعت ہو یا اس نے غلام سے ہزار درہم غصب کیے ہوں یا اس کا سو درہم قرض دینا ہو یا اسے مبیع کا ثمن ادا کرنا ہو تو جس آدمی کے ذمہ یہ مال ہے وہ اقرار کرے کہ جس نے مجھے یہ مال دیا ہے وہ اس فلاں آدمی کا غلام ہے اور وہ فلاں آدمی یعنی مولیٰ بھی اس کی تصدیق کر دے تو قاضی اس مال قبول کرنے والے کو یہ حکم نہیں دے گا کہ وہ مال مولیٰ کو ادا کرے' مال خواہ کوئی چیز ہو یا قرض ہو۔

کیونکہ جو مال اس آدمی کے پاس ہے' اس مال کے سلسلہ میں خصم یہ غلام ہی ہے (اس کا مولیٰ خصم نہیں' لہٰذا ادائیگی بھی غلام کو ہی کی جائے گی' مولیٰ کو نہیں) یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب اس نے اقرار کیا ہو کہ اس تک مال غلام کی جہت سے پہنچا ہے اور یہ اقرار نہ کیا ہو کہ یہ مال مقر لہ یعنی مولیٰ کی ملک ہے۔ اسی طرح اگر اس نے یہ اقرار کیا کہ یہ مال مولیٰ کی ملک ہے بایں

طور کہ (مولیٰ کو) کہا کہ یہ تیرا مال ہے اور تیرے غلام نے تجھ سے غصب کر کے مجھے دیا ہے اور صاحبِ مال (مولیٰ) نے بھی اس کی تصدیق کر دی تو قاضی اسے مقر لہ یعنی مولیٰ کو مال دینے پر مجبور نہیں کرے گا۔

کیونکہ اس نے یہ اقرار کیا ہے کہ یہ اس کا مال ہے' لیکن دونوں اس پر متفق ہیں کہ اس آدمی کے پاس مال غائب کی طرف سے پہنچا ہے' لہٰذا دونوں اس پر متفق ہیں کہ وہ مولیٰ خصم نہیں۔ جس طرح کسی آدمی کے قبضہ میں کوئی چیز ہو' اس کے متعلق کسی نے دعویٰ کیا (کہ یہ میری ہے) تو اس (قبضے والے) نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز اس کے پاس فلاں آدمی نے ودیعت رکھی ہے یا اسے فلاں آدمی سے غصب کیا ہے اور اس کی پہلے آدمی نے اس بارے میں تصدیق کر دی تو وہ (پہلا آدمی) خصم مقرر نہیں ہو گا' اسی طرح یہاں بھی (وہ مولیٰ خصم مقرر نہیں ہو گا)۔

''مبسوط'' میں مذکور ہے کہ غلام نے کسی آدمی کے پاس ودیعت رکھی اور خود غائب ہو گیا تو مولیٰ اس ودیعت کو نہیں لے سکتا' چاہے غلام ماذون ہو یا غیر ماذون ہو کیونکہ غلام آدمی ہے اور اسے حکمی قبضہ حاصل ہے[1]' لہٰذا مولیٰ اس ودیعت کو مودَع سے اس وقت تک نہیں لے سکتا جب تک غلام حاضر نہ ہو۔

''ذخیرہ'' کی ''کتاب الودیعت'' میں ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے' جب مولیٰ کو علم نہ ہو کہ ودیعت غلام کی کمائی ہے لیکن اگر اسے علم ہو کہ ودیعت غلام کی کمائی ہے تو مولیٰ وصول کر سکتا ہے' اسی طرح جب یہ علم ہو کہ ودیعت' مولیٰ کا اپنا مال ہے تو مولیٰ اسے لے سکتا ہے اور ''ودیعت العدۃ'' میں مذکور ہے کہ کسی لونڈی نے مولیٰ کے گھر اپنی کمائی کے مال سے سونے کے دو کنگن خریدے اور اسے کسی آدمی کے پاس ودیعت رکھ دیا اور وہ کنگن ہلاک ہو گئے تو جس کے پاس

[1] غلام کے پاس جو چیز موجود ہو اس کا مالک مولیٰ ہی ہوتا ہے' غلام نہیں لہٰذا غلام کا اس چیز پر حقیقی قبضہ نہیں ہوتا' لیکن غلام چونکہ آدمی ہے' اس بناء پر حکماً اس چیز پر غلام کا قبضہ ثابت ہو گا اور غلام کے قبضہ کا اعتبار ہو گا لہٰذا جب غلام نے وہ چیز کسی کے پاس ودیعت رکھی تو مودَع وہ چیز غلام کو ہی واپس کرے گا' جس کے قبضہ سے اس نے یہ چیز لی ہے اور مولیٰ مودِع ہے وہ چیز اسی وقت لے سکتا ہے جب مودِع یعنی غلام حاضر ہو۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

ودیعت رکھے تھے وہ ضامن ہوگا کیونکہ یہ کنگن مولیٰ کا مال ہیں۔

''فتاویٰ رشید الدین'' رحمہ اللہ کے باب ''باب الدعوىٰ والشهادة في العبد المأذون له'' میں ہے کہ غلام نے مولیٰ کا مال کسی آدمی کو دے دیا' تو مالکِ مال (مولیٰ) اسے واپس لینے کے لیے آیا حالانکہ مولیٰ نے اقرار کیا ہے کہ میرے غلام نے یہ مال تجھے دیا ہے تو مولیٰ کو اس سے لینے کا حق نہیں اور اگر اس آدمی نے مولیٰ کو مال دے دیا تو جائز نہیں۔ کیونکہ غلام کا قبضہ معتبر ہے اور لینے والے پر اسے واپس کرنا ضروری ہے' جس سے اس نے قبضہ لیا ہے۔ اگر مولیٰ نے انکار کر دیا اور کہا کہ غلام نے اسے مال نہیں دیا اور دعویٰ کیا کہ یہ مال میری مِلک ہے تو اگر مولیٰ اس پر گواہ قائم کر دے کہ یہ میرا مال ہے تو وہ اس سے مال لے لے گا' لیکن اگر مدعیٰ علیہ نے گواہ قائم کر دیئے کہ تیرے غلام نے یہ مال مجھے دیا ہے تو مالکِ مال (مولیٰ) کا (مدعیٰ علیہ سے) دعویٰ ختم ہو جائے گا۔

کسی غلام نے دوسرے شخص کا مال غصب کر کے' اپنے مولیٰ کے سپرد کر دیا اور خود غائب ہو گیا۔ صاحبِ مال نے غلام کے خلاف دعویٰ کر دیا اور مولیٰ کو کہا کہ تیرے غلام نے میرا مال لے کر تیرے سپرد کیا ہے' تو وہ مال مجھے واپس کر دے اور مولیٰ اقرار کرتا ہے کہ یہ مال مدعی کا ہے اور میرے غلام نے یہ مال مجھے دیا ہے تو اس کے خلاف دعویٰ سنا جائے گا' اگرچہ غلام غائب ہے' لیکن اگر دونوں (مولیٰ اور مدعی) کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ یہ مال مولیٰ تک غلام کی طرف سے پہنچا ہے (اور اس پر اتفاق نہیں ہوا کہ یہ مال مدعی کا ہے) تو اب دعویٰ نہیں سنا جائے گا کیونکہ اس صورت میں دونوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ مال غائب کی طرف سے ودیعت رکھا ہوا ہے (اور غائب کے خلاف دعویٰ نہیں سنا جاتا) لیکن پہلی صورت میں مولیٰ کا گمان ہے کہ اس نے مال اپنے غلام سے پکڑا ہے اور جس صورت میں مولیٰ اپنے غلام سے مال پکڑنے' اس صورت میں مولیٰ مودَع یا غاصب متصور نہیں ہوتا بلکہ مالک ہونے کی جہت سے لینے والا شمار ہوتا ہے' لہٰذا مولیٰ خصم بن جائے گا (اور دعویٰ سنا جائے گا) جس طرح قابض شخص کہے کہ یہ تیرا مال ہے اور میں نے اسے فلاں آدمی سے خریدا ہے (تو وہ قابض خصم بن جائے گا' کیونکہ اس نے اقرار کیا ہے کہ اس کا قبضہ بہ حیثیت ملک ہے) اور اگر قابض نے کہا کہ یہ مال میرے فلاں غلام نے میرے پاس ودیعت رکھا ہے' لیکن میں نہیں جانتا کہ یہ مال تیرا ہے یا نہیں اور مدعی اس

بات کی تصدیق کردے کہ اس مدعی علیہ کے غلام نے مال اس کے پاس ودیعت رکھا ہے اور مدعی گواہ قائم کردے کہ یہ میرا مال ہے تو اس کے حق میں فیصلہ کردیا جائے گا اور اسے مال دے دیا جائے گا' کیونکہ مولیٰ اپنے غلام سے جو کچھ پکڑتا ہے' وہ بطورِ تملک (مالک ہونے کی حیثیت سے) پکڑتا ہے' لہٰذا مولیٰ خصم مقرر ہو جائے گا (اور اس کے خلاف دعویٰ سنا جائے گا)۔

کون بچے کا مال ودیعت رکھ سکتا ہے؟

باپ' وصی اور قاضی بچے کا مال ودیعت رکھ سکتے ہیں۔ یہ مسئلہ ''الفتاویٰ الصغریٰ'' کی ''کتاب الودیعت'' میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

کسی عورت کے پاس ودیعت رکھی ہوئی بچی ہلاک ہو جانے کا حکم

''النوازل'' میں مذکور ہے کہ عورت نے اپنی ایک سالہ بچی کسی عورت کے پاس بطورِ ودیعت رکھی اور وہ عورت کسی کام میں مشغول ہو گئی اور بچی پانی میں گر گئی تو عورت پر کوئی ضمان نہیں' اس صورت میں اور غصب میں فرق ہے کیونکہ ودیعت' امانت ہے' لہٰذا ہلاک ہونے سے وہ عورت ضامن نہ ہو گی لیکن غصب کا یہ حکم نہیں۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۳۸۰)

جس آدمی کے پاس ودیعت رکھی گئی ہے' وہ ودیعت اپنے اہل وعیال میں سے کسی فرد کے پاس رکھ دے تو کب ضمان لازم ہو گی؟

مُودَع (جس کے پاس ودیعت رکھی گئی ہو) نے اگر ودیعت اپنے چھوٹے بیٹے کے پاس رکھ دی اور وہ ہلاک ہو گئی تو مُودَع ضامن نہیں ہو گا بشرطیکہ وہ بیٹا عاقل ہو اور حفاظت کر سکتا ہو' لیکن اس بیٹے کا مُودَع کے اہل وعیال میں ہونا شرط نہیں۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۳۷۷)

حاصلِ کلام یہ ہے کہ عورت اور چھوٹے بچے کے لیے سکونت اور نفقہ شرط نہیں (یعنی مذکورہ مسئلہ میں عورت اور چھوٹا بیٹا چاہے مودَع کے پاس سکونت پذیر نہ بھی ہوں اور مودَع ان کا نفقہ ادا نہ کرتا ہو' پھر بھی ضمان لازم نہیں)۔

حتیٰ کہ اگر مودَع نے اپنے اس چھوٹے بیٹے کو ودیعت دی' جو اس کے اہل وعیال میں نہیں تو (ضائع ہونے کی صورت میں) مودَع ضامن نہیں ہو گا' کیونکہ چھوٹے بچے کی تدبیر باپ کی طرف راجع ہوتی ہے اگرچہ وہ عیال میں نہ بھی ہو' لیکن شرط یہ ہے کہ بچہ' حفاظت پر قادر ہو۔ اسی طرح اگر اپنی بیوی کو ودیعت دی اور بیوی دوسرے محلّہ میں رہائش پذیر ہے اور آدمی

اس کو نفقہ بھی نہیں دیتا تو (ودیعت ہلاک ہونے کی صورت میں) ضمان لازم نہیں ہوگی۔ ''محیط'' میں اسی طرح ہے۔

اسی طرح اگر اپنے چھوٹے بیٹے کے ہاتھ ودیعت بھیجی تو (ہلاک ہونے کی صورت میں) ضامن نہیں ہوگا اگرچہ وہ بیٹا اس کے عیال میں نہ ہو' اگر بیٹا بالغ ہوا تو اگر وہ عیال میں ہوا تو ضامن نہیں ہوگا اور اگر وہ عیال میں نہ ہوا تو ضامن ہوگا۔

قاضی کے فوت ہونے کی صورت میں اس کے پاس ودیعت رکھی ہوئی اشیاء کا حکم

قاضی نے جب یتیموں کے اموال پر قبضہ کیا یا اس کے پاس ودیعت رکھی گئی ہو اور وہ بیان کیے بغیر فوت ہو گیا تو اس کا حکم ''ادب القاضی'' کے مسائل میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

واللہ اعلم

عاریت کے مسائل[1]

اس باب میں ان چیزوں کو بطورِ عاریت دینے کا بیان ہوگا' جن سے نفع حاصل کیا جاتا ہے' مثلاً اونٹنی کو عاریۃً دینا تا کہ اس پر سواری کی جائے اور بکری کو عاریۃً دینا تا کہ دودھ دوبا جائے۔

باپ یا وصی کے واسطہ سے بچے کے مال کو عاریۃً دینے کا حکم

''النوازل'' میں مذکور ہے کہ بچے کا والد' بچے کے مال کو عاریۃً نہیں دے سکتا۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ص ۳۹۰) اس کے اور ''ماذون لہ'' کے درمیان فرق ہے کہ ماذون لہ جسے تجارت کی اجازت ہو وہ مالِ تجارت عاریۃً دے سکتا ہے۔ وجہِ فرق یہ ہے کہ ''ماذون لہ'' کا مالِ تجارت کو عاریۃً دینا' تجارت کے تابع میں سے ہے' لیکن باپ کا بچے کو عاریۃً دینا' بچے کے مال میں تجارت کے تابع نہیں۔ ''تجنیس'' کی ''کتاب العاریۃ'' میں اسی طرح مذکور ہے اور ''شرح الطحاوی''

[1] دوسرے شخص کو چیز کی منفعت کا بغیر عوض مالک کر دینا عاریت ہے' جس کی چیز ہے اسے معیر اور جسے دی گئی اسے مستعیر اور چیز کو مستعار کہتے ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

کی ''کتاب البیوع'' کے ''باب المصراۃ'' میں مذکور ہے کہ باپ اور وصی یتیم کے مال کو عاریۃً دے سکتے ہیں۔

باپ اور ولی کے لیے اپنے بچے یا اس کے مال کو عاریۃً دینا کب مباح ہے؟

''ذخیرہ'' کی ''کتاب العاریۃ'' کے متفرقات میں ہے کہ باپ اپنا بیٹا (کسی کو) عاریۃً دے سکتا ہے اور کیا وہ اپنے بیٹے کے مال کو عاریۃً دے سکتا ہے؟ اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ دے سکتا ہے اور عام مشائخ کا نظریہ ہے کہ وہ نہیں دے سکتا۔

شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''کتاب الوکالۃ'' کے شروع میں اسی طرح ذکر فرمایا ہے۔

باپ اپنے چھوٹے بیٹے کو عاریۃً دے سکتا ہے، اس کے مال کو نہیں

صاحب المحیط کے ''فوائد'' میں، شمس الائمہ رحمہ اللہ نے ''کتاب الوکالۃ'' میں ذکر فرمایا ہے کہ باپ اپنے چھوٹے بچے کو عاریۃً دے سکتا ہے اور اس کے مال کو عاریۃً نہیں دے سکتا۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ یہ اس وقت جائز ہے جب وہ اسے کسی پیشہ کی تعلیم میں لگائے، مثلاً باپ اسے کسی استاذ کے سپرد کرے تاکہ وہ اسے پیشہ سکھائے اور وہ بچہ استاد کی خدمت کرے، لیکن جب یہ مقصود نہ ہو تو اسے عاریۃً دینا جائز نہیں۔

جب ایک بچے نے دوسرے بچے سے کوئی چیز عاریۃً لی اور دینے والا بچہ ماذون تھا، وہ چیز ہلاک ہوگئی تو دینے والا ضامن ہوگا

''الفتاویٰ الصغریٰ'' کی ''کتاب العاریۃ'' میں ہے کہ ایک بچے نے دوسرے بچے سے کوئی چیز مثلاً بسولا اور کلہاڑا وغیرہ عاریۃً لیا اور دوسرے بچے نے وہ چیز اسے دے دی اور مستعار چیز اس دینے والے کی اپنی نہیں تھی اور وہ چیز بچے کے پاس ہلاک ہوگئی تو اگر دینے والا بچہ ماذون ہو تو مستعیر (عاریۃً لینے والے) پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی، محض دینے والے پر ضمان واجب ہوگی، کیونکہ دینے والا جب ماذون ہے تو اس کا دوسرے بچے کو دینا صحیح ہے اور ہلاک اس کے اس بچے کو مسلط کرنے کی وجہ سے ہوا ہے۔ اگر چیز پہلے بچے کی ہو تو پھر بھی دوسرا بچہ

ضامن نہیں ہوگا' وجہ وہی ہے جو ہم نے بیان کر دی ہے' اگر دینے والا بچہ غیر ماذون ہو تو وہ دینے کی وجہ سے ضامن ہوگا اور دوسرا بھی لینے کی وجہ سے ضامن ہوگا' کیونکہ پہلا بچہ غاصب ہے اور دوسرا غاصب الغاصب ہے (یعنی غاصب سے غصب کرنے والا ہے)۔

جب وصی نے یتیم کے مال میں کام کرنے کے لیے کوئی سواری عاریۃً لی اور حد سے تجاوز کیا اور سواری ہلاک ہوگئی تو یتیم کے مال میں ضمان لازم ہوگی

''العدۃ'' میں مذکور ہے کہ اگر وصی نے کسی آدمی سے یتیم کے کام کے لیے عاریۃً سواری لی اور جتنی حد ذکر کی تھی' اس سے بڑھ گیا حتیٰ کہ غاصب بن گیا اور سواری ہلاک ہوگئی تو یتیم کے مال میں ضمان لازم ہوگی۔ میں نے صدر الاسلام ابوالیسر رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''کتاب العتاق' باب مکاتبۃ الوصی' ' میں اسی مسئلہ کے دوران پڑھا کہ ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ اگر وصی نے کسی آدمی کی سواری لے کر اسے یتیم کی حاجت کے لیے استعمال کیا اور سواری ہلاک ہوگئی تو یتیم ضامن ہوگا' وصی ضامن نہیں ہوگا' لیکن یہ قول صحت کے قریب نہیں کیونکہ غاصب وصی ہے' یتیم نہیں حقیقۃً بھی حکماً بھی' لہٰذا یتیم کا ضامن ہونا واجب نہیں جس طرح کہ غاصب میں حکم ہے۔

''ذخیرہ'' کی ''کتاب العاریۃ'' کے متفرق مسائل میں سے ایک مسئلہ

کسی آدمی نے دوسرے سے کوئی چیز بطورِ عاریت لی اور اس آدمی کے چھوٹے غیر ماذون بچے نے وہ چیز کسی دوسرے کو عاریۃً دے دی تو دینے والا بچہ ضامن ہوگا اور اسی طرح جسے وہ چیز دی گئی ہے' وہ بھی ضامن ہے' کیونکہ بچہ غاصب ہے' اسی طرح وہ آدمی بھی غاصب ہے' جسے وہ چیز دی گئی ہے (لہٰذا دونوں ضامن ہوں گے)۔

اگر سونے کا ہار عاریۃً لے کر بچے کو پہنا دیا اور وہ ہار چوری ہوگیا

''فتاویٰ ابوبکر محمد بن فضل رحمہ اللہ'' میں ہے کہ ایک آدمی نے عاریۃً ہار لے کر کسی بچے کو پہنا دیا اور وہ ہار چوری ہوگیا' تو اس میں دو صورتیں ہیں کہ وہ بچہ اس ہار کی حفاظت کرنے کی اہلیت رکھتا ہے یا نہیں' اگر وہ حفاظت کر سکتا ہے تو ضمان نہیں ہوگی کیونکہ اس نے ضائع نہیں کیا اور اگر حفاظت نہیں کر سکتا تو ضمان ہوگی کیونکہ اس نے ضائع کیا ہے (اس لیے کہ آدمی نے وہ

یا حفاظت کے نا اہل بچے کے سپرد کر کے گویا اسے ضائع کر دیا ہے' لہٰذا ضمان لازم ہوگی)۔

کسی آدمی نے عاریۃً سواری لی' پھر اسے اپنے غلام کے ہاتھ واپس کیا

کسی آدمی نے عاریۃً سواری لی' پھر اسے اپنے غلام یا مزدور کے ہاتھ واپس کیا تو ضامن نہیں ہوگا اور مزدور سے مراد وہ ہے جو سالانہ یا ماہانہ اجرت پر مقرر ہو کیونکہ جس کے پاس ودیعت رکھی گئی ہے وہ اپنے اہل و عیال میں سے کسی کے ہاتھ میں اس چیز کی حفاظت کر سکتا ہے۔ مُودَع کی طرح مُستعیر کو بھی یہ حق ہے (کہ وہ عاریۃً لی ہوئی چیز کی اپنے اہل و عیال میں سے کسی کے ہاتھ میں حفاظت کر سکتا ہے) کیونکہ عین (اصل چیز جسے عاریۃً لیا ہوا ہے) امانت ہے' لیکن اگر مزدور یومیہ اجرت پر مقرر ہو تو پھر یہ حکم نہیں کیونکہ وہ اس کے اہل و عیال میں نہیں۔ اسی طرح جب وہ سواری' سواری کے مالک کے غلام یا مزدور کے ہاتھ واپس کی تو ضامن نہیں ہوگا کیونکہ مالک اس پر راضی ہے۔

بعض نے کہا کہ یہ اس غلام کے بارے میں ہے جو سواری کی حفاظت کے لیے مقرر ہو اور بعض نے کہا کہ یہ حکم اس غلام کے لیے بھی ہے اور دوسرے غلام کے لیے بھی ہے اور دوسرا قول ہی صحیح ہے۔ اگر اسے اجنبی کے ہاتھ واپس کیا تو ضامن ہوگا۔ "ہدایہ" کی "کتاب العاریۃ" کے آخر میں اسی طرح مذکور ہے' اگر عاریت کو اپنے چھوٹے بیٹے کے ہاتھ واپس کیا تو اگر وہ بچہ حفاظت پر قادر ہوا تو ضمان نہیں ہوگی اور اگر قادر نہ ہوا تو ضمان ہوگی اور اگر بچہ بڑا ہوا تو اگر وہ اس کے عیال میں ہوا تو ضمان نہیں ہوگی اور اگر عیال میں نہ ہوا تو ضمان ہوگی' جس طرح کہ ودیعت میں بھی حکم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ہبہ کے مسائل[1]

باپ' حالتِ صحت میں اپنی اولاد میں سے کسی کو اس کی صلاحیت کے پیشِ نظر ہبہ میں فضیلت دے سکتا ہے

اگر کوئی آدمی' حالتِ صحت میں اپنی اولاد میں سے کسی کو ہبہ میں فضیلت دینا چاہے تو امام

[1] کسی چیز کا دوسرے کو بلا عوض مالک بنا دینا' ہبہ ہے۔ دینے والا واہب' (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ کسی دینی فضیلت کے پیش نظر اسے زیادہ دے رہا ہو' لیکن اگر دینی لحاظ سے سب برابر ہیں تو کسی ایک کو فضیلت دینا مکروہ ہے۔ بعض مقامات میں اسی طرح مذکور ہے اور حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب ایک کو زیادہ دینے سے' دوسرے کو نقصان پہنچانا مقصود نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں اور بعض مقامات میں مذکور ہے کہ اگر ایک کو زیادہ دینا کسی وجہ سے ہو مثلاً وہ (والد کے ساتھ) زیادہ نیکی کرتا ہو تو کوئی حرج نہیں اور اگر نیکی کرنے میں سب برابر ہوں تو آدمی کے لیے ایسا کرنا مناسب نہیں۔

باپ کا فاسق پر اس کے گذرِ اوقات سے زیادہ خرچ کرنا مکروہ ہے

اگر اولاد میں کوئی فاسق ہو تو باپ کے لیے اسے' اس کے گذرِ اوقات سے زیادہ دینا مناسب نہیں تاکہ اسے گناہ پر مدد حاصل نہ ہو۔

باپ اولاد پر ہبہ کیسے تقسیم کرے؟

''عیون'' میں ہے کہ جب کسی آدمی کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہو اور وہ ان کے ساتھ نیکی واحسان کرنا چاہتا ہے تو امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ بیٹے کو بیٹی سے دوگنا دے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں کو برابر برابر دے اور یہی مختار ہے' کیونکہ اسی طرح آثار وارد ہیں۔ (المبسوط ج ۱۲ص ۵۶)

اور اگر سارا مال بیٹے کو دے دیا تو قضاءً جائز ہے لیکن گنہگار ہوگا' امام محمد رحمہ اللہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کی صورت کے متعلق ارشاد فرمایا:

اتقوا اللہ واعدلوا فی اولادکم. اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے بارے میں عدل کرو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) جسے چیز دی گئی وہ موہوب لہ اور وہ چیز موہوب کہلاتی ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

باپ کا بیٹے کے لیے ہبہ بتا دینے سے مکمل ہو جاتا ہے اور گواہ احتیاطاً بنائے جاتے ہیں

امام محمد رحمہ اللہ نے ''اصل'' میں فرمایا کہ اپنے چھوٹے بیٹے کو جو چیز ہبہ کی اور اس پر گواہ بنا دیئے اور وہ چیز فی نفسہٖ معلوم ہے تو یہ جائز ہے اور بیٹے کی طرف سے قبضہ یہ ہے کہ جو چیز اسے ہبہ کی' وہ بتا دی جائے اور اس پر گواہ بنا لیے جائیں' لیکن گواہ بنانا شرطِ لازم نہیں' کیونکہ ہبہ بتا دینے سے مکمل ہو جاتا ہے' لیکن گواہی کا ذکر احتیاطاً ہے تاکہ آدمی کی موت کے بعد باقی ورثاء کے انکار سے بچا جا سکے۔ (المبسوط ج ۱۲ ص ۵۱)

بیٹے کو غائب غلام ہبہ کرنا صحیح ہے

اگر اپنے غلام کو اپنے کسی کام کے لیے بھیجا پھر وہ غلام اپنے چھوٹے بیٹے کو ہبہ کر دیا تو ہبہ صحیح ہے اور اگر غلام واپس نہ لوٹا حتیٰ کہ باپ فوت ہو گیا تو غلام بیٹے کا ہے اور وہ والد کی میراث نہیں بنے گا۔

باپ کا بیٹے کو غلام فروخت کرنا

اسی طرح اگر بھاگا ہوا غلام اپنے چھوٹے بیٹے کو ہبہ کیا تو جب تک وہ دار الاسلام میں پھرتا ہو' تو ہبہ جائز ہے اور باپ اپنے بیٹے کی طرف سے محض ہبہ کے ساتھ قبضہ کرنے والا قرار پائے گا۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۲۷۱)

یہ مسئلہ ''الجامع الصغیر'' میں مذکور ہے' لیکن اگر بھاگا ہوا غلام اپنے چھوٹے بیٹے کو فروخت کیا تو یہ جائز نہیں۔ ہم نے اس کتاب کے ''مسائل اباق'' میں دونوں کے درمیان فرق بیان کر دیا ہے اور ''المنتقیٰ'' میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر بھاگا ہوا غلام چھوٹے بیٹے کو صدقہ کیا' تو جائز نہیں اور معلیٰ نے امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت کیا ہے کہ یہ جائز ہے' لہٰذا امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں۔

جب غلام کسی مرد کے پاس بطورِ ودیعت ہو

اگر غلام کسی مرد کے پاس ودیعت کے طور پر ہو اور اس کا مولیٰ اسے اپنے چھوٹے بیٹے کو ہبہ کر دے تو یہ جائز ہے اور باپ مودَع کے قبضہ کی وجہ سے اپنے چھوٹے بیٹے کی جانب سے

قبضہ کرنے والا شمار ہو گا۔

اگر کسی دوسرے آدمی کے پاس غلام غصب یا رہن[1] یا شراء[2] فاسد کی وجہ سے ہو یا ایسی بیع کی وجہ سے ہو جس میں مشتری کو شرطِ خیار[3] ہو اور اس غلام کو اس کا مولیٰ اپنے چھوٹے بیٹے کو ہبہ کرے تو یہ جائز نہیں اور باپ ان اشخاص کے قبضہ کی وجہ سے اپنے چھوٹے بیٹے کی طرف سے قبضہ کرنے والا نہیں بنے گا۔

جو گھر باپ کے ساز و سامان کے ساتھ مشغول ہے' باپ کا اسے اپنے بیٹے کو ہبہ کرنا

''فتاویٰ ابو اللیث'' رحمہ اللہ میں ہے کہ کسی مرد نے اپنے چھوٹے بیٹے کو ایک گھر ہبہ کیا اور گھر میں ہبہ کرنے والے کا ساز و سامان ہے تو یہ جائز ہے' واللہ اعلم بالصواب۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اگر ہبہ کرنے والا خود گھر میں ہو اور اس کا ساز و سامان بھی اس گھر میں ہو تو ہبہ جائز نہیں۔

اور ''المنتقی'' میں امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ کسی آدمی نے اپنے چھوٹے بیٹے کو گھر ہبہ کیا' جس میں کوئی آدمی کرائے پر رہائش پذیر ہے تو یہ جائز نہیں اور اگر کوئی بغیر کرائے کے رہائش پذیر ہو یا ہبہ کرنے والا خود ہی رہائش پذیر ہو تو جائز ہے' کیونکہ موہوب گھر

---

1 رہن کا لغوی معنیٰ ہے: روکنا اور اصطلاح میں رہن یہ ہے کہ دوسرے کے مال کو اپنے حق کی وجہ سے روک لیا جائے تا کہ اس کے ذریعہ اپنا حق وصول کیا جا سکے۔ مثلاً قرض خواہ' مقروض کی کوئی چیز اپنے پاس رکھ لے تا کہ اس چیز کی بناء پر قرض وصول کر سکے۔ اردو میں اسے گروی رکھنا کہتے ہیں' گروی رکھنے والا راہن' جس کے پاس چیز گروی رکھی گئی وہ مرتہن اور جو چیز گروی رکھی گئی اسے مرہون اور کبھی رہن کہتے ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

2 شراء فاسد کا مطلب ہے: کوئی چیز بیع فاسد کے طور پر خریدی جائے اور بیع فاسد یہ ہے کہ بیع میں ایسی شرط ذکر کر دی جو عقد کے مقتضیٰ کے خلاف ہو اور اس میں فروخت کرنے والے یا خریدار یا خریدی ہوئی چیز کا فائدہ ہو' مثلاً غلام کو اس شرط پر فروخت کیا کہ خریدار اسے آزاد کر دے' یہ بیع فاسد ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

3 خیارِ شرط یہ ہے کہ فروخت کرنے والا یا خریدار یا دونوں سودا کرتے وقت یہ شرط ذکر کر دیں کہ اگر ہمیں سودا منظور نہ ہوا تو یہ بیع والا سودا نہیں رہے گا۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

میں' رہائش پذیر کا قبضہ بطریق لزوم ثابت ہے' لہٰذا قبضے سے مانع ہے اور ہبہ کو مکمل ہونے سے روکنے والا ہے۔[1]

لیکن اگر کوئی آدمی بغیر کرائے کے رہائش پذیر ہو یا ہبہ کرنے والا خود ہی رہائش پذیر ہو (پھر ہبہ مکمل ہو جائے گا) کیونکہ شرط یہ ہے کہ اس کا قبضہ ہو اور اس کا قبضہ تو ثابت ہے۔

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے بروایتِ ابن سماعہ مروی ہے کہ اگر اپنے چھوٹے بیٹے کو گھر ہبہ کیا حالانکہ واہب خود اس گھر میں رہائش پذیر ہو تو یہ جائز نہیں' جس طرح کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی روایت ہے۔

بیٹے کو وہ زمین صدقہ کرنے کا حکم' جس میں باپ نے کاشت کی ہو

امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے یہ بھی مروی ہے کہ باپ نے جس زمین میں کاشت کی ہو' وہ اپنے چھوٹے بیٹے کو صدقہ کر دے تو یہ جائز ہے اور اگر باپ کے غیر نے وہ زمین کرائے پر لے کر اس میں کاشت کی ہے تو جائز نہیں۔ واللہ اعلم

باپ جس گھر میں رہائش پذیر ہو اور اس میں اس کا سامان ہو' وہ گھر اپنے چھوٹے بیٹے کو صدقہ کر سکتا ہے

حسن بن زیاد رحمہ اللہ نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ

---

[1] ہبہ مکمل ہونے کے لیے قبضہ ضروری ہے کہ قبضہ کے بغیر ہبہ مکمل نہیں ہوتا اور باپ کے مکان میں اگر کوئی آدمی کرائے کے ساتھ رہائش پذیر ہے تو اس رہائش پذیر آدمی کا اس گھر میں بطریق لزوم قبضہ ثابت ہے کہ اس نے مکان میں مقررہ مدت تک رہائش اختیار کرنے کی اجرت دی ہے' لہٰذا اس کا مکان پر قبضہ لازم اور ثابت ہے۔ مالکِ مکان اسے قبضہ سے منع نہیں کر سکتا۔ اب اگر باپ وہ مکان بیٹے کو ہبہ کرے تو بیٹے کا اس پر قبضہ ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ اس مکان پر تو کرایہ دار کا پہلے قبضہ ثابت ہے' لہٰذا قبضہ ثابت نہیں ہو گا اور ہبہ مکمل نہیں ہو گا لیکن اگر کوئی آدمی کرائے کے بغیر رہائش پذیر ہو تو اس کا چونکہ قبضہ ثابت نہیں' لہٰذا باپ نے چھوٹے بیٹے کو ہبہ کیا تو اب ہبہ مکمل ہو جائے گا کہ اس مکان پر پہلے رہائش پذیر آدمی کا قبضہ ثابت نہیں' لہٰذا بیٹے کا قبضہ ثابت ہو جائے گا اور باپ بیٹے کی جانب سے قبضے کا نائب بن جائے گا اور ہبہ مکمل ہو جائے گا۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

باپ جس گھر میں رہائش پذیر ہو اور اس میں اس کا سامان ہو یا کوئی دوسرا آدمی اس میں کرائے کے بغیر رہائش پذیر ہو اور اسے خالی نہ کیا ہو تو باپ وہ گھر اپنے چھوٹے بیٹے کو صدقہ کر سکتا ہے اور اگر وہ گھر کرائے کے ساتھ کسی دوسرے آدمی کے قبضہ میں ہو تو صدقہ جائز نہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ جب گھر میں کوئی دوسرا آدمی کرائے پر یا کرائے کے بغیر رہائش پذیر ہو تو صدقہ کرنے کا حکم وہی ہے جو اس صورت میں ہبہ کا حکم ہے لیکن اگر باپ خود اس گھر میں رہائش پذیر ہو یا گھر میں اس کا سامان ہو تو اس گھر کو صدقہ کرنے کا حکم ہبہ والے حکم کے خلاف ہے اور ہم نے ہبہ کے متعلق امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ذکر کی ہے کہ جب واہب گھر میں رہائش پذیر ہو یا گھر میں اس کا سامان ہو تو ہبہ جائز نہیں۔

عورت کا اپنے خاوند کے نابالغ بیٹے کو اپنا مہر ہبہ کرنے کا حکم

فقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ سے اس عورت کے متعلق سوال ہوا کہ جس کا حق مہر اس کے خاوند کے ذمہ تھا اور عورت نے وہ مہر اپنے خاوند کے نابالغ بیٹے کو ہبہ کر دیا اور باپ نے قبول کر لیا تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اس مسئلہ میں توقف ہے کیونکہ جواز کا احتمال ہے' جس طرح ایک آدمی کا غلام کسی کے پاس بطور ودیعت ہو' پھر غلام بھاگ گیا اور مولیٰ نے وہ غلام مودَع کے بیٹے کو ہبہ کر دیا تو یہ جائز ہے اور دوسری مرتبہ ان سے اس مسئلہ کے متعلق سوال ہوا تو انہوں نے کہا کہ یہ جائز نہیں۔ فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسی پر ہمارا عمل ہے۔

نابالغ بیٹا فوت ہو گیا تو اسے جو کچھ ہبہ کیا ہے' اس میں وراثت جاری نہیں ہو گی

شیخ الاسلام برہان الدین رحمہ اللہ کے ''فوائد'' میں ہے کہ کسی عورت نے اپنے خاوند کو انگور درخت فروخت کیا اور ثمن بطور انعام وصلہ اپنے نابالغ بیٹے کے حوالے کر دیئے' بیٹا فوت ہو گیا' تو سارا ثمن عورت کا ہو گا اور بیٹے کی وراثت نہیں بنے گا۔

باپ' نابالغ بیٹے کو ہبہ کرے تو محض باپ کے ایجاب سے ہبہ منعقد ہو جائے گا

اگر باپ نے کہا کہ میں نے یہ چیز اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کی تو بیٹے کے قبول کیے بغیر ہبہ

جائز ہے۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۱۷۲)

آدمی نے اپنی اولاد میں سے کسی کے لیے کپڑے بنائے پھر وہ۔۔۔ دوسرے بیٹے کو دینے کا ارادہ کیا

اگر آدمی نے اپنے نابالغ لڑکے کے لیے کپڑے بنائے، پھر وہ کپڑے دوسرے بیٹے کو دینا چاہے تو اسے یہ حق نہیں لیکن اگر کپڑے بناتے وقت بیان کر دے کہ یہ اس بیٹے کے لیے بطورِ عاریۃ ہیں (تو پھر دے سکتا ہے) کیونکہ اس باب میں عرف کا اعتبار ہوتا ہے اور عرف میں اس سے نیکی اور صلہ رحمی مراد ہوتی ہے، لیکن عاریۃ دینے کا بھی احتمال ہے، لہٰذا اگر بیان کر دے تو صحیح ہے ورنہ صحیح نہیں۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۱۷۲)

اگر کسی شاگرد کے لیے کپڑے بنائے، پھر وہ کپڑے دوسرے شاگرد کو دینے کا ارادہ کیا

اسی طرح اگر اپنے شاگرد کے لیے کپڑے بنائے پھر وہ شاگرد بھاگ گیا اور اس نے دوسرے شاگرد کو دینے کا ارادہ کیا (تو اس کا بھی وہی حکم ہے) اور اگر احتیاط کرنا چاہے تو بیان کر دے کہ یہ اس کے لیے بطورِ عاریت ہیں، تاکہ اس شاگرد کے بھاگ جانے کی صورت میں دوسرے شاگرد کو دینا ممکن ہوں۔ یہ تمام مسائل ''الذخیرۃ البرہانیہ'' میں ہیں۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۱۷۲) ان کا کچھ حصہ ''اجارات'' کے بیان میں آئے گا۔

جس نے اپنے بیٹے کو کوئی گھر ہبہ کیا پھر اس گھر کے عوض دوسرا گھر خریدا

''الملتقط'' کی ''کتاب الہبہ'' میں ہے کہ اگر اپنے نابالغ بیٹے کو گھر ہبہ کیا، پھر اس گھر کے عوض دوسرا گھر خریدا تو دوسرا گھر بھی اس کے نابالغ بیٹے کا ہے۔

بیٹا باپ کے مال کا محض باپ کے دے دینے سے مالک نہیں ہوگا، جب تک مالک بنانے کی مکمل دلیل نہ پائی جائے

باپ نے بیٹے کو کوئی مال دیا، جس میں بیٹے نے تصرف کیا تو وہ مال باپ کا ہی ہوگا جب تک تملیک (مالک بنانے) کی مکمل دلیل نہ پائی جائے۔

تملیک پر دلالت کرنے والے الفاظ

اگر انگور لگایا اور کہا کہ میں یہ انگور اپنے فلاں نابالغ بیٹے کے نام سے لگاتا ہوں تو یہ ہبہ نہیں ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے اسے اپنے فلاں بیٹے کے نام کر دیا تو یہ ہبہ ہے۔ اگر اس نے ہبہ مراد نہ لیا تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر کہا کہ میں نے اسے اپنے بیٹے کے لیے کر دیا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ہبہ ہے' یہ تمام ''ملتقط'' میں ہے۔ ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الہبہ'' کے آغاز میں ہے کہ نجم الدین نسفی رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ ایک آدمی نے کہا کہ میں نے یہ زمین اپنے نابالغ بیٹے کے نام کر دی ہے' تو اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ محض اتنا کہہ دینے سے وہ زمین اس کے بیٹے کے لیے نہیں ہوگی۔ پھر فرمایا کہ میں نے ''زیادات'' میں امام محمد رحمہ اللہ کی روایت دیکھی ہے کہ اگر کسی آدمی کا نابالغ بیٹا ہو یا بالغ کم عقل بیٹا ہو اور بیٹے کے پاس مال ہو جو اسے ماں کی وراثت سے ملا ہو یا باپ نے وہ مال اس بیٹے کے لیے کیا ہو۔ نجم الدین نسفی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول' جعلہ لہ ابوہ '' (اس کے باپ نے وہ مال اس کے لیے کیا ہو) دلالت کرتا ہے کہ یہ الفاظ تملیک (مالک بنانے) کی صلاحیت رکھتے ہیں اور جس نے اپنے بیٹے کو کہا کہ میں نے یہ مال تیرے لیے کر دیا یا اسے تیرے نام کر دیا یا تیرے لیے کر دیا یا ایسا کلام بولا جو ان الفاظ کے قائم مقام ہو تو یہ بیٹے کو مالک بنانا ہے۔

آدمی کا اپنے بالغ اور نابالغ دو بیٹوں پر گھر صدقہ کرنے یا ہبہ کرنے کا حکم

''الملتقی'' میں ہے کہ کسی آدمی نے اپنے دو بیٹوں کو گھر ہبہ کیا یا صدقہ کیا۔ ان میں سے ایک بیٹا نابالغ اور دوسرا بالغ ہے تو اگر بالغ بیٹے نے قبضہ کر لیا تو دونوں کے لیے ہبہ اور صدقہ جائز ہوگا اور ''الجامع فی الفتاویٰ'' میں ہے کہ جب اپنا گھر دو بیٹوں کو ہبہ کیا' جن میں سے ایک نابالغ اور دوسرا بالغ ہے تو محمد بن سلمہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہبہ فاسد ہے اور فقیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس میں کوئی اشکال نہیں کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہ جائز نہیں' جس طرح کہ اگر دونوں بیٹے بڑے ہوتے اور صاحبین کے نزدیک وہاں بھی جائز نہیں' لیکن اگر دونوں بڑے بیٹوں کو ہبہ کر دیا اور ان کے سپرد کر دیا تو جائز ہے اور ''تجنیس'' میں مذکور ہے کہ یہ سب کے نزدیک ناجائز ہے۔

باپ کا اپنی نابالغہ بیٹی کی ماں کو بیٹی کے جہیز خریدنے کے لیے مال دے کر اس سے رجوع کرنا

بعض ائمہ کے ''فوائد'' میں ہے کہ کسی آدمی نے اپنی نابالغہ بیٹی کی ماں کو پانچ سو دینار دے کر کہا کہ بیٹی کے لیے جہیز بنا۔ پھر باپ نے چاہا کہ وہ رجوع کر لے اور وہ دینار واپس لے لے تو ''صاحب محیط'' نے فتویٰ دیا کہ اسے یہ اختیار نہیں ہے' کیونکہ یہ نابالغہ بچی کے لیے ہبہ ہے۔ اور ان کے علاوہ دیگر فقہاء کرام نے کہا کہ اسے یہ اختیار ہے کیونکہ یہ وکیل بنانا ہے۔ اس کا وہی حکم ہے' جس طرح اس نے یہ کہا ہو کہ جہیز خرید (اس صورت میں دینار واپس لے سکتا ہے' لہٰذا پہلی صورت میں بھی واپس لے سکتا ہے)۔

باپ کا کاشت کی ہوئی زمین کو کھیتی میں سے اپنے حصہ سمیت بیٹے کو ہبہ کرنا صحیح نہیں

''صاحب کتاب الاحکام فی الفقہ'' نے فرمایا کہ میں نے ظہیر الدین مرغینانی کو مکتوب لکھا (اور سوال کیا) کہ ایک آدمی کی کاشت شدہ زمین ہے' جس میں کاشت کرنے والے کی طرف سے بیج ڈالا گیا ہے۔ مالکِ زمین وہ زمین کھیتی میں سے اپنے حصہ سمیت اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کرتا ہے تو کیا یہ ہبہ صحیح ہے؟ اور کیا کاشت کرنے والا جب ہبہ پر راضی ہو اور جب ہبہ پر راضی نہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں حکم مختلف ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہبہ صحیح نہیں۔

باپ کا اپنے بیٹے کو کوئی مال ہبہ کرنا اس شرط کے ساتھ کہ وہ اپنی زندگی میں اس سے کھاتا رہے گا

''فتاویٰ الدیناری'' میں یہ الفاظ ہیں کہ ایک آدمی نے اپنا سونا اپنے بیٹے کے سپرد کیا اور کہا کہ میں نے یہ سونا تجھے عطا کیا' لیکن جب تک میں زندہ رہا' اس سے کھاتا رہوں گا[1] اور یہ آدمی فوت ہو گیا۔ اب صورتِ مسئولہ میں کیا حکم ہے؟ اس مسئلہ کا انہوں نے یہ جواب دیا کہ اگر یہ عطا کرنا بطورِ ہبہ ہو تو پھر سونا بیٹے کی ملک ہو گا اور ورثاء کو کوئی چیز نہیں ملے گی اور شرط فاسد ہے اور یہ شرط ہبہ کو باطل نہیں کرتی۔

---

[1] یعنی یہ سونا اپنی ضروریات میں صرف کرتا رہوں گا اور اسے استعمال میں لاتا رہوں گا۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

باپ، نابالغ بیٹے کے مال سے ہبہ کرنے والے کو عوض نہیں دے سکتا

''الفتاویٰ الظہیریہ'' میں ہے کہ جب نابالغ بچے کو کسی نے کوئی چیز ہبہ کی تو باپ یا وصی کے لیے نابالغ کے مال سے واہب کو عوض دینا جائز نہیں، کیونکہ یہ احسان ہے تو جب عوض دینا باطل ہے تو واہب کو ہبہ سے رجوع کا حق حاصل ہے۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۲۶۹)

اگر باپ یا اجنبی نے نابالغ کی زمین میں اس کے لیے کاشت کی تو یہ ہبہ بن جائے گی اور وہ نابالغ قابض ہو جائے گا

''فتاویٰ رشید الدین'' میں ہے کہ نابالغ کی ماں کے خاوند نے نابالغ کی زمین میں اس نابالغ کے لیے کاشت کی تو یہ ہبہ ہو جائے گی اور نابالغ قابض ہو جائے گا، کیونکہ بیج اس کی ملکیت یعنی زمین کے ساتھ متصل ہے۔

اسی طرح اگر اجنبی نے نابالغ کی زمین میں اس کے لیے کاشت کی تو پھر بھی یہی حکم ہے اور اگر وصی نے گواہ قائم کر دیے کہ اس نے اسی نابالغ بچے کے لیے کاشت کی ہے، اس لیے کہ اس نے اقرار کیا تھا کہ اس بچے کے لیے کاشت کی ہے تو وصی اس کھیتی کو لے سکتا ہے۔

جب نابالغ غلام ہبہ کیا اور وہ جوان ہو گیا تو رجوع نہیں کر سکتا

کسی آدمی نے نابالغ غلام ہبہ کیا اور وہ جوان ہو گیا اور دراز قامت ہو گیا تو واہب رجوع نہیں کر سکتا کیونکہ بدن میں زیادتی، رجوع سے مانع ہے اگرچہ قیمت کم ہو جائے، یہ مسئلہ ''الفتاویٰ الظہیریہ'' میں ہے۔

غلام بچے کو ہبہ کرنے اور وصی کے غلام پر قبضہ کر لینے سے غلام کا --- قرض باطل ہو جائے گا

اگر غلام پر نابالغ بچے کا قرض ہو اور غلام کے مالک نے قرض والا غلام بچے کو ہبہ کر دیا اور وصی نے قبول کر لیا تو قرض ساقط ہو جائے گا۔ اگر واہب نے اس کے بعد رجوع کیا تو قرض لوٹ آئے گا۔ اس میں یہ مسئلہ بھی مذکور ہے کہ کسی بچے کا غلام پر قرض ہو اور وصی نے وہ غلام بچے کو ہبہ کر دیا تو یہ جائز ہے اور قرض باطل ہو جائے گا اور اگر وصی ہبہ سے رجوع کرنا چاہے تو ہشام کی امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اسے یہ حق حاصل نہیں۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۲۶۸)

''ہبۃ العیون'' میں ہشام نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی کہ جس بچے کا اپنے وصی کے غلام پر قرض ہو اور وصی نے وہ غلام بچے کو ہبہ کر دیا تو یہ جائز ہے اور قرض باطل ہو جائے گا اور اگر وصی نے ہبہ میں رجوع کرنا چاہا تو اسے یہ حق حاصل ہے پھر اس کے بعد فرمایا کہ اسے یہ حق حاصل نہیں کیونکہ غلام سے جب قرض ساقط ہوا تو اس میں زیادہ بہتری آ گئی (اور زیادتی رجوع سے مانع ہوتی ہے)۔

''الجامع فی الفتاویٰ'' اور ''تجنیس'' کی ''کتاب الہبہ'' میں یہ مسئلہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

واللہ اعلم

جب اپنے نابالغ بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کی تو وہ عقد کے ساتھ ہی اس کا مالک ہو جائے گا

''مختصر القدوری'' میں ہے کہ جب باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کیا تو بیٹا عقد کے ساتھ ہی اس کا مالک ہو جائے گا۔

باپ یا دادا کا نابالغ کے ہبہ پر قبضہ جائز ہے

''ذخیرہ'' میں مذکور ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے ''اصل'' میں فرمایا کہ باپ یا دادا کا نابالغ بچے کے ہبہ پر قبضہ کرنا جائز ہے چاہے بچہ ان کے عیال میں داخل ہو یا نہ ہو لیکن باپ اور دادا کے علاوہ باقی رشتہ دار مثلاً بھائی اور چچا وغیرہ ہوں تو قیاس یہ ہے کہ وہ بچے کے ہبہ پر قبضے کے مالک نہیں ہوں گے اگرچہ بچہ ان کے عیال میں ہو اور اسی طرح ان لوگوں کے وصی بھی استحساناً قبضے کے مالک نہیں ہوں گے جب بچہ ان کے عیال میں نہ ہو اور جب بچہ ان کے عیال میں ہو تو یہ تمام استحساناً قبضے کے مالک ہوں گے۔ اسی طرح جو اجنبی یتیم کی کفالت کرتا ہے اور یتیم کا اس کے سوا کوئی نہیں تو استحساناً اس کا قبضہ بھی جائز ہے۔ (المبسوط ج ۱۲ ص ۶۱) اور ان مسائل میں جو ہم نے ذکر کیے ہیں حکم یکساں ہے خواہ بچہ قبضے کو سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو اور یہ تمام حکم اس وقت ہے جب باپ فوت ہو گیا ہو یا زندہ ہو لیکن غائب ہو اور غیبت منقطعہ ہو اور اگر باپ زندہ ہو اور حاضر ہو اور بچہ ان لوگوں کے عیال میں ہو جن کا ہم نے ذکر کیا ہے تو آیا ان کا بچے کے ہبہ پر قبضہ کرنا جائز ہے؟ یہ فصل کتاب میں مذکور نہیں البتہ اجنبی کے بارے میں ذکر ہے کہ جو یتیم کی کفالت کرتا ہو اور یتیم کا اس کے سوا کوئی نہ ہو تو اس اجنبی کے لیے بچے کے ہبہ پر قبضہ جائز ہے

اور یہ شرط تقاضا کرتی ہے کہ جب باپ حاضر ہو تو ان لوگوں کا قبضہ صحیح نہیں اور دادا کے بارے میں بھی مذکور ہے کہ جب باپ زندہ ہو تو وہ قبضے کا مالک نہیں ہوتا اور اس کی تفصیل نہیں کی کہ بچہ جب دادا کے عیال میں ہو تو کیا حکم ہے اور عیال میں نہ ہو تو کیا حکم ہے؟ حکم کو مطلق رکھنے کا ظاہر یہی تقاضا کرتا ہے کہ دادا کا قبضہ مطلقاً صحیح نہیں، چاہے بچہ اس کے عیال میں ہو یا عیال میں نہ ہو۔ (المبسوط ج ۱۲ ص ۶۳)

جب باپ فوت ہو چکا ہو تو ماں نابالغ بچے کو ہبہ کر سکتی ہے

ماں کے متعلق یہ مسئلہ مذکور ہے کہ جب اس نے نابالغ بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کی اور اس پر گواہ قائم کر لیے جب کہ بچے کا باپ فوت ہو چکا تھا تو ماں کا قبضہ کرنا جائز ہے۔ (باپ کے فوت ہونے والی) یہ شرط تقاضا کرتی ہے کہ (اگر باپ زندہ ہو) تو پھر یہ صحیح نہیں۔

(المبسوط ج ۱۲ ص ۶۱)

کیا باپ کی موجودگی میں خاوند کا قبضہ کرنا صحیح ہے؟

اگر ایسی نابالغہ لڑکی، جس کی مثل عورت سے جماع کیا جا سکتا ہے، وہ خاوند کے عیال میں ہو وہ خود قبضہ کرے یا اس کا خاوند قبضہ کرے، جائز ہے۔ یہ اطلاق اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ باپ کی موجودگی میں خاوند کا قبضہ صحیح نہیں۔

بعض مشائخ نے خاوند، باپ، دادا، ماں اور وہ بھائی جو بچے کی کفالت کرتا ہے، ان سب کے حکم کو یکساں قرار دیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ ان سب کا بچے کے ہبہ پر قبضہ درست ہے اگرچہ باپ حاضر ہو اور جو شرائط کتابوں میں مذکور ہیں وہ اتفاقی ہیں۔ فخر الاسلام علی بزدوی رحمہ اللہ کا اسی طرف میلان ہے۔ بعض نے خاوند اور اس کے غیر میں فرق کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ باپ کی موجودگی میں خاوند کا قبضہ صحیح ہے اور غیر کا قبضہ صحیح نہیں، اگرچہ وہ نابالغہ اس غیر کی کفالت میں ہو۔ شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ کا بھی یہی نظریہ ہے۔

(المبسوط ج ۱۲ ص ۶۱-۶۲)

پھر خاوند کے نابالغہ بیوی کے ہبہ پر قبضہ جائز ہونے کے لیے یہ شرط لگائی گئی ہے کہ وہ نابالغہ قابلِ جماع ہو، لہٰذا ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ اگر وہ نابالغہ قابلِ جماع نہ ہو تو خاوند کا قبضہ صحیح نہیں اور صحیح یہ ہے کہ جب خاوند اس کی کفالت کرتا ہو اور وہ نابالغہ قابلِ جماع نہ ہو تو

خاوند کا قبضہ جائز ہے اور نابالغہ سے جب خاوند نے خلوت نہ کی ہو تو خاوند کا قبضہ جائز نہیں' بلکہ اس بچی کا ولی قبضہ کرے گا۔

نابالغہ لڑکی کے ولی کی تعریف' جسے ہبہ پر قبضے کا اختیار ہے

''طحاوی'' کی ''شرح'' میں ولی کی یہ تفسیر ہے کہ ولی اپ ہے یا باپ کا وصی' پھر دادا پھر دادے کا وصی' پھر وصی کا وصی پھر قاضی اور وہ شخص جسے قاضی مقرر کرے اور نابالغہ کے ہبہ پر باپ کا قبضہ جائز ہے' اگرچہ وہ خاوند کے عیال میں ہو۔

نابالغ کا اپنے ہبہ پر استحساناً قبضہ کرنا جائز ہے

اگر نابالغ نے خود اپنے ہبہ پر قبضہ کر لیا تو یہ استحساناً جائز ہے۔ جب کہ وہ سمجھ رکھتا ہو اور یہ ہمارے علمائے ثلٰثہ امام اعظم ابوحنیفہ و امام ابو یوسف و امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

(الفتاوی الخانیہ ج ۳ ص ۲۲)

بچے کا ہبہ قبول کرنا صحیح ہے' بشرطیکہ اسے نفع ہو

بچے کا ہبہ قبول کرنا صحیح ہے' بشرطیکہ ہبہ میں بچے کا مکمل طور پر نفع ہو اور اگر اس میں بچے کا نقصان ہو تو صحیح نہیں' لہٰذا اگر کسی آدمی نے بچے کو نابینا غلام ہبہ کیا یا گھر کی مٹی ہبہ کی اور بچے نے قبول کر لی تو اگر یہ ہبہ بچے کی طرف سے کسی چیز کے عوض فروخت ہو سکتا ہے تو پھر اس کا قبول کرنا صحیح ہے اور اسے رد نہیں کیا جائے گا اور اگر اس کی طرف سے یہ فروخت نہیں ہو سکتا اور بچے کو مٹی اٹھوانے کی اجرت اور غلام کا نفقہ برداشت کرنا پڑے گا تو اسے رد کر دیا جائے گا اور جو بچہ اپنے متعلق بیان کر سکتا ہے اس کا ہبہ کو رد کرنا صحیح ہے' اسی طرح ہبہ کا قبول کرنا بھی صحیح ہے۔ شیخ الاسلام خواہر زادہ نے لقیط کے مسائل کے آخر میں اسے ذکر کیا ہے اور یہ تمام مسائل ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الھبہ'' میں ہیں۔ (الفتاوی الخانیہ ج ۳ ص ۲۷۲)

باپ کی موجودگی میں باپ کے غیر کی طرف سے ہبہ قبول کرنے کے جواز میں اختلاف

''الفتاویٰ الصغریٰ'' کی ''کتاب الھبہ'' میں ہے کہ جب بچہ' دادا یا بھائی یا چچا یا ماں یا اجنبی کے عیال میں ہے اور باپ موجود ہے تو بچہ جس کے عیال میں ہے' کیا وہ بچے کے ہبہ پر

قبضہ کر سکتا ہے؟

مشائخ کرام رحمہم اللہ کا اس میں اختلاف ہے اور فتویٰ اسی پر ہے کہ یہ جائز ہے اور ماں' بھائی' چچا' اجنبی اور جوان کی طرح ہوں' وہ اس وقت تک قبضے کے مالک نہیں ہوتے' جب تک بچہ ان کے عیال میں نہ ہو۔

باپ کے وصی کی موجودگی میں چچا کا ہبہ قبول کرنا صحیح نہیں

''کتاب الاحکام'' کے مسائلِ ہبہ میں ''الجامع فی الفتاویٰ'' کے حوالہ سے مذکور ہے کہ جو بچہ اپنے چچا کی گود میں پرورش پاتا ہو اور اسے کوئی چیز ہبہ کی گئی اور چچا نے اس پر قبضہ کر لیا حالانکہ باپ کا وصی موجود ہے تو یہ صحیح نہیں۔

وصی کو یتیم کے ہبہ قبول کرنے کا اختیار ہے

میں نے ''المختلفات القدیمہ'' میں دیکھا کہ کسی نے یتیم کو کوئی چیز ہبہ کی تو وصی کو اختیار ہے' چاہے تو قبول کرے اور چاہے تو قبول نہ کرے۔

مشترکہ ہدیہ کی پہچان کے لیے ہدیہ دینے والے کی طرف رجوع کیا جائے گا' وہ نہ ہو تو عرف کا اعتبار ہوگا

''فتاویٰ اہل سمرقند'' میں مذکور ہے کہ ایک آدمی سفر سے واپس آیا اور اس آدمی کے پاس ہدایا لے کر آیا' جس کے پاس آ کر ٹھہرا اور اسے کہا کہ یہ چیزیں اپنی اولاد' اپنی بیوی اور اپنے درمیان تقسیم کر لے تو اگر ہدیہ دینے والا موجود ہو تو بیان کے لیے اسی کی طرف رجوع کیا جائے گا' اگر وہ موجود نہ ہو تو جو چیزیں خصوصاً عورتوں کے لائق ہیں' وہ عورتوں کو ملیں گی اور جو چیزیں لڑکیوں کے لائق ہے' وہ لڑکیوں کو اور جو لڑکوں کے لائق ہیں وہ لڑکوں کو اور جو مردوں کے لائق ہیں وہ مردوں کو ملیں گی اور جو چیزیں مرد اور عورت دونوں کے لائق ہیں' اس میں ہدیہ دینے والے کو دیکھا جائے گا' اگر وہ مرد کا رشتہ دار یا واقف ہے تو وہ چیز مرد کو ملے گی اور اگر وہ عورت کا رشتہ دار یا واقف ہے تو وہ چیز عورت کو ملے گی' کیونکہ اس طرح کے مقام میں عرف و عادت پر اعتماد ہوتا ہے۔

ختنہ کی دعوت کے ہدایا عرف و عادت کے مطابق تقسیم کیے جائیں گے' جب تک ہدیہ دینے والا متعین نہ کرے

اگر کسی نے بچے کے ختنہ کی دعوت کی اور لوگوں نے ہدایا دیئے اور بچے کے سامنے رکھ دیئے تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو ہدیہ دینے والا کہے گا کہ یہ بچے کا ہے یا کچھ نہیں کہے گا۔ دونوں صورتوں میں جواب ایک ہی ہے۔ اگر ہدیہ بچوں کے لائق ہو' جس طرح بچوں کے کپڑے یا کوئی ایسی چیز' جسے بچے استعمال کرتے ہیں تو ہدیہ عرف و عادت کے اعتبار سے بچے کے لیے ہے اور اگر ہدیہ والدین کے لائق ہو اور بچے کے لائق نہ ہو مثلاً درہم و دینار اور گھر کا سامان تو دیکھا جائے گا' اگر ہدیہ دینے والا باپ کا رشتہ دار یا واقف ہے تو وہ ہدیہ باپ کا ہے اور اگر وہ ماں کا رشتہ دار یا اس کا وقف ہے تو وہ ہدیہ ماں کا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ اس طرح کے مقام میں عرف و عادت پر اعتماد ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر کوئی ایسا سبب یا وجہ پائی گئی جو ہماری بیان کردہ صورت کے خلاف پر دلالت کرے' تو اسی پر اعتماد کیا جائے گا۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۲۵۴)

شادی کے تحائف عرف کے مطابق تقسیم کیے جائیں گے' جب تحفہ دینے والا تعین نہ کرے کہ کسے تحفہ دیا ہے

جب اپنی بیٹی کو اس کے خاوند کے گھر روانہ کرتے وقت دعوت کی اور خاوند یا عورت کے رشتہ داروں نے تحائف پیش کیے تو اس وقت بھی یہی حکم ہے اور یہ تمام حکم اس وقت ہے جب ہدیہ دینے والے نے پہلے مسئلہ میں (ختنہ کی دعوت والے مسئلہ میں) یہ نہ کہا ہو کہ میں نے باپ یا ماں کو ہدیہ دیا ہے اور دوسرے مسئلہ میں یہ نہ کہا ہو کہ میں نے خاوند یا بیوی کو ہدیہ دیا ہے اور ہدیہ دینے والے کے قول کی طرف رجوع ممکن نہ ہو لیکن اگر ہدیہ دینے والے کے قول کی طرف رجوع ہو سکتا ہے' تو پھر اسی کا قول معتبر ہوگا۔ یہ مسئلہ ''الواقعات'' کے ''باب اوّل'' میں ہے۔

بچے کو دیئے گئے ہدیہ سے والدین کے کھانے کا حکم

اگر بچے کو کوئی کھانے والی چیز ہدیہ دی گئی تو کیا والدین کے لیے اس سے کھانا مباح ہے؟ امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ یہ مباح ہے اور ضیافت کے مشابہ ہے اور اکثر مشائخ بخارا کا نظریہ ہے کہ یہ بلاضرورت مباح نہیں اور ''فتاویٰ اہل سمرقند'' کی ''کتاب الکراہیت''

میں ہے کہ جب نابالغ بچے کو پھلوں کا ہدیہ دیا گیا اور دینے والے کا مقصد والدین کے ساتھ نیکی کرنا ہے لیکن اس نے ہدیہ کو حقیر سمجھتے ہوئے بچے کو ہدیہ دیا تو والد یا والدہ کے لیے اس کا کھانا مباح ہے۔

باپ کا اپنے بیٹے کے مال سے بوقتِ ضرورت کھانا جائز ہے

اگر باپ شہر میں ہو اور فقیر ہونے کی وجہ سے محتاج ہو تو بغیر قیمت کے کھا سکتا ہے اور اگر جنگل میں ہو اور مال دار ہو لیکن کھانا پاس نہ ہونے کی وجہ سے محتاج ہو تو قیمت کے ساتھ کھا سکتا ہے۔ ہم نے دونوں مسئلے اس مجموعہ کے ''مسائل کراہیت'' میں بیان کر دیئے ہیں۔

اگر بچہ کہے کہ میرے باپ نے یہ ہدیہ دے کر مجھے تیرے پاس بھیجا ہے

''ملتقط'' کی ''کتاب الہبہ'' میں ہے کہ اگر بچے نے ہدیہ دیا اور کہا کہ میرے باپ نے مجھے یہ ہدیہ تیرے پاس دے کر بھیجا ہے تو اسے کھانا حلال ہے' لیکن اگر اس کے دل میں آئے کہ بچہ جھوٹ بول رہا ہے تو حلال نہیں۔

ہبہ میں عوض کا حکم

صدر الاسلام ابو الیسر رحمہ اللہ نے ''کتاب الہبہ' باب العوض'' میں ذکر فرمایا ہے' اگر باپ نے بچے کے مال سے کوئی چیز کسی آدمی کو ہبہ کی اور موہوب لہ نے اس کا عوض دیا تو دونوں میں سے ہر ایک رجوع کر سکتا ہے۔

باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کو غلام ہبہ کیا' پھر غلام فوت ہو گیا

''ذخیرہ'' میں ہبہ کے متفرق مسائل میں مذکور ہے کہ باپ نے اپنے بیٹے کو کوئی غلام ہبہ کیا پھر غلام فوت ہو گیا' پھر کوئی شخص غلام کا مستحق ہو گیا اور باپ ضامن ہو گیا تو باپ کی حالت میں (بیٹے کی طرف) رجوع نہیں کرے گا اور اگر بالغ ہونے کے بعد ضامن ہوا تو پھر دیکھا جائے گا کہ اگر بیٹے نے نئے سرے سے قبضہ کیا ہو تو وہ ضمان کی ادائیگی کے لیے باپ کی طرف رجوع نہیں کرے گا اور اگر نئے سرے سے قبضہ نہیں کیا تو رجوع کرے گا۔

باپ یا وصی نابالغ کی طرف سے ہبہ پر قبضہ کر سکتا ہے

بچے یا کم عقل کو اس کا بھائی ہبہ کیا گیا اور اس کے باپ یا وصی نے اس پر قبضہ کر لیا تو یہ

جائز ہے اور وہ بھائی آزاد ہو جائے گا۔ شراء کا حکم اس کے خلاف ہے۔ یہ مسئلہ ''ذخیرہ'' کی ''کتاب البیوع'' میں ہے اور اس کے بعد یہ ''مسائلِ بیوع'' میں بیان ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

جب اپنے بالغ بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کی تو قبضہ ضروری ہے

''الفصائل'' میں ہے کہ اگر اپنے بالغ بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کی تو قبضہ ضروری ہے اور اپنے نابالغ بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کی تو صحیح ہے اور باپ اس پر قابض ہو گیا کیونکہ وہ چیز اسی کے ہاتھ میں ہے' اسی طرح اگر وہ چیز مُودَع یا مستعیر وغیرہ کے پاس ہو تو پھر بھی یہی حکم ہے اور امین کا قبضہ اسی کا قبضہ ہے اور اگر وہ چیز غاصب یا مرتہن کے پاس ہے یا ایسے مشتری کے قبضہ میں ہے' جس نے وہ چیز شراء فاسد کے طور پر خریدی ہے تو پھر جائز نہیں' کیونکہ اس صورت میں وہ چیز اس کے قبضہ میں نہیں اور ''الکافی'' میں ہے کہ جو چیز اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کی اور اس پر گواہ قائم کر لیے اور وہ چیز معلوم ہے تو یہ جائز ہے اور اس کی طرف سے قبضہ یہ ہے کہ جو چیز ہبہ کی گئی ہے' اسے بتا دی جائے اور اس پر گواہ قائم کر لیے جائیں لیکن گواہ بنانا شرط لازم نہیں' کیونکہ ہبہ تو بتانے سے مکمل ہو جاتا ہے لیکن گواہی کا ذکر احتیاطاً ہے تاکہ اس کی موت کے بعد باقی ورثاء کے انکار سے بچا جا سکے۔ واللہ اعلم (المبسوط ج ۱۲ ص ۱۵۔۶۱)

خرید وفروخت کے مسائل

غیر ماذون بچے کی بیع باپ کی اجازت پر موقوف ہے

غیر ماذون بچہ جو خرید وفروخت کو سمجھتا ہے' اس کی خرید وفروخت اس کے باپ یا وصی یا دادا یا قاضی کی اجازت پر موقوف ہے' اسی طرح کم عقل کا حکم ہے۔

بچہ جب بے وقوف ہونے کی حالت میں بالغ ہوا تو اس کی بیع وصی کی اجازت پر موقوف ہے

غیر ماذون بچہ' جب وہ بے وقوف ہونے کی حالت میں بالغ ہوا تو اس کی خرید وفروخت

وصی یا قاضی کی اجازت پر موقوف ہوگی۔ یہ مسئلہ ''فتاویٰ قاضی خاں'' کی ''البیع الموقوف'' کی فصل میں ہے۔

بچے نے بیع کی تو ولی کی اجازت کے بغیر جائز نہ ہوگی' اگر بچہ بالغ ہو گیا اور اس نے بیع کو جائز قرار دیا تو جائز ہوگی

''شرح الطحاوی' کتاب البیوع' باب المصراۃ'' میں ہے کہ جس بچے کو تصرفات سے روکا گیا ہے' اگر اس نے اپنا مال فروخت کیا اور کوئی چیز خریدی یا کسی عورت سے شادی کی یا اپنی لونڈی کی شادی کی یا اپنے غلام کو مکاتب بنایا یا کوئی عقد کیا تو اگر بچے کے ولی نے اس کے بچپن کی حالت میں یہ کام کیے ہوں تو جائز ہوں گے اور بچے پر نافذ ہو جائیں گے' لیکن اگر بچے نے خود یہ کام کیے ہیں تو اس کے بچپن کی حالت میں ولی کی اجازت پر موقوف ہوں گے اور اگر ولی کی اجازت سے پہلے بچہ بالغ ہو گیا اور اس نے خود جائز قرار دے دیا' تو جائز ہو جائیں گے۔ محض بچے کے بالغ ہونے سے جائز نہیں ہوں گے' جب تک بلوغ کے بعد وہ جائز قرار نہ دے۔

بچے نے وکیل بنایا پھر بالغ ہو گیا اور اسے جائز قرار دیا

اسی طرح اگر بچے نے کسی عقد کے لیے کوئی وکیل بنایا اور وکیل نے بچے کے بالغ ہونے سے پہلے یا بعد وہ عقد کر لیا تو یہ بچے کی اجازت پر موقوف رہے گا' لیکن اگر خریدنے کا وکیل بنایا (اور وکیل نے کوئی چیز خریدی) تو یہ تصرف وکیل پر نافذ ہو جائے گا اور اجازت پر موقوف نہیں رہے گا' البتہ اگر بچے نے بالغ ہونے کے بعد اس وکیل کو جائز قرار دیا' اس کے بعد وکیل نے کوئی چیز خریدی تو یہ خریدنا بچے کے لیے ہوگا' وکیل کے لیے نہیں' لہٰذا بلوغ کے بعد وکالت کی اجازت اسی طرح ہوگی جیسے ابتداءً وکیل بنایا ہو۔

جس عقد کا کرنا ولی کے لیے درست نہیں' اس میں بلوغ کے بعد بچے کی اجازت بھی صحیح نہیں

اگر بچے نے اپنی بیوی کو طلاق دی یا اس سے خلع کر لیا یا اپنے غلام کو مال کے عوض یا بغیر مال کے آزاد کر دیا یا اپنا مال ہبہ کر دیا یا صدقہ کر دیا یا اپنے غلام کی کسی عورت سے شادی کر دی یا اپنا

مال واضح نقصان کے ساتھ فروخت کیا یا کوئی چیز اتنی زیادہ قیمت کے ساتھ خریدی کہ اس مقدار میں لوگ دھوکہ نہیں کھاتے یا اس طرح کا کوئی اور عقد کیا کہ اگر اس کا ولی اس کے بچپن کی حالت میں یہ عقد کرتا تو جائز نہ ہوتا اور بچے پر نافذ نہ ہوتا تو یہ سارے عقود باطل ہوں گے اور اجازت پر موقوف نہیں ہوں گے اور اگر بالغ ہونے کے بعد بچے نے جائز قرار دیا تو جائز نہ ہوں گے' کیونکہ یہ عقود' حالت عقد میں جائز نہیں تھے' لہٰذا اجازت پر موقوف نہیں ہوں گے لیکن اگر بلوغ کے بعد اجازت کا لفظ ایسا ہو' جس سے ابتداء' عقد واقع ہو سکتا ہے تو یہ عقد انشاء کی جہت سے درست ہوگا (کہ یہ عقد اب نئے سرے سے کر رہا ہے)۔ اجازت کی جہت سے عقد صحیح نہیں ہوگا' مثلاً بلوغ کے بعد کہا کہ میں نے طلاق واقع کی یا آزادی واقع کی تو طلاق یا آزادی واقع ہو جائے گی' کیونکہ ان الفاظ سے ابتداء' طلاق وعتاق واقع ہو سکتے ہیں اور اس کی مکمل تفصیل ''طحاوی'' کی ''شرح'' کی ''کتاب البیوع' باب المصر اۃ'' میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

اگر ماذون بچے نے اپنا قریبی رشتہ دار خریدا تو صحیح ہے اور وہ بچے کی طرف سے آزاد ہو جائے گا

''ذخیرہ'' کی ''کتاب البیوع'' کی سولہویں فصل کے آخر میں ہے کہ ماذون بچے نے جب اپنا قریبی رشتہ دار خریدا تو یہ بیع صحیح ہے اور وہ رشتہ دار بچے کی طرف سے آزاد ہو جائے گا' لیکن باپ اور وصی جب بچے یا کم عقل کے قریبی کو خریدیں تو یہ عقد بچے اور کم عقل پر نافذ نہیں ہوگا' باپ اور وصی پر نافذ ہوگا۔ اگر کم عقل کے لیے ایسی لونڈی خریدیں جس کے نکاح کے ساتھ بچہ پیدا ہوا تھا تو قیاس کا تقاضا ہے کہ وہ باپ کو لازم ہوگی اور استحساناً یہ خریدنا درست ہے اور کم عقل پر ہی نافذ ہوگا' اور زیادہ صحیح پہلا حکم ہی ہے کہ یہ جائز نہیں۔

جس بچے کو اس کا بھائی ہبہ کیا گیا اور اس پر بچے کے باپ نے قبضہ کر لیا تو جائز ہے

جس بچے یا کم عقل کو اس کا بھائی ہبہ کیا گیا اور اس پر بچے کے باپ یا وصی نے قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور وہ بھائی بچے کی طرف سے آزاد ہو جائے گا' لیکن خریدنے کا حکم اس کے خلاف ہے' اگر بچے کو اس بھائی کا نصف حصہ ہبہ کیا گیا تو اس میں بھی استحسان یہ ہے کہ یہ ہبہ جائز ہوگا

اور بھائی اس بچے کی طرف سے آزاد ہو جائے گا لیکن بچہ ضامن نہیں ہوگا بلکہ غلام شریک کے حصہ کے لیے سعایت کرے گا (کہ کمائی کر کے شریک کو نصف قیمت ادا کرے گا)۔

''ذخیرہ'' کی ''کتاب البیوع'' کے متفرقات میں ہے کہ کسی بچے نے کوئی چیز فروخت کی یا خریدی اور کہا کہ میں بالغ ہوں پھر اس کے بعد کہا کہ میں بالغ نہیں تھا۔ تو اگر اس نے بلوغ کا اقرار اس وقت کیا تھا' جس وقت اس جیسے لڑکے بالغ ہو جاتے ہیں تو اس کے انکار کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی اور وہاں بلوغ کا کوئی وقت ذکر نہیں کیا۔ اس کا وقت بارہ سال ہے۔

''الواقعات'' کی ''کتاب البیوع'' کے باب اول میں اسی طرح مذکور ہے اور یہاں ایک اور باریک نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ بارہ سال کی عمر تک پہنچ جانے کے بعد شرط ہے کہ وہ لڑکا ایسی حالت کا نہ ہو کہ اس جیسے لڑکے کو احتلام نہ آتا ہو' یہ باریک نکتہ ''فتاویٰ الفضلی'' کی ''کتاب القسمۃ'' میں مذکور ہے' اور بلوغ کی معرفت کے متعلقہ مسائل کو ہم نے اس کتاب کے مسائل طلاق میں ذکر کر دیا ہے۔

عورت کا اپنے نابالغ بچے کے لیے جائیداد خریدنا اور اس کے لیے رجوع کا حق

''ملتقط'' میں مذکور ہے کہ کسی عورت نے اپنے نابالغ بچے کے لیے اس کے مال سے جائیداد خریدی تو یہ استحساناً جائز ہے اور یہ عقد بچے پر نافذ ہوگا اور عورت کو یہ حق نہیں کہ وہ بچے کو جائیداد سپرد کرنے سے رکے۔ ''ذخیرہ'' اور ''تجنیس'' میں مذکور ہے کہ کسی عورت نے اپنے نابالغ بچے کے لیے اس کے مال سے جائیداد خریدی تو یہ خریدنا ماں کے لیے ثابت ہوگا کیونکہ وہ بچے کے لیے خریدنے کی مالک نہیں اور جائیداد بچے کی ہوگی' کیونکہ ماں ہبہ کرنے والی ہو جائے گی اور ماں ہبہ کر سکتی ہے اور بچے کی طرف سے ماں کا قبضہ واقع ہو جائے گا۔

عورت اپنے نابالغ بیٹے کے لیے وکیل بنائے' تو باپ کا اسے جائز قرار دینا باطل ہے

کوئی عورت کسی آدمی کے پاس ہزار درہم لے کر آئی اور اسے کہا کہ ان ہزار درہموں سے میرے نابالغ بیٹے کے لیے یہ گھر خرید دے حالانکہ بچے کا باپ زندہ ہے۔ آدمی نے گھر

خرید دیا اور بچے کے باپ نے اسے جائز قرار دے دیا تو وہ گھر خریدنے والے کا ہے اور اجازت باطل ہے' جیسا کہ ''المنتقی'' میں مذکور ہے۔ ''ذخیرہ'' میں ہے کہ اس مسئلہ کی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے' جب اس آدمی نے عقد کو اپنی طرف منسوب کیا ہو۔

فضولی[1] کا غیر کے سامان کو اس کے حکم کے بغیر فروخت کرنے کا حکم

''فتاویٰ قاضی خاں'' میں ''فصل البیع الموقوف'' میں ہے کہ کسی آدمی نے دوسرے کا کپڑا اس کی اجازت کے بغیر اپنے نابالغ ماذون بیٹے یا اپنے ایسے غلام کے ہاتھ فروخت کر دیا' جسے تجارت کی اجازت ہے' چاہے اس غلام پر قرض ہے یا قرض نہیں۔ پھر کپڑے کے مالک کو خبر دی کہ تیرا کپڑا اتنے میں فروخت کر دیا ہے اور یہ نہ بیان کیا کہ کس کے ہاتھ فروخت کیا ہے۔ کپڑے کے مالک نے اجازت دے دی۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بیع جائز نہیں' لیکن اگر اپنے اس غلام کے ہاتھ بیع کی ہے جس پر قرض ہے تو بیع جائز ہے کیونکہ اگر فضولی بیع کا وکیل ہو تو اس کی اپنے مقروض غلام کے سوا ان مذکورہ افراد میں سے کسی کے ہاتھ بیع کرنا جائز نہیں۔

عورت کا اپنے نابالغ لڑکے کے لیے کوئی چیز اس شرط پر خریدنا استحساناً جائز ہے کہ وہ ثمن کے لیے رجوع نہیں کرے گی

کسی عورت نے اپنے نابالغ لڑکے کے لیے اپنے مال سے کوئی جائیداد اس شرط پر خریدی کہ وہ قیمت کے لیے بیٹے کی طرف رجوع نہیں کرے گی تو یہ استحساناً جائز ہے اور وہ عورت اپنے لیے خریدنے والی شمار ہوگی پھر اس کی طرف سے وہ جائیداد بیٹے کے لیے ہبہ ہو جائے گی۔

بیوی کا اپنے نابالغ بیٹے کے لیے اپنے خاوند کا گھر خریدنا جائز ہے

میاں' بیوی دونوں کا ایک نابالغ بیٹا ہو اور بیوی خاوند سے کہے کہ ہمارے بیٹے کے لیے تیرا یہ گھر میں نے اتنی قیمت میں خریدا' باپ نے کہا: میں نے اسے فروخت کیا تو بیع جائز ہے' کیونکہ جب باپ نے بیع کو قبول کر لیا تو اس نے نابالغ بیٹے کے لیے خریدنے کو جائز قرار دیا'

---

[1] فضولی وہ آدمی ہے جو نہ ولی ہو' نہ اصیل ہو اور نہ ہی عقد میں وکیل ہو' دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ دوسرے آدمی کے حق میں بلا اجازت تصرف کرنے والا فضولی ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

لہٰذا بیع جائز ہو جائے گی اور اگر گھر باپ اور کسی اجنبی کا مشترکہ ہو اور عورت نے ان دونوں سے کہا کہ میں نے تم دونوں سے یہ گھر اپنے بیٹے کے لیے اس کے مال سے خریدا اور دونوں نے کہا کہ ہم نے فروخت کیا تو بیع جائز ہے' کیونکہ باپ نے جب بیوی کے جملہ گھر خریدنے کو جائز قرار دے دیا تو اس نے بیوی کو جملہ گھر خریدنے کی اجازت دے دی۔

کسی عورت نے اپنے خاوند کا سامان یہ دعویٰ کرتے ہوئے فروخت کر دیا کہ وہ وصیہ ہے پھر انکار کر دیا

کسی عورت نے اپنے خاوند کی موت کے بعد اس کا سامان فروخت کر دیا اور دعویٰ کیا کہ وہ اس کی وصیہ ہے اور اس کے خاوند کی نابالغ اولاد ہے۔ پھر ایک مدت کے بعد عورت نے کہا کہ میں وصیہ نہیں تھی تو شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مشتری کے خلاف عورت کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور عورت کی بیع بچوں کے بالغ ہونے تک موقوف رہے گی اور بلوغ کے بعد انہوں نے عورت کی تصدیق کر دی کہ وہ وصیہ تھی تو بیع جائز ہے اور اگر اسے جھٹلا دیا تو بیع باطل ہے اور اگر خریدار نے خریدی ہوئی زمین میں درخت لگا دیئے تو وہ (ان کی قیمت کے لیے) عورت کی طرف رجوع نہیں کرے گا۔ یہ حکم اس وقت ہے جب عورت نے دعویٰ کیا ہو کہ وہ بیع کے وقت وصیہ نہیں تھی۔

بچے نے دعویٰ کیا کہ عورت نے اس کا مال فروخت کر دیا حالانکہ وہ بیع کے وقت وصیہ نہیں تھی

اگر نابالغ بچے نے دعویٰ کیا کہ عورت نے اس کا مال فروخت کر دیا ہے حالانکہ بیع کے وقت یہ وصیہ نہیں تھی تو بچے کا دعویٰ سنا جائے گا بشرطیکہ بچے کو تجارت کی اجازت حاصل ہو یا خصومت (جھگڑا کرنے) کی ان کی طرف سے اجازت ہو جن کو بچے کے لیے خصومت کی ولایت حاصل ہے مثلاً قاضی یا وصی وغیرہ (یعنی قاضی یا وصی وغیرہ کی طرف سے بچے کو خصومت کی اجازت حاصل ہو) اور اگر بچہ اپنی جائیداد واپس لینے سے عاجز آ گیا تو عورت نے جتنی جائیداد فروخت کی ہے' اتنی مقدار کی ضامن ہوگی اور یہ ضمان اس روایت کے مطابق لازم ہوگی جس روایت میں غاصب پر فروخت کرنے اور سپرد کرنے سے جائیداد کی ضمان لازم

آتی ہے۔

عورت کے وصیہ نہ ہونے کی حالت میں اپنے لڑکے کا مال فروخت کرنا

کسی عورت نے قاضی کے حکم کے بغیر اپنے نابالغ لڑکے کا مال فروخت کیا حالانکہ وہ وصیہ نہ تھی تو اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ لڑکے کو بیع باطل کرنے کا حق ہے اور بعض نے کہا: بالغ ہونے سے پہلے اسے یہ حق حاصل نہیں' یہ تمام ''فتاویٰ قاضی خاں'' کی ''کتاب البیوع'' میں ہے۔

باپ کا نابالغ بچے کی جائیداد کو مثلی قیمت یا تھوڑے سے نقصان کے۔۔۔ ساتھ فروخت کرنا

صاحب المحیط نے ''باب بیع الوالد والوصی'' میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر باپ نے نابالغ بچے کی جائیداد کسی اجنبی کو مثلی قیمت یا تھوڑے سے نقصان کے ساتھ فروخت کی تو اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں کہ باپ کا چال چلن لوگوں کے نزدیک اچھا ہوگا یا مستور الحال ہوگا یا مفسد ہوگا۔ اگر پہلی اور دوسری صورت ہو (کہ باپ کا چال چلن قابلِ تعریف ہو یا مستور الحال ہو) تو بیع جائز ہے حتیٰ کہ اگر بیٹا بڑا ہو گیا تو اسے بیع ختم کرنے کا اختیار نہیں کیونکہ باپ میں کامل شفقت ہے اور اس (شفقت والے) معنیٰ کے کوئی دوسرا معنیٰ معارض نہیں کہ بیع میں اعتراض ہو' لہٰذا بیع جائز ہو جائے گی۔

لیکن بچہ اپنے والد سے ثمن کا مطالبہ کرے گا اور اگر باپ نے کہا کہ ثمن ضائع ہو گئے یا میں نے تجھ پر خرچ کر دیئے اور وہ ثمن اتنی مدت کے مثلی نفقہ کے برابر ہیں تو باپ کا قول قبول کیا جائے گا اور یہ ''فتاویٰ قاضی خاں'' کا مسئلہ ہے اور تیسری صورت میں کہ جب باپ مفسد ہے تو اگر جائیداد فروخت کی' جائز نہیں ہوگی' حتیٰ کہ اگر بیٹا بڑا ہوا تو اسے بیع ختم کرنے کا حق ہوگا اور یہی مختار ہے لیکن جب بیع میں بچے کی بہتری ہو مثلاً دوگنی قیمت پر فروخت کی ہو (تو جائز ہے)۔ (الفتاوی الخانیہ ج ۲ ص ۲۵۰۔۲۵۱)

باپ کا اپنے بیٹے کا منقول مال کو فروخت کرنا

اگر باپ نے جائیداد کے علاوہ کسی منقول مال کی بیع کی تو اسی طرح حکم ہے' لیکن اگر

باپ مفسد ہوتو اس بیع کے جواز میں دو روایتیں ہیں' ایک روایت میں بیع جائز ہوگی اور بچے کے مال کی حفاظت کے لیے باپ سے ثمن لے کر کسی عادل آدمی کے پاس رکھے جائیں گے اور ایک روایت میں بیع جائز نہیں ہوگی لیکن اگر اس میں بچے کی بہتری ہو کہ دوگنی قیمت پر فروخت کی گئی ہے (تو جائز ہے) اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (الفتاوی الخانیہ ج ۲ ص ۲۵۰۔۲۵۱)

وصی یتیم کی جائیداد مثلی قیمت کے ساتھ فروخت کرسکتا ہے

وصی نے اگر یتیم کی جائیداد کسی اجنبی کو مثلی قیمت کے ساتھ فروخت کی تو جائز ہے اور یہ مسئلہ معروف ہے۔ شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ سلف کا جواب ہے اور متاخرین کہتے ہیں کہ یہ بیع تب جائز ہے' اگر تین شرائط میں سے کوئی ایک شرط پائی جائے یا مشتری دوگنی قیمت کے ساتھ خریدنے پر راغب ہو یا بچے کو ثمن کی حاجت ہو یا میت پر قرض ہو جو اس کے بغیر ادا نہ ہوتا ہو اسی پر فتویٰ ہے۔ اس کی مکمل تفصیل ''فتاویٰ صغریٰ'' اور ''فتاویٰ قاضی خاں'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

اور ''فتاویٰ رشید الدین'' میں مذکور ہے کہ وصی یتیم کا مال و اسباب ان عوارض کے پیدا ہوئے بغیر بھی فروخت کرسکتا ہے اور ''ذخیرہ'' میں ہے کہ وصی بچے کا مال ضرورت کے بغیر بھی فروخت کرسکتا ہے' لیکن اس کی جائیداد صرف ضرورت کے وقت فروخت کرسکتا ہے اور اس کا کچھ حصہ ''مسائلِ دعویٰ'' میں بیان ہوگا۔

وصی کے یتیم کے مال کو فروخت کرنے اور اجنبی سے یتیم کے لیے مال خریدنے کا حکم اسی طرح ہے' جیسے باپ اور دادا کا حکم ہے

''شرح الطحاوی'' میں ہے کہ وصی کے یتیم کے مال کو فروخت کرنے اور اجنبی سے یتیم کے لیے مال خریدنے کا حکم باپ اور دادا کے حکم کی طرح ہے اور خود یتیم کا مال خریدنے اور یتیم کو اپنا مال بیچنے میں وصی کا حکم باپ اور دادا کی طرح نہیں ہے۔

باپ اور وصی یتیم کو مال تھوڑے سے غبن [1] کے ساتھ فروخت کرسکتا ہے

''شرح الطحاوی'' میں ہے کہ باپ' وصی اور مضارب یتیم کا مال تھوڑے سے غبن کے

[1] غبن کا معنی ہے: خرید و فروخت میں دھوکہ بازی' غبن کی دو صورتیں ہیں: (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ساتھ فروخت کر سکتے ہیں اور واضح غبن کے ساتھ فروخت کرنا جائز نہیں۔ باپ اور وصی کے یتیم کا مال فروخت کرنے میں مفتیٰ بہ قول کا حاصل یہ ہے کہ اگر باپ نے نابالغ بچے کی جائیداد مثلی قیمت یا تھوڑے سے غبن کے ساتھ فروخت کی تو اگر باپ کا چال چلن لوگوں کے نزدیک قابل تعریف ہو یا مستور الحال ہو تو یہ بیع جائز ہے اور اگر باپ مفسد ہو تو جائز نہیں' البتہ اگر دوگنی قیمت کے ساتھ فروخت کرے تو جائز ہے اور جائیداد فروخت کرنے میں وصی کا حکم مفسد باپ کی طرح ہے کہ وصی کی بیع جائز نہیں' البتہ اگر دوگنی قیمت کے ساتھ یا بچے کی حاجت کے لیے فروخت کرے یا میت پر اتنا قرض ہو کہ جائیداد فروخت کیے بغیر ادا نہ ہو تو بیع جائز ہے۔

باپ اور وصی کے لیے بچے کا مال مثلی قیمت کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے

سامان کی بیع میں باپ اور وصی کا حکم ایک ہی ہے۔ اگر باپ یا وصی نے بچے کا سامان مثلی قیمت کے ساتھ فروخت کیا تو مذکورہ شرائط میں سے کسی شرط کی قید کے بغیر بیع جائز ہے' لیکن اگر باپ مفسد ہو اور بچے کا سامان فروخت کرے تو اس میں وہی حکم ہے جو ہم نے ذکر کر دیا ہے کہ اس میں دو روایتیں ہیں۔

وصی یتیم کا مال اپنے لیے خرید سکتا ہے جب اس میں یتیم کا فائدہ ہو

''الفتاویٰ الصغریٰ'' میں ہے کہ وصی نے اگر یتیم کا مال اپنے لیے خریدا اور اس میں یتیم کی بھلائی ہے تو یہ جائز ہے اور بھلائی کی تفسیر یہ ہے کہ جو مال دس درہم کا ہو اسے پندرہ یا

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) (۱) غبن فاحش (واضح غبن) (۲) غبن یسیر (معمولی غبن' تھوڑا سا غبن)۔ غبن فاحش یہ ہے کہ خرید وفروخت میں اتنی کمی بیشی کی جائے جو قیمت کا اندازہ لگانے والوں کے اندازے سے باہر ہو۔ غبن فاحش کی تعریف میں ایک قول یہ بھی ہے کہ جس میں لوگوں کو دھوکہ نہ لگتا ہو اور غبن یسیر (معمولی غبن) یہ ہے کہ جو تمام قیمت کا اندازہ لگانے والوں کے اندازے سے باہر نہ ہو بلکہ کسی ایک کے اندازہ میں آ جائے اور عام لوگ اس میں دھوکہ کھا جاتے ہوں' مثلاً دس روپے کی چیز خریدی' کوئی اس کی قیمت پانچ بتاتا ہے' کوئی چھ' کوئی سات تو یہ غبن فاحش ہے اور اگر کوئی اس کی قیمت سات روپے بتاتا ہے' کوئی آٹھ' کوئی نو اور کوئی دس تو یہ غبن یسیر ہے۔ باپ یا وصی کا یتیم کے مال کو غبن کے ساتھ فروخت کرنے کا مطلب ہے کہ وہ اسے کم قیمت پر فروخت کرے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

زیادہ درہم میں خریدے یا وصی کا جو مال پندرہ درہم کا ہو اسے یتیم کو دس درہم میں فروخت کرے اور اس سے زیادہ درہم میں فروخت کرے تو جائز نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے اور باپ کے بارے میں ہم نے ظاہر روایت پر فتویٰ دیا ہے کہ باپ اپنا مال اپنے بیٹے کو فروخت کر سکتا ہے اور بیٹے کا مال اپنے لیے خرید سکتا ہے' بشرطیکہ اس میں نابالغ بیٹے کا نقصان نہ ہو اور اگر مثلی قیمت کے ساتھ فروخت کیا یا مثلی قیمت سے خریدا تو جائز ہے۔

اور وصی میں اس بات کا اعتبار ہے کہ اس سودے میں یتیم کی بھلائی ہو اور بھلائی کی تفسیر وہی ہے جو ہم نے ذکر کر دی ہے۔ ''الفتاویٰ الصغریٰ'' کی ''کتاب الوصایا'' میں اسی طرح مذکور ہے اور ''فتاویٰ قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ'' میں جائیداد کے علاوہ میں بھلائی کی یہ تفسیر مذکور ہے کہ یتیم کا جو مال دس درہم کے برابر ہو اسے پندرہ درہم میں خریدے۔

قاضی' وصی کی طرح ہے

''فتاویٰ رشید الدین'' رحمہ اللہ کے ''باب دعویٰ الاب والوصی'' میں ہے کہ نابالغ بچے کا مال فروخت کرنے میں قاضی وصی کی طرح ہے' حتیٰ کہ اگر بالغ ہونے کے بعد بچے نے کسی گھر کا دعویٰ کیا اور قابض شخص نے کہا کہ میں نے یہ گھر تیری ماں سے قاضی کی اجازت سے خریدا ہے تو بچے کا دعویٰ اس وقت تک ختم نہیں ہو گا جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے یہ گھر اپنی ضرورت کے لیے فروخت کیا ہے۔

دادا اپنے لیے یتیم کا مال خریدنے یا اپنا مال یتیم کو فروخت کرنے میں باپ کی طرح ہے

''شرح الطحاوی'' کی ''کتاب البیوع'' میں ہے کہ دادا یتیم کا مال اپنے لیے خریدنے یا اپنا مال یتیم کو فروخت کرنے میں باپ کی طرح ہے۔

کسی فضولی نے یتیم کا مال فروخت کیا پھر وہ وصی بن گیا اور بیع کو جائز قرار دے دیا

''فتاویٰ رشید الدین رحمہ اللہ'' کے ''باب دعویٰ الاب والوصی'' میں ہے کہ اگر کسی فضولی آدمی نے یتیم کا مال فروخت کیا' پھر وہ وصی بن گیا اور اس بیع کو جائز قرار دے دیا تو جائز ہے۔

جب باپ نے اپنا مال نابالغ بچے کو فروخت کیا تو باپ قابض نہیں بنے گا

''فتاویٰ قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ'' کی ''کتاب البیوع'' میں ہے کہ باپ نے اگر اپنا مال اپنے نابالغ بیٹے کو فروخت کیا تو محض سودا کرنے سے باپ بچے کی طرف سے قبضہ کرنے والا نہیں ہوگا' حتیٰ کہ جس حالت میں مال پر حقیقۃً قبضہ کی قدرت ہوتی ہے' اس حالت تک پہنچنے سے پہلے پہلے وہ مال ہلاک ہو گیا تو وہ والد کی طرف سے ہلاک ہوگا۔

باپ نے اپنے بیٹے کا جو مال خریدا' اس کے ثمن سے کیسے بَری ہوگا؟

اگر باپ نے مال اپنے لیے خریدا تو وہ ثمن سے بَری نہیں ہوگا' حتیٰ کہ قاضی بچے کی طرف سے کوئی وکیل مقرر کرے اور وہ وکیل باپ سے ثمن وصول کرے گا' پھر وکیل کو حکم دیا جائے گا کہ ثمن باپ کو واپس کرے۔

باپ کی نابالغ بیٹے کو بیع محض باپ کے ایجاب سے ثابت ہو جائے گی

اگر باپ نے اپنا مال نابالغ بیٹے کو فروخت کیا اور کہا کہ میں نے اپنا یہ غلام اپنے اس بیٹے کو ہزار درہم کے عوض فروخت کیا تو بیع جائز ہے اور اس کے بعد یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ میں نے قبول کیا اور اگر وصی ہو تو دونوں صورتوں میں اس وقت تک عقد جائز نہیں' جب تک یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کیا۔

جب بیع ختم کرنے میں بچے کی بہتری ہو تو قاضی باپ اور وصی کی بیع ختم کر سکتا ہے

باپ یا وصی نے اگر نابالغ بچے کی جائیداد فروخت کی اور قاضی نے دیکھا کہ بیع ختم کرنے میں بچے کی بہتری ہے تو وہ بیع ختم کر سکتا ہے۔

جب باپ اور وصی نے یتیم کا مال اجنبی کو فروخت کیا تو عقد کے حقوق باپ اور وصی کی طرف راجع ہوں گے

اگر باپ یا وصی نے یتیم کا مال کسی اجنبی کو فروخت کر دیا' پھر بچہ بالغ ہو گیا تو عقد کے حقوق باپ اور وصی کی طرف لوٹیں گے۔ اگر باپ نے اپنے لڑکے کا مال خریدا' پھر وہ لڑکا بالغ

ہو گیا تو لڑکے کی طرف سے عہدہ[1] باپ پر ہو گا۔ یہ تمام بحث "فتاویٰ قاضی خاں" میں ہے۔

اگر باپ نے اپنا مال نابالغ بیٹے کو فروخت کیا پھر وہ بالغ ہو گیا تو۔۔۔ حقوق کا تعلق بیٹے سے ہو گا

"الجامع الصغیر" کی "کتاب البیوع" کے آخر میں مذکور ہے کہ باپ نے جب نابالغ بچے کے لیے دوسرے آدمی سے مال خریدا ہو تو اس کا حکم اور ہے اور جب اپنا مال نابالغ بیٹے کو فروخت کیا ہو تو اس کا حکم اور ہے۔ اگر اپنا مال نابالغ بیٹے کو فروخت کیا، پھر وہ بالغ ہو گیا تو حقوق بیٹے کی طرف راجع ہوں گے اور اگر نابالغ کا مال کسی اجنبی کو فروخت کیا یا اجنبی کا مال نابالغ بچے کے لیے خریدا، پھر وہ بالغ ہو گیا تو حقوق باپ کی طرف راجع ہوں گے۔

(الفتاوی الخانیہ ج ۲ ص ۲۵۲)

باپ نے اپنے دو بیٹوں میں سے ایک کا مال دوسرے کو فروخت کیا، پھر دونوں بالغ ہو گئے تو عہدہ ان دونوں پر ہی ہو گا

"زیادات" کے گیارہویں باب میں مذکور ہے کہ اگر باپ نے دو بیٹوں میں سے ایک کا مال دوسرے بیٹے کے ہاتھ فروخت کیا پھر دونوں بالغ ہو گئے تو عہدہ ان دونوں پر ہی ہو گا (یعنی بیع کے حقوق میں مثلاً ثمن بائع کو ادا کرنا وغیرہ یہی ذمہ دار ہوں گے)۔

کیا قاضی یا وصی یا باپ دو بچوں میں سے ایک کا مال دوسرے کو۔۔۔ فروخت کر سکتا ہے؟

قاضی ابو جعفر رحمہ اللہ کی "زیادات" میں ہے کہ قاضی نے جب دو یتیموں میں سے ایک کا مال دوسرے کو فروخت کیا تو جائز ہے۔ اسی طرح باپ کا حکم ہے اور اگر وصی نے ایسا کیا تو بالاتفاق جائز نہیں، اس کا کچھ بیان بعد میں آئے گا اور رشید الدین رحمہ اللہ نے اپنے "فتاویٰ" میں ذکر فرمایا ہے کہ دو نابالغ بچوں میں سے ایک کا مال دوسرے کو فروخت کرنے میں قاضی وصی کی طرح ہے کہ اس کی بیع جائز نہیں لیکن باپ کی بیع جائز ہے۔ "طحاوی" کی "شرح" میں

[1] عہدہ سے مراد یہ ہے کہ مبیع (فروخت کی ہوئی چیز) کا اگر کوئی حق دار ثابت ہو گیا یا اس میں عیب پایا گیا تو خریدار کو ضمان دینا لازم ہو گا۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

ہے کہ وصی کے لیے ایک یتیم کا مال دوسرے کو فروخت کرنا جائز نہیں اور باپ کے لیے جائز ہے جب وہ غبنِ فاحش کے ساتھ بیع نہ کرے (یعنی قیمت میں اتنی کمی بیشی نہ کرے جو اندازہ لگانے والوں کے اندازہ سے باہر ہو)۔

قاضی یتیم کا مال اپنے لیے نہیں خرید سکتا اور نہ ہی اپنا مال یتیم کو۔۔۔ فروخت کر سکتا ہے

قاضی فخر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں ہے کہ قاضی نہ یتیم کا مال اپنے لیے خرید سکتا ہے اور نہ اپنا مال یتیم کو فروخت کر سکتا ہے۔

قاضی یتیم لڑکی کی اپنے ساتھ شادی نہیں کر سکتا

اسی طرح قاضی یتیم لڑکی کی اپنے ساتھ شادی نہیں کر سکتا۔

قاضی یتیم کا مال وصی کو فروخت کر سکتا ہے

اگر قاضی وصی کے لیے یتیم کا مال خریدے یا وصی کا مال یتیم کو فروخت کرے اور وصی قبول کر لے تو یہ جائز ہے اگرچہ وہ وصی قاضی کی طرف سے مقرر ہو۔

قاضی کا اپنے لیے یتیم کا مال خریدنا جائز ہے اگر اس میں یتیم کی بھلائی ہو

میں نے ''المنتقی'' میں قاضی کا اپنے لیے یتیم کے مال خریدنے کا مسئلہ دو جگہ دیکھا۔ ایک مقام میں مذکور ہے کہ یہ جائز نہیں اور دوسرے مقام میں ہے کہ قاضی کا یتیم کے مال کو خریدنا' وصی کے خریدنے کی طرح ہے کہ اگر یہ معاملہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو وہ دیکھے گا کہ اگر اس میں یتیم کی بہتری ہو تو اسے جائز قرار دے ورنہ رد کر دے۔

اور ابو جعفر استروشنی رحمہ اللہ کی ''زیادات'' میں ہے کہ قاضی اپنا مال یتیم کو فروخت نہیں کر سکتا اور نہ ہی یتیم کا مال اپنے لیے خرید سکتا ہے۔

کیونکہ قاضی کی ولایت کا اعتبار اس حق میں ہوتا ہے جس کا تعلق لوگوں کے باہمی معاملات کے ساتھ ہو' لیکن جس حق کا تعلق قاضی اور لوگوں کے درمیان معاملات کے ساتھ ہو' اس میں قاضی اپنے غیر کی طرح ہے' کیونکہ اس میں تہمت کا اندیشہ ہے' اسی طرح اپنی اولاد کے حق میں قاضی کا حکم یہی ہے۔ جب قاضی اپنی اولاد کی طرف سے بیع کا مالک نہیں تو اپنی طرف سے بھی بیع کا مالک نہیں ہوگا۔

''الفتاویٰ الصغریٰ'' کی ''کتاب البیوع'' میں مذکور ہے کہ ابو العباس ناطفی رحمہ اللہ نے ''اجناس'' میں کہا کہ امام محمد رحمہ اللہ نے ''سیر کبیر'' میں جو ذکر فرمایا ہے کہ اگر قاضی نے یتیم کا مال خریدا تو جائز نہیں' یہ ان کے اپنے قول پر محمول ہے' لیکن امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق مناسب ہے کہ جائز ہو' جیسا کہ وصی کے لیے جائز ہے۔

وصی کا اپنے بھتیجے کے لیے اپنے بیٹے کا مال خریدنا جائز ہے

امام زفر و امام ابو یوسف یعقوب رحمہما اللہ کے اختلاف میں مذکور ہے کہ کوئی آدمی اپنے نابالغ بھتیجے کا وصی ہو' وہ اپنے نابالغ بیٹے کا مال اپنے بھتیجے کے لیے خریدے تو جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر اپنے بھتیجے کا مال اپنے بیٹے کے لیے خریدا تو قاضی دیکھے اگر اس میں بھتیجے کی بہتری ہو تو بیع کو نافذ کر دے ورنہ باطل کر دے۔

باپ کا نابالغ بیٹے کے لیے سامان یا طعام خریدنا احسان ہوگا' لہٰذا وہ قیمت کے لیے بیٹے کی طرف رجوع نہیں کر سکتا لیکن اگر گواہ قائم کر دے کہ میں نے اس لیے خریدا تھا کہ قیمت کے لیے بیٹے کی طرف رجوع کروں تو رجوع کر سکتا ہے

اگر باپ نے اپنے مال سے نابالغ بیٹے کے لیے طعام خریدا تو باپ احسان کرنے والا ہو گا اگرچہ بیٹے کے پاس مال ہو' یہ ''فتاویٰ صغریٰ'' میں ہے اور ''فتاویٰ قاضی خاں'' کی ''کتاب البیوع'' میں ہے کہ اگر کسی آدمی نے اپنے لڑکے کے لیے کوئی کپڑا یا غلام خریدا اور قیمت اپنے مال سے ادا کر دی تو قیمت کے لیے اپنے بیٹے کی طرف رجوع نہیں کرے گا' لیکن اگر وہ گواہ قائم کر دے کہ اس لیے خریدا ہے کہ قیمت کے لیے بیٹے کی طرف رجوع کروں گا تو پھر رجوع کر سکتا ہے اور اگر اس نے قیمت ادا نہ کی حتیٰ کہ مر گیا تو قیمت اس کے ترکہ سے وصول کی جائے گی' کیونکہ یہ اس پر قرض ہے۔ پھر باقی ورثاء اس قیمت کے لیے بیٹے کی طرف رجوع کریں گے بشرطیکہ میت نے اس پر گواہ قائم نہ کیے ہوں کہ میں نے اس لیے خریدا ہے تاکہ بیٹے کی طرف رجوع کروں۔

اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کے لیے کوئی چیز خریدی اور ثمن کا ضامن ہوا' پھر ثمن ادا کر

دیئے تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ثمن کے لیے بیٹے کی طرف رجوع کرے گا اور استحسانا رجوع نہیں کرے گا اور اگر ثمن ادا کرتے وقت کہا کہ میں نے اس لیے ثمن ادا کیے ہیں تاکہ بیٹے کی طرف رجوع کروں تو پھر اسے بیٹے کی طرف رجوع کرنے کا حق ہے۔

''فتاویٰ قاضی خاں'' میں ہے اور میں نے ''المنتقی'' کی ''کتاب الوصایا'' میں دیکھا کہ اگر باپ نے نابالغ بیٹے کے لیے کوئی شئی خریدی اور اپنے مال سے قیمت ادا کردی' اس نیت سے کہ میں قیمت کے لیے بیٹے کی طرف رجوع کروں گا اور اس پر گواہ قائم نہ کیے تو قاضی اس کے لیے رجوع کا فیصلہ نہیں کرے گا اور عند اللہ اسے رجوع کی گنجائش ہوگی۔ اس کا کچھ بیان مسائلِ نکاح میں گزر چکا ہے اور ہم نے ''کتاب الفصول'' میں ''تصرفات الاب والوصی'' میں ان تمام مسائل کو بیان کردیا ہے۔

باپ یا وصی کا نابالغ کے مال سے اپنے لیے شرطِ خیار رکھتے ہوئے کوئی چیز خریدنا جائز ہے

''ذخیرہ'' میں مذکور ہے کہ جب باپ یا وصی نے نابالغ کے مال سے کوئی شئی خریدی اور اپنے لیے شرطِ خیار رکھی تو یہ جائز ہے اور اگر مدتِ خیار میں بچہ بالغ ہوگیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کے مطابق بیع مکمل ہوجائے گی اور اختیار باطل ہوجائے گا۔

اور امام محمد رحمہ اللہ نے ظاہر روایت میں فرمایا کہ اختیار بچے کی طرف منتقل ہوجائے گا' اگر اس نے مدتِ خیار میں بیع کو جائز قرار دے دیا تو جائز ہوجائے گی اور اگر رد کردیا تو باطل ہوجائے گی اور امام محمد رحمہ اللہ کے قول کے مطابق جب بچے کو اختیار ثابت ہوگیا تو اب وصی کو بیع جائز قرار دینے کا حق نہیں' لیکن بیع فسخ کرنے کا حق ہے اور یہ جائز ہے کہ کسی انسان کے لیے فسخ کا حق ثابت ہو' لیکن اجازت کی ولایت حاصل نہ ہو' جس طرح فضولی آدمی کسی غیر کا مال فروخت کردے تو مالک کی اجازت سے پہلے اسے فسخ کا حق حاصل ہے لیکن وہ بیع کو جائز قرار نہیں دے سکتا۔ اگر باپ یا وصی نے قرض کے ساتھ کوئی چیز خریدی اور اختیار کی شرط رکھی' پھر بچہ بالغ ہوگیا تو باپ یا وصی نے اسے جائز قرار دے دیا تو عقد جائز ہوگا اور ان دونوں پر نافذ ہوگا اور بچے کو فسخ اور اجازت کا اختیار ہوگا۔ اس کی مکمل تفصیل ''ذخیرہ'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

باپ یا وصی نے جب نابالغ کے لیے شرطِ خیار کے ساتھ دراہم یا دنانیر کے عوض کوئی چیز

خریدی اور مدت خیار میں بچہ بالغ ہوگیا' پھر بیع کو جائز قرار دے دیا تو وہ بیع باپ اور وصی پر نافذ ہوگی لیکن اگر بچے کے بالغ ہونے کے بعد اس کی رضامندی سے اجازت دی ہو (تو پھر بیع ان پر نافذ نہ ہوگی)۔ یہ مسئلہ ''فتاویٰ ظہیریہ'' میں ہے۔

وصی کا اجنبی کو یتیم کے مال سے اپنے لیے کوئی چیز خریدنے کا حکم دینا درست نہیں

''فتاویٰ قاضی خاں'' میں ہے کہ اگر وصی نے کسی آدمی کو حکم دیا کہ یتیم کے مال سے اس کے لیے کوئی چیز خریدے اور وصی نے اپنے مؤکل کے لیے خریدا تو جائز ہے اور اگر وصی نے یتیم کا مال اپنے لیے خریدا تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول میں جائز ہے بشرطیکہ اس میں یتیم کی بہتری ہو۔

جائیداد کے علاوہ میں خیریت کی تفسیر

جائیداد کے غیر میں خیریت (بہتری) کی تفسیر وہ ہے جسے شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے کہ وصی کا جو مال پندرہ درہم کا ہو وہ یتیم کو دس درہم کے عوض فروخت کرے اور یتیم کا جو مال دس درہم کا ہو وہ پندرہ درہم کے عوض خریدے اور بعض کے نزدیک جائیداد کے غیر میں خیریت کی تفسیر یہ ہے کہ خود یتیم کا مال دوگنی قیمت میں خریدے اور اپنا مال یتیم کو نصف قیمت میں فروخت کردے۔

وصی نے یتیم کی جائیداد فروخت کی تاکہ قیمت اپنی ذات پر خرچ کرے

وصی نے یتیم کی جائیداد فروخت کی اور فروخت کرنے میں یتیم کا فائدہ تھا' لیکن وصی نے جائیداد اس لیے فروخت کی کہ وہ ثمن اپنی ذات پر خرچ کرے گا۔ علماء کرام نے فرمایا کہ بیع جائز ہوگی اور اگر ثمن اپنی ذات پر خرچ کیا تو یتیم کے لیے ثمن کا ضامن ہوگا۔

بزور غلبہ پا جانے والے کے خوف سے وصی کا یتیم کی جائیداد کو فروخت کرنا

کسی نے بزور غلبہ حاصل کر کے یتیم کی جائیداد پر قبضہ کر لیا اور یتیم نے اس متغلب (بزور غلبہ پا جانے والے) سے جائیداد واپس لے لی لیکن وصی کے پاس اس پر گواہ نہیں اور

اسے خوف ہے کہ متغلب دوبارہ جائیداد چھین لے گا اور جائیداد اپنے قبضہ میں ہونے کو دلیل بنا لے گا اور وصی متغلب کے خوف سے جائیداد فروخت کرنا چاہے تو علماء کرام نے فرمایا ہے کہ بیع جائز ہے' اگرچہ یتیم کو ثمن کی حاجت نہ ہو۔

قاضی یتیم کا مال بطورِ قرض دے سکتا ہے اور وصی کو یہ اختیار نہیں

وصی یتیم کا مال بطورِ قرض نہیں دے سکتا اور قاضی دے سکتا ہے' باپ میں اختلاف ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ باپ' وصی کی طرح ہے۔ (المبسوط ج۲۹ ص۱۰۳)

یتیم کا مال تجارت میں لگانا اور اسے ودیعت رکھنا

باپ' وصی اور قاضی یتیم کا مال تجارت میں لگا سکتے ہیں اور اسے ودیعت رکھ سکتے ہیں۔

یتیم کے مال سے قرض ادا کرنا

اگر وصی نے یتیم کے مال سے اپنا قرض ادا کیا تو جائز نہیں اور باپ نے اگر ایسا کیا تو جائز ہے کیونکہ باپ نے اگر یتیم کا مال اپنے لیے مثلی قیمت کے ساتھ خریدا تو جائز ہے اور وصی یتیم کا مال اپنے لیے نہیں خرید سکتا' جب تک اس میں یتیم کی بہتری نہ ہو۔

شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ باپ وصی کی طرح ہے اور اسے نابالغ بیٹے کے مال سے اپنا قرض ادا کرنے کا اختیار نہیں اور یہ احتمال ہے کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہوں۔

کیا وصی یتیم کا مال بطورِ قرض لے سکتا ہے جب اس کے پاس اتنا مال ہو' جس سے قرض ادا ہو سکتا ہو؟

''المنتقیٰ'' میں امام محمد رحمہ اللہ کی روایت مذکور ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق وصی یتیم کا مال بطورِ قرض نہیں لے سکتا لیکن میری رائے ہے کہ باپ وصی کی طرح ہے اور اگر اس نے ایسا کیا اور وہ قرض ادا کر سکتا ہے تو جائز ہے۔

باپ اپنے نابالغ بیٹے کے مال کو اپنی بیوی کا حق مہر نہیں بنا سکتا

اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کا مال اپنی بیوی کا حق مہر بنایا تو یہ جائز نہیں۔ یہ تمام مسائل ''فتاویٰ قاضی خان'' کی ''کتاب البیوع'' میں ہیں۔

باپ کے لیے نابالغ بیٹے کے مال کو بطورِ قرض لینے کا جواز

''الجامع الصغیر'' کی ''کتاب القضاء'' میں ہے کہ اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کا مال بطورِ قرض لیا تو جائز ہے اور میں نے ''المنتقی'' کی ''کتاب الشہادات'' میں دیکھا کہ قاضی یتیم اور غائب کا مال اپنے لیے بطورِ قرض نہیں لے سکتا۔

قاضی یتیم کا مال ضمانت یا ودیعت پر دے سکتا ہے

ہشام نے روایت کی کہ امام محمد رحمہ اللہ کے پاس ہمارا اندا کرہ ہوا کہ قاضی کا یتیم کے مال کو ضمانت پر دینا افضل ہے یا ودیعت پر؟ تو انہوں نے ہمیں بتایا کہ امام اعظم ابوحنیفہ وابن ابی لیلیٰ اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ ضمانت پر دینا بہتر خیال فرماتے تھے اور امام محمد رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے بشرطیکہ جو آدمی ضمانت اٹھائے وہ زندگی اور موت میں اس کا اقرار کرتا ہو۔

قاضی یتیم کا مال اپنے لیے بطورِ قرض نہیں لے سکتا

قاضی یتیم کا مال اپنے لیے بطورِ قرض نہیں لے سکتا۔ باپ، وصی اور قاضی کے قرض دینے کا مسئلہ مکمل طور پر کتاب ادب القاضی کی سینتیسویں فصل میں دیکھا جا سکتا ہے۔

باپ اپنے نابالغ بیٹے کے لیے قرض لے سکتا ہے

''الجامع فی الفتاویٰ'' کی ''کتاب الوکالۃ'' میں ہے کہ باپ کا اپنے نابالغ بیٹے کے لیے قرض لینا جائز ہے، اسی طرح باپ قرض لینے کا اقرار بھی کر سکتا ہے۔

ہم نے ان تمام مسائل کو ''کتاب الفصول'' کی ''فصل تصرفات الاب والوصی'' میں ذکر کر دیا ہے۔

وصی کا یتیم کے لیے قرض لینا

شیخ الاسلام برہان الدین رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ قاضی نے کسی شخص کو بچے کا وصی مقرر کیا اور اسی شخص نے بچے پر مال خرچ کیا، پھر کسی دوسرے سے قرض لے کر اسے بچے پر خرچ کیا تو کیا وہ شخص بچے کے بالغ ہونے کے بعد اس سے مطالبہ کر سکتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ واللہ اعلم

اگر باپ نے نابالغ بیٹے کے لیے قرض لیا' پھر وہ بالغ ہو گیا تو باپ اس قرض کے لیے بیٹے کی طرف رجوع نہیں کر سکتا

اسی طرح اگر باپ نے قرض لے کر بچے پر خرچ کیا تو بلوغ کے بعد وہ بچے کی طرف کسی چیز کے لیے رجوع نہیں کر سکتا۔

جب وصی نے یتیم کے مال سے قرض لیا اور گواہ مقرر کیے اور وہ مال ہلاک ہو گیا تو ضامن نہیں ہو گا' لیکن اگر اسے اپنی جگہ سے حرکت دی ہو تو ضامن ہو گا

''مجموع النوازل'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے کہ جب وصی نے یتیم کا مال بطورِ قرض لیا اور اس پر گواہ قائم کر لیے کہ قرض لیا ہے پھر وہ مال ہلاک ہو گیا' تو وہ ضامن نہیں ہو گا لیکن اگر اسے اپنی جگہ سے حرکت دی ہو (تو ضامن ہو گا) باپ اور وصی کے رہن کا مسئلہ ان شاء اللہ تعالیٰ مسائلِ رہن میں آئے گا۔

کیا وصی نابالغ بچے کے لیے قرض لے سکتا ہے؟

یہ مسئلہ وقف کے لیے متولی کے قرض لینے کی نظیر ہونا چاہیے اور اسے ہم نے ''کتاب الفصول'' میں بیان کر دیا ہے۔

جو چیز یتیم کی ملکیت میں ہو وصی اسے رہن رکھ سکتا ہے تاکہ اس کے ذریعے یتیم کے طعام ولباس کے لیے قرض لے

میں نے بعض ''فوائد'' میں دیکھا کہ اگر وصی نے یتیم کے نفقہ یا لباس کے لیے قرض لیا اور یتیم کی کوئی چیز گروی رکھی تو جائز ہے' کیونکہ رہن میں قرض کی ادائیگی ہے اور وصی اس کا مالک ہے۔

''ہدایہ'' میں یہ مسئلہ اسی طرح مذکور ہے اور اس کتاب کے مسائل رہن میں بھی اسے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

یتیم کا مال فروخت کرنے میں مال دار کو ترجیح دینا واجب ہے

''فتاویٰ قاضی خاں'' میں ہے کہ کسی آدمی نے یتیم کا مال ہزار روپیہ میں خریدنا چاہا اور دوسرے آدمی نے بھی ہزار درہم میں خریدنا چاہا اور دوسرا زیادہ مال دار ہے تو وصی کے لیے مناسب ہے کہ دوسرے کو فروخت کر دے۔ اجازت اور وقف میں بھی یہی حکم ہے۔

جو چیز بچے پر واجب ہے، باپ یا وصی اسے مؤخر کر سکتا ہے

باپ یا وصی کے عقد سے بچے پر جو چیز واجب ہو تو باپ یا وصی کا اسے مؤخر کرنا یا بچے کو اس سے بری کرنا طرفین کے نزدیک جائز ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے اور اگر وہ چیز باپ یا وصی کے عقد سے واجب نہیں ہوئی تو بالاتفاق ناجائز ہے۔

کیا باپ یا وصی بچے کے قرض میں حوالہ قبول کر سکتے ہیں

اسی طرح باپ اور وصی نے مقروض بچے کی طرف سے دوسرے آدمی پر حوالہ قبول کیا اور وہ آدمی بچے کی بہ نسبت کم مال دار ہے تو اگر قرض باپ اور وصی کے عقد سے واجب ہوا ہو تو پھر اس میں (حسب سابق) اختلاف ہے اور اگر ان کے عقد سے واجب نہیں ہوا تو بالاتفاق حوالہ قبول کرنا صحیح نہیں۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۲ ص ۱۰۳۔۱۰۴)

وصی کا مالِ یتیم ایک مدت کی ادھار پر فروخت کرنا

وصی نے اگر یتیم کا مال مثلی قیمت کے عوض ایک مدت کے ادھار پر فروخت کیا تو جائز ہے یہ مسئلہ ''فتاویٰ دیناری'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے۔ (الفتاوی الخانیہ ج ۲ ص ۵۲۵)

باپ یا وصی کی طرف سے بچے کے مال کی بشرطِ خیار بیع کا بچے کے بالغ ہونے پر باطل ہونا

اگر باپ یا وصی نے بچے کا مال اس شرط پر فروخت کیا کہ تین دن تک اختیار رہے اور مدتِ اختیار میں بچہ بالغ ہو گیا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بیع مکمل ہو جائے گی اور اختیار باطل ہو گا اور امام محمد رحمہ اللہ سے اس میں تین روایات ہیں۔ ایک روایت میں یتیم کو اختیار ہے، اگر چاہے تو بیع ختم کر دے اور اگر چاہے تو مدتِ خیار میں اور مدتِ خیار گزر جانے کے بعد بیع کو جائز قرار دے اور یہ خیار، خیارِ اجازت ہو گا، خیارِ شرط نہیں اور ایک روایت میں خیار

شرط بچے کی طرف منتقل ہو جائے گا اور اس کی مدت تین دن ہی رہے گی اور ایک روایت میں باپ کو اختیار رہے گا' چاہے تو مدتِ خیار میں بیع ختم کر دے یا اسے جائز قرار دے۔ اگر اس نے مدت کے اندر کچھ نہ کیا تو بیع مکمل ہو جائے گی۔ یہ مسئلہ ''فتاویٰ قاضی خاں'' میں ہے۔

اگر باپ نے بچے کا کوئی مال خریدا تو جدا ہونے سے قبل قبضہ شرط ہے

''کتاب البیوع'' کے باب الصرف میں مذکور ہے کہ ایک آدمی کے ہاتھ میں دینار ہیں۔ اس نے کہا کہ میں نے یہ دینار اپنے نابالغ بیٹے سے سو درہم کے عوض خریدے اور دراہم کا وزن کرنے سے پہلے وہ مجلس سے کھڑا ہو گیا' تو یہ باطل ہے' کیونکہ عاقد کے قبضے کا جدا ہونے سے پہلے اعتبار ہوتا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ سے اسی طرح مروی ہے۔

باپ' وصی کی موجودگی میں نابالغ بچے کا مال فروخت کر سکتا ہے اور بچے کے لیے ثمن کا ضامن ہو گا

''النوازل'' کی ''کتاب البیوع'' میں ابوبکر سے روایت ہے کہ ایک عورت نابالغ اولاد چھوڑ کر فوت ہو گئی اور اس نے ترکہ میں انگور کا باغ اور ایک گھر چھوڑا اور اپنے بھائی کو وصی مقرر کیا۔ بچوں کے والد نے وہ جائیداد فروخت کر دی' اس کے کچھ ثمن خود پر خرچ کر دیے اور کچھ ثمن سے اپنے لیے جائیداد خرید لی اور وصی اس پر راضی نہ ہوا تو اگر والد مستور الحال ہو یا لوگوں میں نیک مشہور ہو اور عورت کے وصی نے عورت کے جملہ امور صحیح طریقہ سے سرانجام دیے ہوں تو باپ کی بیع جائز ہے اور باپ نے جو جائیداد خریدی ہے اور اس پر گواہ مقرر کیے ہیں کہ یہ اپنے لیے خریدی ہے' بچوں کے لیے نہیں تو وہ جائیداد اسی کی ہے اور ثمن اس پر قرض ہوں گے اور اگر وہ مفسد ہو تو بیع جائز نہیں۔ ''الجامع فی الفتاویٰ'' کی ''کتاب البیوع'' میں اسی طرح مسئلہ مذکور ہے۔

نابالغ بچے کے مال کی خرید وفروخت کے مسائل

باپ کا اپنے نابالغ بیٹے کی جائیداد غبنِ فاحش[1] کے ساتھ فروخت کرنا

''مجموع النوازل'' کی ''کتاب البیوع'' میں مذکور ہے کہ نجم الدین نسفی رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ باپ نابالغ بیٹے کی جائیداد غبنِ فاحش (واضح نقصان) کے ساتھ فروخت کرے تو کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ناجائز ہے۔ ان سے کہا گیا کہ اگر باپ نے جائیداد فروخت کی اور خریدار کے سپرد کردی پھر خود ہی جھگڑا کیا کہ اس کی بیع تو غبن فاحش کے ساتھ واقع ہوئی ہے اور جائیداد واپس لینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر اس نے پہلے اقرار کیا ہو کہ بیع مثلی ثمن کے ساتھ ہوئی ہے اور یہ اقرار دستاویز میں لکھا ہو اور اس پر گواہ قائم ہوں تو تناقض کی وجہ سے اس کا دعویٰ درست نہیں ہوگا۔

نجم الدین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھ پر ائمہ بخارا مثلاً شیخ امام اجل فخر الائمہ محمد بن عبداللہ سرخسی و قاضی امام ابوبکر محمد بن عمر زرنجری وغیرہما رحمہما اللہ کا جواب پیش ہوا کہ وہ کہتے ہیں کہ باپ کا دعویٰ مطلقاً صحیح ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ جواب اس پر محمول ہے کہ بیع مطلق کی ہو (یعنی سودا کرتے وقت کسی چیز کا ذکر نہ کیا ہو کہ بیع مثلی ثمن کے ساتھ ہوئی ہے یا نہیں) اور اس اقرار کا اقرار نہ کیا ہو اور دعویٰ میں صرف یہ کہا ہو کہ میں نے بیع کی ہے اور مجھے غبن (دھوکے) کا علم نہیں یا مجھے غبن کا علم ہے اور یہ معلوم نہیں کہ بیع جائز نہیں۔

نجم الدین رحمہ اللہ سے اس خریدی ہوئی جائیداد کے متعلق سوال ہوا کہ اگر مشتری نے اس زمین میں انگور کے درخت لگائے اور ان پر پھل لگ آیا' پھر بائع نے قاضی کے فیصلہ سے وہ زمین واپس لے لی۔ تو کیا مشتری اپنے کام کی وجہ سے اپنے لیے کاشت کار کے حصہ کی مقدار رکھ سکتا ہے یا کام کی مزدوری کا مطالبہ کرسکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ وہ تمام

[1] یعنی اتنے زیادہ نقصان کے ساتھ فروخت کرے جو قیمت لگانے والوں کے اندازہ سے باہر ہو۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

واپس کرے گا کیونکہ منافع کی قیمت عقد کے بغیر نہیں ہوتی اور وہ کاشت کار نہیں تھا بلکہ اس نے اپنے لیے کام کیا تھا۔

اور میں نے مجد الائمہ رحمہ اللہ کا جواب دیکھا کہ وہ آدمی اپنے کام کی مثلی اجرت کا مستحق ہو گا لیکن مجھے اس جواب کی کوئی وجہ معلوم نہیں اور میں کہتا ہوں کہ اس باب میں زیادہ سے زیادہ یہی ہے کہ یہ عقد فاسد واقع ہوا ہے اور عقد فاسد میں جب قبضہ متصل ہوا اور خریدار نے خریدی ہوئی چیز میں تصرف کر لیا تو اس تصرف کی وجہ سے مبیع کا واپس لینا منع ہو گا اور مشتری پر مبیع کی قیمت واجب ہو گی اور یہاں قاضی نے زمین واپس کرنے کا فیصلہ محض اس لیے کیا ہے کہ مشتری قیمت ادا کرنے سے رک گیا ہے تو جب مشتری کے قیمت ادا کرنے سے رک جانے کی بناء پر واپس کرنے کا فیصلہ کیا ہے' لہٰذا وہ مشتری واپس کرنے پر راضی ہے تو عقد اصل سے ہی فسخ ہو گیا' جس طرح اقالہ[1] کی صورت میں عقد فسخ ہو جاتا ہے۔ ''مجموع النوازل'' میں اسی طرح مذکور ہے اور ''الجامع مع الفتاویٰ'' کی ''کتاب البیوع'' کے آخر میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم

''بیوع العدۃ'' میں مذکور ہے کہ اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کا مال فروخت کیا' پھر دعویٰ کیا کہ اس میں غبن (دھوکہ) ہے تو اس کا دعویٰ نہیں سنا جائے گا اور میں نے دوسرے مقام پر دیکھا کہ جب باپ نے بچے کی چیز واضح نقصان کے ساتھ فروخت کی ہو تو قاضی بچے کی طرف سے نائب مقرر کرے گا اور وہ نائب خریدار پر دعویٰ کرے گا اور بچے کی ملکیت ثابت کرے گا اور باپ کا دعویٰ نہیں سنا جائے گا اور ایک دوسرے مقام پر میں نے دیکھا کہ اگر بالغ ہونے کے بعد بیٹے نے دعویٰ کیا کہ میرے باپ نے میرے بچپن میں میرا مال تجھے غبن فاحش (واضح نقصان) کے ساتھ فروخت کیا ہے تو اگر بیع کے دن اس چیز کی قیمت سو روپیہ تھی اور تو نے پچاس روپیہ میں خریدی ہے تو یہ پچاس روپے لے اور میری چیز مجھے واپس کر دے۔ مدعیٰ علیہ (مشتری) نے کہا کہ نہیں' بلکہ اس کی قیمت پچاس روپے ہی تھی تو دیکھا جائے گا کہ اگر

[1] فروخت کرنے والے اور خریدنے والے دونوں شخص باہمی رضامندی سے سودے کو ختم کر دیں' خریدنے والا خریدی ہوئی چیز اور فروخت کرنے والا وصول شدہ قیمت واپس کر دے' اسے اقالہ کہا جاتا ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

بیع کو اتنی مدت ہوئی ہے جس میں بھاؤ تبدیل نہیں ہوتے تو موجودہ قیمت کا اعتبار کیا جائے گا اور اگر اتنی مدت ہوگئی ہے' جس میں بھاؤ تبدیل ہو جاتے ہیں تو خریدار کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کردیے تو جو گواہ زیادتی ثابت کررہے ہیں' انہیں ترجیح ہوگی۔

باپ کا اپنے نابالغ بیٹے کا مال فروخت کرنا اور ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے سپرد کردینا

''العدۃ'' میں مذکور ہے کہ اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کا مال فروخت کیا اور ثمن وصول کرنے سے پہلے فروخت شدہ مال' خریدار کو سپرد کردیا تو ثمن وصول کرنے کے لیے مبیع واپس نہیں لے سکتا' لیکن اگر نابالغہ کا نکاح کر کے اسے خاوند کے سپرد کردیا ہو (تو حق مہر لینے کے لیے نابالغہ کو واپس کرواسکتا ہے)۔

دو نابالغ بیٹوں کو باپ کی طرف سے تجارت کی اجازت ہو تو ان میں سے ایک کا دوسرے سے کوئی چیز خریدنا جائز ہے

''مجموع النوازل'' کی ''کتاب البیوع'' کے آخر میں مذکور ہے کہ باپ نے اگر اپنے دو بیٹوں کو تجارت کا اذن دیا ہو اور ان میں سے ایک نے دوسرے سے کوئی چیز خریدی تو یہ جائز ہے' کیونکہ باپ دونوں کے عقد کا مالک ہے اور اگر وصی نے دونوں کو اجازت دی ہو' پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کوئی چیز خریدی تو جائز نہیں۔ اسی طرح اگر باپ نے اپنے بیٹوں کو تجارت کی اجازت دی ہو' پھر اس نے کسی آدمی کو حکم دیا کہ ان میں سے ایک کے لیے دوسرے سے کوئی چیز خرید لے تو اگر وہ آدمی دونوں کی طرف سے تعبیر کرنے والا ہو تو عقد جائز نہیں اور اگر وہ ایک کی طرف سے تعبیر کرے اور دوسرا خود عقد کرے تو یہ جائز ہے اور اگر باپ نے خود ایک کا مال دوسرے کے لیے خریدا تو یہ جائز ہے اور باپ عقد کرنے کا مالک ہوگا' لیکن سپرد کرنے کا مالک نہیں ہوگا۔

عیب کی وجہ سے وصی کا ردّ کرنا

''غریب الروایت'' کی ''کتاب البیوع'' میں مذکور ہے کہ وصی' وکیل اور ماذون لہ سے کسی نے تین ہزار روپیہ کی قیمت والا غلام ایک ہزار روپیہ میں خریدا تو اسے عیب کی وجہ سے

واپس کرنے کا اختیار نہیں' کیونکہ اس میں نقصان ہے اور اگر اسے خیارِ شرط حاصل ہو تو پھر واپس کر سکتا ہے۔

اگر وصی یا باپ نے نابالغ کے لیے کوئی چیز خریدی پھر اقالہ کر دیا تو اگر اس میں بچے کی بہتری ہو تو اقالہ صحیح ہے

(دو شخصوں کے درمیان جو عقد ہوا ہے' اسے ختم کر دینے کا نام اقالہ ہے۔) صاحب المحیط کے ''فوائد'' میں ہے کہ اگر وصی نے نابالغ کے لیے کوئی چیز خریدی' پھر اقالہ کر دیا تو کیا اقالہ صحیح ہے؟ تو اگر اقالہ میں بچے کی بہتری ہو تو اقالہ جائز ہے ورنہ جائز نہیں اور اس مسئلہ میں کوئی روایت نہیں' لیکن باپ کے متعلق روایت ہے کہ جب باپ نے اقالہ کیا ہو اور اس میں بچے کی بہتری ہو تو بچے کے حق میں اقالہ صحیح ہے' کیونکہ اقالہ تجارت کی ایک قسم ہے اور انہوں نے فرمایا کہ میں نے بعض فتاویٰ میں دیکھا کہ اگر اقالہ میں وقف کی بہتری ہو تو متولی اقالہ کر سکتا ہے' لہٰذا اسی طرح وصی کا بھی یہی حکم ہے۔

نابالغ کے مال میں ہر وہ تصرف باطل ہے' جس میں غبن فاحش ہو

''کتاب الاقضیہ'' میں ''ما یجوز فیه قضاء القاضی ومالا یجوز'' کے بیان سے کچھ پہلے ابن سماعہ رحمہ اللہ کی امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک قاضی نے نابالغوں کا ایک گھر ایک ہزار میں فروخت کیا حالانکہ اس کی قیمت پانچ ہزار تھی۔ بالغ ہونے کے بعد انہوں نے دوسرے قاضی کے پاس مشتری کے خلاف دعویٰ کر دیا کہ اس روز گھر کی قیمت پانچ ہزار تھی تو یہ قاضی اس بیع کو باطل کر دے گا' کیونکہ انہوں نے ثابت کر دیا ہے کہ اس بیع میں ان کی رعایت نہیں تھی۔

اگر دوسرے قاضی کے بیع کے باطل ہونے کا فیصلہ کرنے کے بعد پہلا قاضی جو اس وقت قاضی ہے' وہ دوسرے قاضی کی طرف خط لکھنا چاہے کہ اس روز گھر کی قیمت ایک ہزار ہی تھی تو اس کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا اور اگر شہادت کے بعد فیصلے سے پہلے خط لکھ لیا گیا تو قبول کیا جائے گا اور دوسرا قاضی ان کی گواہی پر فیصلہ نہیں کرے گا' کیونکہ قاضی اول کا خبر دینا' شہادت میں جرح ہے۔

لہٰذا گواہی جب فیصلہ سے پہلے ہوگی تو (گواہی پر) فیصلہ نہیں کیا جائے گا اور اگر فیصلہ کے بعد ہوئی تو فیصلہ کر دیا جائے گا' جس طرح کہ خریدار کے گواہ اگر گواہی دیں کہ پہلے قاضی نے بیع کے وقت انہیں گواہ بنایا تھا کہ گھر کی قیمت ایک ہزار ہے تو قیمت کی زیادتی پر گواہی مقبول نہیں ہوگی' کیونکہ پہلے قاضی کا قول حجت ہے۔

اسی طرح اگر بیع فسخ کر دی اور گواہوں نے گواہی دی کہ قاضی کے فسخ سے پہلے انہیں اس پر گواہ بنایا تھا کہ بیع کے وقت گھر کی قیمت ایک ہزار تھی تو فسخ ٹوٹ جائے گا' کیونکہ جو بات گواہوں سے ثابت ہو' وہ اسی طرح ہوتی ہے جیسے مشاہدہ سے ثابت ہو اور اگر مشاہدہ ہو کہ قاضی نے ایسا کہا ہے تو فسخ باطل ہو جاتا ہے' اسی طرح یہاں بھی فسخ باطل ہو جائے گا۔

اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے سے غلام خریدا اور قبضہ کر لیا' پھر اس میں عیب پایا تو عیب کی بناء پر واپس نہیں کیا جا سکتا

''مجموع النوازل'' کی ''کتاب البیوع'' میں ہے کہ کسی آدمی نے اپنے نابالغ بیٹے سے غلام خرید کر' اپنے لیے اس پر قبضہ کر لیا اور اس پر گواہ قائم کر لیے' پھر اس میں کوئی عیب پایا اور اسے اپنی طرف سے بیٹے کو واپس کرنا چاہا کہ پھر اس غلام کو بیٹے کی طرف سے بائع کو واپس کر دے گا (جس بائع سے اپنے بیٹے کے لیے وہ غلام خریدا تھا) تو اسے یہ اختیار نہیں' البتہ قاضی بیٹے کی طرف سے ایک خصم مقرر کرے گا اور باپ اسے واپس کر دے' پھر باپ وہ غلام اس بائع کو واپس کرے' جس بائع سے اپنے بیٹے کے لیے وہ غلام خریدا تھا۔ اسی طرح اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کو کوئی غلام فروخت کیا' جسے باپ نے کسی اجنبی سے خریدا تھا اور اس پر اپنے بیٹے کے لیے قبضہ کر لیا' پھر اس میں کوئی عیب پایا اور بیٹے کی طرف سے وہ غلام اپنے آپ کو واپس کرنا چاہا تو اس کا بھی یہی حکم ہے (کہ قاضی بیٹے کی جانب سے خصم مقرر کرے گا)۔ یہ مسئلہ ''ذخیرہ'' کی ''فصل العیوب'' میں بھی ہے۔

عیب کی وجہ سے واپس کرنے کی صورتیں

اگر بیع کا وکیل ایسا ہو' جو عہدہ وکالت کا اہل نہ ہو' مثلاً ایسا غلام یا بچہ ہو جسے تصرفات سے روکا گیا ہے تو عیب کی وجہ سے مبیع موکل کو واپس کیا جائے گا اور اگر وکیل عہدہ کا اہل ہے اور وہ

وکیل فوت ہو گیا اور کوئی وارث یا وصی نہ چھوڑا تو مبیع موکل کو واپس کیا جائے گا۔ ''فتاویٰ قاضی خاں'' کی ''فصل الردّ بالعیب'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

اگر غلام بچپن کی حالت میں جب وہ اکیلا کھانے پینے نہ لگا ہو اس وقت بھاگ جائے یا چوری کرے تو یہ عیب نہیں' یہ ''قدوری'' کے الفاظ ہیں اور اس کے بعد (یعنی جب اکیلا کھانے پینے لگ جائے) یہ افعال سرزد ہوں تو یہ عیب ہے' جب تک وہ بچپن کی حالت میں رہے اور جب بالغ ہو گیا تو یہ پہلے عیب کے علاوہ دوسرا عیب ہے' حتیٰ کہ اگر بالغ ہونے سے پہلے وہ بائع کے پاس بھاگا ہو یا چوری کی ہو' پھر مشتری کے پاس بالغ ہونے کے بعد ایسا کیا تو اسے واپس کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

''المنتقیٰ'' میں ہے کہ اگر ایسا غلام خریدا جو خرید وفروخت کو سمجھتا ہے تو بھاگ جانا اور بستر میں پیشاب کرنا' اس میں عیب ہے' اسی طرح چوری بھی عیب ہے۔

یہ قید لگانا کہ وہ خرید وفروخت کو سمجھتا ہو' اس بات کی دلیل ہے کہ اگر وہ خرید وفروخت کو نہ سمجھتا ہو تو پھر یہ چیزیں اس میں عیب نہیں۔ ''المنتقیٰ'' کے دوسرے مقام پر اسی طرح مذکور ہے' جس طرح ''قدوری'' میں ذکر کیا گیا ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ چیزیں محض اسی وقت عیب ہوں گی' جب بچہ اچھی طرح سمجھ دار ہو اور اگر بچہ بہت چھوٹا ہے تو یہ چیزیں بالکل عیب نہیں اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ بستر میں پیشاب کرنا' صرف اسی وقت عیب ہے' جب بچہ پانچ برس کا یا اس سے بڑا ہو' لیکن اگر بچہ ایک دو سال کا ہے تو یہ عیب نہیں' لیکن جنون' بچپن اور بڑی عمر دونوں حالتوں میں عیب ہے' حتیٰ کہ اگر بائع کے پاس بالغ ہونے سے پہلے جنون ہوا' پھر مشتری کے پاس بالغ ہونے کے بعد جنون ہو تو اسے واپس کرنے کا اختیار ہے اور بعض نے کہا کہ جنون اگرچہ ایک ساعت ہی ہو' عیب ہے۔

بعض نے کہا کہ اگر جنون ایک رات' دن سے زیادہ ہو تو عیب ہے اور اگر ایک رات دن یا اس سے کم ہو تو عیب نہیں۔ اس کی مکمل تفصیل ''ذخیرہ'' کی ''کتاب البیوع'' کے ''باب العیوب'' میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

مبیع میں تبدیلی کے بعد عیب کی وجہ سے واپس نہیں کیا جاسکتا

''الجامع الصغیر'' کے ''باب العیوب'' کے آخر میں مذکور ہے کہ کسی آدمی نے کوئی کپڑا خریدا اور اسے اپنے بیٹے کے لباس کے لیے کاٹ لیا اور اس کا لباس سی لیا' پھر اس کپڑے میں کوئی عیب پایا تو عیب کے نقصان کی قیمت (بائع سے) نہیں لے سکتا' کیونکہ وہ آدمی سلائی سے پہلے کپڑا کاٹ کر ہی اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کرنے والا اور اسے سپرد کرنے والا بن گیا تھا (کیونکہ نابالغ بیٹے کی طرف سے ہبہ پر باپ نے ہی قبضہ کرنا ہے لہٰذا جب کپڑا کاٹ لیا تو اسی وقت ہبہ مکمل ہوگیا) لہٰذا ہبہ کے عمل سے پہلے واپس کرنا ممکن تھا (کیونکہ ابھی سلائی نہیں ہوئی' لہٰذا واپس کرسکتا تھا مگر اس نے واپس نہیں کیا' لہٰذا اب وہ نقصان کی قیمت نہیں لے سکتا) لیکن اگر بیٹا بالغ ہو تو عیب کے نقصان کی قیمت لے سکتا ہے' کیونکہ (بیٹا بالغ ہونے کی صورت میں) اسے سپرد کرنے والا سلائی کے بعد ہی ہوگا' لہٰذا ہبہ کے عمل سے پہلے واپس کرنا ممکن نہیں تھا (کیونکہ سلائی ہوچکی تھی جب واپس نہیں کرسکتا تو نقصان کی قیمت لے گا)۔

ماذون بچہ نقصان کے ساتھ خرید وفروخت کرسکتا ہے

''المنتقط'' کی ''کتاب البیوع'' میں ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ماذون بچہ اور ماذون غلام واضح نقصان کے ساتھ خرید وفروخت کرسکتے ہیں۔

ماذون بچے کا وصی کو اپنا مال فروخت کرنا

''المنتقط'' کی ''کتاب البیوع' باب بیع الولد والوصی'' میں ہے کہ ماذون بچے کا وصی کو اپنا مال فروخت کرنا اسی طرح ہے' جیسے خود وصی فروخت کرے۔ اگر ماذون بچے نے اجنبی کو غبن فاحش (واضح نقصان) کے ساتھ بیع کی تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز ہے۔

وصی کا یتیم کے مال سے غیر کے لیے کوئی چیز خریدنا جائز نہیں

''المنتقط'' میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر وصی کو کسی آدمی نے حکم دیا کہ یتیم کے مال سے اس کے لیے کوئی چیز خریدے اور وصی نے اس کے لیے وہ چیز خریدی تو یہ جائز نہیں' لیکن اگر وصی نے اپنے لیے کوئی چیز خریدی تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق جائز ہے۔

دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ اگر اس نے اپنے لیے کوئی چیز خریدی تو یتیم کی طرف سے عقد کے حقوق یتیم کی طرف راجع ہوں گے اور اس کی طرف سے حقوقِ عقد اس کی جانب راجع ہوں گے' لہٰذا تضاد لازم نہیں آئے گا لیکن اگر اس نے غیر کے لیے کوئی چیز خریدی تو یتیم کی جانب سے عقد کے حقوق وصی کی طرف راجع ہوں گے اور دوسرے آدمی کی جانب سے بھی عقد کے حقوق اسی وصی کی طرف راجع ہوں گے' لہٰذا تضاد لازم آئے گا (کہ ایک ہی ذات کے ساتھ بیع کے حقوق متعلق ہیں اور اسی کے ساتھ شراء کے حقوق متعلق ہیں)۔

استبراء[1]

''فتاویٰ قاضی خاں'' رحمہ اللہ میں مذکور ہے کہ کسی آدمی نے اپنے نابالغ لڑکے کو لونڈی فروخت کی یا اسے لونڈی ہبہ کی' پھر وہ لونڈی اپنے لیے خرید لی تو اس آدمی کے لیے استبراء لازم ہے۔

''فتاویٰ ظہیریہ'' میں مذکور ہے کہ کوئی آدمی کسی لونڈی کا مالک ہوا کہ وہ لونڈی اس نے خریدی ہو یا اسے ہبہ میں ملی ہو یا صدقہ میں ملی ہو یا تقسیم میں ملی ہو یا قتلِ عمد[2] کی صلح میں ملی ہو یا خلع کی وجہ سے ملی ہو یا مکاتب نے بدلِ کتابت میں وہ لونڈی دی ہو یا اپنے غلام کو لونڈی کے عوض آزاد کیا ہو' اس وجہ سے وہ لونڈی کا مالک ہوا ہو یا وراثت میں لونڈی ملی ہو' ان سب صورتوں میں استبراء لازم ہے' وہ لونڈی باکرہ ہو یا ثیبہ' وہ لونڈی کسی نابالغ سے ملی ہو یا بالغ سے

1. استبراء سے مراد یہ ہے کہ ایک حیض آنے تک لونڈی سے وطی نہ کرے۔ مالک جس لونڈی سے وطی کرتا ہے' اسے فروخت کرنے کا ارادہ کرے تو استبراء مستحب ہے کہ ایک حیض آنے تک وطی نہ کرے اور حیض کے بعد اسے فروخت کرے اور اگر اس کا نکاح کرنا چاہے تو مالک پر استبراء واجب ہے کہ اس سے وطی چھوڑ دے حتیٰ کہ ایک حیض آجائے اور حیض کے بعد نکاح کر دے۔۱۲ رضوی غفرلہٗ

2. دھاردار آلہ سے کسی کو جان بوجھ کر قتل کرنا' قتل عمد ہے اس کی اخروی سزا جہنم اور دنیاوی سزا قصاص (بدلہ) ہے کہ اس کے بدلے قاتل کو قتل کیا جائے گا' البتہ مقتول کے اولیاء قاتل کو معاف بھی کر سکتے ہیں اور مال لے کر اس سے صلح کر سکتے ہیں۔ صورتِ مذکورہ سے مراد یہ ہے کہ مقتول کے ولی نے قاتل سے لونڈی لے کر اس کے بدلے صلح کی ہو۔۱۲ رضوی غفرلہٗ

یا عورت سے یا کسی نامرد سے' بہر صورت استبراء لازم ہے۔ یہ مسئلہ ''فتاویٰ قاضی ظہیر الدین'' میں ہے۔ اگر لونڈی نابالغہ ہو یا زیادہ عمر کی وجہ سے اسے حیض آنا منقطع ہو چکا ہو تو ایک مہینہ استبراء کرے۔

اگر بچے نے کوئی لونڈی خریدی پھر وہ بالغ ہو گیا تو اس پر استبراء لازم ہے۔

(الفتاویٰ الخانیہ ج ۲ ص ۲۶۰)

ذوی الارحام غلاموں کو فروخت کرتے وقت جدا کر دینا

''فتاویٰ قاضی ظہیر الدین'' کی ''کتاب البیوع'' میں' ذوی الارحام کی بیوع کے بیان میں مذکور ہے کہ آدمی کے لیے مناسب نہیں کہ اپنی لونڈی اور اس کے نابالغ بچے کو فروخت کرتے وقت یا ہبہ یا صدقہ کرتے وقت جدا کر دے۔ اسی طرح جو دو ذی رحم محرم غلام کسی آدمی کی ملکیت میں اکٹھے ہوں' ان میں ملکیت کے اعتبار سے جدائی کرنا مکروہ ہے۔ اس میں دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

من فرق بین والدة وولدها فرق الله تعالى بينه وبين احبته يوم القيامة. (سنن دارمی ج ۲ ص ۲۲۸)

جس نے والدہ اور اس کے بچے کے درمیان جدائی کر دی' اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے اور اس کے دوستوں کے درمیان جدائی فرما دے گا۔

نبی پاک ﷺ نے قیدیوں میں ایک عورت پریشان و غمگین ملاحظہ فرمائی تو آپ سے عرض کیا گیا کہ اس کا بیٹا فروخت کر دیا گیا ہے تو نبی پاک ﷺ نے اس کا بیٹا اسے واپس کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ (نصب الرایہ ج ۴ ص ۲۳' ترمذی نے کتاب البیوع' باب کراہیۃ التفریق بین الاخوین میں اور بیہقی نے ''شعب الایمان'' پچھتر ویں باب کے آخر میں اسے ذکر کیا ہے)

نبی پاک ﷺ نے دو نابالغ غلام جو آپس میں بھائی تھے' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہبہ فرمائے' پھر ان سے ارشاد فرمایا: غلاموں کا کیا حال ہے؟ عرض کی: ان میں سے ایک فروخت کر دیا ہے۔ ارشاد فرمایا: اسے پا لے' اسے پا لے اور ایک روایت میں ہے کہ اسے واپس کر لے' اسے واپس کر لے۔ (ابن ماجہ' کتاب التجارات' باب النہی عن التفریق بین السبی)

اگر اس کے باوجود فروخت کر دیا تو یہ کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جن میں ولادت والی رشتہ داری ہو (جیسے ماں' بیٹا) وہاں تفریق جائز نہیں۔ یہ تفریق محض اس وقت مکروہ ہے جب دونوں نابالغ ہوں' اگر بالغ ہوں تو پھر ان میں سے ایک کو فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر باپ ایک آدمی کا غلام ہو اور اس کا بیٹا' اس آدمی کے نابالغ بیٹے کا غلام ہو' جو اس آدمی کی پرورش میں ہو تو وہ آدمی انہیں فروخت کر کے جدا کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر باپ' بیٹے میں سے ہر ایک کا مالک اس آدمی کی اولاد میں سے کوئی لڑکا ہو تو پھر بھی ان میں تفریق جائز ہے' کیونکہ ملک جدا جدا ہے۔ اسی طرح اگر دونوں کو اکٹھے اپنے لیے خریدا' پھر ایک میں عیب پایا تو عیب والے کو واپس کر کے' دوسرے کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔

اگر کسی مستحق کے حق کی وجہ سے جدائی لازم آئے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ مثلاً دونوں میں سے ایک کو جرم کی وجہ سے کسی کو دیا جائے (مثلاً اس نے کسی کو قتل کیا ہو) یا ایک کو قرض کی وجہ سے فروخت کیا جائے۔ یا ایک کو عیب کی وجہ سے واپس کیا جائے۔ اگر آدمی ایسے دونوں غلاموں میں سے ہر ایک غلام کے ایک ایک حصہ کا مالک ہے (مثلاً نصف نصف کا مالک ہے) تو ان میں سے صرف ایک کو فروخت کرنا' اس کے لیے حرام نہیں' کیونکہ اس صورت میں تفریق اس کے فروخت کرنے سے پہلے ہی ثابت ہے اور یہ تفریق محض اسی وقت مکروہ ہے' جب دونوں کو فروخت کرنا ممکن ہو۔ اگر ممکن نہ ہو تو تفریق مکروہ نہیں' حتیٰ کہ اگر ان دونوں غلاموں میں سے ایک غلام اس کا مدبّر ہو اور دوسرا اس کے ایسے عبد ماذون کا غلام ہو' جس پر قرض ہو یا دوسرا اس کے مکاتب کا غلام ہو تو دونوں کے درمیان تفریق جائز ہے (کیونکہ دونوں کو فروخت کرنا ممکن نہیں' اس لیے کہ مدبر غلام کو فروخت نہیں کیا جا سکتا' لہٰذا عبد ماذون یا مکاتب کے غلام کو فروخت کرنا جائز ہے)۔

اگر ایک لونڈی اس کی مدبرہ ہو اور دوسری نابالغہ ہو تو نابالغہ کو فروخت کرنا مکروہ نہیں۔ اگر دونوں میں سے ایک غلام اس آدمی کے مضارب کے پاس ہو تو مضارب کے پاس جو غلام ہے' مضارب اسے فروخت کر سکتا ہے۔

اگر دو بھائی' کسی ایک آدمی کی ملک میں ہوں تو وہ آدمی ان میں سے ایک غلام اپنے ایسے نابالغ بیٹے کو فروخت نہیں کر سکتا' جو اس کے عیال میں شامل ہے' کیونکہ اس صورت میں

ملکیت جدا جدا ہو جائے گی اور حرام یہی بات ہے۔

اور کراہیت اسی صورت میں ہے' جب دونوں نابالغ ہوں یا ایک نابالغ اور دوسرا بالغ ہو' جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے' لیکن اگر دونوں بالغ ہوئے تو دونوں کے درمیان تفریق میں کوئی حرج نہیں' کیونکہ جس کے متعلق نص وارد ہوئی ہے' یہ صورت اس کے حکم میں نہیں[1]۔

نسبی رشتہ داروں کے علاوہ دونوں آپس میں محرم ہوں تو پھر تفریق مکروہ نہیں' کیونکہ دونوں میں رشتہ داری نہیں پائی گئی۔

اگر حربی دارالاسلام میں امان لے کر ایسے دو نابالغ غلاموں کے ساتھ داخل ہوا' جو آپس میں بھائی بھائی ہیں اور اس حربی نے ان دونوں میں سے ایک کو فروخت کرنا چاہا تو اسے خریدنے میں کوئی حرج نہیں' اگر چہ اس صورت میں تفریق پائی جا رہی ہے' کیونکہ اگر ایک کو نہ خریدا تو حربی اسے لے کر دارالحرب میں واپس چلا جائے گا' جس کی وجہ سے حربیوں کا لشکر زیادہ ہو جائے گا۔

اگر حربی نے ان دونوں کو دارالاسلام میں خریدا ہو تو مسلمان کے لیے ان میں سے ایک خریدنا مکروہ ہے اور سلطان حربی کو مجبور کرے گا کہ وہ دونوں کو اکٹھا فروخت کرے۔ واللہ اعلم

کیا وصی نابالغ کی جائیداد فروخت کر سکتا ہے؟

شیخ الاسلام نظام الدین رحمہ اللہ کے ''فوائد'' میں مذکور ہے کہ شیخ الاسلام برہان الدین رحمہ اللہ سے وصی کے متعلق سوال ہوا کہ کیا وصی یتیم کی جائیداد بیع جائز کے طور پر فروخت کر سکتا ہے؟

انہوں نے جواب دیا کہ فروخت کر سکتا ہے اور شیخ الاسلام علاء الدین وغیرہ جو اپنے زمانہ میں سمرقند کے ائمہ میں سے تھے' وہ فتویٰ دیتے تھے کہ وصی فروخت کرنے کا مالک نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اس بیع کے جواز میں یتیم کے مال اور اس کے منافع کا ضائع کرنا ہے' کیونکہ ملک تو نابالغ کے لیے باقی ہے اور منافع اس کی ملکیت سے ہیں' جن کا غیر مستحق ہو رہا ہے اور وصی اس کا

[1] کیونکہ نص یعنی حدیث پاک تو نابالغ غلاموں کے متعلق ہے اور یہ نص خلاف قیاس ہے' لہٰذا اصول کے مطابق اپنے مورد پر ہی بند رہے گی اور بالغ غلاموں کی صورت میں قیاس کے موافق ان کی الگ الگ بیع جائز ہوگی۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

مالک نہیں۔

وصی کے لیے یتیم کے مال سے تجارت کرنے میں کوئی حرج نہیں

''شرح الطحاوی'' کی ''کتاب البیوع'' کے ''باب المصراۃ'' میں مذکور ہے کہ وصی کے لیے یتیم کے مال سے تجارت کرنے میں کوئی حرج نہیں اور جب نقصان ہو جائے تو اس پر کوئی ضمان نہیں۔

غیر کو نابالغ پر دو چیزوں میں ولایت ثابت ہے

غیر کو نابالغ اور نابالغہ پر دو باتوں میں ولایت حاصل ہے' یا نکاح کے معاملات میں یا مصالح میں۔ نکاح کے معاملات میں ولایت کا بیان ہم نے مسائلِ نکاح میں کر دیا ہے اور مصالح کی ولایت کا حق دار وصی ہے پھر وصی کا وصی' اگر باپ فوت ہو گیا اور کسی کو وصی مقرر نہ کیا یا وصی فوت ہو گیا اور کسی کو وصی مقرر نہ کیا تو ولایت دادا کو حاصل ہے۔ اگر دادا فوت ہو جائے تو دادا کے وصی' پھر وصی کے وصی کو ولایت حاصل ہے اور اگر یہ نہ ہوں تو پھر قاضی کو اور جسے قاضی مقرر کر لے' اسے ولایت حاصل ہے اور ان سب کو نابالغ اور نابالغہ کے مال میں معروف طریقے کے مطابق تجارت کی ولایت حاصل ہے۔ اور انہیں نابالغ کی ذات میں' اس کے مال میں' منقولات اور جائیداد میں اجارے (کرائے پر دینے) کی ولایت حاصل ہے۔ اگر ان کی بیع اور اجارہ' مثلی قیمت یا اس سے زائد یا مثلی قیمت سے اتنی کم مقدار کے ساتھ ہو' جس میں لوگوں کو دھوکہ لگ جاتا ہے' تو جائز ہے اور اگر مثلی قیمت سے اتنی کم مقدار کے ساتھ ہو' جس میں لوگوں کو دھوکہ نہیں لگتا تو پھر جائز نہیں اور یہ بیع بلوغ کے بعد اجازت پر موقوف نہیں ہو گی' کیونکہ یہ ایسا عقد ہے' جسے عقد کی حالت میں کوئی جائز قرار دینے والا نہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کا نابالغ کے لیے کوئی چیز اجارہ پر لینا یا خریدنا اگر معروف طریقے کے مطابق ہو تو یہ عقد نابالغ اور نابالغہ پر نافذ ہو گا اور اگر اتنی زیادہ مقدار کے ساتھ ہو' جس میں لوگ دھوکہ نہیں کھاتے تو یہ عقد ان لوگوں پر نافذ ہو گا' نابالغ اور نابالغہ پر نافذ نہیں ہو گا۔ اگر نابالغ اور نابالغہ اجارہ کی مدت میں بالغ ہو جائیں اور اجارہ ان کی ذات پر واقع ہوا ہو تو انہیں اختیار ہے' چاہے اجارہ باطل کر دیں یا اسے جاری رکھیں اور اگر اجارہ ان کی ملکیت پر واقع ہوا ہو تو انہیں باطل کرنے کا اختیار نہیں اور بچپن کی حالت میں خرید وفروخت کا جو سودا ان پر نافذ ہو چکا ہو' نابالغ اور نابالغہ کو اسے

فسخ کرنے کا اختیار نہیں۔

باپ' نابالغ اور نابالغہ کے مال میں نفع حاصل کرنے کے لیے تصرف کرسکتا ہے

باپ' نابالغ اور نابالغہ کا مال ساتھ لے کر سفر کرسکتا ہے اور اسے دوسرے آدمی کو بطورِ مضاربت دے سکتا ہے اور اس مال کو تجارت میں لگا سکتا ہے اور باپ انہیں خرید وفروخت اور طلب اجارہ کے لیے وکیل بنا سکتا ہے اور باپ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ ان کا مال ودیعت رکھے اور انہیں تجارت کی اجازت دے بشرطیکہ وہ خرید وفروخت کو سمجھتے ہوں اور باپ نابالغ کے غلام کو مکاتب بنا سکتا ہے اور اس کی لونڈی کی شادی کرسکتا ہے اور اس کے غلام کی شادی نہیں کرسکتا اور قیاساً اس کا مال بطورِ عاریت نہیں دے سکتا اور استحساناً دے سکتا ہے اور باپ اپنا مال نابالغ کے قرض کی بناء پر رہن (گروی) رکھ سکتا ہے اور اپنے قرض کی بناء پر اس کا مال رہن رکھ سکتا ہے۔ اگر مال ہلاک ہو گیا تو اتنی مقدار کا ضامن ہوگا' جو اس کے قرض سے ادا کیا جا سکے اور باپ نابالغ کا مال اپنے پاس بطورِ مضاربت رکھ سکتا ہے اور مناسب ہے کہ ابتداءً اس پر گواہ مقرر کرلے۔ اگر گواہ قائم نہ کیے تو عنداللہ اس کے لیے نفع حلال ہوگا' لیکن قاضی اس کی تصدیق نہیں کرے گا۔ اسی طرح باپ نے اگر نابالغ بیٹے کے ساتھ شرکت کی اور باپ کا راس المال (اصل مال) نابالغ کے مال سے کم ہوا' اگر گواہ مقرر کرلیے تو نفع شرائط کے مطابق ہوگا اور اگر گواہ مقرر نہ کیے تو عنداللہ اس کے لیے یہ نفع حلال ہوگا' لیکن قاضی اس کی تصدیق نہیں کرے گا اور نفع ان کے راس المال کے مطابق تقسیم کرے گا۔ اسی طرح یہ تمام احکام وصی کے متعلق بھی ہیں۔ یہ تمام مسائل ''شرح الطحاوی'' کی ''کتاب البیوع'' میں ہیں۔

باپ گواہ بنانے کا کب محتاج ہوگا؟

دوسرے مقام پر مذکور ہے کہ اگر باپ یا وصی نے نابالغ کے مال میں تصرف کیا اور نفع ظاہر ہوا' پھر کہا کہ میں نے تو یہ تصرف بطورِ مضاربت کیا تھا' تو اسے نفع سے کوئی چیز نہیں ملے گی' البتہ اگر تصرف کے وقت گواہ قائم کرے کہ بطورِ مضاربت تصرف کر رہا ہوں (تو پھر نفع سے حصہ ملے گا) یہ حکم قضاءً ہے' لہٰذا اس معاملہ میں قاضی اس کی تصدیق نہیں کرے گا' لیکن عنداللہ اس کے لیے نفع ثابت ہوگا' اگرچہ گواہ قائم نہ کیے ہوں۔ (المبسوط ج ۲۲ ص ۱۸۶۔۱۸۷) اس جنس

کے کچھ مسائل مسائلِ مضاربت میں بیان ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

باپ کے تصرف کے لیے قاضی کے حکم کی کب ضرورت ہوگی؟

صاحب المحیط کے ''فوائد'' کے متفرق مسائل میں ہے کہ وصی نے اگر نابالغ کا مال قرض لیا اور اس میں تصرف کیا اور اسے نفع حاصل ہوا' پھر جس مدت میں تصرف کیا تھا' اس مدت میں وہ نفع نابالغ پر خرچ کیا تو وصی احسان کرنے والا شمار ہوگا اور وہ اس خرچ کو اپنے مال کے حساب میں شمار نہیں کر سکتا' کیونکہ وصی ضامن تھا' لہٰذا جب تک وہ معاملہ قاضی کے پاس پیش نہ کرے' یا جسے قاضی نے مقرر کیا ہو مثلاً متولی وغیرہ اس کے پاس معاملہ پیش نہ کرے' اس وقت تک وہ بری الذمہ نہیں ہوسکتا۔

باپ نے اگر اپنے بیٹے کا مال یا اپنی بیٹی کا مہر فروخت کیا تو اس کی ضمان

صاحب المحیط کے ''فوائد'' میں ہے کہ اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کا مال فروخت کیا اور ثمن کا ضامن ہوا تو یہ صحیح نہیں' کیونکہ باپ کو ثمن پر قبضے کا حق عقد کے حکم کی بناء پر ہے۔ اگر یہ ضمان صحیح ہو تو باپ خود اپنے لیے ضامن بنے گا (اور اپنے لیے ضامن ہونا صحیح نہیں) لیکن نکاح کا معاملہ اس کے خلاف ہے' کیونکہ حق مہر پر قبضے کا حق' باپ کو ولایتِ ابویت کی بناء پر ہے' نکاح کرنے کی بناء پر نہیں' اس لیے کہ نکاح کے حقوق کا تعلق عقد کرنے والے سے نہیں ہوتا' لہٰذا باپ اس ضمان میں باقی اجنبیوں کی طرح ہوگا۔

اگر وصی نے یتیم کا مال کسی مفلس کو فروخت کیا

''کتاب النوازل'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے کہ اگر وصی نے یتیم کی جائیداد کسی مفلس کو فروخت کر دی' اگر یہ بیع رغبت کے طور پر ہو تو قاضی' مشتری کو تین ایام کی مہلت دے گا' اگر اس کے لیے ثمن کی ادائیگی ممکن ہوئی تو ٹھیک ہے' ورنہ بیع ختم ہو جائے گی۔

باپ اپنا غلام نابالغ بیٹے کو فروخت کرنے کے بعد اسے آزاد کر سکتا ہے

ہشام کی امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے غریب روایت ہے کہ کسی آدمی نے اپنا غلام اپنے نابالغ بیٹے کو بیع فاسد کے طور پر فروخت کیا' پھر باپ نے وہ غلام آزاد کر دیا تو باپ کی طرف سے اس کا آزاد کرنا جائز ہوگا' نابالغ بیٹے کی طرف سے آزاد کرنا درست نہیں ہوگا' کیونکہ یہ بیع

فاسد ہے اور مبیع (غلام) باپ کے قبضہ میں ہے۔ اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے سے کوئی غلام خریدا اور وہ غلام اس کے قبضہ میں ہے اور غلام فوت ہوگیا تو یہ بیٹے کے مال سے شمار ہوگا' حتیٰ کہ والد اسے کسی کام کا حکم دے یا اسے آزاد کرے' تو اس کا وہی حکم ہوگا جو ودیعت رکھے ہوئے غلام کا حکم ہے' جسے (مودَع نے) خرید لیا ہو۔

''الجامع فی الفتاویٰ'' اور ''مجموع النوازل'' کی ''کتاب الوصایا'' میں یہ مسئلہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

اگر وصی نے یتیم کا مال تجارت میں لگایا' پھر کہا کہ میں نے اسے بطورِ مضاربت لیا تھا

اگر وصی نے یتیم کا مال تجارت میں لگایا اور نفع حاصل ہوا' پھر کہا کہ میں نے تو یہ مال بطورِ مضاربت لیا تھا اور نفع میں میرا حصہ ہے تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور نفع یتیم کو ملے گا۔ اگر وہ مال ہلاک ہوگیا تو وصی ضامن نہیں ہوگا۔ اس کا کچھ حصہ مسائلِ مضاربت اور مسائلِ وصایا میں بیان ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

وصی کا یتیم کے مال سے اپنے لیے کوئی خادم خریدنا

''المنتقیٰ'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے کہ وصی نے یتیم کے مال سے اپنے لیے کوئی خادم خریدا تو اگر ثمن یتیم کے لیے بہتر ہوں تو جائز ہے اور اگر خادم یتیم کے لیے بہتر ہو تو وصی کا اپنے لیے خادم خریدنا جائز نہیں۔ یہ مسئلہ وصی کے مسئلہ کے دوران مذکور ہے' جب وصی نے یتیم کی زمین مزارعت[1] کے طور پر لی ہو اور اس کتاب کے مسائل مزارعت میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مسئلہ مذکور ہوگا۔

اگر وصی نے یتیم کا مال فروخت کر دیا' پھر فوت ہوگیا تو ورثاء مطالبہ کریں گے

''الذخیرہ'' کی ''کتاب الدعویٰ'' کے آغاز میں ہے کہ اگر وصی نے یتیم کا مال فروخت کر

---

[1] کسی کو اپنی زمین کاشت کے لیے دینا کہ پیداوار میں کاشت کار کو نصف یا تہائی وغیرہ حصہ ملے' مزارعت کہلاتا ہے۔ ہمارے ہاں اسے زمین بٹائی پر دینا کہتے ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

دیا اور فوت ہو گیا تو نابالغ کا جو مال فروخت ہوا ہے' اس کے مطالبہ کی ولایت وصی کے ورثاء یا وصی کے وصی کو ہے۔ اگر وصی کا کوئی وارث یا وصی نہ ہو تو قاضی اس کا وصی مقرر کرے گا۔ اس مسئلہ کا بیان ''مسائلِ دعویٰ'' میں ہو گا۔

''فتاویٰ رشید الدین'' کے ''باب دعویٰ الاب والوصی'' میں ہے کہ اگر وصی نے یتیم کا مال فروخت کیا اور فوت ہو گیا اور یتیم بالغ ہو گیا تو مشتری سے ثمن پر قبضہ کرنے اور اس سے مطالبہ کرنے کی ولایت وصی کے وارث کو ہو گی' بالغ ہونے والے یتیم کو نہیں ہو گی۔

اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کو گھر فروخت کیا' پھر وہ گھر مثلی قیمت کے ساتھ کسی اجنبی کو فروخت کر دیا تو صحیح ہے اور باپ کے ذمے بیٹے کے لیے قیمت کی ضمان لازم ہو گی

''فتاویٰ رشید الدین'' کی ''کتاب الدعویٰ'' میں مذکور ہے کہ اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کو گھر فروخت کیا پھر وہ گھر کسی اجنبی کو فروخت کیا تو یہ صحیح ہے' بشرطیکہ مثلی قیمت کے ساتھ فروخت کیا ہو۔

بائع نے دعویٰ کیا کہ بیع بچپن کی حالت میں ہوئی ہے

''الجامع فی الفتاویٰ'' ''کتاب الوکالۃ'' میں ابن سماعہ کے مسائل میں مذکور ہے کہ اگر کسی آدمی نے کہا کہ میں نے بچپن کی حالت میں بیع کی تھی۔ مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے بالغ ہونے کے بعد بیع کی تھی تو بائع کا قول معتبر ہو گا' لیکن جب بائع نے کہا کہ میں نے خریدنے سے پہلے بیع کی تھی اور مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے خریدنے کے بعد بیع کی تھی تو مشتری کا قول معتبر ہو گا۔

حربی مستامن[1] اور مرتد کا اپنے نابالغ بچے کے لیے خرید وفروخت کرنا جائز نہیں اور نہ ہی ان کے لیے اپنے نابالغ بچے کا نکاح کرنا جائز ہے

''الجامع الصغیر'' کی ''کتاب الوکالت'' کے آخر میں مذکور ہے کہ مکاتب یا غلام یا ذمی

[1] جو شخص غیر قوم کی سلطنت میں امان لے کر جائے یعنی حربی کافر دار الاسلام میں یا مسلمان دار الکفر میں امان لے کر جائے تو وہ مستامن کہلاتا ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

نے اپنی نابالغہ' آزاد' مسلمان بیٹی کا نکاح کیا تو جائز نہیں۔ اسی طرح اگر اس نابالغہ کے لیے خرید وفروخت کی تو جائز نہیں۔ اسی طرح جو مرتد حالت ارتداد میں فوت ہوا ہو اور حربی مستامن (جو امن لے کر دارالاسلام میں داخل ہوا ہو) ان کی خرید وفروخت جائز نہیں اور نہ ہی ان کا اپنے نابالغ بیٹے کا نکاح کرنا جائز ہے۔ اس کی تفصیل ''الجامع الصغیر'' میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

دھوکے کی وجہ سے لڑکے کی طرف رجوع نہیں کیا جا سکتا

''ذخیرہ'' کی ''کتاب الغرور'' میں مذکور ہے کہ ہشام نے کہا کہ میں نے امام محمد رحمہ اللہ سے اس لڑکے کے متعلق سوال کیا جو نابالغ ہے اور اسے کسی آدمی نے فروخت کیا اور اس نے اقرار کیا کہ یہ اس کا غلام ہے اور وہ لڑکا خود اپنے متعلق بیان کر سکتا ہے' پھر وہ لڑکا آزادی کا مستحق ہو گیا اور بائع غائب ہو گیا' اس کے بارے میں علم نہیں کہ وہ کہاں ہے؟ تو کیا مشتری دھوکہ کی وجہ سے لڑکے کی طرف رجوع کر سکتا ہے؟ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نہیں۔

کسی نے غیر ماذون بچے سے لونڈی خریدی اور اسے ام ولد بنا دیا پھر اس لونڈی کا کوئی آدمی مستحق ہو گیا

''ذخیرہ'' میں ہی مذکور ہے کہ ہشام نے کہا کہ میں نے امام محمد رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی آدمی نے ایسے بچے سے لونڈی خریدی' جسے اس کے باپ یا وصی کی طرف سے تجارت کی اجازت نہیں اور اس لونڈی کو ام ولد بنا دیا' پھر کوئی آدمی اس لونڈی کا مستحق ہو گیا تو وہ آدمی اس لونڈی کو لے لے گا اور بچہ غلام ہو گا اور اس کا نسب ثابت ہو گا۔ اسی طرح غیر ماذون غلام سے لونڈی خریدی ہو (تو اس کا بھی یہی حکم ہے)۔ ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الغرور'' میں اسی طرح مذکور ہے۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج۲ ص ۱۹۵۔۱۹۶)

کیا مشتری ثمن کے لیے غیر ماذون بچے کی طرف رجوع کرے گا؟ یہ مسئلہ بچے کے پاس ودیعت رکھنے والے مسئلہ کی فرع ہے' جس کا ذکر گزر چکا ہے۔

بچے کو جب احتلام ہو' تو اس پر استبراء لازم ہے

''فتاویٰ ظہیریہ'' میں ہے کہ بچے نے کوئی لونڈی خریدی' پھر بچے کو احتلام ہو گیا تو اس

بچے پر استبراء لازم ہے (کہ ایک حیض آنے تک لونڈی سے وطی نہ کرے)۔ واللہ اعلم

اجارہ کے مسائل[1]

باپ' دادا یا ان کا وصی بچوں کو کسی کام میں اجرت پر لگا سکتا ہے

اگر باپ یا دادا یا ان کے وصی نے بچے کو کسی کام میں اجرت پر لگایا تو یہ جائز ہے' کیونکہ ان لوگوں کو تہذیب و ریاضت کے طور پر (سکھلانے اور عادی بنانے کے لیے) بچے کو بلاعوض کام پر لگانے کی ولایت حاصل ہے تو عوض کے ساتھ کام پر لگانا بطریقِ اولیٰ جائز ہے۔

باپ اور اس کے وصی کی ولایت قائم ہونے کی حالت میں دادا کی ولایت باطل ہے

باپ کی ولایت قائم ہونے کی حالت میں دادا کو کوئی ولایت حاصل نہیں اور باپ کا وصی دادا پر مقدم ہے۔ ہم نے ''مسائل بیوع'' میں ولایت کی ترتیب ذکر کر دی ہے۔ جب ان میں سے کوئی موجود ہو تو کسی اور کے لیے بچے کو مزدوری پر لگانا جائز نہیں' کیونکہ ان کی موجودگی میں کسی اور کو بچے پر کوئی ولایت حاصل نہیں۔

ذی رحم محرم کی جانب سے بچے کو مزدوری پر لگانا جائز ہے

اگر ان میں سے کوئی موجود نہ ہو اور نابالغ بچے کے کسی ذی رحم محرم نے بچے کو مزدوری پر لگا دیا' اگر بچہ اس ذی رحم محرم کی پرورش میں ہو تو یہ اجارہ تہذیب و ریاضت کے طور پر جائز ہے' کیونکہ یہ محرم بچے کو مہذب بنانے اور اس کی تربیت کرنے کا مالک ہے' لہٰذا اسے مزدوری پر لگانے کا بھی مالک ہو گا۔ اگر بچہ کسی ذی رحم محرم کی پرورش میں ہو اور دوسرا ذی رحم محرم جو پہلے کی بہ نسبت بچے کا زیادہ قریبی ہے' وہ بچے کو مزدوری پر لگائے' مثلاً بچہ' چچا کی پرورش میں ہو اور ماں اسے مزدوری پر لگائے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے

[1] عوض کے ساتھ کسی چیز کے نفع کا کسی آدمی کو مالک بنا دینا اجارہ ہے۔ کسی چیز کو کرائے پر دینا' مزدوری پر کام کرنا اور ٹھیکہ یہ سب اجارہ کی صورتیں ہیں۔ ۱۲رضوی غفرلہ

فرمایا کہ جائز نہیں۔

جسے اجارہ کی ولایت ہے اس کا بچے کی اجرت پر قبضہ کر کے اس سے بچے پر خرچ کرنا

جسے بچے پر اجارہ کی ولایت حاصل ہے وہ اجرت پر قبضہ کر سکتا ہے کیونکہ یہ عقد کے حقوق میں سے ہے لہٰذا اس کا عقد کرنے والے کے ساتھ تعلق ہوگا لیکن وہ اس اجرت کو بچے پر خرچ نہیں کر سکتا کیونکہ یہ بچے کا مال ہے اور باپ اور دادا اور ان کے وصی کے علاوہ کسی کو بچے کے مال میں تصرف کی ولایت حاصل نہیں۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۲ص ۲۸۳)

اسی طرح نابالغ بچے کو کسی نے کوئی چیز ہبہ کی تو بچہ جس کی پرورش میں ہے وہ اس پر قبضہ کر سکتا ہے لیکن اسے بچے پر خرچ نہیں کر سکتا۔ وجہ وہی ہے جو ہم نے بیان کر دی ہے اور امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ بچے کی ضروریات پر استحساناً اسے خرچ کر سکتا ہے کیونکہ اس میں تاخیر کرنے سے بچے کا نقصان ہے۔ (الفتاوی الخانیہ ج ۲ص ۲۸۳)

ایک وصی کی جانب سے نابالغ بچے اور اس کے مال کو اجارہ پر دینا جائز ہے

''المنتقی'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر قیاس کے مطابق دو وصیوں میں سے ایک وصی یتیم کو اجرت پر لگا سکتا ہے اور اس کے غلام کو اجرت پر نہیں لگا سکتا۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کے غلام کو اجرت پر لگا سکتا ہے اور باپ' دادا اور ان کی وصی کے لیے نابالغ کے غلام' اس کی سواریاں' اس کی جائیداد اور اس کے باقی اموال کرایہ پر دینا جائز ہے' کیونکہ یہ بیع کے مالک ہیں' لہٰذا کرایہ پر دینے کے بھی مالک ہوں گے اور ان کا غیر جس کی پرورش میں بچہ ہے' اسے بچے کے اموال مثلاً سامان' جائیداد اور حیوان وغیرہ کو کرایہ پر دینے کی ولایت حاصل نہیں' کیونکہ ان کے غیر کو نابالغ کے مال میں تصرف کی ولایت حاصل نہیں اور امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ بچے کے غلام کو اجرت پر لگا سکتے ہیں' کیونکہ بچے کے فائدہ کا لحاظ کرتے ہوئے' انہیں بچے کی ذات میں ولایت حاصل ہے' اسی طرح بچے کے فائدہ کی خاطر اس کے

مال میں بھی انہیں ولایت حاصل ہوگی۔ اسی طرح استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ بچے کے لیے جو ضروری ہے وہ بچے پر خرچ کرسکتے ہیں۔

نابالغ بچے کو گھٹیا پیشوں میں اجرت پر لگانا باطل ہے

اگر بچے کا باپ جولاہا نہ ہو تو بچہ جس کی پرورش میں ہو وہ اسے جولاہے کے سپرد نہیں کر سکتا' کیونکہ بچے کے لیے تصرف کرنے میں شرط ہے کہ اس میں بچے کا لحاظ ہو اور مذکورہ صورت میں تو بچے کا ضرر ہے' اس لیے کہ خسیس پیشوں اور گھٹیا کام سے عزت و شرافت ختم ہو جاتی ہے اور گھٹیا پیشے کی عار اور اس کے بُرے آثار باقی رہ جاتے ہیں' کیونکہ صدیاں گزر جانے کے باوجود آئندہ نسلوں کو آباؤ اجداد کے گھٹیا پیشوں پر عار دلائی جاتی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

جب نابالغ بچہ مدتِ اجارہ میں بالغ ہو جائے' تو اسے اجارہ باقی رکھنے اور اسے فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے

اگر باپ یا دادا یا ان کے وصی نے بچے کو اجرت پر لگایا اور بچہ مدتِ اجارہ میں بالغ ہو گیا تو اسے اختیار ہے' چاہے تو اجارہ باقی رکھے اور چاہے تو اجارہ فسخ کر دے' کیونکہ اجارہ باقی رکھنے میں بچے کے حق میں ضرر ہے۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی علت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ بچہ فقیہ بن جائے تو منصبِ قضاء پر فائز ہو جائے گا اور اگر اس کے باپ نے اسے اجرت پر لگایا ہو تو کیا تم اسے لوگوں کی خدمت کرنے کے لیے چھوڑ دو گے؟ یہ انتہائی قبیح بات ہے۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۲ ص ۲۸۳۔۲۸۴)

بچے کی ذات اور اس کے مال میں فرق کیا گیا ہے' حتیٰ کہ باپ یا دادا یا ان کے وصی نے بچے کا گھر یا اس کا غلام دو سال کی معینہ مدت تک اجرت پر دیا پھر بچہ بالغ ہو گیا تو اسے اجارہ فسخ کرنے کا حق نہیں اور فرق "اصل" اور "ذخیرہ" کی "کتاب الاجارات" سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

(الفتاویٰ الخانیہ ج ۲ ص ۲۸۳' المبسوط ج ۱۲)

بچے نے خود کو اجرت پر لگایا' اس کے دوران بالغ ہو گیا تو اسے اجارہ فسخ کرنے کا حق نہیں

بچے نے جب خود کو مزدوری پر لگایا پھر بالغ ہو گیا تو اسے اجارہ فسخ کرنے کا حق نہیں اور جس غلام کو تصرفات کی اجازت نہیں' اس نے ایک سال تک خدمت کے لیے اپنے آپ کو مزدوری پر لگایا اور نصف سال میں وہ آزاد ہو گیا تو اسے اجارہ فسخ کرنے کا اختیار نہیں اور گذشتہ مدت کی اجرت مالک کے لیے ہوگی اور باقی مدت کی اجرت غلام کے لیے ہوگی۔

اگر اسے مولیٰ نے اجرت پر لگایا ہو' پھر وہ نصف سال میں آزاد ہو گیا تو باقی مدت میں غلام اجارہ فسخ کر سکتا ہے' اگر چاہے تو جاری رکھے اور اگر اس نے اجارہ کو جائز رکھا اور مولیٰ نے اسے معجل اجرت (فوری اجرت) کے عوض اجارہ پر دیا تھا یا اجارہ کے بعد اجرت جلدی لے لی تھی تو اس صورت میں تمام اجرت مولیٰ کو ملے گی اور اگر مولیٰ نے اجرت پہلے نہیں لی تھی اور غلام نے اجارہ کو جاری رکھا تو گذشتہ مدت کی اجرت مولیٰ کے لیے ہوگی اور باقی مدت کی اجرت غلام کے لیے ہوگی' لیکن تمام اجرت پر قبضہ کی ولایت مولیٰ کو ہی حاصل ہوگی۔ غلام نے جب اجارہ باقی رکھنا اختیار کر لیا تو اب اسے اجارہ فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

یہ مسئلہ ''اصل'' کی ''کتاب التحری'' کے آخر میں ہے۔ اور یہاں تک ''فتاویٰ قاضی امام فخر الدین' ذخیرہ اور فتاویٰ امام ظہیر الدین'' سے لکھا گیا ہے۔ (الفتاوی الخانیہ ج ۲ ص ۲۸۳۔۲۸۴)

بچے کو مثلی اجرت سے کم اجرت پر مزدوری پر لگانا جائز نہیں

صاحب المحیط کے ''فوائد'' میں ہے کہ اگر باپ یا دادا یا قاضی نے نابالغ بچے کو کسی کام میں لگا دیا تو یہ جائز ہے' بعض مشائخ نے کہا کہ یہ اس وقت جائز ہے' جب مثلی اجرت پر کام میں لگایا ہو اور اگر کم اجرت پر لگایا تو جائز نہیں اور صاحب محیط رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے کہ یہ جائز ہے' اگرچہ مثلی اجرت سے کم پر ہی ہو۔

''فتاویٰ'' میں ہے کہ اگر وصی نے خود کو یا اپنے غلام کو یتیم کے لیے اجرت پر لگایا تو یہ جائز نہیں اور اگر وصی نے یتیم یا یتیم کے غلام کو اپنے لیے اجرت پر لیا تو امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول پر قیاس کے مطابق یہ جائز ہے' بشرطیکہ اجرت میں اتنا غبن نہ ہو کہ جس سے لوگ دھوکہ نہیں کھاتے۔

باپ اپنی ذات اور اپنا مال اپنے نابالغ بیٹے کو کرایہ پر دے سکتا ہے اور اس کا عکس بھی جائز ہے

اگر باپ نے اپنی ذات یا اپنا مال' اپنے نابالغ بیٹے کو کرایے پر دیا یا اپنے نابالغ بیٹے (یا اس کے مال کو) کرایے پر لیا تو اس اجارہ کے جواز میں کوئی شک نہیں' کیونکہ باپ' نابالغ کا مال اپنے لیے خرید سکتا ہے' اگر چہ اس میں نابالغ کا زیادہ نفع نہ ہو۔ اگر باپ نے اپنا نابالغ بیٹا اجارے پر لیا اور اس نے باپ کا کام کیا تو بیٹے کو کوئی اجرت نہیں ملے گی' کیونکہ باپ کی خدمت بیٹے پر ضروری تھی' لہٰذا اجارہ ایسے کام پر واقع ہوا ہے' جو اجارے کے بغیر ہی ضروری تھا۔ اگر بیٹے نے باپ کو خدمت کے لیے اجرت پر لیا تو یہ جائز نہیں' لیکن اگر باپ نے کام کیا تو اسے اجرت ملے گی' کیونکہ بیٹے کو باپ کی توقیر کا حکم ہے' اور باپ سے خدمت لینے میں اس کی توہین ہے۔ دونوں مسئلوں میں باپ بیٹے میں سے ایک مسلمان یا ذمی ہو' پھر بھی یہی حکم ہے۔

(الفتاوی الخانیہ ج ۲ ص ۳۸۴' المبسوط ج ۱۶ ص ۵۶)

دو وصیوں میں سے ایک بچے کو مزدوری پر لگا سکتا ہے

قدوری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ دو وصیوں میں سے ایک وصی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق بچے کو مزدوری پر لگا سکتا ہے اور اس کے غلام کو مزدوری پر نہیں لگا سکتا۔

ایک یتیم کا مال' دوسرے یتیم کے لیے کرایے پر لینا باطل ہے

اگر دو یتیموں کا ایک وصی ہو اور وہ ان میں سے ایک کا مال دوسرے یتیم کے لیے کرایے پر لے تو یہ جائز نہیں' جس طرح کہ ایک کا مال دوسرے کو فروخت کرنا جائز نہیں۔ اگر باپ نے ایسا کیا تو یہ جائز ہے' جس طرح کہ باپ ایک کا مال' دوسرے کو فروخت کر سکتا ہے۔

غیر ماذون بچے کا خود کو اجارہ پر دینا باطل ہے

اگر غیر ماذون بچے نے خود کو اجارے پر دیا تو یہ جائز نہیں۔ اسی طرح غیر ماذون غلام نے اگر خود کو مزدوری پر لگایا تو یہ جائز نہیں۔ اگر اس نے کام کیا اور سلامت رہا تو استحساناً معین اجر واجب ہوگا۔ اگر کام کی وجہ سے ہلاک ہو گیا تو اگر غیر ماذون بچہ ہوا تو اجارہ پر لینے والے کی برادری پر دیت لازم ہوگی اور بچے نے ہلاک ہونے سے قبل جو کام کیا' مزدوری پر رکھنے والے

پر اس کی اجرت واجب ہوگی اور اگر غیر ماذون غلام ہوا تو مزدوری پر رکھنے والے پر غلام کی قیمت لازم ہوگی اور غلام نے اس کے لیے جو کام کیا' اس کی اجرت اس پر لازم نہ ہوگی' کیونکہ اجارہ پر لینے والا کام لینے کی وجہ سے غلام کا غاصب بن گیا ہے' لہٰذا جب وہ ضامن ہوا تو اسی وقت سے اس کا مالک ہو گیا' لہٰذا وہ اپنی ملکیت سے نفع حاصل کرنے والا ہے (اس لیے کام کی اجرت لازم نہ ہوگی) لیکن آزاد کا حکم اس طرح نہیں' کیونکہ وہاں مستاجر غصب کی وجہ سے ضامن نہیں ہوا۔ محض جنایت کی وجہ سے ضامن ہوا ہے اور جنایت کی ضمان' ملکیت کا فائدہ نہیں دیتی' لہٰذا دونوں مسئلے جدا جدا ہیں۔

نابالغ کا مال یا وقف کا مال مثلی اجرت کے بغیر کرایے پر دینا

وصی یا متولی نے اگر یتیم کا گھر یا وقف شدہ گھر مثلی اجرت کے بغیر کرایے پر دے دیا تو کرایے پر لینے والے پر مثلی اجرت لازم ہوگی۔ کیا وہ رہائش کی وجہ سے غاصب بن جائے گا اور اس پر کوئی چیز لازم نہ ہوگی؟ محمد بن فضل رحمہ اللہ نے اپنے ''فتاویٰ'' میں ذکر فرمایا ہے کہ ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ کے اصول کے مطابق واجب ہے کہ وہ غاصب ہو اور خصاف رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے کہ مستاجر غاصب نہیں ہوگا بلکہ اس پر مثلی اجرت لازم ہوگی۔

(الفتاویٰ الخانیہ ج ۲ ص ۲۸۱-۲۸۴)

قاضی امام رکن الاسلام علی سغدی رحمہ اللہ' خصاف رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے حتیٰ کہ ان سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر کسی انسان نے وقف شدہ گھر یا بچے کا گھر غصب کیا تو مثلی اجرت واجب ہوگی' جب غصب کے متعلق ان کا فتویٰ اس طرح تھا تو اس صورت کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے؟ (اس صورت میں تو ان کے نزدیک بطریق اولیٰ مثلی اجرت واجب ہوگی) اور فتویٰ اس پر ہے کہ اس صورت میں مثلی اجرت واجب ہوگی' چاہے جتنی مقدار بھی ہو' لیکن اگر مستاجر کی رہائش کی وجہ سے گھر میں نقصان آ جائے اور نقصان کی ضمان میں یتیم اور وقف کا زیادہ نفع ہو یا کھیتی میں نقصان آ جائے اور نقصان کی ضمان میں زیادہ نفع ہو تو اس صورت میں نقصان کی ضمان واجب ہوگی۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ نقصان اور مثلی اجرت کو دیکھا جائے گا' ان میں جو زیادہ ہوگی' وقف اور بچے کے لیے وہی واجب ہوگی۔ ''ذخیرہ'' اور ''فتاویٰ قاضی امام فخر الدین'' اور ''فتاویٰ

ظہیریہ'' میں اسی طرح ہے۔(الفتاویٰ الخانیہ ج ۲ص ۲۸۱۔۲۸۲)

نابالغ یا وقف کی زمین غصب کرنے والے کا حکم

قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ اگر کسی مرد نے وقف کی زمین یا نابالغ بچے کی زمین غصب کی تو بعض نے کہا ہے کہ غاصب وقف کے لیے اور بچے کے لیے مثلی اجرت کا ضامن ہوگا اور ظاہر روایت میں ضامن نہیں ہوگا۔ اگر اس غاصب نے یہ مغصوبہ زمین کسی دوسرے کو کرائے پر دے دی تو کرائے پر لینے والے پر غاصب کے لیے معینہ اجرت واجب ہوگی۔(الفتاویٰ الخانیہ ج ۲ص ۲۸۱)

یتیم کی زمین طویل اجارہ پر دینا باطل ہے

اگر وصی نے یتیم کی زمین رسم کے مطابق تین سال تک طویل اجارہ پر دی تو یہ جائز نہیں' اسی طرح نابالغ کے باپ اور متولی کے لیے بھی یہ جائز نہیں' کیونکہ طویل اجارہ میں رسم یہ ہے کہ اجارہ کے مال سے تھوڑا مال پہلے دو سال کے مقابلہ میں قرار دیا جاتا ہے اور زیادہ مال آخری سال کے مقابلہ میں قرار دیا جاتا ہے' لہٰذا اگر یتیم کی زمین یا وقف کی زمین کا اجارہ ہوا تو پہلے دو سالوں میں اجارہ صحیح نہیں ہوگا' کیونکہ وہ مثلی اجرت سے کم کے عوض ہے' لہٰذا صحیح نہیں۔

اگر یتیم کے لیے یا وقف کے لیے کوئی زمین یتیم کے مال یا وقف کے مال سے کرائے پر لی تو آخری سال میں اجارہ مثلی اجرت سے زائد کے عوض ہوگا' لہٰذا درست نہیں ہوگا۔ جب دونوں صورتوں میں بعض سالوں میں اجارہ فاسد ہے تو اگر اس میں یتیم کی یا وقف کی بہتری ہو' تو کیا یہ اجارہ صحیح ہوگا؟ جو حضرات طویل اجارہ کو ایک ہی عقد قرار دیتے ہیں' ان کے قول کے مطابق تو یہ اجارہ صحیح نہیں ہوگا اور جو اسے کئی عقد قرار دیتے ہیں' ان کے قول کے مطابق جس صورت میں یتیم کی بہتری ہو تو اجارہ صحیح ہوگا اور اس کے علاوہ صحیح نہیں ہوگا۔ ظاہر یہ ہے کہ سب صورتوں میں فاسد ہوگا۔

ایک یتیم کے وصی کا دوسرے یتیم کے وصی سے عقدِ اجارہ کرنا باطل ہے تاکہ کسی یتیم کو ضرر نہ ہو

اگر وصی نے یتیم کی زمین کرائے پر دی اور دوسرے یتیم کے وصی نے اسے کرائے پر لے

لیا تو یہ اجارہ صحیح نہیں، کیونکہ اگر اس میں ایک یتیم کی بہتری ہوئی تو دوسرے کے لیے بہتری نہیں ہوگی، لہٰذا یہ اجارہ دونوں یتیموں میں سے کسی ایک کے ضرر سے خالی نہیں ہوگا۔

یتیم کی زمین میں طویل اجارہ صحیح کرنے کے طریقے

یتیم یا وقف کی زمین میں طویل اجارہ کو صحیح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تمام سالوں کی اجرت مثلی اجرت کے برابر رکھی جائے، پھر وصی یا وقف کا متولی مستاجر کو پہلے دو سالوں کی اجرت سے بری قرار دے دے تو امام اعظم ابوحنیفہ وامام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک صحیح ہے۔ یہ سب ''فتاویٰ قاضی خاں'' میں ہے اور میں نے ''مختصر العصام'' میں دیکھا ہے کہ اگر وصی نے یتیم کا گھر طویل مدت کے لیے اجارہ پر دیا تو جائز ہے اور ''فتاویٰ'' کے ''مسائل وقف'' میں ہے اگر وقف شدہ گھر کا اجارہ ایک سال سے زائد کے لیے ہو تو اگر وقف کرنے والے نے شرط لگائی ہو کہ ایک سال سے زائد کے لیے اسے اجارہ پر نہیں دیا جائے گا تو یہ جائز نہیں۔ اگر یہ شرط نہ لگائی تو اس میں علمائے کرام نے کلام کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ جائیداد میں تین سال تک کے لیے اجارہ کے جواز کا فتویٰ دیا جائے گا لیکن اگر عدمِ جواز میں مصلحت ہو تو جواز کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا اور جائیداد کے علاوہ میں ایک سال سے زائد اجارہ کے عدم جواز کا فتویٰ دیا جائے گا، لیکن اگر جواز میں مصلحت ہو تو جواز کا فتویٰ دیا جائے گا اور یہ حکم زمانے اور مقامات کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوتا رہتا ہے۔

اگر وصی اور متولی نے واضح غبن کے ساتھ مثلی اجرت سے زائد کے ساتھ اجارہ پر کوئی چیز لی تو اجرت وصی اور متولی پر واجب ہے

اگر وصی اور متولی نے واضح غبن کے ساتھ مثلی اجرت سے زائد کے عوض اجارہ پر کوئی چیز لی تو اجرت وصی اور متولی پر واجب ہوگی۔ متولی کا مسئلہ ''ملتقط'' کی ''کتاب الوقف'' میں ہے۔

وصی نے یتیم کا مال مقدمہ بازی میں خرچ کیا تو وصی پر ضمان نہیں

قاضی کے پاس نابالغ کے حق میں یا اس کے خلاف مقدمہ تھا، اس میں وصی نے یتیم کا مال بطورِ اجارہ خرچ کیا تو وصی ضامن نہیں ہوگا اور اگر بطورِ رشوت خرچ کیا تو ضمان لازم ہوگی۔

یہ مسئلہ ''الجامع فی الفتاویٰ'' کی ''کتاب الاجارات'' میں اور ''فتاویٰ قاضی خاں'' میں ہے' اس کا کچھ حصہ ''مسائلِ وصایا'' میں بیان ہوگا۔ان شاء اللہ تعالیٰ

آدمی کا کسی مرد کو اپنے لڑکے کی تعلیم کے لیے اجرت پر رکھنا جائز ہے' بشرطیکہ اجارہ کی مدت مقرر ہو

قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ نے اپنے ''فتاویٰ'' کی ''کتاب الاجارات'' کی اجارہ فاسدہ کی فصل میں ذکر کیا ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے کو اجرت پر رکھا تاکہ وہ اس کے غلام یا اس کے بیٹے کو شعر یا ادب یا خط یا حساب یا سلائی وغیرہ کے پیشہ کی تعلیم دے' اگر چھ ماہ یا اس کے مشابہ کوئی معین وقت بیان کر دیا تو مقررہ اجرت واجب ہوگی۔اس مدت میں لڑکا یا غلام سیکھ لے یا نہ سیکھے' بشرطیکہ استاد نے خود کو تعلیم دینے کے لیے پیش کر دیا ہو۔

وقت مجہول ہونے کی وجہ سے اجارہ فاسد ہونے کی صورت میں مثلی اجرت واجب ہوگی

اگر اس کا وقت بیان نہ کیا (کہ کتنی مدت تک تعلیم دینا ہے) تو اجارہ فاسد ہوگا حتیٰ کہ اگر وہ غلام یا لڑکا پیشہ وغیرہ سیکھ گیا تو مثلی اجرت واجب ہوگی' اگر نہ سیکھا تو کوئی چیز واجب نہ ہوگی اور ''کتاب العدت'' میں اسی طرح مذکور ہے کہ عقد مدت پر منعقد ہوتا ہے' حتیٰ کہ معلّم اپنی ذات کو سپرد کرنے سے اجرت کا مستحق ہو جائے گا' تعلیم دی ہو یا نہ دی ہو۔

اور ''کتاب العدۃ'' میں ہی مذکور ہے کہ اگر اپنا بیٹا کسی آدمی کے سپرد کیا کہ اسے فلاں پیشہ سکھائے اور وہ بیٹا چھ ماہ میں ہی پیشہ سیکھ گیا تو یہ اجارہ فاسد ہے اور مثلی اجرت واجب ہوگی۔ اسی طرح اگر والد نے کہا کہ میرا بیٹا اپنے پاس ٹھہرا اور ایک ماہ اس پر خرچ کر تو میں تجھے اتنی رقم دوں گا' یہ صحیح نہیں اور جس قدر خرچ کیا باپ سے اتنا ہی لے گا۔

''الاصل'' کے ''باب اجارۃ الرقیق'' میں مذکور ہے کہ اگر مدت بیان نہ کی ہو تو اس میں دو روایتیں ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔اگر استاذ کے ساتھ یہ شرط رکھی کہ اسے ماہر بنا دے تو اجارہ صحیح نہیں' کیونکہ مہارت کی کوئی حد مقرر نہیں۔

یتیم کے گھر یا وقف شدہ گھر کو کرایہ پر دینے کی حالت میں جب اجرت زیادہ ہو جائے

''الجامع الاصغر'' میں مذکور ہے کہ اگر وصی نے یتیم کا گھر مثلی اجرت کے ساتھ اجارہ پر دیا' پھر اجرت بڑھ گئی تو اجارہ ختم نہیں ہوگا اور اگر وقف شدہ گھر کی اجرت زیادہ ہوگئی تو کیا اجارہ فسخ ہو جائے گا؟ اس میں مشائخ کرام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے' جس طرح کہ ''کتاب الوقف'' سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

باپ اور وصی' مستاجر کو اجرت سے بری کر سکتے ہیں

حاکم نے اپنی ''شروط'' میں ذکر کیا ہے کہ باپ' وصی اور متولی نے جب مستاجر کے ساتھ عقد کیا ہو تو اسے اجرت سے بری کر سکتے ہیں اور وقف اور نابالغ کے لیے یہ ضامن ہوں گے۔ اور مستاجر قضاءً بری ہو جائے گا اور عنداللہ بری نہیں ہوگا۔

باپ' وصی اور وکیل اجارہ ختم کر سکتے ہیں

حاکم کی ''شروط'' میں یہ بھی مذکور ہے کہ باپ اور وصی نے اگر اجارہ ختم کر دیا تو یہ جائز ہے۔ اسی طرح اجارہ کا وکیل اجارہ ختم کر دے تو صحیح ہے' لیکن اگر زمین میں مستاجر نے کاشت کی ہو تو اجارہ ختم کرنا درست نہیں' کیونکہ اس حالت میں جب کہ کھیتی باقی ہو اجارہ فسخ کرنا صحیح نہیں ہوتا' اگرچہ مدت گزر جائے اور جب مدت باقی ہو تو پھر اجارہ کا فسخ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

قاضی کا یتیم کے لیے مثلی اجرت سے زائد پر کوئی چیز اجارہ پر لینا باطل ہے

''العیون'' کی ''کتاب السیر'' میں مذکور ہے کہ اگر قاضی نے یا قاضی کے امین نے یا امیر لشکر نے یتیم کے لیے کوئی مزدور مثلی اجرت سے اتنی زائد اجرت پر رکھا جس میں لوگوں کو دھوکہ نہیں لگتا' مزدور نے کام کیا اور مدت گزر گئی تو زیادتی باطل ہے اور مستاجر پر اس کے مال سے زیادتی میں سے کوئی چیز لازم نہیں ہوگی۔ اگر کہا کہ میں نے اسے اجارہ پر رکھا تھا حالانکہ مجھے علم تھا کہ یہ مناسب نہیں تو ساری اجرت اسی کے مال سے ہوگی۔

''العیون'' کی ''کتاب السیر'' میں اسی طرح مذکور ہے۔ اگر علم نہ ہو تو پھر کوئی چیز اس لیے لازم نہیں ہوتی کہ قاضی یا اس کے امین نے جب عقد کیا ہو تو ان پر عہدہ لازم نہیں ہوتا

اور عقد کے حقوق کا ان سے تعلق نہیں ہوتا اور نہ ہی انہیں خصومت لازم ہوتی ہے' کیونکہ اگر قاضی کو خصومت لازم ہو تو پھر جس صورت میں وہ خصم بن رہا ہے' وہاں اس کا حکم نافذ نہیں ہوگا۔

اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایک آدمی نے اپنا غلام کسی جولاہے کے سپرد کیا کہ وہ معین مہینوں تک کپڑا ابنا سکھلانے کے لیے اس کا استاذ ہوگا اور یہ شرط لگائی کہ استاذ ہر ماہ مولیٰ کو ایک درہم دے گا تو یہ جائز ہے اور یہ غلام کا اجارہ ہے (کہ مولیٰ نے اسے استاذ کو اجارہ پر دیا ہے)۔

اجارہ کے وہ مسائل جن میں عرف کے مطابق حکم لگایا جاتا ہے

اگر اپنا غلام یا اپنا بیٹا کسی استاذ کے سپرد کیا کہ وہ اسے سکھلائے اور دونوں میں سے کسی نے شرط نہ لگائی کہ اجرت استاذ پر ہوگی یا مولیٰ پر جب غلام یا لڑکے نے کام سیکھ لیا تو اختلاف ہوگیا۔ استاذ نے مولیٰ یا باپ سے اپنی اجرت طلب کی اور غلام یا بیٹے نے استاذ سے اپنی مزدوری مانگی تو اس میں عرف و عادت کی طرف رجوع کیا جائے گا' عرف و عادت میں جس پر اجرت واجب ہوگی' اسی پر اجرت کا حکم لگایا جائے گا۔

شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے شیخ امام رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جن کاموں میں متعلم بعض قیمتی چیزوں کو خراب کر کے وہ کام سیکھے' مثلاً جواہر میں سوراخ کرنا یا اس کے مشابہ کوئی کام ہو تو وہاں ہمارے علاقے عرف میں یہ ہے کہ اگر اجرت مقرر ہو تو مولیٰ پر اجرت لازم ہوگی اور اگر اجرت مقرر نہ ہو تو استاذ پر مثلی اجرت لازم ہوگی اور جو کام اس جنس سے نہ ہو' وہاں استاذ پر اجرت واجب ہوگی۔ یہ تمام بحث ''فتاویٰ قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ'' میں ہے اور ''فتاویٰ دیناری'' کی ''کتاب الاجارات'' کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک آدمی کسی قریب البلوغ کو اپنے گھر ٹھہرانے کے لیے لایا کہ وہ آدمی اسے روٹی اور لباس دے گا اور وہ لڑکا اس کی خدمت میں مشغول رہے گا اور یہ بھی مقرر کیا کہ اسے پیشہ کی تعلیم دے گا۔ وہ لڑکا اس آدمی کے پاس دو سال مشغول رہا' پھر دونوں علیحدہ ہو گئے تو اس قریب البلوغ کے کام کی مثلی اجرت اس مرد پر واجب ہوگی۔

اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ کسی آدمی نے اپنا قریب البلوغ لڑکا کسی کاریگر کے سپرد کیا

اور اسے لکھا کہ لڑکا نابالغ ہے' پھر ایک مدت کے بعد اسے ہٹانے کا ارادہ کیا تو اسے کہے گا کہ میں اپنے لڑکے کو اس پیشے کی تعلیم نہیں دینا چاہتا اور تو نے اسے جو تعلیم دی ہے' اس مقدار کی اجرت مجھ پر لازم ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ جب اپنا قریب البلوغ لڑکا پیشہ کی تعلیم دینے کے لیے کسی شخص کے سپرد کیا اور کہا کہ تیرے لیے اجرت ہے تو یہ صحیح ہے اور وہ معلم مثلی اجرت کے لیے اس شخص کی طرف استحسانا رجوع کرے گا' چاہے یہ عقد باپ نے کیا ہو یا ماں نے۔

کسی آدمی نے اپنا لڑکا کاری گر کے سپرد کیا کہ اجرت کے ساتھ اسے پیشہ کی تعلیم دے۔ وہ آدمی فوت ہو گیا تو لڑکے کے مال سے اجرت لینا جائز ہے یا فوت شدہ باپ کے ترکہ سے بیٹے کے حصہ سے اجرت لی جائے گی۔ یہ اسی طرح ہے جیسے نابالغ بیٹے کی بیوی کے مہر کی ضمان یا بیٹے کے مال سے ادا کی جاتی ہے یا باپ کے مال سے بیٹے کے حصہ سے ادا کی جاتی ہے۔

(المبسوط ج ۱۵ ص ۱۴۴)

شیخ الاسلام برہان الدین رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ قریب البلوغ لڑکے کی ماں نے کسی شخص کو اپنے بیٹے کو پیشہ سکھلانے کے لیے مقرر کیا اور کہا کہ لڑکا اپنے استاذ کی چار سال تک خدمت کرے گا تو کیا استاذ پر اس قریب البلوغ لڑکے کی اجرت واجب ہو گی؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! اجرت واجب ہو گی۔ جب ماں نے کہا ہو کہ یہ تیرے لیے کام کرے گا۔ میں نے شیخ الاسلام نظام الدین رحمہ اللہ کے ''فوائد'' میں اسی طرح دیکھا ہے۔

جب بچہ اجارہ کی مدت کے دوران کام سے رک گیا تو کیا معلم بچے کی طرف رجوع کر سکتا ہے؟

صاحب المحیط کے ''فوائد'' میں ہے کہ عاقل بچے نے اپنے باپ کی اجازت سے خود کو کسی کے پاس اجارہ کے لیے دیا کہ وہ دو سالوں میں اسے معین پیشہ سکھائے' اس شرط پر کہ یہ بچہ تیسرے سال اپنے استاذ کے لیے تین دیناروں کے عوض کام کرے گا۔ بچے نے تیسرے سال چار ماہ تک کام کیا' پھر کام سے رک گیا تو کیا معلم بقیہ مدت کے لیے ان تین دیناروں کی وجہ سے بچے کی طرف رجوع کر سکتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ معلم کو یہ حق حاصل نہیں۔ واللہ اعلم

فوت شدہ استاذ کے ورثاء کی طرف شاگرد کے رجوع کرنے میں۔۔ عرف کے مطابق حکم لگایا جائے گا

صاحب المحیط کے ''فوائد'' میں یہ الفاظ ہیں کہ ایک شخص دوسرے کے پاس گیا کہ اسے پیشہ سکھلا دے اور اس آدمی نے اسے پیشہ سکھلا دیا' پھر فوت ہو گیا تو کیا شاگرد کو استاذ کے ورثاء سے اپنے کام کی اجرت طلب کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ عرف کی طرف دیکھا جائے گا۔ اگر عرف میں اس شاگرد کو کام کی اجرت دی جاتی ہو تو وہ مستحق ہو گا ورنہ نہیں۔

مستاجر کے لیے اجارہ فسخ کرنا' کب جائز ہے؟

قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ کے فتاوٰی میں ہے کہ جسے بچے کے اجارہ کی ولایت حاصل ہے' جب وہ کسی استاذ کو اجرت پر مقرر کرے کہ وہ بچے کو اس سال میں کام سکھلائے۔ جب نصف سال گزر گیا اور استاذ نے بچے کو وہ کام نہ سکھلایا تو مستاجر اجارہ فسخ کر سکتا ہے۔

اجارہ کی شروطِ فاسدہ

''ملتقط'' کی ''کتاب الاجارات'' میں ہے کہ اگر کسی نے اپنا بیٹا استاذ کے سپرد کیا کہ چار سال میں اسے فلاں پیشہ سکھلائے اور باپ پر شرط لگا دی کہ اگر اس نے چار سال سے پہلے بیٹے کو روک لیا تو باپ کے ذمہ استاذ کے لیے سو درہم ہوں گے اور باپ نے اسے تین سال بعد ہٹا لیا تو اس سے سو درہم کا مطالبہ نہیں کرے گا' البتہ اپنے کام کی مثلی اجرت طلب کرے گا۔

قرآن پاک اور فقہ کی تعلیم کے لیے بچے کے مال سے معلم کو اجرت پر مقرر کرنا

ہمارے زمانہ میں تعلیمِ قرآن کے لیے معلم کو اجرت پر مقرر کرنا جائز ہے اور بچے کے والد کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا اور ہمارے اصحاب رحمہم اللہ سے ''اصل'' کی روایت میں ہے کہ جائز نہیں اور میں نے بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ کسی آدمی کو اپنے بیٹے کو قرآن پاک یا فقہ یا فرائض کی تعلیم کے لیے اجرت پر مقرر کرنا یا رمضان المبارک میں امامت کروانے کے لیے یا اذان دینے کے لیے اجرت پر مقرر کرنا جائز نہیں اور یہ ہمارے نزدیک ہے' امام شافعی

رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے اور ہمارے بہت سے مشائخ نے امام شافعی رحمہ اللہ کی اس اجارہ کے جواز میں موافقت کی ہے' مثلاً نصیر بن یحییٰ اور عصام بن یوسف وغیرہ۔

(الفتاوی الخانیہ ج ۲ ص ۲۹۷۔۲۹۸)

ابونصر بن سلام رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ بچے کے والد کے گھر کے دروازے پر اجرت کے لیے کیل لگانے (کے جواز) کا فتویٰ دیتے تھے۔ ''کتاب العدۃ'' میں مذکور ہے کہ اگر باپ نے معلم کو وظیفہ دینے سے انکار کر دیا تو باپ کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ معلم کو کوئی ایسی چیز دے جو قرآن کریم مکمل کرنے کے موقع پر دی جاتی ہے یا اس کے مناسبات مثلاً عید وغیرہ کے موقع پر دی جاتی ہے۔ رکن الاسلام ابوالفضل کرمانی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ فتویٰ میں لکھتے تھے کہ باپ معلم کو کوئی چیز دے کر خوش کرے گا اور ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ اسی طرح فتویٰ دیا کرتے تھے۔

تعلیم قرآن وغیرہ پر اجرت لینے کے جواز کا حیلہ

اس کا حیلہ یہ ہے کہ معلم کو ایک معین مدت کے لیے اجرت پر رکھ لے' پھر اسے تعلیم قرآن کا حکم دے۔

کسی آدمی نے اپنے سوار ہونے کے لیے کرائے پر سواری لی' پھر اپنے ساتھ کسی بچے کو سوار کر لیا تو زیادتی کے مطابق ضمان لازم ہوگی

''ذخیرہ'' کی ''کتاب الاجارات'' میں ہے کہ کسی آدمی نے اپنے سوار ہونے کے لیے کرائے پر سواری لی' پھر اپنے ساتھ ایسے چھوٹے بچے کو سوار کر لیا' جو سواری استعمال نہیں کر سکتا اور نہ ہی اسے پھیر سکتا ہے' تو (بچے کے بوجھ کے مطابق) زیادتی کے حساب سے ضمان ادا کرے گا کیونکہ جو بچہ اس طرح کا ہے' اسے اٹھانا اور کسی اور چیز کو اٹھانا برابر ہے۔

اور اس کے ایک ورق بعد یہ بھی مذکور ہے کہ کسی نے سوار ہونے کے لیے سواری کرائے پر لی اور اس نے اپنے ساتھ ایک ایسا بچہ بٹھا لیا جو خود کو سواری پر نہیں ٹھہرا سکتا اور اس کے بٹھانے سے سواری ہلاک ہوگئی تو وہ ضامن ہوگا' کیونکہ اس نے (عقد کی) مخالفت کی ہے' اس لیے کہ جو بچہ اپنے آپ کو سواری پر نہیں ٹھہرا سکتا وہ بوجھ کے بہ منزلہ ہے اور اگر اس نے اپنے پیچھے کسی ایسے بچے کو بٹھایا جو خود کو سواری پر ٹھہرا سکتا ہے تو وہ نصف قیمت کا ضامن ہوگا' لہٰذا

ثابت ہوا کہ بچے کو سواری پر بٹھانا بوجھ لادنے کے بہ منزلہ ہے' سوار کرانا نہیں اور سواری کے ساتھ بوجھ لادنا' دو مختلف جنسیں ہیں لہٰذا اس وجہ سے وہ غاصب ہوگا اور ضمان لازم ہوگی۔

عورت کے لیے بہ وقتِ ضرورت اپنے نابالغ بیٹے کے گھر میں رہائش کرنا جائز ہے

میں نے ''کتاب الفوائد'' میں دیکھا کہ صاحب المحیط سے اس عورت کے متعلق سوال ہوا کہ جس کا نابالغ لڑکا ہے اور اس نابالغ لڑکے کا گھر ہے تو کیا وہ عورت اپنے نابالغ لڑکے کے گھر میں رہائش اختیار کر سکتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اگر اس عورت کا شوہر نہ ہو تو وہ ضرورت کی بناء پر رہائش اختیار کر سکتی ہے۔ اور اگر اس کا شوہر موجود ہو تو پھر اسے یہ حق حاصل نہیں' کیونکہ اس کی رہائش خاوند پر واجب ہے' لہٰذا وہ رہائش کی محتاج نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر اس کے پاس مال ہو (تو پھر بھی رہائش اختیار نہیں کر سکتی)' اگر اس نے خاوند کے حکم کے بغیر رہائش کر لی تو کیا وہ گنہگار ہوگی؟ تو صاحب المحیط نے جواب دیا کہ ہاں! وہ گنہگار ہوگی اور اس کی مثلی اجرت لازم ہوگی۔

انہوں نے فرمایا کہ دیکھا جائے گا کہ اگر بچے کا قبضہ قائم ہو کہ وہ روکنے اور سپرد کرنے پر قادر ہو' اس طرح کہ وہ لڑکا دس برس یا زائد عمر کا ہو تو عورت پر اجرت لازم نہیں' کیونکہ سپرد کرنا نہیں پایا گیا اور اگر لڑکے کا قبضہ قائم نہ ہو کہ وہ نابالغ ہو تو عورت پر مثلی اجرت واجب ہوگی۔ اور مشائخ کرام رحمہم اللہ کا جواب یہی ہے' لیکن کتاب کے جواب کے مطابق عورت پر اجرت لازم نہیں ہوگی' کیونکہ وہ غاصبہ ہوگئی ہے اور فتویٰ مشائخ کے جواب پر ہے۔ اور قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ماں کے لیے اپنے نابالغ لڑکے کے گھر میں رہائش اختیار کرنا جائز ہے اگرچہ اس کا خاوند ہو اور اس پر مثلی اجرت واجب نہیں ہوگی۔

ماں جب شادی کرلے تو اسے اپنے بیٹے کے گھر میں رہائش کرنے سے منع کرنا جائز ہے

''الجامع الاصغر'' میں ہے کہ ایک آدمی ایک گھر' نابالغ بیٹا اور بیوی چھوڑ کر فوت ہوا تو میت کے بھائی عورت کے (دوسرے) خاوند کو گھر میں داخل ہونے سے روک سکتے ہیں اور

بیٹے کو اس عورت سے لے سکتے ہیں۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۲ ص ۲۸۴)

مستاجر نے بچے کے لیے لباس بنایا تو اسے بطورِ عاریت دینے کا حکم

''ذخیرہ'' کی ''کتاب الاجارات'' کی فصل ثامن کے آخر میں ہے کہ ایک آدمی نے بچے کو کسی آدمی کے پاس بٹھایا کہ اس کے ساتھ کام کرے۔ اس آدمی نے بچے کے لیے لباس لیا' پھر ظاہر ہوا کہ بچہ اس کے ساتھ کام نہیں کرے گا' اگر اس نے کھردرا کپڑا دیا ہو اور بچے نے اس کی سلائی کروالی ہو تو اس آدمی کا لباس پر کوئی حق نہیں' کیونکہ سلائی کروانے سے بچہ اس لباس کا مالک بن گیا ہے' لہٰذا دینے والے کا حق اس سے ختم ہو گیا ہے اور ہم نے اسے ''مسائلِ عاریت'' میں ذکر کیا ہے۔ اگر آدمی نے اپنے شاگرد کے لیے کپڑا لیا اور شاگرد بھاگ گیا اور اس آدمی نے وہ لباس کسی دوسرے کو دینے کا ارادہ کیا تو اسے یہ حق نہیں' البتہ اگر لباس لیتے وقت بیان کر دیا ہو کہ یہ بطورِ عاریت ہے (تو پھر کسی اور کو دے سکتا ہے)۔

اپنے بچے کے لیے دودھ پلانے والی دایہ مقرر کرنے کے بعد باپ فوت ہو گیا تو پھوپھی کی جانب سے اجارہ باطل کرنے میں شرعی حکم

کسی آدمی نے اپنے بچے کو دودھ پلانے کے لیے ایک سال تک کے لیے دایہ کو اجرت پر رکھا' اس نے ایک ماہ دودھ پلایا کہ باپ فوت ہو گیا اور بچے کی پھوپھی نے دایہ کو کہا کہ تو اسے دودھ پلا تو ہم تجھے اجرت دیں گے۔ دایہ نے اس کے بعد بچے کو چند ماہ دودھ پلایا۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جس وقت باپ نے دایہ کو اجرت پر رکھا تھا تو اس وقت اگر بچے کے پاس مال نہ ہو تو باپ پر اس کے مال سے اجرت واجب ہوگی اور جب باپ فوت ہو گیا تو اجارہ باطل ہو جائے گا اور جب پھوپھی نے باپ کی موت کے بعد یہ بات کہی اور وہ پھوپھی وصیہ نہیں تھی تو یہ پھوپھی کی طرف سے اجارہ ہوگا' لہٰذا پھوپھی پر ہی اجرت واجب ہوگی اور اگر پھوپھی باپ کی جانب سے وصیہ ہو تو جس وقت بچے نے مال حاصل کر لیا تو وہ پھوپھی اس اجرت کے لیے بچے کی طرف رجوع کرے گی۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۲ ص ۳۴۲۔۳۴۳)

اگر باپ نے اس دایہ کو جب اجرت پر رکھا تھا' اس وقت بچے کے پاس مال ہو تو باپ کی موت سے اجارہ باطل نہیں ہوگا اور اگر اس وقت بچے کے پاس مال نہ ہوا پھر اس نے مال حاصل کر لیا' اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟ قاضی امام ظہیر الدین رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں

ذکر فرمایا کہ میرے والد رحمہ اللہ سے اس مسئلہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ بقیہ کی اجرت بچے کے مال میں ہوگی اور گذشتہ کی اجرت باپ پر لازم ہوگی۔

دودھ پلانے کے مکان میں دودھ پلانے والی دایہ کو اختیار ہے اگر اس پر یہ شرط نہ لگائی ہو

اگر دودھ پلانے والی دایہ کے اجارہ میں' باپ کے گھر دودھ پلانے کی شرط نہ لگائی ہو تو اسے اختیار ہے' چاہے تو باپ کے گھر میں دودھ پلائے اور چاہے تو اپنے گھر میں دودھ پلائے اور اگر باپ کے گھر میں دودھ پلانے کی شرط لگائی ہو تو وہ باپ کے گھر میں ہی دودھ پلائے گی۔

اجارہ میں شروطِ فاسدہ

اگر آدمی نے اپنے بیٹے کے دودھ پلانے کے لیے ایک سال کی مدت تک سو درہم اجرت پر دایہ مقرر کی اور یہ شرط لگائی کہ اگر بچہ سال سے پہلے فوت ہو گیا تو تمام دراہم دایہ کے ہوں گے' تو یہ اجارہ فاسد ہے' کیونکہ یہ شرط عقد کے مقتضیٰ کے خلاف ہے۔

(الفتاویٰ الخانیہ ج ۲ ص ۳۴۳)

دایہ کب دودھ پلانے پر مجبور کی جائے گی؟

اگر کوئی دایہ ایک ماہ کے لیے اجرت پر رکھی۔ جب مہینہ گزر گیا تو دایہ نے مثلی اجرت پر بچے کو دودھ پلانے سے انکار کر دیا اور بچہ اس دایہ کے علاوہ کسی عورت کے پستان نہیں پکڑتا تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دایہ کو مثلی اجرت پر دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا۔ کہا گیا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے' جب دایہ کا خاوند نہ ہو لیکن اگر اس کا خاوند ہو اور اس نے اسے اجازت نہ دی تو خاوند اسے روک سکتا ہے' چاہے بچہ کی ہلاکت کا خوف ہو' اس کی مکمل تفصیل ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الاجارات'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔ (المبسوط ج ۲ ص ۱۲۱)

دایہ کے حقوق و واجبات

دایہ پر بچے کے والدین کا کوئی کام کرنا لازم نہیں۔ بچے کو غسل دینا' اس کی مصالح کا

انتظام اسے تیل لگانا اس کے طعام کا انتظام کرنا دایہ کے فرائض میں شامل ہے اور ان چیزوں میں سے کسی کا ثمن دایہ پر واجب نہیں ہوگا۔

بچے کو نقصان پہنچنے کی صورت میں دایہ پر ضمان واجب نہیں

اگر بچہ دایہ کے ہاتھ سے ضائع ہو گیا یا گر کر مر گیا یا بچے کے زیورات یا کپڑوں میں سے کوئی چیز چرائی گئی تو دایہ پر ضمان لازم نہیں۔

کیا دایہ یا مسترضع کے لیے اجارہ فسخ کرنا جائز ہے؟

دایہ یا مسترضع (جس نے اجرت پر دایہ کو دودھ پلانے کے لیے رکھا ہے) کو عذر کے بغیر اجارہ فسخ کرنا جائز نہیں جس طرح باقی اجارات کا حکم ہے۔ بچے والوں کا عذر یہ ہے کہ بچہ اس دایہ کا دودھ نہ پیے یا قے کر دے کیونکہ جب تک یہ حالت ہو تو مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر عورت حاملہ ہو کیونکہ حمل دودھ کو خراب کر دیتا ہے۔ اسی طرح اگر عورت بیمار ہو کیونکہ تمام اقسام کے مرض سے دودھ میں فساد آ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر عورت چوری کرنے والی ہو کیونکہ اس سے بچے کو زیادہ ضرر لاحق ہوگا' اسی طرح اگر عورت واضح طور پر بدکاری کرنے والی ہو' اسی طرح اگر بچے کے گھر والے سفر کرنا چاہیں اور دایہ ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دے' اسی طرح اگر وہ بداخلاق اور فحش گو ہو۔

اس کی مکمل تفصیل ''ذخیرہ'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔

ان صورتوں اور مواقع کا بیان' جہاں مسترضع دایہ کو روکنے کا حق رکھتا ہے

جو بات بچے کے لیے مضر ہو مثلاً جس گھر میں بچہ ٹھہرا ہوا ہے' اس گھر سے کثیر زمانے تک باہر نکل جانا یا اس کے مشابہ کوئی بات ہو تو گھر والے دایہ کو روک سکتے ہیں اور جو بات بچے کے لیے مضر نہیں' اس سے دایہ کو نہیں روک سکتے' کیونکہ وہ اس کی محتاج ہے اور اتنی مقدار اجارہ سے مستثنیٰ قرار دی جائے گی' مثلاً اوقاتِ نماز وغیرہ۔

کتاب میں ''کل ما یضر'' (ہر وہ چیز جو نقصان دہ ہو) کے الفاظ ہیں' اس سے مراد وہ چیز ہے جو بچے کے لیے لامحالہ نقصان دہ ہو' لیکن جس میں نقصان کا وہم ہو اس سے نہیں روک سکتے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اپنے گھر میں دایہ کو اپنے خاوند کو خود پر قابو دینے سے نہیں روکا جاتا؟ حالانکہ اس میں ضرر کا وہم ہے (کہ وہ حاملہ ہو سکتی ہے' جو بچے کے لیے مضر ہے)۔

ماں اپنے بچے کو دودھ پلانے پر اجرت کی مستحق نہیں

اگر خاوند نے اپنی بیوی کو اپنے بچہ کے دودھ پلانے کے لیے اجرت پر مقرر کیا اور وہ بچہ اسی بیوی سے ہے اور اس نے دودھ پلا دیا تو قدوری اور شمس الائمہ سرخسی رحمہما اللہ نے ذکر فرمایا ہے کہ اس عورت کے لیے کوئی اجرت نہیں' کیونکہ اس بچے کو دودھ پلانا دیانۃً عورت پر لازم ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والوالدات یرضعن اولادھن. اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو۔ (البقرہ:۲۲۳)

اگرچہ عورت کو اس پر مجبور نہیں کیا جاتا' جس طرح خاوند بیوی کو گھر میں جھاڑو دینے' کپڑے دھونے روٹی پکانے کے لیے اجرت پر رکھے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

(المبسوط ج ۱۵ ص ۱۲۷)

اگر خاوند نے طلاق کے بعد اسے اجرت پر رکھا تو اگر طلاقِ رجعی ہوئی پھر بھی یہی حکم ہے' کیونکہ ملکِ نکاح ختم نہیں ہوئی۔ اگر طلاقِ بائن ہوئی تو ظاہر روایت میں یہ اجارہ جائز ہے اور سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جائز نہیں۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۲ ص ۳۴۳)

اگر خاوند نے عدت گزر جانے کے بعد بیوی کو اسی سے ہونے والے اپنے بچے کے دودھ پلانے کے لیے اجرت پر مقرر کیا تو جائز ہے اور اگر اجارہ کی مدت گزرنے سے پہلے اس سے پھر شادی کر لی تو اس مسئلہ میں کوئی روایت نہیں۔ شیخ امام ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ سے اس بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے کہا کہ اجارہ باطل نہیں ہوگا' کیونکہ فائدے کے وہم سے حکم ثابت نہیں ہوتا' جب تک فائدے کا توہم باقی رہے اور یہاں بھی فائدے کا وہم ثابت ہے کہ وہ اسے اس کے بعد طلاق دے دے۔

مذکورہ حکم اس وقت ہے کہ جب اپنی بیوی کو اسی کے بیٹے کے دودھ پلانے کے لیے اس شرط پر اجرت پر مقرر کیا کہ اجرت باپ پر لازم ہوگی اور اگر بچے کے پاس مال ہوا اور باپ نے اپنی بیوی کو اسی کے بچے کے دودھ پلانے کے لیے اجرت پر مقرر کیا تو ابن رستم کی امام محمد رحمہما اللہ سے روایت ہے کہ اجارہ صحیح ہوگا اور عورت کو اجرت ملے گی اور بعض مشائخ نے اسی روایت پر عمل کیا ہے' کیونکہ دودھ پلانا نفقہ کے بہ منزلہ ہے' جب بچے کے پاس مال ہو تو اس کے

والدین پر نفقہ واجب نہیں ہوتا اور دودھ پلانے کی اجرت بچے کے مال سے ہوگی۔ اگر خاوند نے بیوی کو اپنے اس بچہ کے دودھ پلانے کے لیے اجرت پر مقرر کیا جو کسی دوسری بیوی سے ہے تو یہ جائز ہے اور اگر بیوی کی خادمہ کو اسی بیوی سے ہونے والے اپنے بچہ کے دودھ پلانے کے لیے اجرت پر مقرر کیا تو جائز نہیں۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج۲ ص۳۴۴)

اگر اس کی مکاتبہ کو اجرت پر رکھا تو یہ جائز ہے۔

مسلمان عورت کافر کے بچے کو دودھ پلا سکتی ہے

مسلمان عورت کے لیے اجرت پر کافر کے بچے کو دودھ پلانے میں کوئی حرج نہیں۔

جن صورتوں میں اجارہ فسخ کرنا مباح ہے

اگر دودھ پلانے والی دایہ اجرت پر رکھی، پھر پتہ چلا کہ یہ مجنونہ یا زانیہ یا کم عقل ہے تو اجارہ فسخ کرنے کا حق ہے۔ (المبسوط ج۱۵ ص۱۱۹)

دایہ کے لیے مسترضع کے علم کے بغیر دوسرے بچے کو دودھ پلانا حرام ہے

اگر عورت نے کسی دوسری قوم کے بچے کو دودھ پلانے کے لیے اپنے آپ کو اجرت پر مقرر کیا اور پہلے بچے کے گھر والوں کو اس کا علم نہ ہوا اور اس نے دودھ پلایا حتیٰ کہ وہ فارغ ہو گئی تو وہ گنہگار ہے کیونکہ اس نے خیانت کی ہے اور دونوں فریقوں پر اس کی کامل اجرت لازم ہوگی، کیونکہ دونوں کا مقصود حاصل ہوا ہے اور وہ اجرت میں سے کوئی چیز صدقہ نہیں کرے گی۔

بچے کو دودھ پلانے کے لیے ذوی الارحام کو اجرت پر رکھا جا سکتا ہے

''فتاویٰ قاضی خاں'' میں ہے کہ آدمی نے اپنے بچے کو دودھ پلانے کے لیے اپنی ماں یا بہن یا بیٹی کو اجرت پر رکھا تو جائز ہے اور اجرت واجب ہوگی، کیونکہ ان پر بچے کو دودھ پلانا واجب نہیں، نہ شرعاً نہ عرفاً۔

دایہ کو اجرت پر رکھنے کا حق دار کون ہے؟

باپ، دادا، وصی اور قاضی کے علاوہ کسی نے یتیم کے دودھ پلانے کے لیے دایہ اجرت پر رکھی تو وہ باقی اجنبیوں کی طرح، اجنبی شمار ہوگا۔

شیر خوار بچے کے رشتہ داروں پر دودھ پلانے کی اجرت کب لازم ہوگی؟

جب یتیم کی ماں نہ ہو جو اسے دودھ پلائے اور نہ ہی اس کے پاس مال ہو تو بچے کے رشتہ داروں پر میراث کے مطابق دودھ پلانے کی اجرت لازم ہوگی' کیونکہ دودھ پلانے کی اجرت نفقہ کے بہ منزلہ ہے' جس پر نفقہ واجب نہیں' اس پر یہ اجرت واجب نہیں ہوگی۔

ختنہ کرنے والے کی اجرت بچے کے مال میں واجب ہوگی اگر بچے کے پاس مال نہ ہوا تو باپ پر لازم ہوگی

ختنہ کرنے والے کی اجرت باپ یا بچے پر واجب ہے۔ صاحب محیط رحمہ اللہ نے فتویٰ دیا ہے کہ اگر بچے کے پاس مال ہو تو اجرت اس کے مال میں ہوگی اور اگر مال نہ ہو تو اجرت باپ پر ہوگی' جس طرح نفقہ کا حکم ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

تقسیم کے مسائل

شرکاء کے درمیان جب کوئی نابالغ بچہ ہو تو تقسیم کے لیے قاضی کا حکم ضروری ہے

جب شرکاء تقسیم پر متفق ہو جائیں اور تقسیم کرلیں تو جائز ہے لیکن اگر ان میں کوئی نابالغ بچہ ہو تو اس صورت میں تقسیم کے لیے قاضی کا حکم ضروری ہے' کیونکہ شرکاء کو بچے پر کوئی ولایت حاصل نہیں۔ (المبسوط ج ۱۵ ص ۳۵)

قاضی نابالغ کی طرف سے اس کے حصہ پر قبضہ کرنے کے لیے وصی کب مقرر کرے گا؟

''ہدایہ'' کی ''کتاب القسمت'' میں ہے کہ جب دو وارث قاضی کے پاس حاضر ہوئے اور مورث کی وفات پر اور ورثاء کی تعداد پر گواہ قائم کر دیئے اور گھر ان ورثاء کے قبضہ میں ہے اور ان کے ساتھ ایک وارث ایسا ہے جو غائب ہے' تو قاضی حاضرین کی طلب پر تقسیم کر دے گا

اور غائب کے حصہ پر قبضہ کے لیے وکیل مقرر کر دے گا۔ اسی طرح اگر غائب کی بجائے بچہ ہو تو پھر بھی قاضی تقسیم کر دے گا اور بچے کے حصہ پر قبضہ کے لیے وصی مقرر کر دے گا۔ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک مورث کی موت پر گواہ قائم کرنا ضروری ہے اور صاحبین کے نزدیک قاضی ان کے اعتراف پر ہی تقسیم کر دے گا۔ اگر وہ لوگ خریدار ہوئے تو کسی ایک کے غائب ہونے کی صورت میں قاضی تقسیم نہیں کرے گا۔[1]

اگر جائیداد یا جائیداد کا کچھ حصہ غائب وارث کے قبضہ میں ہو تو ان میں سے ایک کی عدم موجودگی میں تقسیم نہیں کی جائے گی۔ اسی طرح اگر جائیداد مُودَع کے قبضہ میں ہو یا نابالغ بچے کے قبضہ میں ہو (تو پھر بھی تقسیم نہیں کی جائے گی) کیونکہ دونوں کے قبضہ کے استحقاق کی وجہ سے یہ تقسیم غائب اور نابالغ پر فیصلہ کرنا ہوگا اور ان کی طرف سے خصم بھی حاضر نہیں (اگر سوال ہوا کہ مُودَع جو کہ خصم یعنی مدعا علیہ کا امین ہے اور وہ حاضر ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ) جن معاملات میں خصم پر کسی چیز کا استحقاق ثابت ہوتا ہو، ان معاملات میں خصم کا امین اس کی جانب سے خصم نہیں ہوتا اور خصم کے بغیر فیصلہ جائز نہیں اور اس صورت میں گواہ قائم کیے جائیں یا گواہ قائم نہ کیے جائیں، دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں اور یہی صحیح ہے۔

"اصل" میں امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ تقسیم نہیں کی جائے گی، حتیٰ کہ گواہ قائم ہو جائیں۔ ان کی مراد یہ ہے کہ جب غائب کا وکیل یا بچے کا وصی حاضر ہو۔

اگر ایک وارث ہوا تو تقسیم نہیں کی جائے گی، اگرچہ وہ گواہ قائم کر دے کیونکہ تقسیم کے لیے دو خصموں کی موجودگی ضروری ہے اور ایک آدمی میں یہ صلاحیت نہیں کہ وہ مخاصم بھی ہو اور مخاصَم بھی ہو (یعنی مدعی بھی ہو اور مدعیٰ علیہ بھی ہو) لیکن اگر دو موجود ہوں تو پھر تقسیم کر دی جائے گی، جس طرح کہ بیان ہوا ہے۔ یہ تمام بحث "ہدایہ" کی "کتاب القسمۃ" میں ہے۔

(المبسوط ج ۱۵ ص ۹)

---

[1] یہاں "احکام الصغار" کی عبارت میں "معسرین" کے لفظ ہیں کہ اگر وہ لوگ تنگ دست ہوئے اور قوسین کے درمیان لکھا ہے کہ ایک نسخہ میں "موسرین" کے لفظ ہیں کہ اگر وہ لوگ خوش حال ہوئے جب کہ "ہدایہ" میں "مشترین" کے لفظ ہیں کہ اگر وہ لوگ خریدار ہوئے، ترجمہ اسی کے مطابق کیا ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

''ذخیرہ'' میں ہے کہ اگر بڑا وارث حاضر ہوا اور اس کے ساتھ نابالغ بچہ بھی ہے اور اس نے قاضی سے تقسیم کا مطالبہ کیا اور میراث پر گواہ قائم کرنے کا ارادہ کیا تو قاضی نابالغ کی طرف سے وصی مقرر کردے گا اور گواہی سنے گا اور گھر کی تقسیم کردے گا۔

اس صورت میں اور اُس صورت میں فرق ہے کہ جب نابالغ بچہ غائب ہو تو قاضی اس کی طرف سے خصم مقرر نہیں کرے گا اور حاضر سے گواہی نہیں سنے گا اور دونوں صورتوں میں فرق کا بیان ''ذخیرہ'' میں ہے۔

اور جب بعض ورثاء حاضر ہوں اور بعض غائب ہوں اور گھر سب کا ہو یا گھر کا بعض حصہ غائب کے قبضہ میں ہو اور حاضر نے قاضی سے تقسیم کا مطالبہ کیا اور میراث پر گواہ قائم کردیئے۔ اگر حاضر ایک ہو تو گواہ مقبول نہیں ہوں گے اور تقسیم نہیں کی جائے گی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ قاضی غائب کی جانب سے وکیل مقرر کرے گا اور اس غائب پر گواہی سنی جائے گی اور جب دو وارث موجود ہوں اور باقی مسئلہ اسی طرح ہو تو قاضی گواہی سنے گا اور گھر تقسیم کردے گا اور دونوں میں سے ایک کو مدعی اور دوسرے کو مدعیٰ علیہ بنائے گا اور ورثاء میں سے ایک وارث میت کی جانب سے اور باقی ورثاء کی جانب سے خصم مقرر ہو گا۔

ہمارا مذکورہ جواب اس صورت میں ہے جب ایک وارث غائب ہو اور گھر کا کچھ حصہ اس کے قبضہ میں ہو اگر بڑے ورثاء میں سے ایک حاضر ہوا اور میراث پر گواہ قائم کیے اور قاضی سے تقسیم کا مطالبہ کیا تو گواہی نہیں سنے جائے گی اور ورثاء کے درمیان تقسیم نہیں کی جائے گی اور اگر دو یا تین ورثاء حاضر ہوئے تو پھر گواہی سنی جائے گی اور تقسیم کردی جائے گی اور نابالغ کی جانب سے وصی مقرر کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی' کیونکہ تقسیم صحیح ہے۔ اسی طرح جب ایک وارث غائب ہو اور دو وارث حاضر ہوں تو قاضی ان دونوں کے گواہ سنے گا اور گھر تقسیم کردے گا اور غائب کی جانب سے وصی مقرر کرنے کی حاجت نہیں ہوگی' کیونکہ تقسیم صحیح ہے۔ یہ تمام بحث ''ذخیرہ'' میں ہے۔ (المبسوط ج ۱۵ ص ۱۱۔۱۲)

جو جائیداد چند شرکاء کے درمیان مشترک ہو اور ان میں کوئی نابالغ ہو تو اس جائیداد کے معاملہ میں قاضی کا حکم ضروری ہے

''ذخیرہ'' میں ''فتاویٰ ابواللیث رحمہ اللہ تعالیٰ'' کے حوالہ سے مذکور ہے کہ اگر کوئی جائیداد پانچ ورثاء کے درمیان مشترک ہو جن میں ایک نابالغ، دو غائب اور دو حاضر ہوں، کسی آدمی نے دونوں حاضرین میں سے ایک کا حصہ خرید لیا۔ اس کے حاضر شریک نے قاضی کے پاس تقسیم کا مطالبہ کیا اور دونوں نے قاضی کو قصہ کی خبر دی تو قاضی اس کے شریک کو تقسیم کا حکم دے گا اور غائب اور نابالغ کی جانب سے وکیل مقرر کرے گا۔

جب شرکاء میں کوئی غائب یا نابالغ ہو تو قاضی کے حکم کے بغیر تقسیم۔۔ باطل ہے

جب شرکاء نے اپنے درمیان مشترکہ جائیداد وغیرہ تقسیم کی اور ان میں کوئی شریک غائب ہے یا ایسا نابالغ بچہ ہے، جس کا کوئی وصی نہیں تو تقسیم صحیح نہیں ہوگی اور اگر انہوں نے قاضی کے حکم سے تقسیم کی تو درست ہوگی۔ اگر غائب آ گیا اور ان کی تقسیم کو جائز قرار دے دیا تو جائز ہے۔ اسی طرح جب بچہ بالغ ہو گیا اور اس نے تقسیم جائز قرار دے دی تو یہ جائز ہے، کیونکہ یہ ایسا عقد ہے جسے اس کے وقوع کی حالت میں جائز قرار دینے والا موجود ہے، اس لیے کہ غائب جائز قرار دیتا ہے اور اسی طرح نابالغ کا باپ یا وصی اسے جائز قرار دیتا ہے۔

(المبسوط ج ۱۵ ص ۳۵۔۳۹)

قاعدہ: ہر تصرف یا عقد، جسے اس کے وقوع کی حالت میں کوئی جائز قرار دینے والا ہو، وہ موقوف ہوگا۔ اگر غائب یا وصی فوت ہو گیا اور اس کے وارث نے اسے جائز قرار دے دیا تو سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک وارث کی اجازت پر عمل کیا جائے گا اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک تقسیم باطل ہو جائے گی۔ (المبسوط ج ۱۵ ص ۳۶)

غائب یا اس کے وارث یا بلوغ کے بعد بچے کی اجازت پر کب عمل کیا جائے گا؟

غائب یا اس کے وارث یا وصی یا بلوغ کے بعد بچے کی اجازت پر اس وقت عمل کیا جائے

گا' جب اجازت کے وقت وہ چیز قائم ہو جس پر تقسیم واقع ہوئی ہے' لیکن اگر وہ چیز ہلاک ہو گئی تو اجازت پر عمل نہیں ہوگا' جس طرح اجازت پر موقوف بیع کا حکم ہے اور اجازت جس طرح صریح قول سے ثابت ہوتی ہے' اسی طرح فعل کے ساتھ دلالت سے بھی ثابت ہوتی ہے' جس طرح کہ بیع محض میں یہی حکم ہے۔ یہ تمام بحث ''ذخیرہ'' میں ہے۔

جب تقسیم قاضی کے فیصلہ کے بغیر ہو تو تقسیم توڑنا غائب شخص کا حق ہے

جب ورثاء نے اپنے مابین مشترکہ چیز تقسیم کی اور ان کے ساتھ کوئی غائب وارث شریک ہے اور انہوں نے غائب کا حصہ علیحدہ کر دیا تو اگر تقسیم قضاء کے بغیر ہوئی ہے تو جو حاضر ہوا' اسے تقسیم توڑنے کا اختیار ہے اور اگر تقسیم قاضی کے فیصلہ سے ہوئی ہے تو جو حاضر ہوا اسے تقسیم توڑنے کا حق نہیں' اگر وارث غائب کی جگہ وہ شخص ہوا' جس کے لیے تہائی حصہ کی وصیت کی گئی ہے اور وہ غائب ہوا اور باقی مسئلہ اسی طرح ہوا تو اگر تقسیم قضاء کے بغیر ہو تو وہ تقسیم توڑ سکتا ہے اور اگر تقسیم قضاء کے ساتھ ہو تو اسے تقسیم توڑنے کا حق نہیں' جس طرح کہ وارث کا حکم ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

قرض خواہ کے لیے تقسیم توڑنا کب جائز ہے؟

جب میت پر کوئی قرض نہ ہو لیکن اس کا کوئی وارث تقسیم سے پہلے فوت ہو گیا اور اس پر قرض تھا یا میت کا کوئی وارث غائب یا نابالغ تھا اور میتِ اوّل کے ورثاء نے تقسیم کر لی تو میتِ ثانی کے قرض خواہ کو تقسیم توڑنے کا حق ہے' اسی طرح غائب وارث (جب حاضر ہو) اور نابالغ بچہ جب بالغ ہو تو اسے تقسیم توڑنے کا حق ہے۔ ''ذخیرہ'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

وصی کے پاس نابالغ کا حصہ ہلاک ہونے کی صورت میں شریک کی طرف رجوع کرنے کا حکم

''مبسوط'' میں مذکور ہے کہ جب ورثاء میں ایک نابالغ اور ایک بالغ ہو اور وصی نے بالغ کے ساتھ (میراث کی) تقسیم کی اور اسے اس کا حصہ عطا کر دیا اور نابالغ کا حصہ روک لیا تو یہ جائز ہے' حتیٰ کہ اگر نابالغ کا حصہ ہلاک ہو گیا تو وصی بالغ کی طرف رجوع نہیں کر سکتا۔

نابالغ کے مال کی تقسیم کا کون مالک ہے؟

"ذخیرہ" کی "کتاب القسمۃ" میں ہے کہ اصل یہ ہے کہ جو کسی چیز کی بیع کا مالک ہو وہ اس کی تقسیم کا مالک ہوتا ہے کیونکہ تقسیم میں بیع اور علیحدہ کرنا ہے اور جو چیز کا مالک ہو وہ ضرور اتنا علیحدہ کرنے کا بھی مالک ہوتا ہے۔ (المبسوط ج ۱۵ ص ۴۱-۴۲)

جب تم نے یہ بات پہچان لی تو اب ہم کہتے ہیں کہ باپ اپنے نابالغ بیٹے کا مال تھوڑے غبن کے ساتھ تقسیم کر سکتا ہے چاہے جائیداد ہو یا مال منقول ہو اور غبن فاحش (واضح دھوکے) کے ساتھ تقسیم کا مالک نہیں کیونکہ باپ اپنے نابالغ بیٹے کی جائیداد یا مال منقول کو تھوڑے غبن کے ساتھ بیع کر سکتا ہے غبن فاحش (واضح دھوکے) کے ساتھ بیع نہیں کر سکتا' اسی طرح تقسیم کا بھی یہی حکم ہے اور تقسیم میں باپ کا وصی' باپ اور دادا کے نہ ہونے کی صورت میں باپ اور دادا کے بہ منزلہ ہے' لیکن ماں کا وصی اس کے نابالغ بیٹے کا جائیداد کے علاوہ جو مال ماں کے ترکے سے ہے' اسے تقسیم کر سکتا ہے بشرطیکہ بچے کا مذکور اولیاء میں سے کوئی موجود نہ ہو اور ماں کے ترکہ کے علاوہ اس نابالغ کا جو مال ہو اسے ماں کا وصی تقسیم نہیں کر سکتا۔ اس میں مال منقول اور جائیداد کا حکم برابر ہے۔ جو جواب ماں کے وصی کے متعلق ہے' وہی جواب بھائی اور چچے کے وصی کے متعلق ہے۔ (المبسوط ج ۱۵ ص ۴۱-۴۲)

نابالغ کو ان سے جائیداد کے علاوہ جو مال وراثت میں ملا ہو اسے چچازاد تقسیم کر سکتا ہے اور ان کے غیر سے نابالغ کو جو میراث ملی ہو' چاہے جائیداد ہو یا مال منقول اسے چچازاد تقسیم نہیں کر سکتا' کیونکہ انہیں نابالغ پر ولایت حاصل نہیں' جس طرح کہ ماں کو ولایت حاصل نہیں۔ "ذخیرہ" میں اسی طرح مذکور ہے۔

وصی کی اقسام

شیخ الاسلام ابوبکر رحمہ اللہ نے "شرح الاصل" میں ذکر فرمایا ہے کہ وصی کی دو اقسام ہیں:

(۱) وصی قوی (۲) وصی ضعیف۔ وصی قوی: باپ کا وصی' باپ کے وصی کا وصی' باپ کی عدم موجودگی میں دادے کا وصی اور قاضی کا وصی ہے۔

وصی ضعیف: ماں کا وصی' بھائی کا وصی اور چچا وغیرہ کا وصی ہے۔

نابالغ اپنی ماں یا چچا کی طرف سے جس مال منقول کا وارث ہو' اس مال کی خرید و فروخت

میں نابالغ پر ضعیف وصی کا حکم اسی طرح ہے، جس طرح بالغ وصی پر قوی وصی کا حکم ہوتا ہے، کیونکہ ضعیف وصی ماں اور بھائی اور چچا کے قائم مقام ہے اور انہیں حفاظت کی ولایت حاصل ہے، تصرفات کی ولایت حاصل نہیں (لہٰذا ان کے قائم مقام یعنی ضعیف وصی کو بھی صرف حفاظت کی ولایت حاصل ہوگی)۔

ضعیف وصی اس قدر تصرف کا صرف قوی وصی کی عدم موجودگی میں مالک ہوگا اور قوی وصی کی موجودگی میں اسے نابالغ کے مال میں تصرف کا بالکل اختیار نہیں ہوگا اور اس صورت میں ضعیف وصی کو اپنے موصی کی مصالح کے قیام کے علاوہ اور کوئی اختیار نہیں ہوگا، مثلاً اس کی وصیت کا نفاذ اور قرض کی ادائیگی وغیرہ کا تصرف اسے حاصل ہوگا۔ مراتب اوصیاء کا بیان ان شاءاللہ مسائلِ وصایا میں ہوگا۔

جن کی تقسیم جائز نہیں

''ذخیرہ'' میں مذکور ہے کہ غلام کی اپنے آزاد بیٹے پر تقسیم نافذ نہیں ہوگی اور ملتقط کی لقیط پر تقسیم جائز نہیں ہوگی، جس طرح اس کی بیع جائز نہیں ہوتی اور وصی کی دو نابالغوں کے درمیان تقسیم جائز نہیں، جس طرح وصی ایک نابالغ کا مال دوسرے کو فروخت نہیں کر سکتا، لیکن باپ کا حکم اس طرح نہیں، کیونکہ باپ اپنی نابالغ اولاد کا مال تقسیم کر سکتا ہے، جس طرح وہ اپنی نابالغ اولاد میں سے ایک کا مال دوسرے کو فروخت کر سکتا ہے اور اس میں وصی کے لیے حیلہ یہ ہے کہ وہ ایک نابالغ کا جو حصہ تقسیم شدہ نہیں، وہ کسی آدمی کو فروخت کر دے، پھر جس نابالغ کا حصہ فروخت نہیں کیا اس کے حصہ کی مشتری کے ساتھ تقسیم کر لے، پھر جس نابالغ نے اپنا حصہ فروخت کیا ہے، اس کا (فروخت شدہ) حصہ اسی نابالغ کے لیے خرید لے اور یہ تقسیم محض اس لیے جائز ہے کہ یہ تقسیم دو آدمیوں یعنی مشتری اور وصی کے درمیان جاری ہوئی ہے۔

(المبسوط ج ۱۵ ص ۴۱-۴۲)

باپ اور وصی کی نابالغ کے ساتھ تقسیم کا حکم

اگر وصی نے اپنے اور نابالغ کے مشترکہ مال کی تقسیم کی تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ تقسیم صرف اس صورت میں جائز ہے، جب اس میں نابالغ کا واضح نفع ہو اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ تقسیم جائز نہیں، اگرچہ اس میں نابالغ کی ظاہری منفعت بھی ہو اور

باپ اپنے اور نابالغ بیٹے کے مشترکہ مال کو تقسیم کر سکتا ہے' اگر چہ اس میں ظاہری منفعت نہ بھی ہو۔ ''ذخیرہ'' میں اسی طرح مذکور ہے۔ واللہ اعلم

وصی کے ترکہ تقسیم کرنے کے مسائل

شیخ الاسلام ابو بکر رحمہ اللہ نے ''شرح الاصل'' میں ذکر فرمایا کہ جب وصی نے ترکہ تقسیم کیا اور ہر ایک کا حصہ علیحدہ کر دیا تو یہاں چار مسائل ہیں:

پہلا مسئلہ: تمام وارث نابالغ ہوں اور ان میں کوئی بالغ نہ ہو اور وصی نے تقسیم کر کے ان میں سے ہر ایک کا حصہ جدا کر دیا تو یہ تقسیم جائز نہیں' حتیٰ کہ اگر تقسیم کے بعد کسی ایک کا حصہ ہلاک ہو گیا تو یہ مشترکہ مال سے ہلاک ہو گا اور جو باقی رہا وہ مشترکہ طور پر باقی رہے گا' کیونکہ وصی دونوں جانب سے تقسیم کا ولی بنا ہے اور یہ جائز نہیں' کیونکہ تقسیم بیع اور شراء کے حکم میں ہے' لہٰذا اسے شراء (خریدنے) پر قیاس کیا جائے گا۔ اگر وصی ایک نابالغ کا مال دوسرے نابالغ کے لیے خریدے تو یہ جائز نہیں' کیونکہ وہ دونوں جانب سے خریدنے کا ولی بنا ہے اور باپ نے اگر ایسا کیا تو یہ جائز ہے' جس طرح کہ ہم نے اس کا بیان کر دیا ہے۔

اس میں حیلہ وہی ہے' جو ہم نے بیان کر دیا ہے کہ وصی دونوں نابالغوں میں سے ایک کا جو حصہ تقسیم نہیں ہوا' وہ حصہ کسی آدمی کو فروخت کر دے' جب کہ وارث دو ہوں' پھر جس نابالغ نے اپنا حصہ فروخت نہیں کیا' اس کے ساتھ مشتری کی تقسیم کرے' پھر جس نابالغ نے حصہ فروخت کر دیا ہے' اس کا (فروخت شدہ) حصہ (اسی نابالغ کے لیے) خریدے' یہ حکم اس وقت ہے' جب نابالغ دو ہوں اور وہ دونوں ہی وارث ہوں' کوئی اور وارث نہ ہو' لیکن اگر وارث تین ہوں اور تینوں ہی نابالغ ہوں تو حیلہ کی دو صورتیں ہیں: ایک صورت یہ ہے کہ دو نابالغوں کا حصہ غیر مقسوم طور پر کسی آدمی کو فروخت کر دے اور تیسرے نابالغ کا حصہ فروخت نہ کرے۔ پھر جس نابالغ نے حصہ فروخت نہیں کیا' اس کے حصہ کی مشتری کے ساتھ تقسیم کرے اور یہ جائز ہو گا' کیونکہ جس نابالغ نے اپنا حصہ فروخت نہیں کیا' یہ تقسیم اس کے حصہ میں دو آدمیوں کے درمیان جاری ہوئی ہے اور وہ دونوں مشتری اور وصی ہیں۔ پھر دونوں نابالغوں میں سے ہر ایک کا حصہ علیحدہ طور پر خرید لے اور اسے یہ کافی نہیں کہ ایک نابالغ کا حصہ فروخت کر کے پھر تقسیم کرے کیونکہ اس صورت میں دونوں نابالغوں کے درمیان تقسیم کا ولی وصی بنا ہے' کوئی اور نہیں اور یہ جائز نہیں

اور حیلہ کی دوسری صورت یہ ہے کہ تمام ترکہ کسی آدمی کو فروخت کر دے پھر ہر نابالغ کا حصہ مشتری سے علیحدہ علیحدہ خرید لے۔ واللہ اعلم

دوسرا مسئلہ: ورثاء نابالغ بھی ہوں اور بالغ بھی ہوں اور بالغ ورثاء غائب ہوں۔ اس صورت میں بھی تقسیم جائز نہیں ہوگی' کیونکہ جب نابالغ غائب ہوئے تو وصی کو بالغ ورثاء کے مال و اسباب میں تقسیم کی ولایت حاصل ہے' جس طرح کہ بیع کی ولایت حاصل ہے اور جب وصی کو مال و اسباب میں بالغوں پر تقسیم کی ولایت حاصل ہے تو گویا سارے ہی نابالغ ہیں اور جب سارے نابالغ ہوں تو وصی تقسیم کرے' جائز نہیں ہوتی' کیونکہ وہ دونوں جانب سے تقسیم کا ولی بنتا ہے' اسی طرح یہاں بھی یہ حکم ہوگا اور اگر جائیداد میں تقسیم ہو تو وہ بالغوں پر باطل ہے کیونکہ وصی بالغوں کی عدم موجودگی میں جائیداد کی بیع کا ولی نہیں بنتا' اسی طرح اس تقسیم کی ولایت بھی حاصل نہیں ہوگی۔

تیسرا مسئلہ: جب ورثاء نابالغ بھی ہوں اور بالغ بھی ہوں اور وصی نے بالغوں کی موجودگی میں ان کا حصہ علیحدہ کر کے ان کے سپرد کر دیا اور نابالغوں کا حصہ اکٹھا علیحدہ کر دیا اور ہر نابالغ کا حصہ علیحدہ علیحدہ نہ کیا تو یہ جائز ہے' کیونکہ یہ تقسیم نابالغ اور نابالغ کے درمیان جاری نہیں ہوئی' حتیٰ کہ وصی دونوں جانب سے تقسیم کا ولی بنتا بلکہ یہ تقسیم تو بالغوں اور نابالغوں کے درمیان جاری ہوئی ہے' لہٰذا یہ تقسیم دو شخصوں کے درمیان جاری ہوئی ہے (اس لیے جائز ہے)۔

چوتھا مسئلہ: اگر وصی نے نابالغوں اور بالغوں میں سے ہے ایک کا حصہ علیحدہ کر دیا اور سب کے درمیان تقسیم کر دی تو سب میں تقسیم فاسد ہوگی' کیونکہ یہ تقسیم بالغوں اور نابالغوں کے درمیان اگرچہ دو شخصوں کے درمیان جاری ہوئی ہے۔ لیکن نابالغوں کے درمیان یہ تقسیم ایک شخص کی طرف سے پائی گئی ہے' لہٰذا نابالغوں کے حق میں یہ تقسیم جائز نہیں ہوگی اور جب نابالغوں کے حق میں جائز نہ ہوئی تو بالغوں کے حق میں بھی جائز نہیں ہوگی' کیونکہ تقسیم کا حکم یہ ہے کہ جب یہ جائز ہوتی ہے تو شرکاء کا حق ایک دوسرے سے ممتاز ہو جاتا ہے اور اس تقسیم میں یہ بات نہیں پائی گئی اور اگر بالغوں کو ان کا حصہ دے دیا اور نابالغوں کا اکٹھا حصہ علیحدہ علیحدہ کیے بغیر روکے رکھا' پھر نابالغوں کے درمیان ان کا حصہ تقسیم کیا تو نابالغوں اور بالغوں کے درمیان

تقسیم صحیح ہے' کیونکہ یہ تقسیم دو آدمیوں بالغ اور وصی کے درمیان جاری ہوئی ہے اور نابالغوں کے درمیان تقسیم جائز نہیں ہوگی' کیونکہ وصی دونوں جانب سے تقسیم کا ولی بن گیا ہے' لہٰذا دوسری تقسیم فاسد ہوگی اور پہلی تقسیم صحیح رہے گی۔

وصی نابالغ کی دو بالغوں حاضر اور غائب کے ساتھ تقسیم کرے

''ذخیرہ'' میں مذکور ہے کہ اگر ورثاء میں ایک نابالغ اور ایک بالغ حاضر اور ایک بالغ غائب ہو اور وصی نے بالغ غائب کا حصہ نابالغ کے حصہ کے ساتھ علیحدہ کر دیا اور حاضر بالغ کا حصہ تقسیم کر دیا تو سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق جائیداد اور سامان میں یہ تقسیم جائز ہوگی اور صاحبین کے قول کے مطابق جائیداد میں جائز ہوگی اور سامان میں جائز نہیں ہوگی؛ جس طرح کہ بیع کا حکم ہے۔

دو وصیوں کا ورثاء کے مال کو تقسیم کرنا باطل ہے

جب دو وصیوں نے مال تقسیم کیا۔ ایک وصی نے بعض ورثاء کا حصہ لے لیا اور دوسرے وصی نے بعض کا حصہ لے لیا تو یہ سب کے نزدیک ناجائز ہے۔ اگر دونوں وصیوں میں سے ایک غائب ہوا اور دوسرے وصی نے ورثاء کے درمیان تقسیم کر دی تو طرفین کے نزدیک ناجائز ہے' امام ابو یوسف رحمہ اللہ اس کے خلاف ہیں۔

قاضی کی اجازت سے وصی کی تقسیم جائز ہے

جب قاضی نے کسی آدمی کو ہر چیز میں یتیم کا وصی مقرر کیا اور اس نے جائیداد اور سامان میں تقسیم کی تو یہ جائز ہے' کیونکہ قاضی کا وصی نابالغ کے مال کی بیع کا مالک ہے' خواہ کوئی مال بھی ہو' اسی طرح وہ تقسیم کا بھی مالک ہے اور یہ حکم اس وقت ہے' جب قاضی نے اسے ہر چیز میں وصی مقرر کیا ہو' لیکن اگر قاضی نے اسے نفقہ کا یا بعینہٖ کسی چیز کی حفاظت کا وصی مقرر کیا ہو تو اس کی تقسیم جائز نہیں' کیونکہ جب قاضی نے اسے کوئی خاص امر سونپا ہو تو وہ اس نابالغ کے مال کی بیع کا مالک نہیں' لہٰذا اسی طرح وہ تقسیم کا بھی مالک نہیں ہوگا۔ باپ کے وصی کا حکم اس کے خلاف ہے کہ جب باپ نے اسے کسی ایک قسم میں وصی بنا دیا تو وہ تمام اقسام میں وصی بن جائے گا اور قاضی نے اگر اسے ایک نوع میں وصی مقرر کیا ہو تو وہ تمام انواع میں وصی نہیں ہوگا۔

(المبسوط ج ۱۵ ص ۴۲)

حاضر اور غائب یا بالغ اور بچے کے درمیان مکیلی یا موزونی چیز کی تقسیم کا حکم

اگر حاضر اور غائب یا بالغ اور بچے کے درمیان کوئی مکیلی اور موزونی چیز مشترک ہو (مکیلی سے مراد وہ شئی جو پیمانے کے ذریعے ماپی جاتی ہے' مثلاً گندم وغیرہ کو صاع کے ذریعہ ماپا جاتا تھا اور موزونی سے مراد وہ شئی جس کا وزن کیا جائے' مثلاً سونا' چاندی وغیرہ) اور بالغ یا حاضر نے اپنا حصہ لے لیا تو اس کی تقسیم خصم کے بغیر ہی نافذ ہو جائے گی بشرطیکہ نابالغ اور غائب کا حصہ سلامت رہے' حتیٰ کہ اگر بقیہ مال غائب اور نابالغ تک پہنچنے سے پہلے ہلاک ہو گیا تو وہ غائب و نابالغ کی طرف سے ہی ہلاک ہوگا۔ یہ ''کتاب القسمۃ'' میں مذکور ہے۔ یہ تمام بحث ''الذخیرۃ البرہانیہ'' کی ''کتاب القسمۃ'' میں ہے۔

بڑے بھائی کا تقسیم سے پہلے چھوٹے بھائی پر خرچ کرنے کا حکم' کیا وہ ضامن ہوگا یا نہیں؟

''المنتقی'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے کہ کوئی آدمی ایک نابالغ اور ایک بالغ بیٹا چھوڑ کر فوت ہوا اور اس نے ہزار درہم میراث میں چھوڑے۔ بڑے بیٹے نے ہزار میں سے پانچ سو درہم چھوٹے پر اس کے مثلی نفقہ میں خرچ کر دیئے حالانکہ وہ وصی نہیں تھا تو بڑا بیٹا احسان کرنے والا ہوگا۔ اگر میت کا ترکہ طعام یا کپڑا تھا اور بڑے بیٹے نے چھوٹے کو وہ کھانا کھلایا یا وہ لباس پہنایا اور اس نے وہ لباس پہن لیا تو استحسان کا تقاضا ہے کہ اس سلسلہ میں بڑے بیٹے پر کوئی ضمان لازم نہیں ہوگی اور ''فتاویٰ رشید الدین'' کے باب ''ما یکون اقرار عن المدعی علیہ'' میں ہے کہ اگر کوئی آدمی دو بیٹے چھوڑ کر فوت ہوا جن میں ایک بالغ اور ایک نابالغ تھا اور بڑے بیٹے نے کچھ ترکہ چھوٹے بیٹے کی ضروریات میں خرچ کر دیا تو وہ ضامن ہوگا' کیونکہ اسے قاضی کی اجازت کے بغیر تصرف کی ولایت حاصل نہیں اور ''اصل'' میں مذکور ہے کہ اگر بڑے وارث نے ترکہ سے نابالغ وارث پر کوئی چیز خرچ کی تو تقسیم سے قبل جو باقی نہیں رہا وہ اس کے نصف کا ضامن ہوگا' تقسیم کے وقت جو باقی ہے' اس کے نصف کا ضامن نہیں ہوگا' یعنی اس نے نابالغ پر مالِ مشترک سے جو خرچ کیا ہے' وہ اس کا ضامن ہوگا' اگرچہ

اسے نابالغ پر ہی خرچ کیا ہے۔

جب ترکہ تقسیم سے قبل کسی ایک وارث کے ہاتھ میں ہلاک ہو گیا تو ضمان کے وجوب کا حکم

''شرح الطحاوی'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے کہ اگر ایک وارث نے تمام ترکہ پر قبضہ کرلیا اور وہ ترکہ اس کے ہاتھ میں جنایت کے بغیر یا جنایت کے ساتھ ہلاک ہو گیا تو اگر میت پر قرض ہوا یا ورثاء میں کوئی نابالغ ہوا تو ضمان لازم نہیں ہوگی اور اگر قرض نہ ہوا اور باقی تمام ورثاء بالغ ہوئے تو وہ باقی ورثاء کے حصہ کا ضامن ہوگا۔

اگر تقسیم کرنے والوں میں سے کسی نے ترکہ میں قرض یا عین یا وصیت کا دعویٰ کیا تو کیا حکم ہے؟

اگر تقسیم کرنے والوں میں سے کسی ایک نے تقسیم کے بعد ترکہ میں قرض کا دعویٰ کر دیا تو اس کا دعویٰ صحیح ہوگا' کیونکہ دعویٰ میں تناقض نہیں' اس لیے کہ قرض کا تعلق معنیٰ سے ہے اور تقسیم کا تعلق صورت سے ہے اور اگر کسی عین چیز کا دعویٰ کر دیا' خواہ کسی سبب سے ہو تو تناقض کی وجہ سے اس کا دعویٰ مسموع نہیں ہوگا' کیونکہ تقسیم کا اقدام اس بات کا اعتراف ہے کہ تقسیم شدہ چیز مالِ مشترک تھی۔ واللہ اعلم

اگر ان میں سے ایک نے تقسیم کے بعد اپنے نابالغ بیٹے کے لیے تہائی مال کی وصیت کا دعویٰ کر دیا تو اس کا دعویٰ صحیح نہیں ہوگا' وجہ وہی ہے جو ہم نے بیان کر دی۔ (المبسوط ج ۵ اص ۹۱)

اس کا دعویٰ صحیح نہ ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ جو چیز اس کی جہت سے مکمل ہو چکی تھی یعنی تقسیم' اس نے اس چیز کے توڑنے کی کوشش کی ہے' لیکن نابالغ کا حق باطل نہیں ہوگا' کیونکہ اسے ابطال کی ولایت حاصل نہیں' لہٰذا وہ بالغ ہونے کے بعد اس کا مطالبہ کرے گا اور یہ مسئلہ اس صورت کے خلاف ہے کہ اگر تین آدمی ایک گھر کے وارث ہوئے اور ان میں سے ایک آدمی ایک بیٹا چھوڑ کر فوت ہو گیا اور انہوں نے گھر تقسیم کرلیا' پھر بیٹے نے دعویٰ کیا کہ اس نے اپنے باپ کا حصہ اس کی زندگی میں خرید لیا تھا اور اسے نقد ثمن ادا کر دیئے تھے اور اس پر گواہ قائم کر دیئے تو یہ جائز ہے اور تقسیم باطل نہیں ہوگی' کیونکہ تقسیم اس کی رضامندی سے ہوئی ہے'

شراء (خریدنا) اس کا حق تھا یا وہ وارث تھا' لہٰذا جو چیز اس کی رضامندی سے مکمل ہوئی ہے یہ اس کے توڑنے کی کوشش کرنے والا نہیں ہوا۔ "ہدایہ" کی "کتاب القسمۃ" میں اسی طرح مذکور ہے۔

(المبسوط ج ۱۵ ص ۶۰۔۶۲)

سلطان نے جن افراد پر تاوان لازم کیا' اس میں بچے داخل نہیں ہوں گے

"الملتقط" کی "کتاب القسمۃ" میں مذکور ہے کہ کسی بستی والوں پر سلطان نے تاوان لازم کر دیا اگر وہ تاوان ان کے اموال کی حفاظت کے لیے ہے تو وہ تاوان ان کی املاک کے مطابق ہوگا اور اگر وہ ان اشخاص کی حفاظت کے لیے ہے تو ان افراد کی تعداد کے مطابق ہوگا اور عورتیں اور بچے اس میں داخل نہیں ہوں گے۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۱۳۶۔۱۳۷)

نابالغ بچوں کے ساتھ تقسیم اس وقت تک صحیح نہیں ہوگی' جب تک قاضی ان کی طرف سے کوئی وصی مقرر نہ کر دے

ابوحفص الکبیر البخاری رحمہ اللہ کے "فوائد" میں ہے کہ ان سے اس آدمی کے متعلق سوال ہوا جو اپنے شہر سے غائب ہونے کی حالت میں فوت ہوا اور اس نے مال چھوڑا اور نابالغ اور بالغ بیٹے اور بیٹیاں چھوڑیں اور انہوں نے تقسیم کا ارادہ کیا' حالانکہ وہ میت کے وصی نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ تقسیم نہیں کر سکتے' ہاں! وہ قاضی کے پاس جائیں اور قاضی ان کی طرف سے وصی مقرر کر دے (تو پھر تقسیم کر سکتے ہیں) اور جب قاضی نے ان کی طرف سے وصی مقرر کر دیا تو وہ تقسیم کرلیں گے اور اگر بالغ ورثاء غائب ہوئے اور جو حاضر ہیں' انہوں نے تقسیم کرنا چاہی تو وہ تقسیم نہیں کر سکتے حتیٰ کہ وہ قاضی کے پاس جائیں اور قاضی نابالغ ورثاء کی طرف سے وصی اور غائب کی طرف سے وکیل مقرر کرے اور جب انہوں نے ایسا کرلیا تو پھر وہ تقسیم کرلیں گے۔

جس نے اقرار کیا کہ وہ بالغ ہے پھر عدم بلوغ کا دعویٰ کیا تو کیا اس کی تقسیم جائز ہے؟

"فتاویٰ" میں ہے کہ اگر کسی بچے نے بالغ ہونے کا اقرار کیا اور تقسیم کرلی' پھر دعویٰ کیا کہ وہ بالغ نہیں تو اگر وہ قریب البلوغ ہو تو تقسیم جائز ہوگی اور اس کے نابالغ ہونے کا دعویٰ نہیں سنا

جائے گا اور اگر وہ قریب البلوغ نہ ہوا اور یہ معلوم ہے کہ اس جیسے لڑکے کو احتلام نہیں آتا تو اس کی تقسیم جائز نہیں ہوگی اور اس کے بالغ ہونے کا قول مقبول نہیں ہوگا۔

(الفتاوی الخانیہ ج ۳ ص ۱۳۸)

اس مسئلہ سے واضح ہو گیا کہ بارہ سال کے بعد اس کے اقرار کے صحیح ہونے کے لیے ایک اور شرط ہے کہ وہ ایسی حالت کا نہ ہو کہ جن کی مثل کو احتلام نہیں آتا۔ یہ مسئلہ ''فتاویٰ الفضلی'' میں ہے اور ہم نے اسے طلاق و بیوع میں ذکر کیا ہے۔

جو حاملہ بیوی چھوڑ کر فوت ہوا' اس کے ترکہ کی تقسیم کی کیفیت

''فتاویٰ ائمہ سمرقند'' کی ''کتاب القسمۃ'' میں ہے کہ ایک آدمی حاملہ بیوی چھوڑ کر فوت ہوا اور ورثاء نے تقسیم کا ارادہ کیا تو اس کی دو صورتیں ہیں کہ یا تو ولادت قریب ہوگی یا قریب نہیں ہوگی' اگر ولادت قریب ہو تو پھر انتظار کیا جائے گا تا کہ تقسیم علم کے مطابق واقع ہو اور اگر ولادت قریب نہ ہو تو پھر انتظار نہیں کیا جائے گا' کیونکہ اس میں تاخیر ہے۔

اور جب تقسیم کر دی گئی تو کس قدر میراث موقوف ہوگی؟

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حمل کے لیے چار بیٹوں کا حصہ موقوف رکھا جائے گا اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دو بیٹوں کی میراث موقوف ہوگی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے یہی روایت ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ایک روایت یہ ہے کہ ایک بیٹے کی میراث موقوف ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے۔

تقسیم کے بعد ہونے والی بیع کو باطل کیا گیا تو تقسیم بھی باطل قرار پائے گی

''المنتقی'' کی ''کتاب القسمۃ'' میں ہے کہ ایک گھر نابالغ اور بالغ ورثاء کے درمیان مشترک ہوا اور ورثاء نے قاضی کے حکم کے بغیر اور وصی کے بغیر تقسیم کر لی' پھر بالغ ورثاء نے اپنا حصہ اور اس کے ساتھ نابالغ کا حصہ فروخت کر دیا' پھر یہ معاملہ قاضی کے پاس پیش ہوا اور قاضی نے بیع باطل کر دی' پھر نابالغ بالغ ہوا اور اس نے وہ تقسیم جائز قرار دے دی تو تقسیم جائز نہیں ہو گی' کیونکہ قاضی کا بالغ کی بیع کو باطل کرنا' تقسیم کو باطل کرنا ہے۔

بالغ ورثاء کا تقسیم سے قبل اپنے حصہ کی مقدار سے ترکہ سے کھانا اور ہدیہ دینا جائز ہے

''النوازل'' کی ''کتاب الوصایا'' میں نصیر کی بشر بن ولید سے روایت ہے کہ اگر کوئی آدمی نابالغ اور بالغ ورثاء چھوڑ کر فوت ہوا تو بالغ ورثاء (ترکہ سے) کھا سکتے ہیں اور ان کا ہدیہ قبول کیا جائے گا اور عیسیٰ بن ابان سے روایت ہے کہ اگر کوئی آدمی ایک نابالغ اور ایک بالغ بیٹا چھوڑ کا فوت ہوا تو بالغ بیٹا مال سے اپنے حصہ کی مقدار سے وہ چیز کھا سکتا ہے جو مکیلی یا موزونی ہو اور گھر میں رہائش کر سکتا ہے۔ اگر میت کی کثیر بکریاں ہوں تو انہیں کھانے کے لیے ذبح نہیں کر سکتا۔

ترکہ میں قرض کے باوجود وارث ترکہ سے کھا سکتا ہے

بشر بن ولید سے روایت ہے کہ ان سے سوال ہوا کہ اگر میت پر ہزار درہم قرض ہو اور اس نے بہت سا مال چھوڑا ہو تو کیا وارث ترکہ سے کھا سکتا ہے اور لونڈی سے وطی کر سکتا ہے؟ جب کہ باقی ترکہ سے قرض ادا ہو سکتا ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں (وہ ایسا کر سکتا ہے) اور میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو اس سے منع کرتا ہو۔ ''النوازل'' کی ''کتاب الوصایا'' میں اسی طرح مذکور ہے۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۱۳۴۔۱۳۹)

شفعہ[1] کے مسائل

حمل، نابالغ بچہ اور بالغ شفعہ کے استحقاق میں برابر ہیں

امام محمد رحمہ اللہ نے ''الاصل'' میں فرمایا ہے کہ شفعہ کے استحقاق میں نابالغ اور بالغ برابر ہیں اور شفعہ کے استحقاق میں حمل اور بالغ برابر ہیں۔ اگر خریداری واقع ہونے سے لے کر

---

[1] غیر منقول جائیداد کو کسی شخص نے جتنے میں خریدا' اتنے میں ہی اس جائیداد کے مالک ہونے کا حق کسی دوسرے شخص کو حاصل ہو جانا شفعہ کہلاتا ہے اور جس شخص کو یہ حق حاصل ہوتا ہے' اسے شفیع کہتے ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

چھ مہینے کی مدت سے کم میں بچہ پیدا ہو گیا تو اسے شفعہ کا حق حاصل ہے اگر خریدنے کے چھ ماہ یا اس سے زائد مدت کے بعد بچہ پیدا ہوا تو اسے شفعہ کا حق حاصل نہیں' لیکن اگر اس بچے کا باپ بیع سے پہلے فوت ہو گیا اور حمل' باپ کا وارث ہوا تو اس وقت وہ شفعہ کا مستحق ہو گا' چاہے چھ ماہ یا زائد مدت کے بعد پیدا ہو۔ (المبسوط ج ۱۴ص ۹۳۔۹۹' الفتاوٰی الخانیہ ج ۳ص ۵۵۶)

جو آدمی شرعاً بچے کے حقوق وصول کرنے میں اس کا قائم مقام ہوتا ہے' طلب شفعہ کے لیے اسے بچے کی طرف سے مقرر کرنا لازم ہے

جب بچے کے لیے شفعہ ثابت ہو جائے گا تو شفعہ کے طلب کرنے اور لینے کے لیے بچے کی طرف سے وہی مقرر ہو گا' جو شرعاً اس کے حقوق وصول کرنے کے لیے بچے کے قائم مقام ہوتا ہے اور وہ بچے کا باپ ہے' پھر باپ کا وصی' پھر بچے کا دادا' پھر دادے کا وصی' پھر وہ وصی جسے قاضی نے مقرر کیا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو بچے کو بالغ ہونے پر شفعہ کا حق حاصل ہو گا اور جب بچہ بالغ ہوا اور اسے خیارِ بلوغ اور شفعہ کا اختیار حاصل ہوا۔ اس نے نکاح کے رد یا طلب شفعہ کو اختیار کیا تو ان میں سے جو پہلے ہوا وہ جائز ہو گا اور دوسرا باطل ہو جائے گا اور اس کا حیلہ یہ ہے کہ وہ یوں کہے کہ میں نے دونوں کو طلب کیا' شفعہ کو اور خیار کو۔

(الفتاوٰی الخانیہ ج ۳ص ۵۵۸)

امکان کے باوجود نابالغ کی طرف سے طلبِ شفعہ ترک کرنے کا حکم

جب مذکورہ افراد میں سے کوئی موجود ہوا اور اس نے امکان کے باوجود طلب شفعہ ترک کر دیا تو شفعہ باطل ہو جائے گا' حتیٰ کہ اگر نابالغ' بالغ ہو گیا تو اسے شفعہ لینے کا حق نہیں ہو گا۔ یہ امام اعظم ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور امام محمد رضی اللہ عنہ کے نزدیک شفعہ باطل نہیں ہو گا۔

اسی طرح یہ بھی اختلاف ہے کہ اگر باپ یا وصی یا جو ان کے حکم میں ہے' اس نے اگر نابالغ کے شفعہ کی تسلیم کر لی تو سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اس کا شفعہ کی تسلیم کرنا صحیح ہو گا' حتیٰ کہ اگر بچہ بالغ ہو گیا تو اسے شفعہ کی وجہ سے وہ جائیداد لینے کا حق نہیں ہو گا اور سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک باپ اور وصی کا بچے کے شفعہ

کی تسلیم کرنا صحیح ہے' چاہے یہ تسلیم کرنا مجلسِ قضاء میں ہو یا مجلسِ قضاء کے علاوہ۔

(المبسوط ج ۱۴ ص ۱۵۵)

لیکن وکیل مجلسِ قضاء کے علاوہ میں تسلیم کرے تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کا یہ حکم نہیں۔

باپ یا وصی نے نابالغ کے لیے گھر خریدا اور باپ اس کا شفیع ہو

اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کے لیے گھر خریدا اور باپ اس گھر کا شفیع ہو تو ہمارے نزدیک باپ وہ گھر شفعہ کے ذریعے لے سکتا ہے' جس طرح کہ باپ اپنے بیٹے کا مال اپنے لیے خرید سکتا ہے۔ اس صورت میں باپ کیا کہے گا؟ علماء کرام فرماتے ہیں کہ وہ یوں کہے گا کہ میں نے (یہ گھر) خریدا اور شفعہ کے ذریعے اسے لے لیا اور اگر باپ کی بجائے وصی ہو تو اس مسئلہ کو شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے ''باب تسلیم الشفعہ'' کے شروع میں ذکر فرمایا ہے۔ (المبسوط ج ۱۴ ص ۱۵۵) مگر تسلی بخش جواب ذکر نہیں فرمایا اور صدر الشہید رحمہ اللہ نے اپنے ''واقعات'' میں اسے ذکر فرمایا ہے' لیکن جواب میں تشویش ہے۔

تسلی بخش جواب یہ ہے کہ اگر وصی کے بذریعہ شفعہ اس گھر کو لینے میں بچے کا نفع ہو' اس طرح کہ گھر تھوڑے غبن کے ساتھ خریدا ہو' مثلاً گھر کی قیمت دس درہم تھی اور وصی نے اسے گیارہ درہم میں خریدا ہے اور وصی کی طرف سے اجنبیوں کے ساتھ تصرف میں تھوڑا غبن برداشت ہو جاتا ہے اور شفعہ کے ذریعہ وصی کے لے لینے کی بناء پر وہ غبن ختم ہو جاتا ہے اور جب اس طرح کی حالت ہو تو وصی کے بذریعہ شفعہ لینے میں بچے کے حق میں نفع ہے' لہٰذا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول پر قیاس کے مطابق اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی دو روایتوں میں سے ایک روایت کے مطابق وصی وہ گھر شفعہ کے ساتھ لے سکتا ہے' جس طرح کہ وصی نابالغ کے مال سے کوئی چیز اپنے لیے خرید سکتا ہے' اگر وصی کے بذریعہ شفعہ یہ گھر لینے میں بچے کا نفع نہ ہو' اس طرح کہ بچے کے لیے وہ گھر مثلی قیمت سے خریدا ہو تو بالاتفاق وصی کو شفعہ کا حق نہیں' جس طرح بالاتفاق وصی یتیم کے مال سے کوئی چیز اپنے لیے مثلی قیمت کے ساتھ نہیں خرید سکتا اور جب وصی کو لینے کی ولایت حاصل ہے تو وہ یوں کہے گا کہ میں نے خریدا اور شفعہ طلب کیا' پھر معاملہ قاضی کے پاس پیش کرے گا' حتیٰ کہ قاضی نابالغ کی طرف سے نگران مقرر کرے

گا' تو وصی اس نگران سے وہ گھر شفعہ کے ذریعے لے لے گا اور ثمن اسے سپرد کر دے گا پھر وہ نگران وصی کو ثمن سپرد کر دے گا۔

''فتاویٰ امام ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ'' اور ''الفتاویٰ عن الفقیہ ابی بکر رحمہ اللہ'' میں ہے کہ اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کے لیے گھر خریدا اور باپ اس گھر کا شفیع ہے تو وہ اسے شفعہ کے ذریعے نہیں لے گا' جب تک بیٹا بالغ نہ ہو جائے یا قاضی اس کی طرف سے خصم نہ مقرر کر دے۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۵۶۱)

فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ جواب وصی کی صورت میں ہے' اگر باپ ہو تو وہ لے لے گا اور شداد سے روایت ہے کہ وصی طلب شفعہ پر گواہ قائم کر کے اسے چھوڑ دے گا حتیٰ کہ وہ بچہ بالغ ہو جائے۔

وصی یا باپ نے گھر خریدا اور نابالغ بچہ اس گھر کا شفیع ہو

اگر بچہ اس گھر کا شفیع ہو' جسے وصی نے خریدا ہے تو وہ گواہ نہیں بنائے گا اور شفعہ طلب نہیں کرے گا حتیٰ کہ بچہ بالغ ہو جائے۔ اگر باپ نے کوئی گھر خریدا اور اس کا نابالغ بیٹا اس گھر کا شفیع ہے اور باپ نے اس نابالغ بچے کے لیے شفعہ طلب نہ کیا حتیٰ کہ بچہ بالغ ہو گیا تو بالغ ہونے والا بچہ وہ گھر شفعہ کے ذریعے نہیں لے سکتا۔

باپ نے اپنا گھر فروخت کیا اور اس کا نابالغ بیٹا شفیع تھا تو بیٹے کی طرف سے شفعہ جائز ہے

اگر باپ نے اپنا گھر فروخت کیا اور اس کا نابالغ بیٹا شفیع تھا اور باپ نے بیٹے کے لیے شفعہ طلب نہ کیا تو اس بیٹے کا حقِ شفعہ باطل نہیں ہو گا حتیٰ کہ بالغ ہونے پر بیٹا وہ گھر شفعہ کے ذریعے لے سکتا ہے۔

یہ تمام مسائل شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے ''باب تسلیم الشفعہ'' میں ذکر کیے ہیں۔

(المبسوط ج ۱۴ ص ۱۵۵)

اسی طرح قدوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ''شرح'' میں ''نوادر ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ'' کے حوالہ سے اسے ذکر کیا ہے۔

وصی نے اپنا گھر فروخت کیا یا اپنے لیے گھر خریدا اور بچہ اس کا شفیع تھا

اگر وصی نے اپنے لیے کوئی گھر خریدا یا اپنا گھر فروخت کیا اور بچہ اس کا شفیع تھا اور وصی نے اس کا شفعہ طلب نہ کیا تو یتیم کو بالغ ہونے پر حقِ شفعہ حاصل ہوگا اور ''نوادر ہشام'' رحمہ اللہ میں ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے امام محمد رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ اس آدمی کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ جس نے اپنے لیے کوئی گھر خریدا یا اپنا گھر فروخت کیا اور نابالغ بچہ اس گھر کا شفیع ہے اور وصی نے شفعہ طلب نہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ بالغ ہونے پر یتیم کو شفعہ کا حق حاصل ہوگا اور ''نوادر ہشام'' رحمہ اللہ میں ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے امام محمد رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ آپ اس آدمی کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ جس نے کوئی گھر خریدا اور اس کا نابالغ بیٹا اس گھر کا شفیع ہے اور باپ نے شفعہ طلب نہیں کیا تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر قیاس کے مطابق نابالغ بچے کو شفعہ کا حق نہیں، لیکن وصی کی صورت میں اسے شفعہ کا حق حاصل ہے۔ اگر باپ نے اپنے لیے گھر خریدا ہو اور اس کا نابالغ بیٹا شفیع ہو تو جواب میں تفصیل ہونا لازم ہے اور وہ تفصیل یہ ہے کہ اگر باپ نے وہ گھر مثلی قیمت کے ساتھ یا اتنی زائد قیمت کے ساتھ خریدا، جس میں لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں تو بچے کو بالغ ہونے پر شفعہ کا حق نہیں اور اگر بچے کو اس گھر کے لینے میں نقصان ہو، اس طرح کہ باپ نے وہ گھر مثلی قیمت سے اتنی زیادہ مقدار کے عوض خریدا ہو، جس میں لوگوں کو دھوکہ نہیں ہوتا تو بالغ ہونے پر بچے کو شفعہ کا حق ہوگا۔

باپ نے نابالغ بیٹے کے شفعہ کی تسلیم کی تو جب بیٹا بالغ ہوا، وہ تسلیم باطل ہے

شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''باب تسلیم الشفعہ'' میں ذکر کیا ہے کہ ایک آدمی نے زائد قیمت کے عوض گھر خریدا اور اس کا نابالغ بیٹا اس گھر کا شفیع ہے۔ باپ نے شفعہ کی تسلیم کر دی تو سب کے نزدیک باپ کی تسلیم درست نہیں اور یہی صحیح ہے اور بیٹے کا حقِ شفعہ باقی ہے گا، جب وہ بالغ ہوا۔ (المبسوط ج ۱۴ ص ۱۵۵)

جب وصی نے کوئی گھر خریدا تو اس میں نابالغ بچے کی منفعت کی ایجاد کی ترغیب

اگر وصی نے اپنے لیے کوئی گھر خریدا اور نابالغ بچہ اس گھر کا شفیع ہے اور وصی نے شفعہ طلب نہ کیا حتیٰ کہ بچہ بالغ ہو گیا تو اس کے جواب میں بھی تفصیل ہونا لازمی ہے۔

اگر شفعہ لینے میں بچے کا نفع ہو تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ایک روایت کے مطابق بالغ ہونے پر بچے کو شفعہ کا حق نہیں' کیونکہ اگر وصی نے اپنے مال سے بچے کے لیے کوئی چیز خریدی اور اس میں بچے کا ظاہری نفع ہے تو یہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی دو روایتوں میں سے ایک روایت میں جائز ہے' اس لیے کہ اگر وصی نے اپنے مال سے بچے کے لیے کوئی چیز خریدی اور اس میں بچے کا ظاہری نفع ہے تو یہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز ہے اور وصی شفعہ لینے پر قادر ہے' لہٰذا وصی کا سکوت بچے کے شفعہ کو باطل کر دے گا اور اگر شفعہ لینے میں بچے کا ظاہر نفع نہ ہو تو بالاتفاق بالغ ہونے پر بچے کو شفعہ کا حق حاصل ہے' کیونکہ اس صورت میں بالاتفاق وصی شفعہ لینے پر قادر نہیں' لہٰذا وصی کا سکوت شفعہ کو باطل نہیں کرے گا اور اگر وصی نے گھر فروخت کیا اور باقی مسئلہ اسی طرح ہے تو بالاتفاق بالغ ہونے پر بچے کو شفعہ کا حق حاصل ہو گا' جس طرح کہ باپ کی صورت میں یہ حکم ہے۔

بچے کے شفعہ کے ثمن میں ولی اور شفیع کا اختلاف

جب باپ یا وصی نے کہا کہ میں نے یہ گھر بچے کے لیے ہزار درہم کے عوض خریدا ہے تو شفیع نے اسے کہا کہ اللہ سے ڈر' کیونکہ تو نے یہ گھر پانچ سو درہم کے عوض خریدا ہے اور باپ یا وصی نے اس کی تصدیق کر دی تو (بچے کے حق میں) اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور وہ گھر ہزار درہم کے عوض ہی لے گا' حتیٰ کہ وہ پانچ سو درہم کے عوض خریدنے پر گواہ قائم کر دے۔

یہ تمام بحث ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الشفعہ'' میں ہے۔

طلبِ شفعہ میں بچے کی خبر پر اعتماد

''الفتاویٰ الصغریٰ'' میں مذکور ہے کہ جب شفعہ ثابت ہوگیا اور علم نہ ہوا اور مشتری نے شفیع کی طرف کوئی بچہ یا غلام یا فاسق قاصد بنا کر بھیجا یا اس کی طرف خط لکھا اور وہ خاموش رہا اور شفعہ طلب نہ کیا تو یہ تسلیم شفعہ ہے اور اگر اسے کسی فضولی آدمی نے اپنی جانب سے خبر دی اور وہ خاموش رہا اور شفعہ طلب نہ کیا تو اس مسئلہ میں معروف اختلاف ہے۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک عدد یا عدالت شرط ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک یہ شرط نہیں۔

میں نے ''المنتقی'' کی ''کتاب الشفعہ'' میں دیکھا ہے کہ جب شفیع کو بیع کی خبر دی گئی اور اس نے شفعہ طلب نہ کیا تو خبر اور مخبر کی صفت میں اسی طرح اختلاف ہے، جس طرح مولیٰ کو اس کے غلام کے جرم کی خبر دی گئی اور اس نے وہ غلام آزاد کر دیا تو اس میں اختلاف ہے اور ''ہدایہ'' کی ''کتاب الشفعہ'' میں ہے کہ جب شفیع کو گھر کی بیع کی خبر دی گئی تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اور امام محمد رحمہ اللہ کی روایت میں اس شفیع پر اشہاد واجب نہیں، حتیٰ کہ اسے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں خبر دیں۔ اور حسن کی روایت میں ہے، حتیٰ کہ اسے دو عادل مرد خبر دیں اور پہلا قول زیادہ مشہور ہے[1] اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ نے فرمایا کہ اشہاد واجب ہے، جب اسے ایک نے خبر دی ہو، وہ خبر دینے والا آزاد ہو یا غلام، بچہ ہو یا عورت جب کہ خبر حق ہو، جس طرح کہ وکیل کے معزول کرنے میں اختلاف ہے۔ اسی طرح ان مسائل میں بھی اختلاف ہے کہ جب مولیٰ کو اس کے غلام کی جنایت کی خبر دی گئی اور مولیٰ نے اسے آزاد کر دیا اور باکرہ کو جب نکاح کی خبر دی گئی اور وہ خاموش رہی اور جو شخص دارالحرب میں مسلمان ہوا اور اسے احکام شرائع کی خبر دی گئی۔

---

[1] اشہاد یہ ہے کہ شفیع، بائع یا مشتری یا اس جائیداد مبیعہ کے پاس جا کر گواہوں کے سامنے کہے کہ فلاں شخص نے یہ جائیداد خریدی ہے اور میں اس کا شفیع ہوں اور اس سے پہلے میں طلب شفعہ کر چکا ہوں اور اب پھر طلب کرتا ہوں، تم لوگ اس کے گواہ رہو۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

باپ نے گھر فروخت کیا تو بچہ شفعہ کے ذریعے لے سکتا ہے اور اگر گھر خریدا تو نہیں لے سکتا

''فتاویٰ قاضی خاں'' میں ہے کہ اگر باپ نے اپنے لیے کوئی گھر خریدا اور اس کا نابالغ بچہ اس گھر کا شفیع ہے تو بچہ بالغ ہونے پر اسے شفعہ کے ذریعے نہیں لے سکتا۔ اور اگر باپ نے اپنا گھر فروخت کیا اور اس کا نابالغ بچہ اس گھر کا شفیع ہے تو بچہ وہ گھر شفعہ کے ذریعے لے سکتا ہے۔

شفعہ میں باپ کا عدم حلف

میں نے ''المنتقی'' کی ''کتاب الشفعہ'' میں دیکھا ہے کہ اگر کسی آدمی نے اپنے نابالغ بیٹے کے لیے گھر خریدا اور اس پر قبضہ کرلیا' پھر ثمن میں اس کا اور شفیع کا اختلاف ہوگیا۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ والد سے حلف نہیں لیا جائے گا' کیونکہ شفعہ بیع سے نہیں ہے' یہ تو ایک ایسی چیز ہے جو بیع کے بعد پیدا ہوئی ہے اور وکیل کی یمین تو بیع میں ہوتی ہے' لہٰذا وکیل پر یمین ہے۔

وصی کے ایک مہینہ خاموش رہنے سے بچے کا حقِ شفعہ باطل ہوجائے گا

''المنتقی'' میں یہ بھی ہے کہ اگر بچے نے شفعہ طلب کیا اور قاضی نے اس کے لیے کوئی وصی مقرر کردیا اور وصی طلب شفعہ سے ایک ماہ تک خاموش رہا تو بچے کا شفعہ باطل ہوجائے گا۔

جو گھر وغیرہ مثلی ثمن سے زائد کے عوض فروخت ہوا' باپ اور وصی کا اسے لینا منع ہے

''الجامع فی الفتاویٰ'' کی ''کتاب الشفعہ'' میں ہے کہ جب گھر ثمن مثلی سے زائد قیمت کے عوض غبن فاحش کے ساتھ فروخت ہوا اور بچہ شفیع ہے تو شفعہ ثابت نہیں ہوگا حتیٰ کہ باپ یا وصی نے اسے لینے کا ارادہ کیا تو انہیں یہ حق نہیں۔

جب وصی نے یتیم کا گھر فروخت کیا اور وصی اس کا شفیع ہو

''الجامع الاصغر'' میں ہے کہ اگر وصی نے یتیم کا گھر فروخت کیا اور وصی اس گھر کا شفیع ہے

تو اسے شفعہ کا حق نہیں لیکن جب قاضی کے وکیل نے وہ گھر فروخت کیا ہو تو وصی کو حقِ شفعہ ہے۔ واللہ اعلم (المبسوط ج ۱۴ ص ۱۴۶۔۱۴۷)

مسائلِ مضاربت[1]

یتیم کے مال میں مضاربت کی مشروعیت اور اس کی حکمت کا بیان

امام محمد رحمہ اللہ نے ''الاصل'' میں ذکر فرمایا ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے یتیم کا مال بطورِ مضاربت دیا' فرماتے ہیں کہ مجھے اس کا علم نہیں کہ دونوں کے درمیان کیا شرائط تھیں اور اس مال کے ذریعہ عراق میں کام کیا گیا۔ وہ حجاز آتا تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسے نفع تقسیم کر دیتے تھے۔

(نصب الرایہ ج ۴ ص ۱۱۵' المعرفۃ میں اسے بیہقی کی طرف بروایت حمید عن ابیہ عن جدہ منسوب کیا ہے)

اس سے مستفاد ہوا کہ مضاربت مشروع ہے اور یہ بھی مستفاد ہوا کہ قاضی یتیم کا مال بطورِ مضاربت دے سکتا ہے' کیونکہ یہ تصرف اس کے حق میں نفع بخش ہے اور ابراہیم رحمہ اللہ کی روایت سے یہ بھی مذکور ہے کہ انہوں نے وصی کے متعلق کہا کہ وہ یتیم کا مال مضاربت پر دے دے' اگر چاہے تو اسے تجارت میں لگا دے اور چاہے تو اس مال کے ساتھ تجارت کرے' جس میں بھی یتیم کا فائدہ ہو وہ کر سکتا ہے۔

اس سے یہ مستفاد ہوا کہ وصی یتیم کا مال مضاربت اور تجارت کے طور پر دے سکتا ہے اور اس مال سے خود تجارت کر سکتا ہے' کیونکہ یہ تمام تصرفات یتیم کے حق میں نفع بخش ہیں۔ جو بھی اس کے لیے بہتر ہو' وصی وہ تصرف کر سکتا ہے اور ذکر کیا ہے کہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ یتیم کا مال بطورِ مقارضت دیتے تھے اور مقارضت اہلِ حجاز کی لغت میں مضاربت ہی ہے اور

[1] اگر ایک آدمی کا مال ہو اور دوسرا آدمی کام کرے تو یہ مضاربت ہے۔ مال دینے والے کو رب المال اور کام کرنے والے کو مضارب اور مالک نے جو مال دیا ہے' اسے راس المال کہتے ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

یہ قرض سے مشتق ہے' قرض کا معنیٰ ہے: قطع (کاٹنا' طے کرنا) کیونکہ اس میں مسافت طے کرنے کی حاجت ہوتی ہے یا مال کا ایک حصہ قطع (علیحدہ) کر کے' اسے مضارب کے سپرد کرنے کی حاجت ہوتی ہے اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ یتیم کا مال مضاربت کے لیے دیتے تھے۔ (المبسوط ج ۲۲ ص ۲۰)

وصی یتیم کا مال مضاربت کے لیے دے سکتا ہے اور اس مال سے مضاربت کر سکتا ہے

امام محمد رحمہ اللہ نے ''الاصل'' میں ذکر فرمایا ہے کہ وصی یتیم کے مال میں تجارت کر سکتا ہے اور اسے مضاربت کے طور پر دے سکتا ہے اور اس مال سے مضاربت کر سکتا ہے اور اسے تجارت میں لگا سکتا ہے اور شرکت کر سکتا ہے۔ اگر وصی نے اس پر گواہ قائم نہ کیے کہ وہ مضاربت کے لیے عمل کرتا تھا تو اس نے جو کچھ خریدا ہے وہ ورثاء کے لیے ہو گا' کیونکہ وصی ورثاء کے مال سے اپنے لیے بعض نفع کا دعویٰ کرتا ہے اور وہ شرط کے بغیر اس کا مستحق نہیں تو جب قاضی کے پاس شرط ثابت نہیں ہوئی تو اسے نفع سے کچھ عطا نہیں کیا جائے گا۔

وصی یتیم کے مال سے تجارت کر سکتا ہے' اگر نقصان ہوا تو اس پر ضمان لازم نہیں ہو گی

''شرح الطحاوی'' کی ''کتاب البیوع'' میں ہے کہ وصی یتیم کے مال سے تجارت کر سکتا ہے۔ اگر اسے تجارت میں نقصان ہوا تو وصی پر ضمان لازم نہیں ہو گی۔

نابالغ کے مال میں باپ اور وصی کا کیا حق ہے؟

''شرح الطحاوی'' کی ''کتاب البیوع'' کے ''باب المصراۃ'' میں ہے کہ باپ نابالغ بچے اور بچی کا مال لے کر سفر کر سکتا ہے اور وہ مال اپنے غیر کو مضاربت کے لیے دے سکتا ہے اور خرید و فروخت' اجارہ پر دینے اور اجارہ پر لینے کے لیے وکیل بنا سکتا ہے اور اس کا مال بطور ودیعت رکھ سکتا ہے' وہ اس کا مال اپنے پاس مضاربت کے لیے رکھ سکتا ہے اور مناسب ہے کہ ابتداءً اس پر گواہ مقرر کر لے' اگر گواہ مقرر نہ کیے تو عنداللہ اس کے لیے نفع حلال ہو گا لیکن قاضی

اس کی تصدیق نہیں کرے گا۔ اسی طرح جب اس کے ساتھ شرکت کی اور باپ کا راس المال (اصل مال) بچے کے مال سے کم ہے تو اگر اس پر گواہ مقرر کر لیے تو ان کے درمیان نفع شرط کے مطابق تقسیم ہوگا اور اگر گواہ قائم نہ کیے تو عند اللہ اس کے لیے نفع حلال ہوگا' لیکن قاضی اس کی تصدیق نہیں کرے گا اور نفع کو دونوں کے راس المال کے مطابق تقسیم کرے گا' اسی طرح یہ سب احکام وصی کے بارے میں ہیں۔

نابالغ کے مال میں تصرف کے وقت گواہ بنانے کا حکم

''شرح الطحاوی'' کی ''کتاب البیوع'' کے دوسرے مقام پر مذکور ہے کہ اگر باپ اور وصی نے نابالغ کے مال میں تصرف کیا اور نفع ظاہر ہوا' پھر کہا کہ میں تو مضارب تھا تو اسے نفع سے کچھ نہیں ملے گا' لیکن اگر تصرف کے وقت گواہ بنا لیے ہوں کہ مضاربت کے طور پر تصرف کر رہا ہے (تو پھر نفع سے حصہ ملے گا) یہ حکم قضاءً ہے حتیٰ کہ قاضی اس معاملہ میں اس کی تصدیق نہیں کرے گا' لیکن عند اللہ اس کے لیے نفع حلال ہوگا' اگرچہ اس پر گواہ نہ بنائے ہوں۔ ان مسائل میں سے اکثر ''مسائلِ بیوع'' میں گزر چکے ہیں۔

نصف یا کم یا زائد کے ساتھ مضاربت کا جواز

امام محمد رحمہ اللہ نے ''کتاب المضاربۃ' باب جنایۃ العبد والجنایۃ علیہ'' کے آخر میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر کسی آدمی نے اپنے نابالغ بیٹے کا مال نصف یا کم یا زائد کے ساتھ مضاربت کے لیے دیا تو یہ جائز ہے' کیونکہ یہ نفع بخش تصرف ہے۔

اسی طرح وصی کا حکم ہے' کیونکہ وہ باپ کے بہ منزلہ ہے۔

یہ اعتراض نہیں کیا جائے گا کہ یہ بچے کے لیے بیع منفعت کے بہ منزلہ ہے اور وصی سب کے قول کے مطابق اپنا مال بچے کو مثلی قیمت کے ساتھ فروخت نہیں کرسکتا اور مثلی قیمت سے کم کے ساتھ فروخت کرنے میں اختلاف ہے۔ اسی طرح وہ اس کی بیع منفعت کا بھی مالک نہیں ہوگا۔ (یہ اعتراض اس لیے نہیں ہوگا) کیونکہ ہم جواباً کہیں گے کہ یہ بیع منفعت نہیں بلکہ یہ تو اشتراک ہے اور وہ اپنے غیر کو بچے کے مال میں شریک کرسکتا ہے اور خود کو شریک کرنا تو زیادہ نفع بخش ہے' لہٰذا وہ خود کو بطریق اولیٰ شریک کرسکتا ہے۔

اگر وصی کو نابالغ کے مال میں نفع ہوا اور اس نے کہا کہ میں نے یہ مال مضاربت کے طور پر لیا تھا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی

''غریب الروایت'' اور ''مجموع النوازل'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے کہ اگر وصی کو یتیم کے مال میں نفع ہوا اور اس نے کہا کہ میں نے یہ مال مضاربت کے طور پر لیا تھا اور نفع میں میرا حصہ ہے تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور نفع یتیم کو ملے گا اور اگر مال ہلاک ہو گیا تو ضامن نہیں ہوگا۔

باپ کا بیٹے کے لیے مضاربت کے طور پر کسی سے مال لینا

اگر باپ نے کسی آدمی سے اپنے نابالغ بیٹے کے لیے نصف نفع کے ساتھ مال مضاربت کے لیے لیا اور شرط لگائی کہ اس میں باپ' بیٹے کے لیے کام کرے گا اور باپ نے اس میں کام کیا اور نفع ہوا تو نفع رب المال اور باپ کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا اور بیٹے کو اس سے کوئی چیز نہیں ملے گی' کیونکہ باپ نے مال اپنے لیے مضاربت کے طور پر لیا ہے اور اپنے عمل کی شرط لگائی ہے لیکن یہ قصد کیا ہے کہ حاصل شدہ نفع بیٹے کا ہوگا اور یہ قصد باطل ہے' کیونکہ نفع کا استحقاق یا مال کی وجہ سے ہوتا ہے یا کام کی وجہ سے اور یہ دونوں باتیں معدوم ہیں۔

(المبسوط ج ۲۲ ص ۱۴۴)

اگر اس لڑکے جیسے خرید وفروخت کرتے ہیں اور باپ نے مال اس شرط پر لیا کہ وہ لڑکا اس کے ساتھ خرید وفروخت کرے گا اور نفع نصف نصف ہوگا تو مضاربت جائز ہے اور نفع رب المال اور بیٹے کے درمیان نصف نصف ہوگا' کیونکہ یہ تصرف بیٹے کے حق میں نفع بخش ہے۔

اسی طرح اگر باپ نے اس میں بیٹے کے حکم سے کام کیا (تو مضاربت جائز ہے)' کیونکہ جب بیٹے نے باپ کو حکم دیا تو باپ کا عمل بیٹے کے عمل کی طرح ہے اور اس کا حکم صحیح ہے اور اگر باپ نے بیٹے کے حکم کے بغیر عمل کیا تو وہ مال کا ضامن ہوگا' کیونکہ اس نے اجنبی کے مال میں کام کیا ہے حالانکہ اجنبی اس کے کام پر راضی نہیں' اجنبی تو اس کے بیٹے کے عمل پر ہی راضی ہے' لہٰذا وہ غاصب ہوگا تو نفع اسے ملے گا اور وہ اس کو صدقہ کر دے گا جس طرح کہ غصب میں یہی حکم ہے اور ان تمام صورتوں میں وصی باپ کے بہ منزلہ ہے۔

بچے کا مضاربت کے طور پر مال دینا یا لینا جائز ہے

اگر ماذون بچے یا عبد ماذون نے نصف یا کم یا زائد کے ساتھ مضاربت پر مال دیا یا اسی طرح مضاربت کے لیے مال لیا تو یہ جائز ہے اور غیر ماذون بچہ اس کا مالک نہیں، جس طرح کہ وہ باقی اقسامِ تجارت کا مالک نہیں اور اگر اس کے ساتھ مضارب نے کام کیا تو وہ ضامن ہوگا اور نفع اسے ملے گا اور وہ نفع کو صدقہ کردے گا۔ یہ تمام مسائل "اصل" کی "کتاب المضاربت" کے "باب جنایۃ العبد" میں ہیں۔ (المبسوط ج ۲۲ ص ۱۲۴۔۱۲۵)

باپ یا وصی اپنے بیٹے کا مال مضاربت کے لیے دے سکتا ہے، اس شرط پر کہ باپ اس کے ساتھ کام کرے گا بشرطیکہ تخلیہ[1] بچے کی جانب سے ہو

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے "کتاب المضاربت" کے "باب عمل رب المال مع المضارب" میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر کسی آدمی نے اپنے نابالغ بیٹے کا مال اس شرط پر مضاربت کے لیے دیا کہ باپ اس کے ساتھ مال کے عوض کام کرے گا، اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جو نفع عطا فرمایا، اس میں سے مضارب کو تین اور بیٹے کو تین اور باپ کو تین ملیں گے تو یہ اس شرط پر جائز ہے۔

اسی طرح باپ کے وصی کا بھی یہی حکم ہے، کیونکہ یہ درحقیقت بچے کا مال خود کو اور اجنبی کو بطورِ مضاربت دینا ہے، اگر اس نے سارا مال خود کو مضاربت کے طور پر دیا تو یہ جائز ہے اور اگر اجنبی کو دیا تو یہ بھی جائز ہے اور جب بعض مال خود کو اور بعض اجنبی کو دیا تو یہ بھی جائز ہوگا، کیونکہ باپ کے تصرفات بیٹے کے لیے حکماً بطریقِ نیابت واقع ہوتے ہیں، لہٰذا باپ کا دینا، بیٹے کا دینا ہے اور باپ کی شرط بیٹے کی شرط کی طرح ہے اور تخلیہ بچے کی طرف سے شرط ہوگا، کیونکہ رب المال بچہ ہی ہے اور بچے کی جانب سے تخلیہ متحقق ہے۔

---

[1] مضاربت کے لیے تخلیہ شرط ہے کہ رب المال، مال مضارب کے سپرد کردے اور اصل مال میں رب المال کا کوئی تصرف نہ ہو۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

مضارب کے ساتھ بچے کے عمل کی شرط لگانے سے مضاربت فاسد ہو جائے گی

اگر مضارب کے ساتھ بچے کے عمل کی شرط لگائی تو مضاربت فاسد ہوگی' کیونکہ اس سے تخلیہ میں خلل ہوگا (کہ رب المال یعنی بچے کا مال میں تصرف ہے لہٰذا بچے کی جانب سے تخلیہ نہیں پایا گیا) اور جب مضاربت فاسد ہوئی تو مضارب کے کام کی مثلی اجرت بچے کے مال میں ہوگی' جسے باپ ادا کرے گا' کیونکہ کام اسی کے لیے واقع ہوا ہے۔

(الفتاوی الخانیہ ج ۳ ص ۱۴۱)

امام ظہیر الدین رحمہ اللہ کے ''فتاویٰ'' میں ہے کہ اگر رب المال نے مضارب کے ساتھ اپنے کام کی شرط لگائی تو مضاربت جائز نہیں' چاہے مالک عقد کرنے والا ہو یا غیر عاقد ہو' جب اس نے مضارب کے ساتھ اپنے کام کی شرط لگائی تو مضاربت صحیح نہیں ہوگی اور یہ اس طرح ہو گا جیسے باپ یا وصی نے نابالغ کا مال مضاربت کے لیے دیا اور مضارب کے ساتھ نابالغ کے کام کی شرط لگا دی تو یہ مضاربت جائز نہیں ہوتی اور اگر عاقد مالک نہ ہو اور اس نے مضارب کے ساتھ اپنے کام کی شرط لگائی تو دیکھیں گے کہ اگر عاقد ایسا ہوا جو خود مال بطور مضاربت لے سکتا ہے' جیسے باپ یا وصی نے نابالغ کا مال مضاربت کے لیے دیا اور مضارب کے ساتھ نفع کے ایک حصہ کے عوض اپنے کام کی شرط لگائی تو یہ مضاربت جائز ہوگی اور اگر عاقد ایسا ہو کہ جو مال کو مضاربت کے طور پر نہیں لے سکتا اور اس نے مضارب کے ساتھ اپنے عمل کی شرط لگائی تو مضاربت فاسد ہوگی جس طرح کہ وہ غلام جسے مضاربت کے طور پر مال دینے کی اجازت ہے' اس نے مضارب کے ساتھ اپنے عمل کی شرط لگائی (تو مضاربت فاسد ہوگی)۔

(الفتاوی الخانیہ ج ۳ ص ۱۴۱)

اگر ماذون غلام نے اپنے مولیٰ کے عمل کی شرط لگائی تو اگر اس پر قرض نہ ہو تو مضاربت فاسد ہے اور اگر اس پر قرض ہو تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مضاربت جائز ہے اور یہ اختلاف معروف اختلاف پر مبنی ہے۔

اس زمانہ میں وصی کا مالِ یتیم بطورِ مضاربت لینے کا حکم

سید امام اجل ابوالقاسم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''الملتقط'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ذکر فرمایا ہے کہ ابونصر رحمہ اللہ نے کہا کہ میں اس زمانہ میں وصی کے لیے درست خیال نہیں کرتا کہ وہ یتیم کا مال بطورِ مضاربت لے اور نہ ہی وقف کے نگران کے لیے درست سمجھتا ہوں کہ وہ وقفی زمین میں کاشت کرے۔

اگر بچے کو مضاربت میں لگا دیا اور وہ راستہ میں ہلاک ہو گیا تو رب المال کی برادری پر دیت واجب ہوگی

اگر بچے کو کسی نے مضاربت کے لیے مال دیا اور وہ بچہ غیر ماذون ہے' وہ بچہ مال لے کر گیا تا کہ تصرف کرے اور راستہ میں ہلاک ہو گیا تو رب المال کی برادری پر دیت واجب ہوگی۔

یہ مسئلہ ''الاصل'' کی ''کتاب المضاربت'' میں ہے۔

اور میں نے ابوالفضل کرمانی رحمہ اللہ کے ''فوائد'' سے یہ مسئلہ مسائل ضمان میں لکھ دیا ہے۔

مسائلِ مزارعت[1]

بچے کو مزارعت کے لیے زمین دینے کا حکم

شیخ الاسلام علی اسبیجابی رحمہ اللہ نے ''کتاب الودیعۃ'' کی شرح میں بچے کے پاس ودیعت رکھنے کے مسئلہ کے دوران اسی مسئلہ پر قیاس کرتے ہوئے امام اعظم ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات ذکر کی ہے کہ اگر کسی آدمی نے بچے کو مزارعت کے لیے زمین اس شرط پر دی کہ بیج بچے کی طرف سے ہوگا تو یہ مزارعت فاسد ہے اور کھیتی ساری کی

[1] کسی کو اپنی زمین اس صورت پر کاشت کے لیے دینا کہ جو پیداوار ہوگی' دونوں میں مثلاً نصف نصف تقسیم ہوگی' اسے مزارعت کہتے ہیں' ہمارے عرف میں اسے زمین بٹائی پر دینا کہتے ہیں۔
۱۲ رضوی غفرلہٗ

ساری بچے کی ہوگی اور وہ کھیتی کے نقصان کا ضامن نہیں ہوگا' کیونکہ نقصان زمین دار کے مسلط کرنے کی وجہ سے ہوا ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ نے ''المبسوط'' کی ''کتاب المزارعت'' کے ''باب مزارعت الصبی والعبد'' میں ذکر فرمایا ہے کہ جب کسی آزاد آدمی نے غیر ماذون بچے یا غیر ماذون غلام کو ایک سال تک مزارعت کے لیے زمین اور بیج دیئے کہ پیداوار نصف نصف ہوگی' بچے یا غلام نے کاشت کی اور کھیتی حاصل ہوئی اور کام کرنے والا کام سے سلامت رہا تو پیداوار دونوں کے درمیان شرائط کے مطابق تقسیم ہوگی' کیونکہ جب غلام یا بچہ اس عمل سے سلامت رہا تو یہ عقد انجامِ کار دونوں کے حق میں محض نفع بخش رہا ہے' لہٰذا یہ عقد استحساناً نافذ ہو جائے گا۔ اگر غلام کھیتی کاٹنے کے بعد جب کہ وہ کھیتی کے کام میں ہی ہو' فوت ہو گیا تو زمین اور بیج کا مالک قیمت کا ضامن ہوگا' چاہے وہ غلام کام کے سبب سے ہلاک ہوا ہو یا کام کے سبب سے ہلاک نہ ہوا ہو' کیونکہ جب زمین دار نے اسے بیج اور زمین اس شرط پر دے دیئے کہ وہ نصف پیداوار کے عوض کام کرے تو وہ اسے اس کام میں استعمال کرنے والا بن گیا' جو کام بیج والے کے لیے واقع ہوا ہے' لہٰذا اس وجہ سے وہ غاصب ہو گیا اور غصب کی وجہ سے غلام کی ضمان لازم آئے گی' چاہے وہ اس کام کی وجہ سے ہلاک ہوا ہو' جس کام میں اسے استعمال کیا گیا ہے یا اس کے علاوہ اور کام کی وجہ سے ہلاک ہوا ہو اور پیداوار ساری کی ساری زمین دار کے لیے حلال اور پاکیزہ ہوگی' کیونکہ جب وہ غلام کی قیمت کا ضامن ہوا ہے تو اسے کام میں لگانے کے وقت سے ضمان کی وجہ سے اس کا مالک ہو گیا ہے' لہٰذا واضح ہو گیا کہ جو کچھ حاصل ہوا ہے' وہ اس کے غلام کی کمائی ہے' لہٰذا وہ اسی زمین دار کو ملے گی یا (دلیل میں) یہ کہا جائے گا کہ اس صورت میں زمین کا دینا اور شرط صحیح نہیں' لہٰذا پیداوار اس کی ملکیت میں باقی رہے گی۔ اگر آزاد بچہ مزارعت کے عمل سے کھیتی کاٹنے کے بعد فوت ہو گیا تو کھیتی دونوں کے درمیان شرائط کے مطابق تقسیم ہوگی اور دونوں کے لیے حلال ہوگی' کیونکہ یہ تصرف بچے کے حق میں نفع بخش ہے اور غیر ماذون بچے کے وہ تصرفات جو محض نافع ہوں' وہ نافذ ہو جاتے ہیں اور زمین دار کی برادری پر بچے کی دیت لازم ہوگی' کیونکہ بچے کا غصب اگرچہ متحقق نہیں' لیکن بچے کے تلف کا سبب زمین دار کی طرف سے حاصل ہوا ہے' اس وجہ سے کہ اگر زمین دار بچے کو اس کام میں استعمال نہ کرتا تو وہ فوت نہ

ہوتا' لہٰذا تقدیراً اُسے قاتل قرار دیا جائے گا' کیونکہ ''کتاب الدیات'' میں جو مذکور ہے اس کے مطابق ضمان کے وجوب میں جب آدمی زیادتی وتعدی کرنے والا ہو تو تلف کے سبب کو پیدا کرنا تلف کرنے کے بہ منزلہ ہے اور اگر بچہ اپنی طبعی موت فوت ہوا تو زمین دار ضامن نہیں ہوگا کیونکہ اس کی طرف سے سبب نہیں پایا گیا اور کھیتی سے بچے کا حصہ اس کے ورثاء کو ملے گا' کیونکہ ضمان کی وجہ سے وہ آدمی اس بچے کی کمائی کا مالک نہیں ہوا۔ درخت کے معاملہ میں بھی اسی طرح حکم ہے۔ واللہ اعلم

اگر بچے کو زمین دی جائے اور بیج بچے کی طرف سے ہو تو کیا حکم ہے؟

اگر بیج غلام اور بچے کی طرف سے ہو اور پیداوار عامل کے لیے ہو تو زمین وغیرہ کے نقصان سے زمین دار کو کوئی چیز نہیں ملے گی جس طرح کہ پہلے گزر چکا ہے' کیونکہ غیر ماذون بچے اور غیر ماذون غلام کے ساتھ اس شرط سے مزارعت کہ بیج ان دونوں کی طرف سے ہو درست نہیں' کیونکہ اگر پیداوار سے کوئی چیز زمین دار کو ملی تو وہ محض ان دونوں کی شرط سے ملے گی اور ان دونوں کی شرط صحیح نہیں' اور زمین دار کو زمین کے نقصان کا کچھ نہیں ملے گا' کیونکہ یہ زمین دار کے مسلط کرنے کی وجہ سے ہلاک کرنا ہے۔

اگر غلام آزاد ہو گیا تو زمین دار اپنی زمین کی مثلی اجرت کے لیے اس کی طرف رجوع کرے گا اور بالغ ہونے پر بچے کی طرف کسی چیز کے لیے رجوع نہیں کرے گا اور یہ حکم اس صورت میں ہے جب بیج غلام اور بچے کی طرف سے ہو۔

اگر غلام یا بچہ فوت ہو گیا تو زمین دار پر کوئی ضمان نہیں' کیونکہ دونوں نے اپنی ذات کے لیے کام کیا ہے' لہٰذا غصب متحقق نہیں ہوا اور نہ ہی تلف کا سبب اس کی طرف سے حاصل ہوا ہے۔ اسی لیے علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ اگر کسی نے غیر ماذون بچے یا غلام کو کہا کہ اس درخت پر چڑھ اور پھل اتار لا تاکہ میں کھاؤں یا کہا: تاکہ ہم کھائیں اور وہ گر پڑا تو حکم دینے والا غلام کی قیمت اور بچے کی دیت کا ضامن ہوگا' کیونکہ اس نے اسے اپنے کام میں استعمال کیا ہے۔ اور اگر کہا: تاکہ تو کھائے تو ضامن نہیں ہوگا' کیونکہ غلام اور بچے دونوں نے اپنے لیے کام کیا ہے' لہٰذا حکم دینے والا ان کو استعمال کرنے والا نہیں ہوگا اور اگر زمین سے کوئی پیداوار حاصل نہ ہوئی تو زمین دار پر دونوں کے بیج یا کسی اور چیز کی ضمان لازم نہیں ہوگی'

کیونکہ دونوں نے اپنی ذات کے لیے کام کیا ہے' لہٰذا بیج یا کسی اور چیز میں غصب کا معنیٰ نہیں پایا گیا۔

ماذون بچہ مزارعت میں بالغ کے ساتھ برابر ہے

ماذون بچہ اور وہ غلام جسے تجارت کا اذن ہے' وہ مزارعت میں آزاد کے بہ منزلہ ہیں۔

بچے نے کسی آدمی کو مزارعت پر زمین دی اور اس کے بعد بچے کو تصرف سے روک دیا گیا

اگر کسی غلام یا بچے نے کسی آدمی کو مزارعت پر زمین دی اور اس نے ابھی کاشت نہیں کی کہ مولیٰ یا ولی نے اسے تصرفات سے روک دیا تو جن صورتوں میں آزاد بالغ گذشتہ مزارعت سے رک سکتا ہے' ان صورتوں میں غلام کا مولیٰ اور بچے کا ولی بھی غلام اور بچے کو اس سے روک سکتا ہے اور جہاں آزاد بالغ گذشتہ مزارعت سے نہیں رک سکتا' وہاں مولیٰ اور ولی بھی نہیں روک سکتا۔ پھر اس بچے یا غلام نے اگر آزاد سے خود مزارعت کا معاملہ کیا ہے تو اگر بیج اس کی طرف سے ہو تو وہ رک سکتا ہے اور اگر بیج عامل کی طرف سے ہو تو وہ غلام یا بچہ نہیں رک سکتا' کیونکہ اس میں ضرر نہیں' لہٰذا مولیٰ کے غلام کو روک دینے کی وجہ سے وہ عقد باطل نہیں ہو گا۔ اسی طرح آزاد بچہ' جسے اس کے باپ یا وصی نے تصرفات سے روک دیا ہو' اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح معاملہ کا بھی یہی حکم ہے۔[1]

یہ حکم اس وقت ہے' جب غلامِ ماذون یا ماذون بچے کو تصرفات سے روک دیا گیا ہو اور اگر اسے تصرفات سے نہیں روکا' لیکن اسے یا اس کے مزارع کو عقد کے بعد کام سے منع کر دیا ہو یا عقد سے پہلے عقد سے منع کر دیا ہو تو (مولیٰ یا ولی) کا منع کرنا باطل ہو گا اور یہ دونوں عقد کر سکتے ہیں اور کام کر سکتے ہیں' کیونکہ یہ خاص حجر (روکنا) ہے' جو عام اجازت پر وارد ہوا ہے (یعنی ماذون کو پہلے تو عام اجازت تھی کہ وہ تصرفات کر سکتا ہے اور اب ایک خاص تصرف سے روکا گیا ہے) لہٰذا اس حجر پر عمل نہیں کیا جائے گا' کیونکہ اس وقت مطلق دلیل (یعنی اذن

[1] باغ یا درخت کسی کو اس لیے دینا کہ اس کی خدمت کرے اور جو پیداوار ہو گی' اس کا ایک حصہ کام کرنے والے کو اور ایک حصہ مالک کو دیا جائے گا' اسے معاملہ کہتے ہیں اور اسے مساقاۃ بھی کہا جاتا ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

عام) قائم ہوگی اور مطلق دلیل کے قائم ہوتے ہوئے حجر پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

اگر کسی تاجر بچے نے زمین خریدی' پھر اس کے باپ نے اسے روک دیا اور اس بچے نے وہ زمین کسی آدمی کو نصف حصے پر دی کہ اس میں اپنے بیج اور اپنے عمل سے کاشت کرے' اس آدمی نے زمین میں کام کیا تو پیداوار کام کرنے والے کو ملے گی اور زمین کا نقصان اس پر لازم ہوگا اور اگر زمین میں نقصان نہ ہوا تو پیداوار شرط کے مطابق استحساناً دونوں کے درمیان تقسیم ہو گی۔ وجہ وہی ہے جو ہم نے ذکر کر دی ہے کہ بچے کے تصرف میں جب نقصان نہ ہو تو وہ نافع محض ہوتا ہے اور اگر بیج زمین دینے والے کی طرف سے ہو تو پیداوار کام کرنے والے کو ملے گی اور دونوں صورتوں میں بیج کا تاوان اس پر لازم ہوگا یعنی خواہ زمین میں نقصان ہو یا نہ ہو اور اگر زمین میں نقصان ہوا تو بیج کی ضمان کے ساتھ زمین کے نقصان کا تاوان بھی لازم ہوگا۔ اسی طرح اگر زمین میں کوئی پیداوار نہ ہوئی (پھر بھی یہی حکم ہے)' کیونکہ یہاں تو ضرر زیادہ ظاہر ہے اور وہ ضرر بچے کے مال کو ایک وہمی امر کی وجہ سے ضائع کرنا ہے جو امر موہوم (غیر یقینی امر) کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا' لہٰذا دونوں صورتوں میں اس کے نفاذ کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

پھر پیداوار ساری کی ساری کام کرنے والے کی ہوگی' کیونکہ بچے کا زمین دینا صحیح نہیں' لہٰذا وہ آدمی اس کی زمین اور بیج غصب کرنے والا ہوگا اور اگر نقصان ہوا تو بیج کی قیمت اور زمین کے نقصان کا ضامن ہوگا۔ یہ تمام بحث ''المبسوط'' کی ''کتاب المزارعت'' میں ہے۔

بچے کا معاملہ پر باغ دینا یا لینا جائز ہے

''فتاویٰ قاضی امام ظہیر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ'' کی ''کتاب المزارعت'' میں ہے کہ ماذون بچے نے اگر شرائط کے مطابق باغ معاملہ پر دیا یا لیا تو یہ جائز ہے' اسی طرح ماذون غلام کے لیے یہ جائز ہے اور اگر مولیٰ یا ولی نے انہیں روک دیا تو معاملہ اپنی حالت پر برقرار رہے گا' چاہے کام سے پہلے روکا ہو یا بعد میں روکا ہو۔

عورت اور نابالغ اولاد اور بالغ اولاد کی مزارعت کا حکم' کیا وہ زمین کے غلہ میں شریک ہوں گے یا نہیں؟

''فتاویٰ قاضی ظہیر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ'' کی ''کتاب المزارعت'' کے متفرقات میں مذکور ہے کہ اگر کوئی آدمی نابالغ اولاد اور بالغ اولاد اور بیوی چھوڑ کر فوت ہوا اور بالغ اولاد اسی بیوی سے ہو یا میت کی دوسری بیوی سے ہو اور اولاد نے کھیتی باڑی کا کام کیا اور مشترکہ زمین میں یا غیر کی زمین کرائے پر لے کر اس میں کاشت کی' جیسا کہ لوگوں کا دستور ہے اور یہ ساری اولاد اس عورت کے عیال میں داخل ہے۔ وہ عورت ان کے اموال کی خبر گیری کرتی ہے اور وہ سب کاشت کرتے ہیں اور غلہ جمع کرتے ہیں تو یہ غلہ عورت اور اولاد کے درمیان مشترک ہوگا یا صرف کاشت کرنے والوں کا ہوگا؟

اس مسئلہ میں فتویٰ پیش ہوا تھا' تمام جوابات میں اس پر اتفاق تھا کہ اگر انہوں نے باقیوں کی اجازت سے مشترکہ بیج سے کاشت کی ہے تو اگر وہ بالغ ہوں یا بعض نابالغ ہونے کی صورت میں وصی کی اجازت سے ہو تو غلہ سب کے درمیان مشترک ہوگا اور اگر انہوں نے اپنے بیج سے کاشت کی تو غلہ کاشت کرنے والوں کا ہوگا اور فتاویٰ میں یہ مذکور نہیں کہ اگر وصی اور باقیوں کی اجازت کے بغیر مشترکہ بیج سے کاشت کی تو اس میں کیا حکم ہے؟ اور مناسب ہے کہ اس صورت میں غلہ کاشت کرنے والوں کا ہو' کیونکہ انہوں نے بیج غصب کیا ہے اور کاشت کی ہے' لہٰذا پیداوار انہی کو ملے گی۔

وصی یتیم کی زمین مزارعت پر لے سکتا ہے' اس شرط کے ساتھ کہ بیج وصی کی طرف سے ہوگا

''فتاویٰ قاضی خاں'' میں ہے کہ اگر وصی نے یتیم کی زمین مزارعت پر لی' اگر بیج یتیم کی طرف سے ہوا تو جائز نہیں اور اگر وصی کی طرف سے ہوا تو جائز ہے کیونکہ جب وصی نے بیج اپنے اوپر مقرر کر لیا ہے تو وہ یتیم کی زمین کو بعض پیداوار کے عوض اجارہ پر لینے والا بن گیا ہے اور وصی کا یتیم کی زمین اپنے لیے اجارہ پر لینا جائز ہے اور اگر اس نے بیج یتیم پر مقرر کر دیا تو وہ خود کو یتیم کے پاس اجرت پر رکھنے والا ہوگا اور یہ جائز نہیں۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۲۰۰)

میں نے ابوالحفص الکبیر رحمہ اللہ کے ''فوائد'' میں دیکھا کہ ان سے ایسے یتیموں کے متعلق سوال ہوا' جن کا وصی ہے اور جن کی زمین ہے کہ کیا وصی ان کی زمین مزارعت پر لے سکتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! لے سکتا ہے' جس طرح وصی کا غیر لے سکتا ہے اور مزارعت کے عقد کے وقت گواہ مقرر کر لے گا کہ وہ اس زمین کو بطورِ مزارعت لے رہا ہے۔

(الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۱۷۲)

جب وصی نے اپنا بیج کاشت کیا تو نفع یتیم کے لیے واجب ہے

میں نے ''المنتقی'' کی ''کتاب الوصایا'' میں یہ لفظ دیکھے ہیں کہ اگر یتیم کے وصی نے یتیم کا بیج کاشت کیا اور کاشت کے وقت گواہ بنا لیے کہ بیج کی ضمانت اس پر لازم ہے اور اس نے زمین اپنے لیے اجارہ پر لی ہے تو اگر اس میں یتیم کی بہتری ہو تو اجرت یتیم کو ملے گی اور کھیتی وصی کو ملے گی اور یہ اس طرح ہے جیسے کسی وصی نے یتیم کے مال سے کوئی خادم خریدا تو اگر ثمن یتیم کے لیے بہتر ہو تو یہ جائز ہے اور اگر خادم یتیم کے لیے بہتر ہو تو وصی کا اپنے لیے اسے خریدنا جائز نہیں

وصی نے یتیم سے بیج قرض لے کر اپنی زمین میں کاشت کی تو کھیتی۔۔ وصی کو دینا لازم ہے

اگر وصی نے یتیم سے بیج قرض لے کر اپنی زمین میں کاشت کی تو کھیتی وصی کی ہے اور اس کا یہ قول کہ اس نے اپنے لیے کھیتی کاشت کی ہے' معتبر ہے۔ اسی طرح اگر اس نے اپنے بیج یتیم کی زمین میں کاشت کیے تو اس کا قول معتبر ہے' لیکن اگر اس نے یتیم کی زمین میں ہی یتیم کے بیج کاشت کیے تو اس کے قول کی تصدیق نہیں کی جائے گی کہ اس نے اپنے لیے کاشت کی ہے اور ہم نے یہ مسائل مکمل طور پر ''کتاب الفصول'' کی ''فصل تصرفات الاب الوصی'' میں ذکر کر دیئے ہیں۔

مسائل رہن [1]

بچے کا اپنے باپ کی اجازت سے رہن رکھنا جائز نہیں

''کتاب العدۃ'' کے مسائلِ رہن میں مذکور ہے کہ اگر بچے نے باپ کی اجازت سے اپنے غیر کے پاس کوئی چیز رہن رکھی تو یہ جائز نہیں۔

باپ اور وصی اپنے قرض کے عوض نابالغ بچے کا مال رہن رکھ سکتے ہیں

شیخ الاسلام برہان الدین رحمہ اللہ نے ''ہدایہ'' کی ''کتاب الرہن'' میں ذکر فرمایا ہے کہ باپ اپنے قرض کے عوض اپنے نابالغ بیٹے کا غلام رہن رکھ سکتا ہے' کیونکہ باپ اسے بطورِ ودیعت رکھ سکتا ہے اور بچے کے حق میں اس کا مال بطورِ رہن رکھنا' بطورِ ودیعت رکھنے سے زیادہ بہتر ہے' کیونکہ مرہون کی حفاظت میں مرتہن کا قیام تاوان کے خوف کی وجہ سے زیادہ بلیغ ہے (کہ ہلاک ہونے کی صورت میں مرتہن پر تاوان لازم ہوگا' اس خوف سے وہ مستودع کی بہ نسبت زیادہ حفاظت کرے گا) اور اگر مرہون غلام ہلاک ہوا تو ہلاک ہونے کی صورت میں مرتہن پر تاوان لازم ہوگا اور ودیعت ہلاک ہوئی تو وہ بطورِ امانت ہلاک ہوگی (اور مستودع پر ضمان لازم نہیں ہوگی) اور وصی اس باب میں باپ کے بہ منزلہ ہے۔ دلیل وہی ہے' جو ہم نے بیان کردی ہے۔

اور امام ابو یوسف و امام زفر رحمہما اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ باپ کے لیے اپنے قرض میں بچے کا غلام رہن رکھنا جائز نہیں اور قیاس یہی ہے' حقیقی ایفاء کے اعتبار سے (کہ اگر باپ حقیقۃً اپنے بچے کے مال سے اپنا قرض ادا کرے تو یہ جائز نہیں' لہٰذا اس کا مال اپنے قرض میں

---

[1] رہن کے لغوی معنیٰ روکنا ہیں' خواہ کسی سبب سے ہو اور اصطلاحِ شرع میں دوسرے کے مال کو اپنے حق میں اس لیے روکنا کہ اس کے ذریعہ سے اپنے حق کو کلاً یا جزءً وصول کرنا ممکن ہو اردو میں اسے گروی رکھنا کہتے ہیں۔ چیز رکھنے والا راہن اور جس کے پاس رکھی گئی وہ مرتہن اور رکھی ہوئی چیز کو مرہون اور کبھی رہن کہتے ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

رہن رکھ کر حکماً اپنا قرض ادا کرے یہ بھی جائز نہیں)۔ ''ہدایہ'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

اور شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے وصی کے مالِ یتیم کو رہن رکھنے کے مسئلہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت کی دلیل میں ''کتاب الرہن' باب رہن الوصی والوالد'' میں اسی طرح ذکر فرمایا ہے اور نابالغ کے مال سے اپنا قرض ادا کرنے کے معاملہ میں باپ اور وصی کا حکم برابر ہے۔ اسی طرح دونوں اس کا مال رہن بھی نہیں رکھ سکتے۔

باپ نابالغ کے مال سے اپنا قرض ادا کرسکتا ہے اور وصی کے لیے یہ جائز نہیں

صدر الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اگر وصی نے یتیم کے مال سے اپنا قرض ادا کیا تو یہ جائز نہیں۔ اگر باپ نے ایسا کیا تو یہ جائز ہے' کیونکہ باپ کا نابالغ کے مال سے اپنا قرض ادا کرنا اسی طرح ہے' جیسے باپ بچے کا مال خود خریدے اور باپ مثلی قیمت کے ساتھ بچے کا مال خود خرید سکتا ہے' جب کہ وصی کو یہ اختیار نہیں' لیکن اگر اس میں یتیم کی بہتری ہو تو وصی کو بھی یہ اختیار ہے۔

باپ اور وصی پر نابالغ کے مال کی ضمان کب واجب ہوگی؟

صدر الشہید حسام الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''الفتاویٰ الصغریٰ'' میں فرمایا ہے کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں (ظاہر روایت میں باپ اور وصی اپنے قرض میں نابالغ کا مال رہن رکھ سکتا ہے اور امام ابو یوسف وزفر رحمہما اللہ تعالیٰ کی روایت میں یہ جائز نہیں) اور ظاہر روایت میں جب رہن جائز ہے تو اگر مرہون' مرتہن کے پاس ہلاک ہوگیا' تو مرتہن اپنا قرض وصول کرنے والا ہو جائے گا اور باپ یا وصی اپنا قرض ادا کرنے والا ہو جائے گا اور بچے کو ضمان دے گا' کیونکہ اس نے بچے کے مال سے اپنا قرض ادا کیا ہے۔ ''ہدایہ'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

واللہ اعلم

''الفتاویٰ الصغریٰ'' میں ''الجامع الاصغر'' کے حوالہ سے مذکور ہے کہ اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کا سامان اپنے قرض کے عوض رہن رکھا اور رہن کی قیمت قرض سے زائد ہے اور وہ سامان مرتہن کے پاس ہلاک ہوگیا تو باپ پر صرف قرض کی مقدار کی ضمانت لازم ہوگی' کیونکہ جو زائد ہے' وہ امانت ہے اور اگر وصی ہوا تو اس پر قیمت کی ضمان لازم ہوگی' کیونکہ باپ تو اپنے

بیٹے کا مال فروخت کرسکتا ہے، وصی کو یہ اختیار نہیں اور ''ملتقط'' میں مذکور ہے کہ باپ نے اگر اپنے نابالغ بیٹے کا مال اپنے قرض کے عوض گروی رکھ دیا وہ مال ہلاک ہوگیا تو وہ قرض کی مقدار کا ضامن ہوگا، کسی اور چیز کا نہیں اور اگر وصی ہوا تو وہ قیمت کا ضامن ہوگا۔

''المحیط'' کی ''کتاب الرہن'' کے متفرقات میں ہے کہ جب رہن قرض کی قیمت سے زائد ہوا تو باپ اور وصی قرض کی مقدار کے ضامن ہوں گے کیونکہ نابالغ کے مال میں قرض سے جو زائد مقدار ہے، اس میں باپ اور وصی کا یہ تصرف ودیعت رکھنا قرار پائے گا اور ان دونوں کو ودیعت رکھنے کی ولایت حاصل ہے اور میں نے بعض شروح میں دیکھا کہ اگر وصی نے اپنے لیے قرض لیا اور اس میں یتیم کا سامان رہن رکھ دیا تو یہ جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ یہ جائز نہیں۔ اسی طرح اگر رہن رکھنے کے بعد اسے اپنے قرض میں فروخت کردیا تو یہ جائز ہے اور یتیم کے لیے وہ قرض کی مثل کا ضامن ہوگا، اسی طرح اگر رہن مرتہن کے ہاتھ میں ہلاک ہوگیا تو اپنے قرض کی مثل کا ضامن ہوگا، دلیل وہی ہے جو ہم نے بیان کردی ہے۔ اسی طرح والد کا اس مسئلہ میں یہی حکم ہے اور ''ہدایہ'' میں اس مسئلہ میں مذکور ہے کہ اسی طرح اگر باپ اور وصی نے مرتہن کو اس مرہون کے فروخت کرنے پر مسلط کردیا (یہ بھی جائز ہے) کیونکہ مسلط کرنا، اسے فروخت کا وکیل بنانا ہے اور یہ دونوں فروخت کا وکیل بنا سکتے ہیں۔ مشائخ نے فرمایا کہ اس مسئلہ کی اصل بیع ہے کہ اگر باپ یا وصی نے یتیم کا مال اپنے قرض خواہ کو فروخت کردیا تو یہ جائز ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک (قرض و ثمن کا) ادلا بدلا ہوجائے گا (کہ نہ کچھ دینا لازم ہوگا، نہ لینا لازم ہوگا) اور باپ یا وصی بچے کے لیے ضامن ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ادلا بدلا واقع نہیں ہوگا۔ اپنے انجام کے اعتبار سے رہن بیع کی نظیر ہے کہ اس سے ضمان واجب ہوتا ہے۔[1]

---

۱ یعنی جس طرح بیع میں قرض و ثمن کا ادلا بدلا ہو کر انجام کار باپ یا وصی بچے کے لیے ضامن ہوتا ہے اسی طرح رہن میں بھی قرض ادا ہو کر انجام کار باپ یا وصی بچے کے لیے ضامن ہوتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی نظیر ہیں تو جس طرح بیع میں طرفین و امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے اسی طرح رہن کی صورت میں بھی یہی اختلاف ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

باپ بچے کا مال اپنے پاس یا اپنے دوسرے بیٹے کے پاس رہن رکھ سکتا ہے

اگر باپ نے (بچے کا مال) اپنے پاس یا اپنے نابالغ بیٹے کے پاس یا اپنے ایسے تاجر غلام کے پاس رہن رکھا جس پر قرض نہیں' تو یہ جائز ہے' کیونکہ کامل شفقت کی بناء پر باپ کو دو شخصوں کی طرح قرار دیا گیا ہے اور اس کی عبارت کو اس عقد میں دو عبارتوں کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے' جس طرح باپ نابالغ کا مال اپنے ہاتھ فروخت کرے تو عقد کی دونوں طرفوں کا متولی ہوتا ہے (رہن میں چونکہ ایجاب وقبول کی ضرورت ہے اور باپ تو منفرد ہے لیکن اس کی کامل شفقت کی بناء پر اسے دونوں جانب کا متولی قرار دیا گیا ہے)۔

وصی نے نابالغ کا مال اپنے پاس یا اپنے بیٹے کے پاس رکھا تو یہ باطل ہے

اگر وصی نے یتیم کا مال اپنے پاس یا اپنے نابالغ بیٹے کے پاس یا اپنے غیر مقروض تاجر غلام کے پاس رہن رکھا یا وصی نے اپنا کوئی مالِ عین' یتیم کا وصی پر جو قرض وغیرہ ہے' اس کے عوض یتیم کے پاس رہن رکھا' تو یہ جائز نہیں' کیونکہ وصی تو وکیل محض ہے اور ایک آدمی رہن میں عقد کی دونوں طرف کا متولی نہیں ہو سکتا' جس طرح کہ وہ بیع میں دونوں جانب کا متولی نہیں ہو سکتا۔ وصی کی شفقت قاصر ہے' لہٰذا اسے باپ کے ساتھ لاحق کرتے ہوئے' اس کے حق میں حقیقی معنیٰ سے عدول نہیں کیا جائے گا۔

مرد کا اپنے بیٹے یا اپنے غلام کے پاس رہن رکھنا' اپنے پاس رہن رکھنے کی طرح ہے بشرطیکہ دونوں پر قرض نہ ہو

آدمی کا اپنے بیٹے یا اپنے اس غلام کے پاس رہن رکھنا جس پر قرض نہ ہو' اپنے پاس رہن رکھنے کی طرح ہے۔

(اپنے پاس رہن رکھنا جائز نہیں' لہٰذا ان کے پاس بھی رہن رکھنا جائز نہیں) لیکن اگر اپنے بڑے بیٹے یا اپنے اس بیٹے اور غلام کے پاس رہن رکھا' جس پر قرض ہے تو یہ جائز ہے' کیونکہ اسے ان پر ولایت حاصل نہیں' لیکن اگر وکیلِ بیع نے ان کے ہاتھ مال فروخت کیا' تو یہ جائز نہیں' کیونکہ وکیل پر تہمت کا اندیشہ ہے (کہ شاید اس نے ان کی رعایت کرتے ہوئے

انہیں مال نقصان کے ساتھ فروخت کیا ہو) اور رہن میں تہمت نہیں' کیونکہ اس کا ایک ہی حکم ہے (کہ اس وقت مال مرہون وصول کرنے کا قبضہ حاصل ہو جائے گا اور اگر رہن ضائع ہو گیا تو اس کی قیمت کی مقدار قرض ساقط ہو جائے گا)۔

وصی نے یتیم کے لیے جو قرض لیا ہو' اس کے عوض وصی یتیم کا سامان رہن رکھ سکتا ہے

اگر وصی نے یتیم کے لباس وطعام کے لیے قرض لیا اور اس کے عوض یتیم کا سامان گروی رکھ دیا' تو یہ جائز ہے' کیونکہ ضرورت کے لیے قرض لینا جائز ہے اور رہن ایفائے حق (حق کی ادائیگی) واقع ہو گا' لہٰذا یہ جائز ہے۔

وصی اگر یتیم کا مال تجارت میں لگائے' تو اس کا سامان رہن رکھ سکتا ہے

اسی طرح اگر وصی نے یتیم کے لیے تجارت کی اور اس کے لیے رہن لیا یا رہن رکھا تو یہ جائز ہے' کیونکہ یتیم کا مال بڑھانے کے لیے وصی کے لیے تجارت کرنا افضل ہے (جب تجارت کرے گا) تو رہن لینے اور رکھنے کے بغیر چارہ نہیں ہو گا کیونکہ اس میں ایفاء اور استیفاء[1] ہے۔

اگر باپ نے بچے کے بلوغ سے پہلے اس کا مال گروی رکھا تو بچہ اپنا مال واپس نہیں لے سکتا

اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کا سامان گروی رکھا اور بیٹا بالغ ہو گیا تو بیٹے کو حق نہیں کہ اپنا مال واپس لے حتیٰ کہ قرض ادا کیا جائے' کیونکہ یہ رہن بچے کی جانب سے لازم واقع ہو چکا ہے' اس لیے کہ باپ چونکہ بیٹے کے قائم مقام ہے' لہٰذا اس کا تصرف اسی طرح ہے' جیسے بلوغ کے بعد بیٹے نے خود اپنے لیے تصرف کیا ہو۔ اگر باپ نے بیٹے کا سامان اپنے لیے رہن رکھا اور بیٹے نے وہ قرض ادا کر دیا تو بیٹا باپ کے مال سے اسے واپس لے گا کیونکہ بیٹا تو اپنی

[1] ایفاء کا معنیٰ حق کا ادا کرنا اور استیفاء کا معنیٰ حق وصول کرنا' مراد یہ ہے کہ اگر تجارت کے لیے قرض لیا تو بچے کا سامان گروی رکھے گا' اس میں قرض خواہ کے حق کا ایفاء (ادائیگی) ہو گا اور کوئی چیز ادھار فروخت کی تو اس کے لیے خریدار سے رہن لے گا' اس میں بچے کے حق کا استیفاء ہو گا کہ رہن کی وجہ سے خریدار سے ثمن وصول کر سکے گا۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

ضرورت کے لیے مجبور ہے کہ وہ اپنی ملکیت کو بچائے' لہٰذا وہ رہن عاریتہً دینے والے کی طرح ہو گیا۔ اسی طرح اگر رہن چھڑانے سے پہلے وہ مال مرہون ہلاک ہو گیا (اور وہ مالِ مرہون مرتہن کے قرض میں شمار ہو گیا' تو پھر بھی بیٹا باپ کے مال سے اسے واپس لے گا)' کیونکہ باپ بیٹے کے مال سے اپنا قرض ادا کرنے والا ہو گیا ہے لہٰذا بیٹے کو باپ کی طرف رجوع کرنے کا حق ہے۔

باپ اپنے قرض اور نابالغ بیٹے کے قرض کے عوض اس کا مال رہن رکھ سکتا ہے

اگر باپ نے اپنے قرض اور نابالغ بیٹے پر جو قرض ہے' اس کے عوض نابالغ کا مال رہن رکھ دیا تو یہ جائز ہے۔ اگر وہ مال ہلاک ہو گیا تو باپ اپنے حصہ کے بقدر بیٹے کے لیے ضامن ہو گا۔ اسی طرح باپ نہ ہو تو دادا یا باپ کے وصی کا یہی حکم ہے۔

وصی مرتہن سے رہن کو عاریت کے طور پر لے لے' پھر وہ رہن وصی کے پاس ہلاک ہو جائے

اگر وصی نے یتیم کے لیے جو قرض لیا ہے' اس کے عوض یتیم کا سامان رہن رکھا اور مرتہن نے اس پر قبضہ کر لیا' پھر وصی نے یتیم کی ضرورت کے لیے اس سامانِ مرہون کو مرتہن سے عاریتہً لیا اور وہ مال وصی کے قبضہ میں ہلاک ہو گیا تو وہ مال رہن سے نکل گیا ہے اور یتیم کے مال سے ہلاک ہوا ہے' کیونکہ وصی کا فعل اسی طرح ہے جیسے بلوغ کے بعد یتیم نے خود فعل کیا ہو اور مال وصی پر قرض ہو گا' اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وصی سے ہی اس کا مطالبہ کیا جائے' پھر وصی اس مال کے لیے بچے کی طرف رجوع کرے گا' کیونکہ اس عاریت لینے میں وصی نے کوئی زیادتی نہیں کی' اس لیے کہ یہ عاریت لینا تو بچے کی ضرورت کے لیے ہے اور اگر وصی نے اپنی ضرورت کے لیے عاریت لیا ہو تو پھر وہ بچے کے لیے ضامن ہو گا' کیونکہ وہ تعدی کرنے والا ہے اور اگر وصی نے یتیم کا مال رہن رکھنے کے بعد اسے غصب کر لیا اور اپنی ضرورت کے لیے استعمال کر لیا حتیٰ کہ وہ مال اس کے پاس ہلاک ہو گیا تو وصی اس کی قیمت کا ضامن ہو گا' اس لیے کہ وہ مرتہن کے حق میں غصب کرنے اور استعمال کرنے کی وجہ سے زیادتی کرنے والا ہے اور بچے کے حق میں اس مال کو اپنی ذاتی ضرورت میں استعمال کرنے کی وجہ سے زیادتی

کرنے والا ہے اور اگر قرض کی مدت پوری ہوگئی ہے تو وصی اس ضمان والی قیمت سے مرتہن کا قرض ادا کرے گا اور اگر رہن کی قیمت قرض کی مثل ہو تو وہ قیمت مرتہن کو ادا کر دے گا اور اس قیمت کے لیے وہ یتیم کی طرف رجوع نہیں کرے گا' اس لیے کہ یتیم کے وصی پر اتنا ہی واجب ہوا ہے' جتنا وصی کے لیے یتیم پر واجب ہے' لہٰذا دونوں میں ادلا بدلا ہو جائے گا اور اگر رہن کی قیمت قرض سے کم ہوئی تو قیمت کی مقدار مرتہن کو ادا کر دے گا اور زیادتی یتیم کے مال سے ادا کرے گا اور اگر رہن کی قیمت قرض سے زائد ہوئی تو قرض کی مقدار مرتہن کو ادا کر دے گا اور زیادتی یتیم کو ملے گی اور اگر قرض کی مدت پوری نہیں ہوئی تو رہن کی قیمت مرتہن کے پاس رہن ہوگی۔

اس لیے کہ وصی مرتہن کے لیے' اس لیے ضامن ہوا ہے کہ اس کے محترم حق کو ضائع کر دیا ہے' لہٰذا وہ قیمت مرتہن کے پاس رہن رہے گی اور جب قرض کی مدت پوری ہو گئی تو جواب میں وہی تفصیل ہوگی' جسے ہم نے بیان کر دیا ہے۔

باپ اور وصی نے رہن کو غصب کیا تو ان پر بچے کے مال کی ضمان واجب ہوگی

اگر باپ یا وصی نے رہن کو غصب کیا اور بچے کی ضرورت کے لیے استعمال کیا' حتیٰ کہ وہ مال باپ یا وصی کے ہاتھ میں ہلاک ہو گیا تو وہ مرتہن کے حق کی وجہ سے ضامن ہوں گے' بچے کے حق کی وجہ سے ضامن نہیں ہوں گے' کیونکہ بچے کی ضرورت کی وجہ سے ان کا استعمال کرنا تعدی نہیں' اسی طرح بچے کا مال لے لینا بھی تعدی و زیادتی نہیں' کیونکہ باپ یا وصی کو بچے کے مال لینے کی ولایت حاصل ہے۔ اسی لیے ''کتاب الاقرار'' میں ہے کہ اگر باپ یا وصی نے بچے کے مال کے غصب کا اقرار کیا' تو ان پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی' کیونکہ جسے مال لینے کی ولایت حاصل ہو' اس کی طرف سے غصب متصور نہیں ہوتا۔ اگر وہ مال باپ یا وصی کے پاس ہلاک ہو گیا تو اگر قرض کی مدت پوری ہو چکی ہے تو وہ مرتہن کے قرض کا ضامن ہوگا اور اگر مدت پوری نہیں ہوئی تو ضمان کا مال مرتہن کے پاس رہن رہے گا۔ پھر جب قرض کی مدت پوری ہوگئی تو مرتہن اس سے اپنا قرض وصول کرلے گا اور وصی اس کے لیے بچے کی طرف رجوع کرے گا۔ دلیل وہی ہے جو ہم نے ذکر کر دی ہے۔ یہ تمام بحث ''ہدایہ'' کی ''کتاب

الرہن'' میں ہے۔

جب مرد نے اپنی لونڈی گروی رکھی، تو مرتہن کے قرض سے کوئی چیز ساقط نہیں ہوگی

''فتاویٰ قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ'' میں ہے کہ ایک مرد نے اپنی لونڈی رہن رکھی اور اس نے مرتہن کے بچے کو دودھ پلایا تو اس کے قرض سے کوئی چیز ساقط نہیں ہوگی' کیونکہ آدمی کا دودھ قیمتی نہیں۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج۴ ص۶۲۹)

وصی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ بعض قرض خواہوں کا حق ادا کرے اور بعض کا حق ادا نہ کرے

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''الاصل'' میں ''باب رہن الوصی والوالد'' میں ذکر فرمایا ہے کہ جب میت پر قرض ہو اور اس کا کوئی وصی ہو اور اس نے میت کا بعض ترکہ اس کے قرض خواہوں میں سے کسی ایک کے پاس رہن رکھ دیا' تو یہ جائز نہیں' کیونکہ رہن رکھنے میں ایک لحاظ سے ایفائے حق ہے اور وصی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ بعض قرض خواہوں کا حق پورا کرے اور بعض کا پورا نہ کرے۔ (المبسوط ج۲۱ ص۹۸۔۱۰۳)

وصی میت کے قرض کے عوض رہن لے سکتا ہے

اگر میت کا کسی مرد پر قرض تھا تو وصی اس مرد سے قرض کے عوض رہن لے سکتا ہے' کیونکہ اس میں میت کے حق کا استیفاء ہے اور وصی کو اس کا اختیار ہے۔

یتیم وصی کے اذن سے رہن رکھ سکتا ہے اور رہن لے سکتا ہے

اگر یتیم نے وصی کی اجازت سے تجارت کی اور اس نے رہن رکھا یا رہن لیا تو یہ جائز ہے۔

وصی کا ورثاء کے سامان کو رہن رکھنے کا حکم

اگر تمام ورثاء بالغ ہوں تو وصی ان کے سامان سے کوئی چیز رہن نہیں رکھ سکتا اور اس کی چند صورتیں ہیں کہ یا تو سارے ورثاء نابالغ ہوں گے یا سارے بالغ ہوں گے یا بعض نابالغ اور بعض بالغ ہوں گے اور بالغ غائب ہوں گے یا حاضر اور رہن میت پر جو قرض ہے' اس کے

عوض ہوگا یا ورثاء کے لیے جو قرض لیا ہے' اس کے عوض ہوگا یا ترکہ میں جو غلام ہیں ان کے طعام ولباس وغیرہ کے لیے جو قرض لیا ہے' اس کے عوض ہوگا' اگر ورثاء نابالغ ہوں تو تمام صورتوں میں ان کا سامان رہن رکھنا جائز ہے' کیونکہ وصی کو ان پر ولایت حاصل ہے اور اگر بالغ ہوں اور حاضر ہوں تو تمام صورتوں میں جائز نہیں' کیونکہ ان پر بالکل ولایت حاصل نہیں اور اگر بالغ ہوں اور غائب ہوں تو پھر رہن اگر میت پر قرض کے عوض ہو تو جائز ہے اور یہ مذکور نہیں کہ ان غائبین پر جو قرض ہے' اس کے عوض وصی رہن رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ صحیح یہ ہے کہ نہیں رکھ سکتا' کیونکہ یہ غائب پر تصرف ہے اور وصی کو غائب پر تصرف کی ولایت حاصل نہیں اور اگر ورثاء بالغ بھی ہوں اور نابالغ بھی ہوں' تو اگر بالغ حاضر ہوئے تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک میت پر قرض کے عوض رہن رکھ سکتا ہے' کیونکہ آپ کے نزدیک جب بعض ورثاء میں ولایت ثابت ہوگئی' تو تمام ورثاء میں ولایت ثابت ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک درست نہیں' کیونکہ وصی کو بالغ ورثاء پر ولایت حاصل نہیں' جب بالغوں پر ولایت نہیں تو نابالغوں کے حق میں بھی صحیح نہیں ہوگی' کیونکہ شیوع پایا جائے گا (کہ اس صورت میں اگر رہن رکھا تو یہ مال مشاع یعنی مالِ مشترک کا رہن ہوگا' جس میں بالغ اور نابالغ دونوں شریک ہیں اور یہ جائز نہیں) اور اگر بالغ غائب ہوں تو سب کے حق میں صحیح ہوگا' کیونکہ اس طرح کے مقام میں وصی کو بالغوں پر ولایت حاصل ہوتی ہے اور اگر وہ رہن بالغوں کے لیے جو قرض لیا ہے یا نابالغوں پر جو قرض ہے اس کے عوض ہے' تو بالاتفاق تمام ورثاء کے حق میں یہ صحیح نہیں ہوگا۔ چاہے بالغ حاضر ہوں یا غائب' کیونکہ وصی کو اس طرح کے مقام میں بالغوں پر ولایت حاصل نہیں' اس لیے کہ وصی کا بالغوں کے لیے قرض لینا باطل ہے لہٰذا ان کے حق میں رہن رکھنا باطل ہوگا' جب بالغوں کے حق میں رہن رکھنا باطل ہے تو نابالغوں کے حق میں بھی باطل ہوگا کیونکہ شیوع (اشتراک) پایا جائے گا اور اسی طرح نابالغوں کے لیے جو قرض لیا ہے' اس کے عوض بھی رہن رکھنا جائز نہیں ہوگا اور نابالغوں کے حق میں جو ولایت ہے' وہ بالغوں کے حق میں جو ولایت ہے اس کے تابع نہیں ہوگی اور اگر غلام کے نفقہ کے لیے جو قرض لیا ہے' اس کے عوض رہن ہو تو اس میں وہی جواب ہے' جو اس صورت میں ہے جب میت پر قرض کے عوض رہن رکھا ہو' کیونکہ معنی یہ میت کے لیے قرض لینا ہے' اس

لیے کہ اس میں میت کے ترکہ کی حفاظت ہے۔

بالغ وارث نے میت کے سامان سے کوئی چیز رہن رکھی اور میت پر قرض تھا اور اس کے علاوہ کوئی وارث نہیں

اگر بالغ وارث نے میت کے سامان سے کوئی چیز رہن رکھی اور میت پر قرض تھا اور اس کے علاوہ کوئی اور وارث نہیں اور قرض خواہ نے اس رہن کے بارے میں جھگڑا کیا تو رہن باطل ہو جائے گا اور اسے میت کے قرض میں فروخت کر دیا جائے گا' کیونکہ اس طرح رہن رکھنے میں وارث کا اپنے قرض خواہ کو اس مال کے ساتھ خاص کرنا ہے اور وارث تو میت کے قرض خواہ کو اس مال کے ساتھ خاص نہیں کر سکتا' کیونکہ اس کے ساتھ سب کا حق متعلق ہے' لہٰذا وارث اپنے قرض خواہ کو بطریق اولیٰ خاص نہیں کر سکتا اور اگر وارث نے قرض ادا کر دیا' تو رہن جائز ہوگا۔

جب میت پر قرض نہ ہو تو بالغ وارث میت کا سامان رہن رکھ سکتا ہے

اگر میت پر قرض نہیں تھا اور بالغ وارث نے اپنے اوپر جو کچھ خرچ کیا ہے' اس کے عوض میت کے سامان سے کوئی چیز گروی رکھی۔ اگر وارث نابالغ تھا اور وصی نے ایسا کیا تو یہ جائز ہے اور کوئی اشکال نہیں اور اگر میت نے کوئی سامان فروخت کیا تھا اور عیب کی وجہ سے وہ سامان ورثاء کو واپس کر دیا گیا اور وہ ان کے پاس ہلاک ہو گیا اور اس سامان کی قیمت میت کے مال میں قرض ہو گئی اور وارث نے اپنے نفقہ کے عوض جو سامان رہن رکھا ہوا ہے' میت کا اس سامان کے علاوہ کوئی مال نہیں ہے' تو رہن جائز ہے اور راہن اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں کہ یا تو میت کے ترکہ میں کوئی ایسا قرض ظاہر ہوگا جو پہلے سے تھا یا بعد میں کوئی ایسا قرض پیدا ہو جائے گا' جو حقیقۃً نہیں تھا' اس وجہ سے کہ اس قرض کا سبب میت کی زندگی میں موجود ہوگا۔ اگر ترکہ میں کوئی ایسا قرض ظاہر ہوا' جو پہلے سے تھا' مثلاً میت نے ترکہ میں سے کوئی غلام فروخت کیا اور اس کے ثمن پر قبضہ کر لیا اور اسے استعمال کر لیا پھر میت کے فوت ہو جانے کے بعد اس غلام کا کوئی اور مستحق ثابت ہو گیا (اور اس مستحق نے مشتری سے اپنا وہ غلام لے لیا) اور مشتری نے ترکہ سے غلام کے ثمن واپس لے لیے اور وارث نے اپنے نفقہ کے عوض ترکہ کا کوئی سامان رہن رکھا ہوا تھا' تو یہ رہن باطل ہو جائے گا' کیونکہ دوسرے آدمی کے غلام

کے مستحق ہو جانے کے وقت واضح ہو گیا کہ میت نے جو ثمن وغیرہ لیا ہے' وہ حق کے بغیر لیا ہے' لہٰذا واضح ہو گیا کہ ترکہ میں ضمان' سابق قبضہ کے وقت سے ہی واجب ہے اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ وارث نے ترکہ کا جو سامان رہن رکھا ہے' اس میں دوسرے قرض خواہ کا دین ہے (لہٰذا رہن باطل ہوگا) اور اگر نیا قرض ظاہر ہوا' جس کا سبب میت کا فعل تھا اور یہ صورت عیب کی وجہ سے رد کرنے والا مسئلہ ہے (کہ میت نے کوئی سامان فروخت کیا تھا اور وہ سامان اس کے فوت ہونے کے بعد ورثاء کو عیب کی وجہ سے واپس کر دیا گیا اور وہ ورثاء کے پاس ہلاک ہو گیا اور اس کا ثمن میت کے مال میں قرض ہو گیا)' اس صورت میں یہ واضح نہیں کہ قرض موت سے پہلے واجب تھا' لیکن عیب کی وجہ سے واپس کرنے کے وقت مشتری ترکہ سے ثمن واپس لینے کا مستحق ہے' البتہ اس کی نسبت ہم نے سابق سبب کی طرف اس لیے کی ہے کہ بیع میں اس کی ملکیت اصل سے ہی بطورِ فسخ ختم ہو چکی ہے اور اس صورت میں یہ واضح نہیں کہ رہن باطل ہے' کیونکہ رہن حقیقۃً قرض سے بری ہے' لیکن قرض کی نسبت سابقہ سبب کی طرف کرنے کی وجہ سے رہن کو توڑ دینا واجب ہے اور اس کی مکمل تفصیل اسی باب میں دیکھی جا سکتی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اگر وصی نے یتیم کے مال سے یتیم کے نفقہ میں کوئی چیز رہن رکھی۔ پھر میت نے جو چیز فروخت کی تھی' اس چیز کا کوئی مستحق ثابت ہو گیا (اور مستحق نے وہ چیز مشتری سے واپس لے لی) اور مشتری نے میت کی میراث سے ثمن واپس لیے' تو رہن جائز نہیں ہوگا' کیونکہ یہ میت پر شروع سے ہی قرض تھا اور اگر میت کا فروخت کردہ سامان عیب کی وجہ سے واپس کر دیا گیا تو رہن جائز ہے۔ واللہ اعلم

وصی نے بچے کی ضرورت کے لیے جو قرض لیا ہے' اس کے عوض بچے کا مال رہن رکھ سکتا ہے

اگر وصی نے بچے کے طعام یا نفقہ وغیرہ کے لیے قرض لیا اور اس کے عوض یتیم کا کوئی سامان گروی رکھا' تو یہ جائز ہے' کیونکہ رہن رکھنے میں قرض کی ادائیگی ہے اور وصی اس کا مالک ہے اور بعض مشائخ کے ''فوائد'' میں ہے اور فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ کے ''مختلفات'' میں ہے کہ اگر وصی نے یتیم کے قرض کے عوض کوئی مال رہن رکھا' تو جائز نہیں اور اگر یتیم کی ضروریات کے لیے جو قرض لیا ہے' اس کے عوض رہن رکھا' تو یہ جائز ہے۔

مرہون مصحف، مرتہن کے بیٹے کے پاس ضائع ہو گیا تو کیا بچہ اس کا ضامن ہو گا یا نہیں؟

''فوائدِ شیخ الاسلام برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ'' میں ہے کہ ان سے سوال ہوا کہ ایک آدمی نے کسی کے پاس مصحف (قرآن پاک) رہن رکھا اور اس نے اپنے لڑکے کو اجازت دے دی کہ اس مصحف سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرے اور اس سے قرآن پاک پڑھے۔ بچہ اسے لے کر استاذ کے پاس چلا گیا اور اسے استاذ کے پاس ہی بھول آیا اور وہ ضائع ہو گیا' تو کیا بچہ ضامن ہو گا؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں ضامن ہو گا؟ کیونکہ یہ بچے کے پاس بطورِ ودیعت رکھنا ہے اور شیخ الاسلام علاؤ الدین رحمہ اللہ کا نظریہ ہے کہ بچہ اس کا ضامن ہو گا اور یہ بچے کے پاس ودیعت رکھنا نہیں ہو گا اور یہ اسی طرح ہو گا' جیسے اس مصحف کو اُس بچے نے تلف کر دیا ہو' جو اس مرتہن کے عیال میں ہے' کیونکہ بچے کا مصحف کو وہاں چھوڑ دینا' اسے ہلاک کرنے اور ضائع کرنے کے مترادف ہے' لیکن اگر استعمال کی حالت میں ہلاک ہو گیا' تو پھر یہ حکم نہیں۔

وصی کا بچے کے مال کو فروخت کرنے کا حکم

شیخ الاسلام برہان الدین رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ کیا وصی نابالغ بچے کی جائیداد جائز طور پر فروخت کر سکتا ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ فروخت کر سکتا ہے اور شیخ الاسلام علاؤ الدین وغیرہ ائمہ سمرقند کا نظریہ ہے کہ وہ فروخت نہیں کر سکتا۔ ہم نے اسے مسائلِ بیع میں ذکر کر دیا ہے۔

عادل بچے کے پاس رہن رکھا جا سکتا ہے اور اس پر عہدہ لازم ہو گا' بشرطیکہ ولی کی اجازت سے ہو

اگر غلام غیر ماذون رہن کے معاملہ میں عادل ہو اور مولیٰ کی اجازت سے اس کے پاس رہن رکھ دیا تو یہ جائز ہے اور جب وہ بیع کرے گا تو اس پر عہدہ لازم ہو گا اور اگر اس کے مولیٰ کی اجازت کے بغیر اس کے پاس رہن رکھا تو اس کی بیع جائز ہو گی اور عہدہ لازم نہیں ہو گا۔ اسی طرح آزاد بچہ' جو رہن کو سمجھتا ہے' اس کا بھی یہی حکم ہے اور اگر عادل ایسا بچہ ہو جو رہن کو نہیں

سمجھتا یا بالغ ہو اور رہن کو نہ سمجھتا ہو اور اس کے پاس رہن رکھ دیا گیا تو یہ رہن جائز نہیں ہوگا اور یہ رہن نہیں ہوگا اور اس کا قبضہ' قبضہ نہیں ہوگا اور اگر وہ بالغ عاقل ہو گیا اور رہن فروخت کر دیا تو اس کی بیع جائز ہوگی۔

اس کی مکمل تفصیل ''المبسوط'' کے بابِ اوّل میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے اور اس جنس کے کچھ مسائل مسائلِ وکالت میں بیان ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

صلح کے مسائل

باپ کا اپنے بیٹے کے مال کے مدعی سے صلح کرنے کا حکم

اگر بچے کا کوئی گھر یا غلام ہو' جس کا کسی مرد نے دعویٰ کر دیا (کہ یہ میرا ہے) اور بچے کے باپ نے بچے کے مال سے کسی چیز پر صلح کر لی تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اگر مدعی کے پاس اپنے دعویٰ کے گواہ ہوں اور باپ نے بیٹے کے مال سے مدعی کو جو کچھ عطا کیا ہے وہ مدعی کے حق کی مثل ہو یا اس کی قیمت سے اتنی مقدار زائد ہو' جس میں لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں' تو یہ جائز ہے' کیونکہ یہ بیع کے بہ منزلہ ہے اور باپ نابالغ بیٹے کی چیز مثلی قیمت یا تھوڑے سے نقصان کے ساتھ' جس میں لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں فروخت کر سکتا ہے اور اگر باپ نے اپنے مال کے ساتھ اس سے صلح کی' تو یہ جائز ہے' وہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہیں' تو باپ اس سے صلح نہیں کر سکتا' البتہ اپنے مال سے کسی چیز پر صلح کر سکتا ہے۔

باپ اور وصی کا نابالغ بچے کے مقروض کے ساتھ صلح کرنے کا حکم

اگر بچے کا کسی مرد پر قرض ہو اور باپ نے اس مرد کے ساتھ تھوڑے سے مال پر صلح کر لی۔ اس صورت میں اگر بچے کے پاس گواہ نہ ہوں اور وہ مقروض آدمی قرض کا منکر ہو تو صلح جائز ہے اور اگر قرض گواہی یا مقروض کے اقرار کی وجہ سے ظاہر ہو تو پھر باپ نے اگر اس کے ساتھ اتنے نقصان پر صلح کی' جس مقدار میں لوگوں کو دھوکہ ہو جاتا ہے تو یہ جائز ہے' جس طرح کہ بیع کا حکم ہے اور اگر اتنی کم مقدار پر صلح کی' جس میں لوگوں کو دھوکہ نہیں لگتا تو جائز نہیں اور اگر قرض

باپ کے سودا کرنے کی وجہ سے واجب ہوا ہے تو باپ اپنی طرف سے اس کے ساتھ صلح کرسکتا ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیٹے کے لیے باپ قرض کی مقدار کا ضامن ہوگا اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک صلح جائز نہیں اور ان تمام مذکورہ مسائل میں دادا باپ کی طرح ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک وصی نابالغ اور بالغ ورثاء کی طرف سے صلح کرسکتا ہے اور دوسروں کے نزدیک صلح نہیں کرسکتا

اگر ورثاء نابالغ اور بالغ ہوں اور کسی گھر میں ان کا دعویٰ ہو اور وصی نے ان کی طرف سے اتنی مقدار پر صلح کی، جس میں لوگوں کو دھوکہ لگ جاتا ہے تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک نابالغ اور بالغ سب کے حصہ میں صلح جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک بالغ ورثاء کے حصہ میں ان کی رضامندی کے بغیر صلح جائز نہیں اور اس مسئلہ میں اسی طرح اختلاف ہے، جیسے بیع کے مسئلہ میں اختلاف ہے اور اگر ورثاء بالغ ہوئے تو کسی جائز میں وصی کی صلح جائز نہیں اور اگر ورثاء غائب ہوئے تو مال واسباب میں وصی کی صلح جائز ہے، جائیداد میں نہیں۔

ان افراد کا بیان جو بچے کے لیے یا بچے کی طرف سے صلح نہیں کرسکتے

مذکورہ افراد کے علاوہ باقی مثلاً ماں کا وصی، بھائی کا وصی اور چچا کا وصی بچے کی طرف سے یا بچے کے لیے صلح نہیں کرسکتے، کیونکہ انہیں خرید و فروخت کی ولایت حاصل نہیں، البتہ اگر جائیداد کے علاوہ میں صلح ہو، تو جائز ہے، کیونکہ انہیں جائیداد کے علاوہ میں خرید و فروخت کی ولایت حاصل ہے اور اس قدر صلح کا اختیار بھی انہیں اسی وقت ہوگا، جب مذکورہ افراد میں سے کوئی نہ ہو اور اگر ان میں سے کوئی ہوا تو اتنی مقدار کا اختیار بھی نہیں ہوگا اور ہم نے تقسیم کے مسائل میں اس کی تقریر کردی ہے۔

وصی نابالغ ورثاء کی طرف سے ان کے اموال میں سے کسی چیز پر صلح کرسکتا ہے بشرطیکہ مدعی کے پاس گواہ ہوں

اگر تمام ورثاء نابالغ ہوئے اور کسی مرد نے ان کے گھر میں دعویٰ کردیا اور وصی نے بچوں کے اموال میں سے کسی چیز پر صلح کرلی تو اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوئے تو یہ صلح جائز نہیں اور اگر

گواہ ہوئے تو اتنی مقدار پر صلح جائز ہے' جس میں لوگ دھوکہ کھا جاتے ہوں اور کتاب میں یہ مذکور نہیں کہ گواہ قاضی کے پاس پیش ہوں گے یا وصی کے پاس۔ اگر قاضی کے پاس پیش ہوئے تو پھر کوئی اشکال نہیں کہ وصی صلح کر سکتا ہے' کیونکہ مدعی میں مدعی کا حق ظاہر ہو گیا ہے۔

ادائیگی شہادت سے قبل باپ یا وصی کی صلح کا حکم

اگر باپ یا وصی کو علم ہو گیا کہ اگر صلح نہ کی تو گواہ اس دعویٰ پر گواہی دے دیں گے اور اس نے قاضی کے پاس ان کی گواہی دینے سے پہلے ہی صلح کر لی تو کیا یہ صلح جائز ہے؟

اس مسئلہ میں ہمارے مشائخ کرام علیہم الرحمۃ کا اختلاف ہے۔ شداد بن حکیم رحمہ اللہ سے مذکور ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر کسی آدمی نے بچے یا میت کے خلاف دعویٰ کیا اور وصی کو اس کا علم میت کے اقرار سے ہوا یا وصی کے پاس گواہوں کے گواہی دینے سے اسے علم ہوا تو وصی کو اختیار ہے کہ وہ قرض ادا کر دے اور خلف بن ایوب رحمہ اللہ سے مذکور ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر وصی کے پاس اقرار سے دعویٰ ثابت ہوا تو وہ قرض ادا کر دے گا اور اگر گواہی سے ثابت ہوا تو قرض ادا نہیں کرے گا اور عیسیٰ بن ابان رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ دونوں صورتوں میں وہ قرض ادا نہیں کرے گا اور مذکورہ مسئلہ میں بھی یہی حکم ہے۔ ''کتاب الاستحسان'' میں جو کچھ مذکور ہے' اس سے خلف بن ایوب رحمہ اللہ کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد کے پاس اقرار کیا کہ میں نے تیرے باپ سے کوئی چیز لی ہے تو بیٹا اس سے وہ چیز لے سکتا ہے' جس طرح کہ اگر اس نے خود مشاہدہ کیا ہو' پھر بھی لے سکتا ہے اور اگر اس کے پاس گواہوں نے گواہی دی کہ اس مرد نے تیرے باپ سے کوئی چیز لی ہے تو بیٹے کے لیے اس وقت تک لینا جائز نہیں' جب تک قاضی فیصلہ نہ کر دے۔ اسی طرح اگر ولی نے بچشم خود کسی آدمی کو دیکھا کہ اس نے اس کے مورث کو قتل کر دیا ہے تو ولی کے لیے اس کا قتل حلال ہے اور اگر اس کے پاس گواہوں نے گواہی دی تو جب تک قاضی فیصلہ نہ کر دے' اس کے لیے قتل حلال نہیں۔ اسی طرح اس مسئلہ میں بھی یہی حکم ہے اور صلح کے مسئلہ میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ اگر ولی کو گواہوں کی سچائی کا علم ہو اور گواہوں نے جو بیان دیا اس میں ان پر تہمت کا اندیشہ نہ ہو اور اسے علم ہے کہ یہ گواہی دیں گے اور اگر انہوں نے گواہی دی تو قاضی قبول کر لے گا۔ اس صورت میں صلح صحیح

ہے' جس طرح گواہی کے بعد صلح صحیح ہوتی ہے اور اگر ولی کو علم ہے کہ یہ گواہ عادل نہیں اور یہ گواہی نہیں دیں گے اور اگر گواہی دی تو ان کی گواہی قبول کرنے میں تامل کیا جائے گا' اس صورت میں صلح درست نہیں۔

ماں' بھائی اور چچا بچے کی طرف سے مال واسباب اور حیوان میں صلح کر سکتے ہیں

ماں بچے کی طرف سے صلح نہیں کر سکتی' اسی طرح بھائی اور چچا اور بھائی کا وصی اور چچا کا وصی اور ماں کا وصی بھی صلح نہیں کر سکتے' البتہ مال واسباب اور حیوان میں یہ صلح کر سکتے ہیں۔ کیونکہ انہیں حفاظت کی ولایت حاصل ہے اور مال واسباب اور حیوان حفاظت کے محتاج ہیں۔ لیکن جائیداد کا یہ مسئلہ نہیں اور ان کی صلح صرف اسی وقت جائز ہے' جب میت کا باپ یا باپ کا وصی یا دادا یا دادا کا وصی یا قاضی کا وصی نہ ہو اور یہ مسئلہ پہلے گزر چکا ہے۔

جب تک باپ زندہ ہے وہ دادا کے لیے حاجب ہوگا (کہ اسے ولی نہیں بننے دے گا) اور جب باپ فوت ہو گیا تو ولایت دادا کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ یہ سب مسائل ''المبسوط'' کی ''کتاب الصلح'' میں ہیں اور میں نے انہیں مختلف شروح سے لکھا ہے۔

جب ورثاء میں نابالغ اور بالغ ہوں تو بالغ ورثاء کے لیے وصی کی صلح باطل ہے

جب ورثاء میں نابالغ اور بالغ ہوں اور وصی نے ان کے دعویٰ سے بالغ اور نابالغ ورثاء کے ساتھ چند دراہم پر صلح کی اور بالغ ورثاء نے ان دراہم پر قبضہ کر لیا اور نابالغ ورثاء پر ان کا حصہ خرچ کر دیا تو نابالغ ورثاء کی طرف سے یہ صلح جائز نہیں ہو گی' کیونکہ بالغ ورثاء کو نابالغ ورثاء پر قبضہ کرنے کی ولایت حاصل نہیں اور نابالغ ورثاء اپنے حصہ کے لیے وصی کی طرف رجوع کر سکتے ہیں اور وصی بالغ ورثاء کی طرف رجوع کرے گا' کیونکہ انہوں نے استیفاء کے طور پر (اپنا حق وصول کرنے کے لیے) قبضہ کیا ہے' لہٰذا ان پر ضمان لازم ہو گی۔ یہ مسئلہ ''المبسوط'' کے ''باب صلح الوالد والوصی'' میں ہے۔

باپ یا وصی قرض سے دوسرے مال پر صلح کر سکتا ہے

سید امام ابوشجاع رحمہ اللہ کی ''مبسوط'' میں ہے کہ اگر وصی یا باپ نے قرض سے دوسرے مال پر صلح کی (یعنی بچے کے مقروض سے صلح کے ساتھ قرض کی بجائے اور مال لے لیا) تو یہ خریدنے کی طرح ہے' اگر وہ مال قرض کی قیمت کے برابر ہو یا اس سے اتنا کم ہو جس میں لوگوں کو دھوکہ ہو جاتا ہے تو جائز ہے۔ واللہ اعلم

باپ کی بیٹے کے لیے مہایات صحیح ہے

(منفعت کا اس کی جنس کے ساتھ تبادلہ کر لینا مہایات ہے) اسی کتاب میں یہ بھی مذکور ہے کہ باپ کی بیٹے کے لیے مہایات صحیح ہے۔

بائع اور ہبہ کرنے والا بیع اور ہبہ کے بعد خصم باقی رہتے ہیں

''الاصل'' کی ''کتاب الصلح'' کے باب اوّل میں ہے کہ ایک آدمی نے گھر خرید کر اسے مسجد بنا لیا' پھر کسی آدمی نے اس میں دعویٰ کر دیا تو مسجد کے بانی یا جن لوگوں کے درمیان مسجد ہے' ان میں سے کسی آدمی نے مدعی کے ساتھ صلح کی تو یہ جائز ہے۔ اسی طرح اگر کسی آدمی نے گھر فروخت کیا یا اپنے یا کسی اور کے نابالغ بیٹے کو ہبہ کیا یا اس کی حالت میں تبدیلی کر دی' پھر اس گھر کے متعلق مدعی سے صلح کر لی تو یہ جائز ہے' کیونکہ بائع یا واہب بیع اور ہبہ کے بعد اس مسئلہ میں خصم باقی رہتا ہے۔ اس کی مکمل تفصیل اسی جگہ دیکھی جا سکتی ہے۔

جب ترکہ میں نقدی ہو تو بدل پر مجلس میں ہی قبضہ کرنا واجب ہے

''فتاویٰ رشید الدین'' کے ''باب دعویٰ الصلح'' میں ہے کہ متوفی کی بیوی نے اگر میراث اور تمام دعووں سے میت کے دو بیٹوں کے ساتھ صلح کی' جن میں ایک نابالغ اور دوسرا بالغ ہے اور بالغ بھائی نے اپنی طرف سے اصالۃً اور اپنے بھائی کی طرف سے حکمی اذن کے ساتھ اسے قبول کر لیا اور ظاہر ہو گیا کہ صلح نابالغ کے حق میں بہتر ہے۔ اس کے باوجود ترکہ کا بیان ضروری ہے' کیونکہ ممکن ہے کہ ترکہ میں نقدی یا قرض ہو۔ اگر قرض ہوا تو وہ قرض کے تابع ہو جائے گا اور اگر نقدی ہوئی تو صلح کے بدل پر مجلس میں قبضہ ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

وکالت[1] کے مسائل

باپ کی موت سے وکالت باطل ہو جاتی ہے

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''الاصل'' کی ''کتاب الوکالت'' میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر باپ نے کسی آدمی کو بچے کی جائیداد فروخت کرنے کے لیے وکیل بنایا اور باپ فوت ہو گیا تو وکالت باطل ہو جائے گی۔ (المبسوط ج۱۹ ص۴۲)

بچے کی وکالت کا حکم

''الجامع الصغیر'' کی ''کتاب الوکالت'' میں مذکور ہے کہ ایک آدمی نے غیر ماذون غلام یا کسی بچے کو جو خرید و فروخت سمجھتا ہے' اپنا غلام فروخت کرنے کے لیے وکیل بنایا اور اس نے غلام فروخت کر دیا تو یہ جائز ہے اور عہدہ حکم دینے والے پر ہوگا۔ (المبسوط ج۱۹ ص۵۸)

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ غیر ماذون بچہ اگرچہ عاقل ہو' اس کی بیع جائز نہیں اور ہمارے نزدیک جب بیع صحیح ہے تو عہدہ موکل پر لازم ہوگا' جس طرح کہ قاصد اور قاضی اور امین کی صورت میں حکم ہے۔

پھر بچہ اگر بالغ ہو گیا تو اس پر عہدہ لازم نہیں ہوگا اور غلام اگر آزاد ہو گیا تو اس پر عہدہ لازم ہوگا' کیونکہ بچے کے حق میں مانع بچے کا اپنا حق ہے اور بچے کا حق بالغ ہونے سے زائل نہیں ہوتا (لہٰذا بالغ ہونے پر اسے عہدہ لازم نہیں ہوگا) اور غلام کے حق میں مانع مولیٰ کا حق ہے اور آزاد ہونے سے مولیٰ کا حق ختم ہو گیا۔ اگر بچے اور غلام کو تجارت کی اجازت ہو تو پھر ان کا تصرف جائز ہے اور عہدہ انہی پر لازم ہوگا اور یہ اس کے لیے موکل کی طرف رجوع کریں گے۔ قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''الجامع الصغیر'' کی شرح میں اسی طرح ذکر فرمایا ہے۔

---

[1] جو تصرف آدمی خود کرتا ہے' اس میں دوسرے کو اپنا قائم مقام کر دینا وکالت ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

کسی آدمی نے کوئی چیز خریدی اور اسے علم نہ ہوا کہ فروخت کرنے والا بچہ ہے' تو اسے فسخ کا اختیار حاصل ہے

''الھدایہ'' کی ''کتاب الوکالت'' میں ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر مشتری کو بائع کے حال کا علم نہ تھا' پھر اسے پتہ چلا کہ فروخت کنندہ تو بچہ یا غلام ہے تو مشتری کو خیارِ فسخ حاصل ہے' کیونکہ یہ بات عقد میں داخل ہے کہ عقد کے حقوق کا تعلق عقد کرنے والے سے ہوتا ہے اور جب اس کا خلاف ظاہر ہو گیا تو اختیار ثابت ہو گا' جس طرح کہ عیب پر مطلع ہونے کی صورت میں اختیار حاصل ہوتا ہے۔

آدمی اپنے بچے کو وکیل بنا سکتا ہے' دوسرے کے بچے کو نہیں

''ذخیرہ'' کی ''کتاب الوکالت'' میں ہے کہ کسی آدمی نے اپنے غیر ماذون بچے کو اپنا غلام فروخت کرنے کے لیے وکیل بنایا یا اپنے لیے کوئی چیز خریدنے کا وکیل بنایا اور اس نے خرید و فروخت کی تو یہ جائز ہے بشرطیکہ وہ خرید و فروخت کو سمجھتا ہو اور بچے پر عہدہ نہیں ہو گا۔ عہدہ حکم دینے والے پر ہی ہو گا۔ اسی طرح بچے کو خصومت کا وکیل بنانا (مقدمہ کی پیروی کے لیے وکیل بنانا) بھی جائز ہے بشرطیکہ بچہ ایسا ہو کہ وہ جو کچھ کہے یا اس سے جو بات کہی جائے' وہ اسے سمجھتا ہو۔ حاصل یہ ہے کہ اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں کہ وہ اپنے بچے کو وکیل بنائے تو یہ جائز ہے اور وہ اس کے لیے کسی سے اجازت نہیں لے گا اور اگر دوسرے کے بچے کو وکیل بنایا تو اگر اس بچے کو تجارت کی اجازت ہے تو وکیل بنانے والا بچے کے ولی سے اجازت نہیں لے گا اور اگر بچے کو تصرفات کی اجازت نہیں تو پھر اس کے ولی سے اجازت لے گا' اگر اس کے ولی نے اجازت دے دی تو اسے وکیل بنانا جائز ہے اور یہ حکم اس لیے ہے کہ غیر کے بچے کا استعمال ولی کی اجازت کے بغیر جائز نہیں اور ولی کی اجازت سے جائز ہے۔

مشائخ نے فرمایا ہے کہ اس مسئلہ کی روایت ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو عاریۃً دے سکتا ہے اور اس پر مشائخ متفق ہیں اور باپ اپنے بیٹے کا مال عاریتاً دے سکتا ہے یا نہیں؟ بعض متاخرین نے فرمایا کہ اسے یہ اختیار ہے اور عام متاخرین کا نظریہ ہے کہ اسے یہ اختیار نہیں۔

بچے کی اپنے غیر کے لیے بیع جائز ہے اور اپنے لیے باطل ہے

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے غیر ماذون بچے کی غیر کے لیے خرید و فروخت کو جائز قرار دیا ہے اور اپنے لیے خرید و فروخت کو ناجائز قرار دیا ہے' کیونکہ اس کی اپنے لیے خرید و فروخت میں نفع و نقصان دونوں کا احتمال ہے لیکن اس کی غیر کے لیے اس طریقے سے خرید و فروخت کہ اس پر عہدہ لازم نہ ہو' اس میں محض نفع ہے' کیونکہ اس میں اس بچے کی عبارت کی تصحیح ہے اور عاقل بچہ ان تصرفات کا اہل ہے' جس میں محض نفع ہو' مثلاً ہبہ قبول کرنا وغیرہ اور بچے پر عہدہ اس لیے لازم نہیں ہوگا' کیونکہ اس میں بچے کا نقصان ہے۔ یہ حکم اس وقت ہے جب بچے کو تصرفات کی اجازت نہ ہو اور اگر بچے کو تجارت کی اجازت ہو تو اگر وہ نقد یا ادھار فروخت کرنے کا وکیل ہو اور اس نے بیع کی تو بیع جائز ہوگی اور اس پر عہدہ لازم ہوگا اور اگر وہ خریدنے کا وکیل ہوا تو نقد قیمت پر خریدنے کا وکیل ہوگا یا ادھار قیمت پر خریدنے کا۔

اگر ادھار قیمت پر خریدنے کا وکیل ہوا تو قیاساً و استحساناً اس پر عہدہ لازم نہیں ہوگا اور حکم دینے والے پر عہدہ لازم ہوگا' حتیٰ کہ حکم دینے والے سے ثمن کا مطالبہ کیا جائے گا' بچے سے نہیں' کیونکہ اس صورت میں جو عہدہ لازم ہو رہا ہے' وہ کفالت کی ضمان ہے' ثمن کی ضمان نہیں' کیونکہ ثمن کی ضمان خریدی ہوئی چیز میں ضامن کی ملکیت کا فائدہ نہیں دیتی۔ اس میں تو محض ایسی چیز کو لازم کیا جاتا ہے' جو ذمہ میں نہیں ہوتی۔ پھر اس کی مثل کا موکل سے مستحق ہوتا ہے اور کفالت کا یہی معنیٰ ہے اور ماذون بچے پر ثمن کی ضمان لازم ہوتی ہے' کفالت کی ضمان نہیں اور اگر اسے نقد ثمن سے خریدنے کا وکیل بنایا تو قیاس کا تقاضا ہے کہ اس پر عہدہ لازم نہیں ہوگا اور استحساناً اس پر عہدہ لازم ہوگا' کیونکہ ثمن کی ضمان وہ ہوتی ہے' جو ملکیت کا فائدہ دے اور یہاں بچہ ضمان کا التزام کرنے کی وجہ سے حکماً اور اعتباراً خریدی ہوئی چیز کا مالک ہو جاتا ہے' کیونکہ ثمن کی وجہ سے وہ خریدی ہوئی چیز کو روک لے گا' حتیٰ کہ موکل سے ثمن وصول کرے گا اور یہ اسی طرح ہوگا جیسے کوئی شخص اپنے لیے کوئی چیز خرید کر پھر اسے فروخت کر دے' لیکن اگر ثمن ادھار ہوں تو پھر یہ حکم نہیں' کیونکہ ثمن کی ضمان کی وجہ سے وہ خریدی ہوئی چیز کا مالک نہیں ہوتا' نہ حقیقتاً نہ حکماً' کیونکہ وہ خریدی ہوئی چیز کو اس وجہ سے روک نہیں سکتا لہٰذا یہ معنیٰ کے لحاظ سے کفالت کی ضمان ہے۔

اور اگر غلام کو خرید وفروخت کا وکیل بنایا تو اس کے جواب میں وہی تفصیل ہے جو بچے کے متعلق ذکر کی گئی ہے۔

اگر غلام غیر ماذون ہوا تو اس کی خرید وفروخت جائز ہوگی اور اسے عہدہ لازم نہیں ہوگا اور اگر ماذون ہوا اور اسے فروخت کرنے کا وکیل بنایا تو ہر حالت میں عہدہ لازم ہوگا۔ اور اگر خریدنے کا وکیل بنایا تو پھر اگر وہ ادھار ثمن کے عوض خریدنے کا وکیل ہوا تو قیاساً واستحساناً اس پر عہدہ لازم نہیں ہوگا اور اگر نقد ثمن کے عوض خریدنے کا وکیل بنایا تو استحساناً اس پر عہدہ لازم ہوگا اور مکاتب میں عبد ماذون کی طرح جواب ہے۔

''المنتقی'' میں بشر کی امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ کسی مرد نے غیر ماذون بچے یا غیر ماذون غلام کو اپنے لیے کوئی سامان خریدنے کا حکم دیا اور اس نے وہ سامان خرید لیا تو اگر حکم دینے والے نے ثمن نقد ادا کر دیئے تو جائز ہے اور اگر ثمن نقد نہ دیئے اور وہ غائب تھا یا حاضر تھا اور اس نے کہا کہ میں نقد دوں گا اور میں خریدنے پر راضی ہوں اور میں ہی اسے خریدنے کا حکم دیتا ہوں تو فروخت کرنے والے کو اختیار ہے' چاہے تو اس پر بیع لازم کر دے اور اسی سے مواخذہ کرے اور چاہے تو کہہ دے کہ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ مال تجھ پر لازم ہو' جب تک خریدنے والے پر کوئی چیز لازم نہیں ہوتی۔

مجنون کو وکیل بنانے کا حکم

اگر مجنون کو وکیل بنایا تو دیکھیں گے کہ اگر وہ خرید وفروخت کو نہیں سمجھتا تو وکیل بنانا جائز نہیں اور اگر وہ خرید وفروخت کو سمجھتا ہے' بایں طور کہ اس کا جنون کسی دوسرے معاملہ میں ہے تو وکیل بنانا صحیح ہے اور اگر اسے وکیل بنا دیا اور اس نے کوئی چیز فروخت کی تو بیع جائز ہوگی' لیکن اس پر عہدہ لازم نہیں ہوگا۔

بلوغ کے بعد بچے کی وکالت کی تجدید کا حکم

اگر غیر عاقل بچے یا ایسے مجنون کو وکیل بنایا جو بیع کو نہیں سمجھتا' پھر اسے افاقہ ہوگیا تو کیا وہ تجدید وکالت کے بغیر وکیل بن جائے گا؟ امام محمد رحمہ اللہ نے یہ مسئلہ ''کتاب الوکالۃ'' میں ذکر نہیں فرمایا اور ''کتاب الرہن'' میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر عادل نابالغ ہو یا غیر عاقل بالغ ہو اور اسے بیع پر مسلط کر دیا' پھر نابالغ' بالغ اور غیر عاقل' عاقل ہوگیا تو جائز ہے۔ فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا کہ عادل نابالغ کے متعلق جو کچھ مذکور ہے' بیع مفرد کے وکیل کے متعلق بھی ایک روایت یہی ہے کہ افاقہ ہونے پر وہ وکیل بن جائے گا۔ فقیہ نے یہ بیان کیا ہے اور یہ روایت کیا ہے کہ وہ تجدیدِ وکالت کے بغیر وکیل نہیں بنے گا' لہٰذا فقیہ نے جو ذکر کیا ہے' اس کے مطابق یہ بیع مفرد کی توکیل کا مسئلہ ہے اور مسئلہ عدل میں دو روایتیں ہیں۔

شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے کہ ''کتاب الرہن'' میں مسئلہ عدل میں جو مذکور ہے' وہ صاحبین کا قول ہے' لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق افاقہ ہونے پر اس کی بیع جائز نہیں' لہٰذا شمس الائمہ سرخسی علیہ الرحمۃ کے بیان کے مطابق بیع مفرد کے وکیل کے مسئلہ میں بھی اختلاف ہوگا۔ یہ تمام بحث ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الوکالت'' کی چوتھی فصل میں ہے۔

وکیل کا خود سے یا اپنے نابالغ بیٹے سے فروخت کرنا باطل ہے

''شرح الطحاوی'' کی ''کتاب الوکالت'' میں ہے کہ بیع کے وکیل نے اگر اپنے آپ سے یا اپنے نابالغ بیٹے یا اپنے غیر مقروض غلام سے بیع کی تو یہ ناجائز ہے' اگرچہ موکل نے اسے ان سے بیع کرنے کا حکم دیا ہو یا اس کے لیے جائز قرار دیا ہو کہ وہ جو چاہے کرے' کیونکہ اس صورت میں ایک ہی آدمی فروخت کرنے والا ہوگا اور وہی خریدنے والا' وہی فیصلہ کرنے والا ہوگا اور اسی کے بارے میں فیصلہ کیا گیا ہوگا' وہی سپرد کرنے والا ہوگا اور اسے ہی سپرد کیا گیا ہوگا اور یہ بات شریعت کی وضع کے خلاف ہے۔

وکیل کا اپنے والدین سے یا ان لوگوں سے بیع کرنا' جن کے لیے اس کی شہادت مقبول نہیں ہوتی

اگر موکل نے وکیل کو حکم دیا کہ وہ اپنے والدین سے بیع کرے یا اپنی بالغ اولاد سے یا اپنی بیوی سے یا وکیل عورت ہونے کی صورت میں اسے حکم دیا کہ وہ اپنے خاوند سے بیع کرے یا ان لوگوں سے بیع کرے' جن کے لیے اس کی شہادت قبول نہیں کی جاتی یا اسے اجازت دی کہ جو چاہے کرے اور وکیل نے ان افراد سے بیع کی تو یہ جائز ہے۔ ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الوکالت'' میں ہے کہ اگر بیع کے وکیل نے ان سے بیع کی' جن کے لیے اس کی شہادت مقبول نہیں ہوتی تو

اگر یہ بیع قیمت سے زیادہ کے عوض ہو تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر قیمت سے اتنی کم مقدار کے عوض ہو کہ غبن فاحش ہو تو بالاتفاق جائز نہیں۔ اگر تھوڑے غبن کے ساتھ ہو تو سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جائز نہیں اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور اگر مثلی قیمت کے ساتھ ہو تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو روایتیں ہیں۔ ''کتاب الوکالۃ'' اور ''کتاب البیوع'' کی روایت میں جائز نہیں اور ''کتاب المضاربت'' کی روایت میں جائز ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک مضارب کا ان افراد سے معمولی غبن کے ساتھ خرید وفروخت کرنا جائز نہیں، جن کے لیے مضارب کی شہادت قبول نہیں ہوتی اور مضارب کا ان افراد سے قیمت سے زائد مقدار کے عوض بیع کرنا اور قیمت سے کم مقدار کے عوض خریدنا بالاتفاق جائز ہے اور مثلی قیمت کے ساتھ صاحبین کے نزدیک جائز ہے۔ اسی طرح امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک باتفاقِ روایات جائز ہے۔ اس کی مکمل تفصیل ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الوکالت'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

جس آدمی نے غیر کے غیر ماذون غلام کو کوئی چیز فروخت کرنے کے لیے وکیل بنایا اور اس نے وہ چیز فروخت کر کے ثمن پر قبضہ کر لیا

''فتاویٰ الدیناری'' کی ''کتاب الوکالت'' میں ہے کہ اگر کسی آدمی نے غیر کے غیر ماذون غلام کو کسی چیز کے فروخت کرنے کے لیے وکیل بنایا۔ اس نے غیر ماذون ہونے کی حالت میں وہ چیز فروخت کر کے ثمن پر قبضہ کر لیا تو اس کا قبضہ صحیح ہے اور اگر ثمن اس کے ہاتھ میں ہلاک ہو گیا تو وہ حکم دینے والے کے مال سے ہلاک متصور ہوگا اور خریدار ثمن سے بری ہو گا۔

وکالت میں بچے کی خبر پر عمل جائز ہے اور وکیل معزول کرنے کے معاملہ میں عمل جائز نہیں

اسی میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر بچے نے کسی شخص کو کہا کہ فلاں آدمی نے تجھے اس معین معاملہ میں وکیل بنایا ہے' تو اس خبر پر عمل کیا جائے گا اور اگر کہا کہ اس نے تجھے وکالت سے معزول کر دیا ہے' تو اس خبر پر عمل نہیں کیا جائے گا' جب تک دو مرد یا ایک عادل مرد خبر نہ دے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وکالت ایک مرد کی خبر سے ثابت ہو جاتی ہے' وہ مرد آزاد ہو یا غلام ہو' عادل ہو یا فاسق' بچہ ہو یا بالغ اور معزول کرنے کے معاملہ میں عدد یا عدالت ضروری ہے اور ہم نے اسے شفعہ کے مسائل میں ذکر کر دیا ہے اور اگر اس ایک مرد نے بطورِ قاصد معزول ہونے کی خبر دی تو وکیل معزول ہو جائے گا' چاہے مخبر عادل ہو یا فاسق۔

(المبسوط ج۱۹ص ۱۵۹)

اور ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الوکالت'' کی ابتداء میں شرائطِ جواز کے بیان میں ہے کہ اگر آدمی نے کسی غائب مرد کو وکیل بنایا اور اس غائب آدمی کو کسی مرد نے وکالت کی خبر دی تو وہ وکیل بن جائے گا' مخبر چاہے عادل ہو یا فاسق اور اس نے خبر اپنے طور پر دی ہو یا قاصد ہونے کی حیثیت سے' وکیل نے اس معاملہ میں اس کی تصدیق کی ہو یا تکذیب۔ توکیل کی خبر اور معزول ہونے کی خبر کے درمیان فرق ہے۔ معزول ہونے کی خبر میں مخبر کا عدد یا عدالت شرط ہے اور فرق یہ ہے کہ حجر میں الزام ہے' کیونکہ یہ تصرف سے رکنے کو ثابت کرتا ہے' لہٰذا یہ اس لحاظ سے شہادت کے مشابہ ہو جائے گا' لہٰذا شہادت کے دو وصفوں (عدد اور عدالت) میں سے ایک وصف اس میں شرط ہوگا۔ لیکن وکیل بنانے میں الزام نہیں' کیونکہ یہ کسی چیز کو ثابت نہیں کرتا بلکہ تصرف کو جائز کرتا ہے' لہٰذا یہ شہادت کے مشابہ نہیں' اس لیے اس میں شہادت کے دونوں وصفوں میں سے ایک وصف شرط نہیں۔

وکیل کی موکل کی مراد سے مخالفت کی ایک صورت

''وکالۃ النوازل'' میں ہے کہ اگر آدمی نے دوسرے مرد سے کہا کہ میرے لیے لونڈی خرید تاکہ میں اس سے وطی کروں اور اس آدمی نے ایسی نابالغہ لونڈی خریدی' جس سے وطی نہیں کی جاتی تو یہ موکل کی مراد کے خلاف ہوگا۔

یتیم اپنے وصی کی اجازت سے کسی کو وکیل بنا سکتا ہے

''وکالۃ المختصر'' میں ہے کہ اگر یتیم نے اپنے اُمور میں کسی مرد کو وکیل بنایا اور اس کے وصی نے اسے جائز قرار دے دیا تو یہ جائز ہے اور وصی یتیم کے اُمور میں جو کام خود کر سکتا ہے' اس میں دوسرے مرد کو وکیل بھی بنا سکتا ہے۔

جن چیزوں سے وکیل معزول ہو جاتا ہے' ان کا بیان

اگر وصی فوت ہو گیا تو وکیل معزول ہو جائے گا اور اگر بچہ فوت ہو گیا تو پھر بھی وکیل معزول ہو جائے گا' کیونکہ اسے بچے کی ملکیت میں تصرف کے لیے وکیل بنایا تھا اور بچے کی ملکیت باقی ہی نہیں رہی۔ اسی طرح اگر باپ نے وکیل بنایا پھر بچہ فوت ہو گیا تو وکالت باطل ہو جائے گی' اگرچہ باپ اس بچے کا وارث ہے اور اس بچے کے مال میں تصرف کی ولایت حاصل ہے اور یہ اس مسئلہ کی نظیر ہے کہ اگر کسی نے اپنی مملوکہ چیز کی بیع کا کسی کو وکیل بنایا' پھر وہ چیز اپنے نابالغ بیٹے کو فروخت کر دی تو وکالت باطل ہو جائے گی حالانکہ بیع کی ولایت ثابت ہے اور باپ فوت ہو گیا تو پھر بھی وکیل معزول ہو جائے گا اور اشکال یہ ہے کہ باپ کی موت سے وکیل کو معزول نہیں ہونا چاہیے' کیونکہ جس کے لیے تصرف واقع ہوا ہے یعنی بچہ وہ باقی ہے۔ جس طرح وکیل موکل کی اجازت سے دوسرے آدمی کو وکیل بنا دے تو وکیل ثانی' وکیل اوّل کی موت سے معزول نہیں ہو گا اور جس طرح قاضی کوئی وصی مقرر کرے پھر فوت ہو جائے تو وصی معزول نہیں ہوتا' لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ باپ اپنی ولایت کے حق کی وجہ سے تصرف کرتا ہے لہٰذا اس کے وکیل کا تصرف گویا باپ کے لیے ہی واقع ہوا ہے' لہٰذا اس کی موت سے باطل ہو جائے گا اور وکیل ثانی کا تصرف موکل کے لیے واقع ہوا ہے۔ اس کی مکمل تفصیل ''اصل'' میں ہے۔

اگر کسی مرد کو اپنے نابالغ بیٹے کے غلام کی بیع کے لیے وکیل بنایا پھر نابالغ بالغ ہو گیا تو وکیل معزول ہو جائے گا اور اگر اپنے نابالغ بیٹے کے غلام کو تجارت کی اجازت دی اور بیٹا بالغ ہو گیا تو غلام تصرفات سے نہیں روکا جائے گا' کیونکہ اجازت کا مدار عموم پر ہے لہٰذا دونوں حالتوں کو شامل ہو گی اور وکالت کا مدار خاص حالت پر ہے' لہٰذا دونوں مسئلے جدا جدا ہیں۔

مولیٰ کی اجازت کے بغیر غلام کا عمل جائز ہے

اگر کسی آدمی نے دوسرے کے غلام کو وکیل بنایا تو غلام کو اس کے مولیٰ کی اجازت کے بغیر کام پر مجبور نہیں کیا جائے گا لیکن اگر اس نے مولیٰ کی اجازت کے بغیر کام کیا تو جائز ہو گا اور اس غلام پر عہدہ لازم نہیں ہو گا۔ واللہ اعلم (المبسوط ج ۹ ص ۲۸)

کفالت[1] کے مسائل

کیا بچے کی کفالت اس کے ولی کے قبول کرنے پر موقوف ہے یا نہیں؟

''شرح الطحاوی'' کی ''کتاب الکفالت'' میں مذکور ہے کہ جو بچہ اپنی ذات کے متعلق بیان نہیں کر سکتا اگر وہ کسی کا کفیل بنا تو امام اعظم ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کفالت اس کے ولی کے قبول کرنے پر موقوف نہیں ہوگی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے ولی کے قبول کرنے پر موقوف ہوگی' جس طرح کہ غائب کفیل بنے تو اس کا یہ حکم ہے اور اس کی شرح بعد میں آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

بچے کی کفالت کا بطلان

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''الاصل'' میں فرمایا کہ بچے کی کفالت جائز نہیں' خواہ بچے کو تصرفات سے روکا گیا ہو یا اسے تجارت کی اجازت ہو' چاہے اس کے باپ نے اسے کفالت کی اجازت دی ہو یا اجازت نہ دی ہو' کیونکہ بچے کے لیے کفالت میں باپ کی اجازت باطل ہے' کیونکہ کفالت کی اجازت ایسی چیز کی اجازت ہے جو محض تبرع (احسان) ہے اور تبرع باپ کی ولایت کے تحت داخل نہیں' لہٰذا باپ اجازت کا مالک نہیں۔

(المبسوط ج ۲۰ ص ۸_۹)

باپ اپنے قرض میں اپنے نابالغ بیٹے کو کفیل نہیں بنا سکتا

اگر کسی مرد کا دوسرے مرد کے ذمہ کوئی مال ہو اور مقروض نے اس مال کی کفالت میں اپنے ایسے بیٹے کو داخل کر دیا' جو قریب البلوغ تھا اور بالغ نہیں تھا تو یہ کفالت باطل ہوگی اور

[1] ایک شخص کا اپنے ذمہ کو دوسرے کے ذمہ کے ساتھ مطالبہ میں ضم کر دینا کفالت ہے کہ مطالبہ ایک شخص کے ذمہ تھا۔ دوسرے نے بھی مطالبہ اپنے ذمہ لے لیا' خواہ وہ مطالبہ نفس کا ہو یا دین کا یا عین کا۔ جس کا مطالبہ ہے' وہ طالب و مکفول لہ اور جس پر مطالبہ ہے' وہ اصیل و مکفول عنہ اور جس نے ذمہ داری لی ہے' وہ کفیل اور جس چیز کی کفالت ہے' وہ مکفول بہ ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

بیٹے کے بالغ ہونے پر اس کی اجازت پر موقوف نہیں ہوگی' کیونکہ اس کفالت کے وقوع کی حالت میں اسے جائز قرار دینے والا کوئی نہ تھا۔ اگر بچے نے بالغ ہونے پر بلوغ سے قبل کفالت کا اقرار کیا تو اس کا اقرار باطل ہے' کیونکہ اس نے باطل کفالت کا اقرار کیا ہے اور اگر بلوغ کے بعد از سرِ نو کفالت کی' تو صحیح ہے۔ یہ حکم اس وقت ہے' جب قرض باپ کا ہو اور اگر قرض بیٹے کا ہوا' اس طرح کہ باپ یا وصی نے نابالغ بچے کے لیے کوئی چیز ادھار خریدی اور بچے نے اس کا حکم دیا حتیٰ کہ وہ بچہ قرض خواہ کے لیے مال کا ضامن بن گیا اور باپ اور وصی کی ذات کا ضامن بن گیا تو مال کی ضمانت جائز ہے اور باپ اور وصی کی ذات کی ضمانت باطل ہے۔ مال کی ضمانت تو اس لیے جائز ہے کہ بچے نے ایسی چیز کا التزام کیا ہے' جو ضمان سے پہلے ہی اس پر لازم تھی' کیونکہ ضمان سے قبل وہ مال اسی بچے پر ہی لازم تھا' لہٰذا اس ضمان کی وجہ سے بچہ تبرع اور احسان کرنے والا نہیں ہوگا' لیکن باپ اور وصی کی ذات کی ضمانت جائز نہیں' کیونکہ بچے نے ایسی چیز کا التزام کیا' جو ضمان سے قبل اس پر لازم نہیں تھی اور وہ چیز ہے ان کا اس بچے کو مجلسِ فیصلہ میں حاضر کرنا۔

بچے کے لیے کفالت کب صحیح ہوتی ہے؟

اگر کوئی آدمی بچے کا کفیل بنا تو اگر وہ بچہ تاجر ہو تو کفالت جائز ہے اور اگر بچہ غیر ماذون ہو تو اگر آدمی نے بچے کے ولی کو مخاطب کیا اور ولی نے کفالت قبول کر لی تو کفالت صحیح ہے اور اگر کسی اجنبی کو مخاطب کیا اور اجنبی نے اس کی طرف سے قبول کیا تو ولی کی اجازت پر موقوف ہو گی اور اگر نہ ولی کو مخاطب کیا' نہ اجنبی کو مخاطب کیا بلکہ بچے کو ہی مخاطب کیا تو یہ مسئلہ اختلافی ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق کفالت صحیح نہیں ہوگی اور یہی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کے مطابق صحیح ہے' کیونکہ بچے کی مخاطبت صحیح نہیں' اس لیے کہ وہ کفالت کے قبول کرنے کا اہل نہیں' لہٰذا یہ مخاطبت تو درمیان سے نکل جائے گی اور امام اعظم ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک کفالت اکیلے کفیل کے ساتھ مکمل نہیں ہوتی' اس میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے (ان کے نزدیک مکمل ہو جاتی ہے)۔

بچے کی طرف سے کفالت کا جواز

اگر کوئی آدمی ولی کی اجازت سے یا اجازت کے بغیر بچے کی طرف سے اس کی ذات کا یا اس بچے کے قرض کا کفیل بنا تو کفالت صحیح ہے' چاہے بچہ غیر ماذون ہو یا اسے تجارت کی اجازت ہو' کیونکہ وہ آدمی ایسے حق کا کفیل بنا ہے' جس حق کی وجہ سے اصیل (یعنی بچہ) پر ضمانت لازم ہے اور یہ آدمی اصیل کو اس حق کے ادا کرنے پر مجبور کرے گا اور کفیل اس مکفول بہ حق کی تسلیم پر قادر ہے۔ اور کفیل اہلِ تبرع ہے۔ کفیل کا اہل تبرع سے ہونا اور مکفول بہ کی تسلیم' ولی کے ارادے سے کفیل کی قدرت میں ہونا تو ظاہر ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ کفالت ایسے حق کے ساتھ ہے' جس کی اصیل پر ضمان لازم ہے (تو اس کی تفصیل یہ ہے) کہ اگر کفالت بالنفس[1] ہو تو پھر اگر بچے کو تجارت کی اجازت ہے تو فیصلہ کی مجلس میں بچے پر حاضر ہونا لازم ہے تاکہ جس خصم نے بچے پر فعل یا قول کی ضمانت کا دعویٰ کیا ہے' یہ اسے جواب دے اور اگر بچہ غیر ماذون ہے تو پھر بھی بچے پر مجلسِ فیصلہ میں حاضر ہونا لازم ہے تاکہ جب خصم اس کے خلاف فعل کی ضمان کا دعویٰ کرے تو اس کی طرف اشارہ کر سکے' کیونکہ بچے سے فعل کی ضمان کا مواخذہ ہوتا ہے' لہٰذا بچے کا حاضر ہونا لازمی ہے تاکہ اس کی طرف اشارہ ہو سکے۔ اگرچہ جواب کے لیے اس کا حاضر ہونا ضروری نہیں۔

پھر جب کفالت صحیح ہے اور کفیل کو بچے کے حاضر کرنے کے لیے پکڑا گیا اور کفیل نے بچے کو حاضر کرنے کا ارادہ کیا تو اس کی دو صورتیں ہیں کہ اگر کفالت بچے کے ولی کی اجازت سے ہو تو بچے کو اس کے ساتھ حاضر ہونے پر مجبور کیا جائے گا' کیونکہ ولی بچے کی طرف سے کفالت کی اجازت دے سکتا ہے' اس لیے کہ بچے کی طرف سے کفالت کی اجازت دینا' اس کے قرض کی ادائیگی کا حکم دینا ہے اور باپ اور وصی بچے کی طرف سے قرض کی ادائیگی کا حکم دے سکتے ہیں' لہٰذا اس کی طرف سے کفالت کا حکم دے سکتے ہیں۔ جب باپ اور وصی کا بچے کی طرف سے کفالت کا حکم دینا صحیح ہے تو یہ اسی طرح ہوگا جیسے خود بچے نے بلوغ کے بعد حکم دیا ہو' اور اگر بالغ نے دوسرے آدمی کو اپنی طرف سے کفیل بننے کا حکم دیا ہو تو جب کفیل سے اس

[1] کسی آدمی کی ذات کی ذمہ داری اٹھانا کفالت بالنفس ہے' مثلاً یہ کہے کہ اس شخص کا میں ضامن ہوں' اس شخص کو حاضر کرنے کی میری ذمہ داری ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

کے حاضر کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا تو کفیل کو مکفول بہ کے مطالبہ کا حق ہوگا حتیٰ کہ وہ حاضر ہو اور اگر کفالت بچے کے ولی کی اجازت کے بغیر ہوئی تو دیکھا جائے گا کہ اگر بچے کی اجازت کے بھی بغیر ہوئی تو بچے کو اس کے ساتھ حاضر ہونے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور اگر بچے کی اجازت سے ہوئی تو اگر بچہ ماذون ہوا تو بچے کو اس کے ساتھ حاضر ہونے پر مجبور کیا جائے گا۔

یہ حکم اس وقت ہے' جب وہ بچے کے حکم سے اس کی طرف سے مال کا کفیل بنا ہو اور اس نے مال ادا کر دیا تو بچے سے وہ مال لے سکتا ہے' کیونکہ ماذون بچہ اپنی ذات یا اپنے قرض کی طرف سے کفالت کا حکم دے تو وہ شرعاً معتبر ہوتا ہے اگرچہ خود یہ بچہ غیر کی طرف سے کفیل نہیں بن سکتا' کیونکہ غیر کی طرف سے اس کی کفالت ایک لحاظ سے غیر پر احسان ہے اور بچہ تبرع یعنی احسان کا اہل نہیں' لیکن بچے کا اپنی طرف سے کسی کو کفالت کی اجازت دینے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنے اوپر احسان کرنے کی طلب کر رہا ہے اور بچہ اپنے اوپر احسان کی طلب کا اہل ہے اور اگر بچہ غیر ماذون ہے تو اسے کفیل کے ساتھ حاضر ہونے پر مجبور نہیں کیا جائے گا' کیونکہ اس بچے کا کفالت کا حکم دینا ہی صحیح نہیں اور اگر بچہ تاجر نہ ہو اور اس کے باپ نے کسی آدمی سے یہ طلب کی کہ وہ اس بچے کا ضامن بن جائے اور وہ آدمی ضامن بن گیا تو جائز ہے اور کفیل سے مواخذہ ہوگا۔ اگر باپ نہ ہو تو اس کے وصی یا دادا کا یہی حکم ہے اور اگر وصی یا دادا نہ ہو تو قاضی کا یہی حکم ہے۔

اگر لڑکا غائب ہو گیا اور کفیل نے لڑکے کے باپ کو پکڑ لیا اور کہا کہ تو نے ہی مجھے اس کا ضامن بننے کا حکم دیا ہے' لہٰذا مجھے اس سے خلاصی دے تو باپ کو اس کے عوض پکڑا جائے گا حتیٰ کہ وہ بیٹے کو حاضر کر دے اور اس کی وجہ یہ نہیں کہ باپ نے بچے کی طرف سے کفالت کا حکم دیا ہے (لہٰذا وہ پکڑا جا رہا ہے)' کیونکہ محض غیر کی طرف سے کفالت کا حکم دینے سے ہی مامور کو کفالت کا حکم دینے والے سے مطالبہ کا حق ثابت نہیں ہوتا۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر ایک آدمی نے دوسرے کو کہا کہ فلاں بن فلاں کے نفس کا کفیل بن جا اور وہ کفیل بن گیا اور مطلوب غائب ہو گیا تو طالب نے چاہا کہ کفالت کا حکم دینے والے سے مطلوب کو حاضر کرنے کا مطالبہ کرے تو اسے یہ حق حاصل نہیں؟ لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ

بچہ باپ کے ہاتھ میں اور اس کے قبضہ وتدبیر میں ہے۔ اسی لیے مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر ماذون بچہ اس کے کفیل بالنفس کو دے دیا گیا' پھر بچہ غائب ہو گیا تو اس کے باپ سے بچے کو حاضر کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا' کیونکہ بچہ اسی کے قبضہ وتدبیر میں ہے۔

جس چیز کی اصیل پر ضمان لازم نہیں' اس چیز کی ضمان باطل ہے

ایک آدمی نے کسی غیر ماذون بچے کو دس درہم دیئے اور اسے کہا کہ یہ دراہم اپنے اوپر خرچ کرلے۔ کوئی آدمی آیا اور بچے کی طرف سے دراہم دینے والے کے لیے ضامن بن گیا تو یہ جائز نہیں' کیونکہ یہ ایسی چیز کا ضامن ہوا ہے' جس چیز کی اصیل پر ضمان لازم نہیں۔ اگر دراہم دینے سے پہلے ضامن بنے مثلاً کسی آدمی کو کہا کہ فلاں بچے کو دس درہم دے دے اور ان دراہم کا تیرے لیے میں ضامن ہوں تو یہ جائز ہے اور جواز کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں ضامن نے دینے والے سے دس دراہم قرض لیا ہے اور اسے بچے کو دینے کا حکم دیا ہے' لہٰذا بچے کا قبضہ ضامن کے قبضے کے قائم مقام ہو جائے گا۔

ضمان درک[1] کا حکم

اگر غیر ماذون بچے نے کوئی چیز فروخت کی اور کوئی آدمی آکر مشتری کے لیے کفیل بالدرک بنا (کہ اگر فروخت شدہ چیز کا کوئی حق دار ثابت ہوا تو قیمت کا میں ذمہ دار ہوں) اگر یہ کفالت بچے کے ثمن پر قبضہ کرنے کے بعد ہوئی تو جائز نہیں اور اگر قبضے سے پہلے ہوئی تو جائز ہے اور ''المنتقی'' میں ہے کہ اگر غیر ماذون غلام نے کوئی سامان خریدا اور فروخت کرنے والے کے لیے کوئی آدمی ثمن کا ضامن بنا تو کفیل پر ضمان لازم نہیں اور اگر وہ بعینہٖ سامان کا ضامن بنا تو ضامن ہوگا۔ یہ تمام بحث ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الکفالت'' کی فصل ثالث میں ہے۔

اور ''اصل'' کی ''کتاب الماذون'' کے ''باب اذن الصبی والمعتوہ'' میں ہے کہ جو بچہ خرید وفروخت کو سمجھتا ہے' اس نے کسی آدمی کو غلام فروخت کیا اور غلام سپرد کر دیا اور ثمن پر قبضہ کرلیا' پھر کوئی آدمی غلام کے بارے میں خریدار کے لیے ضامن بالدرک بنا (کہ اگر غلام کا کوئی

[1] ضمان درک یا ضمان تبعہ یہ ہے کہ بائع اس بات کا کفیل بنے کہ اگر مبیع کا کوئی دوسرا حق دار ثابت ہوا تو ثمن کا میں ذمہ دار ہوں۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

حق دار ثابت ہو گیا تو قیمت کا میں ضامن ہوں) پھر مشتری کے پاس غلام کا کوئی حق دار ثابت ہو گیا تو اگر وہ بچہ ماذون ہوا تو مشتری ثمن واپس لے گا چاہے تو بچے سے لے اور چاہے تو کفیل سے لے۔ اگر کفیل سے لے تو اگر وہ بچے کی اجازت سے کفیل بنا ہو تو وہ کفیل بچے سے ثمن لے گا اور اگر بچہ غیر ماذون ہے تو کفیل کی ضمان باطل ہے اور خریدار کے لیے بچے یا کفیل سے رجوع کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی اور اگر ثمن موجود ہوئے تو اسے مشتری لے لے گا۔ اگر بچے نے ثمن ہلاک کر دیے تو امام اعظم و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک بچے پر ضمان واجب نہیں ہوگی' جس طرح کہ ودیعت میں معروف ہے۔ یہ حکم اس وقت ہے جب خریدنے کے بعد ضامن ہوا ہو' اگر اصل شراء میں ہی ضامن ہوا' اس طرح کہ مشتری نے کہا کہ یہ غلام اس بچے سے میں اس شرط پر خریدتا ہوں کہ ثمن کا تو ضامن ہو گا یا خریدنے کے بعد ثمن دینے سے قبل ضامن ہوا کہ مشتری نے یوں کہا کہ جس بچے سے میں نے یہ غلام خریدا ہے' اسے میں ثمن اس شرط پر دیتا ہوں کہ تو ضامن ہو یا ضامن نے مشتری سے کہا کہ اس بچے کو ثمن ادا کر دے اور ثمن کا تیرے لیے میں ضامن ہوں' پھر مبیع کا کوئی حق دار ثابت ہو گیا تو مشتری کفیل کی طرف رجوع کرے گا' چاہے بچہ ماذون ہو یا غیر ماذون ہو۔ اس کی مکمل تفصیل اس باب میں دیکھی جا سکتی ہے۔ (المبسوط ج ۲۵ ص ۲۵)

اس باب میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر کہا کہ اس بچے کو سو درہم قرض دے دے اور تیرے لیے اس کا میں ضامن ہوں۔ اس آدمی نے قرض دے دیا تو اسے کفیل کی طرف رجوع کرنے کا حق حاصل ہو گا۔

ایک آدمی نے دوسرے کو کہا کہ اس بچے کو یہ سامان فروخت کر دے' ثمن کا ضامن میں ہوں گا

''المحیط'' کی ''کتاب الحجر'' میں ہے کہ ہشام کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ایک آدمی نے دوسرے کو کہا کہ اس غیر ماذون بچے کو سامان فروخت کر دے۔ اس کے ثمن کا میں ضامن ہوں گا۔ اس آدمی نے بچے کو سامان فروخت کر دیا تو کیا حکم ہے؟ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کہا کہ سامان کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا کہ اس نے سامان پر قبضہ کر لیا ہے اور اسے ہلاک کر دیا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ بچہ ضامن نہیں ہو گا کیونکہ اس پر ثمن

لازم نہیں' اس لیے کہ بیع فاسد ہے اور اگر کہا کہ جو چیز تو اسے ایک درہم سے لے کر سو درہم تک فروخت کرے تو اس کا میں ضامن ہوں' تو اس آدمی نے اسے پچاس درہم کی قیمت کا کپڑا فروخت کیا اور بچے نے اس پر قبضہ کر لیا اور اسے ہلاک کر دیا تو کپڑے کی قیمت کا ضامن ہو گا۔ ضامن کا کہنا کہ "میں اس کے لیے ضامن ہوں" اور یہ کہنا کہ "میں ثمن کا ضامن ہوں" ان دونوں قولوں میں فرق ہے' مثلاً ایک آدمی نے دوسرے کو کہا کہ فلاں یعنی غیر ماذون بچے کو یہ چیز فروخت کر دے' جو چیز تو اسے فروخت کرے گا' اس کے بارے میں میں ضامن ہوں اور اس آدمی نے بچے کو وہ چیز بیع فاسد کے طور پر فروخت کی یا بچے نے اس پر قبضہ کر لیا اور اسے ہلاک کر دیا تو خریدار پر بیع کے فساد کی وجہ سے جو کچھ لازم ہو گا تو کفیل ضامن ہو گا اور اگر کہا کہ میں ثمن کا ضامن ہوں تو کفیل پر کوئی چیز لازم نہیں ہو گی۔

ضامن کے مضمون عنہ اور کفیل کے مکفول عنہ کی طرف رجوع کرنے کا حکم

''ذخیرہ'' کی ''کتاب الکفالت'' کی دسویں فصل کے آخر میں مذکور ہے کہ اگر باپ اپنے نابالغ بیٹے کی جانب سے مہر کا ضامن ہوا تو بیٹے کی طرف رجوع نہیں کرے گا اور اگر ضمان کے وقت شرط لگائی کہ میں محض اس لیے ضامن ہوتا ہوں تاکہ بیٹے کی طرف رجوع کروں تو اس صورت میں وہ رجوع کرے گا (یعنی بیٹے سے مہر کی وہ رقم وصول کرے گا)۔

ہم نے بچے کی طرف سے مہر اور ثمن کی ضمان کے مسائل نکاح اور خرید و فروخت کے بیان میں ذکر کر دیے ہیں اور اس فصل کے آخر میں بھی ذکر کیے ہیں۔

اور مکفول عنہ کے حکم سے کفالت اور مضمون عنہ کے حکم سے ضمان کی وجہ سے ادائیگی کے وقت حکم دینے والے کی طرف رجوع اس وقت ہی ثابت ہو گا' جب حکم دینے والا ایسا شخص ہو' جو اپنے اوپر اقرار کر سکتا ہے' لہٰذا اگر مکفول عنہ غیر ماذون بچہ ہوا تو اس کی طرف رجوع نہیں کرے گا' اگرچہ کفالت اور ضمان اس کے حکم سے ہی ہو اور اگر غیر ماذون غلام ہوا تو فی الحال اس سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔ آزاد ہونے کے بعد ہی اس سے مواخذہ کیا جائے گا۔

امانات کی کفالت صحیح نہیں

''فتاویٰ رشید الدین رحمہ اللہ'' کے ''باب الدعویٰ علی الکفیل والمحیل'' میں مذکور ہے کہ اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کے مال پر قبضہ کیا اور کوئی انسان اس مال کا کفیل ہوا تو یہ صحیح نہیں' کیونکہ مال باپ کے پاس امانت ہے اور امانات کی کفالت صحیح نہیں اور اگر اس آدمی نے کہا کہ اگر باپ نے بچے کا مال ہلاک کر دیا تو میں اس کا کفیل ہوں' یہ صحیح ہے' کیونکہ اس نے کفالت کی نسبت ضمان کے سبب کی طرف کی ہے۔

جس بچے کو تصرفات سے روکا گیا ہے' اس کے لیے کفالت باطل ہے

''فوائد ابو حفص الکبیر'' رحمہ اللہ میں ہے کہ غیر ماذون بچے کے لیے کفیل بننا باطل ہے۔ ان سے کہا گیا کہ بچے کو نقصان دہ تصرفات سے روکا گیا ہے نہ کہ نافع تصرفات سے۔ دلیل یہ ہے کہ بچے کا فعل کے ساتھ ہبہ اور صدقہ قبول کرنا صحیح ہے اور بچے کا فعل معتبر ہے۔ بہر حال یہاں تو قبول کرنا ضروری ہے اور قبول کرنا قول ہے اور بچے کا قول غیر معتبر ہے اور کہا گیا کہ اس پر اشکال ہے کہ اگر بچے نے خود کو اجرت پر لگایا تو اجرت واجب ہو گی اور یہ بھی قول ہی ہے' تو انہوں نے اجارہ میں کہا کہ اجرت بغیر قول کے واجب ہو جاتی ہے' کیونکہ اگر ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو عقد کے بغیر کام پر لگا دیا اور قاضی کی رائے میں اس پر اجرت واجب ہونی چاہیے تو اجرت واجب ہو جائے گی اور اجرت کے وجوب میں قول کا اعتبار نہیں۔

حوالہ[1] کے مسائل

تاجر بچہ حوالہ میں بالغ کی طرح ہے

امام محمد رحمہ اللہ نے ''اصل'' میں ذکر فرمایا ہے کہ تاجر بچہ حوالہ میں بالغ کی طرح ہے

---

[1] دین (قرض) کو اپنے ذمہ سے دوسرے کے ذمہ کی طرف منتقل کر دینا حوالہ ہے۔ مقروض کو محیل' قرض خواہ کو محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور حویل کہتے ہیں۔ جس پر حوالہ کیا گیا ہے' اسے محتال علیہ اور محال علیہ اور مال کو محال بہ کہتے ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

اور شیخ الاسلام برہان الدین رحمہ اللہ کے ''فوائد'' میں ہے کہ جس بچے کو تصرفات کی اجازت نہیں' اس نے کسی مال کا اقرار کیا اور اسے دوسرے پر حوالہ کر دیا اور دوسرے نے حوالہ قبول کر لیا تو مقرلہ' محتال علیہ سے مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! جیسا کہ کفالت میں یہی حکم ہے۔

وصی کے لیے یتیم کے مال کا ایک شرط کے ساتھ حوالہ کرنا جائز ہے

''الفتاویٰ الصغریٰ'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے کہ وصی نے اگر یتیم کے مال کا حوالہ کیا تو جائز ہے' لیکن اس شرط کے ساتھ کہ دوسرا (یعنی محتال علیہ) پہلے (یعنی محیل) سے زیادہ مال دار ہو' اگر پہلے کے برابر ہو تو جائز نہیں۔

باپ اور وصی کے حوالہ قبول کرنے کا حکم

قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ کی ''کتاب البیوع'' کی فصل اول میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر باپ یا وصی نے کسی ایسے شخص پر حوالہ قبول کیا' جو مال داری میں محیل سے کم ہے۔ اگر وہ قرض ان دونوں کے عقد سے واجب ہوا ہے تو طرفین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں اور اگر ان دونوں کے عقد سے واجب نہیں ہوا تو سب کے قول میں صحیح نہیں اور یہ مسئلہ' خرید و فروخت کے مسائل میں گزر چکا ہے۔

بچی کے مہر کے ہبہ میں حیلہ

صدر الاسلام ابوالیسر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''مبسوط'' کے ''باب الخلع'' میں نابالغہ بچی کے مہر کے ہبہ کے حیلہ میں ذکر فرمایا ہے کہ باپ اپنی ذات پر کسی چیز کا حوالہ کرے تو خاوند اتنی مقدار سے بری الذمہ ہو جائے گا اور اگر باپ مال داری میں خاوند کی مثل ہو' پھر بھی مناسب ہے کہ یہ صحیح ہو اور ہم نے یہ مسئلہ اس کتاب کے مسائل نکاح میں ذکر کر دیا ہے۔ واللہ اعلم

ماذون کے مسائل

باپ اور وصی کا بچے کے لیے اذن جائز ہے بشرطیکہ اذن تجارت میں ہو

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''الاصل'' میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر مرد نے اپنے بیٹے کو تجارت کی اجازت دی اور وہ بچہ خرید وفروخت کو سمجھتا ہے تو یہ جائز ہے اور وہ بچہ تجارات میں ماذون ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر وصی نے خرید وفروخت کی سمجھ رکھنے والے بچے کو تجارت کی اجازت دی تو یہ جائز ہے۔

کتاب میں امام محمد رحمہ اللہ کے قول ''اذا کان الصبی یعقل البیع والشراء'' کا معنیٰ یہ ہے کہ جب بچہ بیع اور شراء کا معنیٰ سمجھتا ہو کہ بیع ملک کو ختم کرتی ہے اور خریدنے سے ملکیت حاصل ہوتی ہے اور وہ غبن یسیر (معمولی دھوکہ) اور غبن فاحش (واضح دھوکہ) کا فرق سمجھتا ہو۔ نفس عبارت کا سمجھنا مراد نہیں' کیونکہ جس بچے کو بھی بیع وشراء کی تلقین کی جائے' وہ تلقین حاصل کر لے گا۔

اجازت سے قبل بچے کی خرید وفروخت نافذ ہو جائے گی بشرطیکہ ولی جائز قرار دے دے

اگر بچے نے اجازت سے پہلے اپنے مال سے کوئی چیز فروخت کی یا اپنے لیے کوئی چیز خریدی اور وہ خرید وفروخت کو سمجھتا ہے تو ہمارے نزدیک اس کا تصرف منعقد ہو جائے گا اور ولی کی اجازت سے وہ تصرف نافذ ہو جائے گا۔ اسی طرح جو بچہ خرید وفروخت کو سمجھتا ہے' اگر اسے غیر کی طرف سے خرید وفروخت کا وکیل بنایا گیا اور اس نے کوئی چیز فروخت کی اور خریدی تو ہمارے نزدیک جائز ہے۔

جو تصرفات بچے کے لیے نافع ہیں‘ ان میں بچے کی عبارت صحیح ہے

ہمارے نزدیک مذہب یہ ہے کہ جو تصرفات بچے کے لیے نافع ہیں‘ ان میں بچے کی عبارت صحیح ہے‘ چاہے ولی کی طرف سے اسے اجازت ہو یا نہ ہو‘ مثلاً ہبہ قبول کرنا‘ اسلام قبول کرنا اور جن تصرفات میں نفع و نقصان دونوں کا احتمال ہو تو ان میں منعقد ہونے کے لحاظ سے عبارت صحیح ہے‘ نافذ ہونے کے لحاظ سے صحیح نہیں اور جن تصرفات میں ہر لحاظ سے ضرر ہو مثلاً طلاق‘ عتاق وغیرہ تو ان میں بچے کی عبارت نہ منعقد ہوگی‘ نہ نافذ ہوگی۔

جسے نابالغ کے مال میں تصرف کی ولایت حاصل ہے‘ اسے تجارت میں اذن کی ولایت بھی حاصل ہے

جس آدمی کو نابالغ کے مال میں تصرف اور تجارت کی ولایت حاصل ہے‘ اسے نابالغ کو تجارت کا اذن دینے کی ولایت بھی حاصل ہے۔ اسی طرح اسے نابالغ کے غلام کو اذن دینے کی ولایت بھی حاصل ہے۔ اور باپ نے اپنے نابالغ بیٹے یا نابالغ بیٹے کے غلام کو تجارت کا اذن دیا تو یہ جائز ہے۔ اسی طرح باپ کی موت کے بعد باپ کے وصی کا حکم ہے۔ اسی طرح جب باپ کی طرف سے وصی نہ ہو تو دادا کا یہی حکم ہے۔ اگر باپ زندہ ہوا تو دادا کا اذن صحیح نہیں ہو گا۔ اگر قاضی نے یتیم کے غلام کو تجارت کا اذن دیا اور یتیم کے باپ کی طرف سے کوئی وصی نہیں ہے تو قاضی کا اذن جائز ہے۔ اگر نابالغ بچے یا کم عقل کا باپ یا وصی یا دادا ہو اور قاضی کی رائے میں اسے تجارت کا اذن دینا چاہیے اور قاضی نے اسے اذن دے دیا تو یہ صحیح ہے‘ اگرچہ باپ اس کا انکار کرے کیونکہ ولی کی جانب سے تجارت کا اذن بچے کا حق ہے اور جب باپ سے اذن طلب کیا‘ اس نے انکار کر دیا تو وہ ولایت سے معطل ہو گیا اور ولایت قاضی کی طرف منتقل ہو گئی‘ جس طرح نکاح کے باب میں ولی کا حکم ہے۔ ہم نے یہ مسئلہ‘ مسائلِ نکاح میں ذکر کر دیا ہے۔ (المبسوط ج ۲۵ ص ۲۵۔۳۹۔۴۰)

اور ''ہدایہ'' میں مذکور ہے کہ اسی طرح ماذون بچے کا غلام بچے کے اذن‘ اس کے باپ کے اذن‘ وصی کے اذن اور دادا کے اذن سے ماذون ہو جائے گا۔

ماں‘ چچا‘ ماموں اور بھائی کا اذن جائز نہیں‘ کیونکہ انہیں تجارت کی ولایت حاصل نہیں‘ لہٰذا انہیں اذن کی ولایت بھی حاصل نہیں ہوگی۔ اگر کوئی عورت فوت ہو گئی اور اس نے کسی مرد کو

وصی مقرر کیا اور نابالغ بیٹا چھوڑا' جس کا نہ باپ ہے' نہ دادا اور نہ باپ کا وصی۔ عورت نے اس نابالغ بیٹے کے لیے میراث کا مال چھوڑا تو بیٹا ماں کی طرف سے جن غلاموں کا وارث ہوا' ان میں سے کسی غلام کو وصی کا اذن دینا صحیح نہیں ہوگا۔

ماذون بچے کے لیے جن افعال کا کرنا جائز ہے

جب بچے کے لیے تجارت کا اذن صحیح ہوا تو جو افعال اذن کے تحت داخل ہیں' ان میں بچہ آزاد بالغ کی طرح ہو جائے گا' لہٰذا اس کے لیے جائز ہے کہ خود کو اجرت پر لگائے یا اپنے لیے مزدوروں کو اجرت پر رکھے یا جس جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ کا وارث ہوا ہے' اسے فروخت کرے' جس طرح کہ آزاد بالغ کے لیے یہ افعال جائز ہیں۔ اگر اس نے تجارت کے قرض کا اقرار کیا تو اس کا اقرار صحیح ہوگا اور اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنے کسی غلام کو مکاتب بنائے یا اسے مال کے عوض آزاد کرے' اسی طرح امام اعظم ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اپنی لونڈی کی شادی نہیں کر سکتا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اسے یہ اختیار ہے۔

باپ یا وصی کا اذن صحیح ہونے کی بنا پر یتیم کے غلام کو تجارت کے قرض میں فروخت کیا جائے گا

چونکہ یتیم کے غلام کے لیے باپ یا وصی یا قاضی کا اذن صحیح ہے لہٰذا غلام کے حق کی وجہ سے جو قرض ہوگا تو ہمارے نزدیک تجارت کے قرض میں اس غلام کو فروخت کیا جائے گا۔

ماذون غلام کے لیے جن افعال کا کرنا جائز ہے

اگر قاضی نے یتیم کے غلام کو کہا کہ صرف طعام کی تجارت کر یا کہا کہ صرف گندم کی تجارت کر تو غلام کو ہر تجارت کی اجازت حاصل ہو جائے گی۔

اور اختلافی صورت میں اسے قاضی کا فیصلہ قرار نہیں دیا جائے گا۔ اگر کسی غلام نے تصرف کیا اور جس تجارت کا قاضی نے اسے اذن دیا ہے' اور جس تجارت کا قاضی نے اسے اذن نہیں دیا' ان تجارات میں اس غلام پر قرض آ گیا اور قرض خواہوں نے قاضی کے پاس مقدمہ دائر کر دیا اور قاضی نے جس تجارت کا اسے اذن نہیں دیا تھا اس میں جو قرض لاحق ہوا تھا' اس قرض کو قاضی نے باطل کر دیا تو جس تجارت کا قاضی نے اسے اذن نہیں دیا تھا' اس کے بعد

اس تجارت میں غلام کا تصرف نافذ نہیں ہوگا اور اگر قرض خواہ دوسرے قاضی کے پاس معاملہ لے گئے تو اسے پہلے قاضی کے فیصلہ کو باطل کرنے کا حق نہیں ہوگا' جس طرح کہ باقی اجتہادی مسائل میں یہ حکم ہے۔ اسی طرح اگر قاضی نے تمام اقسام تجارت میں اس کے تصرفات کو نافذ کر دیا اور تمام قرض خواہوں کے قرض کو ثابت کر دیا تو اس کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا اور اس کے بعد دوسرے قاضی کو یہ فیصلہ باطل کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

باپ اور وصی کی جانب سے جو بچہ ماذون ہے' اس پر باپ اور وصی کے اقرار کا حکم

جب کسی آدمی نے اپنے نابالغ یا کم عقل بچے کو تجارت کی اجازت دی اور وہ خرید و فروخت کو سمجھتا ہے یا اس کے وصی نے اسے اجازت دی' پھر باپ یا وصی میں سے کسی ایک نے اس بچے پر قرض کا یا خرید و فروخت یا اجارے کا یا اس کے قبضہ میں جو کچھ ہے اس کے ودیعت یا مضاربت یا رہن وغیرہ ہونے کا یا کسی جرم کا اقرار کیا تو اگر بچے یا کم عقل نے ان کی تکذیب کر دی تو ان امور میں سے کسی امر میں قرض خواہوں کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ اسی طرح اس نابالغ کے ماذون غلام پر باپ یا وصی نے قرض یا تجارت کا اقرار کیا تو یہ اقرار باطل ہے۔ یہ تمام بحث ''ذخیرہ'' اور ''محیط'' کی ''کتاب الماذون'' میں ہے۔

نابالغ کی خرید و فروخت پر قاضی کا سکوت اسے تجارت کا اذن دینے کے مترادف نہیں ہوگا

شیخ الاسلام کی ''کتاب الماذون'' میں ہے کہ اگر قاضی نے کسی بچے یا کم عقل یا بچے کے غلام کو خرید و فروخت کرتے دیکھا اور خاموش رہا تو یہ سکوت اس بچے وغیرہ کے لیے تجارت کا اذن نہیں ہوگا۔ ''الفتاویٰ الصغریٰ'' میں مسئلہ اسی طرح مذکور ہے۔

ولی بچے کی خرید و فروخت پر خاموش رہا تو وہ بچہ ماذون ہو جائے گا

''ہدایہ'' کی ''کتاب الماذون'' میں ہے کہ ولی نے جب بچے کو خرید و فروخت کرتے دیکھا اور خاموش رہا تو وہ بچہ ماذون ہو جائے گا' جس طرح کہ غلام کے متعلق یہی حکم ہے بلکہ بچے میں یہ حکم بطریق اولیٰ ہے' کیونکہ بچے میں سکوت کی وجہ سے خلل نہیں ہوگا جب کہ غلام

میں سکوت کی وجہ سے خلل ہوگا۔

بچے کی تجارت میں اذن کے علم کا حکم

''شرح الطحاوی'' کی ''کتاب الماذون'' میں ہے کہ اگر کسی نے اپنے غلام کو تجارت کا اذن دیا اور غلام کو علم نہیں تو وہ ماذون نہیں بنے گا' جس طرح کہ وکیل کا یہی حکم ہے۔ اور اگر مولیٰ نے بازار والوں سے کہا: میرے غلام سے خرید وفروخت کرو' پھر کہا کہ میں نے اسے تجارت کا اذن دیا ہے' لہٰذا اس سے خرید وفروخت کرو اور غلام کو مولیٰ کے اذن کا علم نہیں تو وہ ماذون نہیں بنے گا اور ''زیادات'' میں مذکور ہے کہ اگر باپ نے بازار والوں سے کہا کہ میرے فلاں بیٹے سے خرید وفروخت کرو کیونکہ میں نے اسے تجارت کا اذن دیا ہے اور انہوں نے اس بچے کے ساتھ خرید وفروخت کر لی اور بچے کو علم نہیں تو وہ بچہ ماذون نہیں ہوگا اور ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں۔

بعض نے بچے اور غلام میں فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ غلام ماذون بن جائے گا' اگرچہ اسے اذن کا علم نہ ہو اور بچہ اس وقت تک ماذون نہیں ہوگا' جب تک اسے علم نہ ہوا۔

ماذون بچے کی کفالت باطل ہے

ماذون بچے کی کفالت صحیح نہیں ہوگی' چاہے باپ نے اسے کفالت کا اذن دیا ہو یا نہ دیا ہو' کیونکہ کفالت محض احسان ہے اور ہم نے یہ مسئلہ مسائلِ کفالت میں ذکر کر دیا ہے۔

ماذون بچہ اپنے غلاموں کی شادی نہیں کر سکتا

ماذون بچہ اپنے غلاموں کی شادی کرنے کا اختیار نہیں رکھتا' کیونکہ شادی کرنا تجارت سے متعلق نہیں۔ ''ہدایہ'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

ماذون بچے کو شادی کرنے کا اختیار

کیا ماذون بچہ کسی عوت سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ یہ تعلیل اشارہ کرتی ہے کہ اسے اختیار نہیں اور ''مختصر القدوری'' میں مذکور ہے کہ ماذون غلام شادی نہیں کر سکتا' نہ اپنے مملوکوں کی شادی کر سکتا ہے' نہ انہیں مکاتب بنا سکتا ہے' نہ مال کے عوض آزاد کر سکتا ہے' نہ عوض کے ساتھ ہبہ کر سکتا ہے' نہ عوض کے بغیر ہبہ کر سکتا ہے اور اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب بچے کے

ولی نے اسے تجارت کا اذن دیا تو یہ خرید وفروخت کا اذن ہوگا' جیسا کہ خرید وفروخت کو سمجھنے والے غلام کا یہ حکم ہے۔

جب بیٹے کے غلام پر قرض لاحق ہوا تو باپ پر ضمان لازم ہوگی

''الجامع فی الفتاویٰ'' کی ''کتاب الماذون'' میں ہے کہ اگر باپ بازار میں کوئی غلام لے کر آیا اور کہا: یہ میرے نابالغ بیٹے کا غلام ہے اور میں نے اسے تجارت کا اذن دیا ہے۔ لوگوں نے اس سے خرید وفروخت کی اور وہ غلام مقروض ہوگیا' پھر اس کا کوئی حق دار ثابت ہوگیا تو باپ پر ضمان لازم ہوگی اور باپ غلام کی قیمت اور قرض میں سے جو کم مقدار ہے' اس کا ضامن ہوگا۔

اس کی مکمل تفصیل ''شرح الطحاوی'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

نابالغ کے غلام کو قاضی کا اذن دینا جائز ہے

''الجامع فی الفتاویٰ'' کی ''کتاب الماذون'' میں ہے کہ اگر قاضی نے نابالغ کے غلام کو تجارت کا اذن دیا اور باپ کو یہ پسند نہیں تو یہ اذن جائز ہے۔

باپ کی موت سے ماذون بچے کو تصرفات سے روک دیا جائے گا' لیکن قاضی کی موت سے نہیں

قاضی کی موت سے ماذون بچہ غیر ماذون نہیں ہوگا لیکن اگر اسے باپ کی طرف سے اذن ہوا اور باپ فوت ہوگیا تو وہ بچہ غیر ماذون ہوجائے گا۔

اگر باپ نے اپنے دونوں بیٹوں کو اذن دیا پھر کسی آدمی کو حکم دیا کہ ایک بیٹے سے دوسرے بیٹے کے لیے کوئی چیز خریدے

اگر باپ نے اپنے دونوں بیٹوں کو تجارت کا اذن دیا اور ان میں سے ایک نے دوسرے سے کوئی چیز خریدی تو یہ جائز ہے اور وصی کی صورت میں یہ جائز نہیں۔ اگر باپ نے اپنے دو نابالغ بیٹوں کو تجارت کا اذن دیا' پھر کسی آدمی کو حکم دیا کہ ایک بیٹے سے دوسرے کے لیے کوئی چیز خریدے تو اگر دونوں کی طرف سے وہی تعبیر کرنے والا ہو تو یہ صحیح نہیں اور اگر اس آدمی نے ایک کی طرف سے تعبیر کیا اور دوسرے نے خود عقد کیا تو یہ جائز ہے۔

تجارت میں اذن، تخصیص کو قبول نہیں کرتا

''الفتاویٰ الصغریٰ'' کی ''کتاب الماذون'' میں ہے کہ مولیٰ یا باپ نے اگر کہا کہ میں نے تجھے تجارت کا اذن دیا ہے اور تو غبن فاحش کے ساتھ بیع نہ کرنا اور اس نے بیع کی تو یہ صحیح ہو گی کیونکہ اذن تخصیص کو قبول نہیں کرتا اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ماذون غلام اور بچہ غبن فاحش کے ساتھ خرید وفروخت کرسکتا ہے۔

ماذون کا بغیر عیب کے مبیع کی قیمت میں کمی کرنا باطل ہے

شیخ الاسلام خواہر زادہ کی ''شرح'' میں ہے کہ ماذون بغیر عیب کے مبیع کی قیمت میں کمی نہیں کرسکتا اور عیب کی وجہ سے کرسکتا ہے۔

ماذون اپنے قرض خواہ کے لیے قرض کی مدت میں تاخیر کرسکتا ہے

ماذون اپنے قرض خواہ سے اس کے قرض کو مؤخر کرسکتا ہے۔ واللہ اعلم

ماذون کا اپنے باپ یا وصی یا کسی اجنبی سے بیع کرنے کا حکم

''ذخیرہ'' میں مذکور ہے کہ ماذون بچے نے اگر اپنے باپ سے بیع کی تو اس کی چند صورتیں ہیں کہ یا مثلی قیمت کے ساتھ بیع کی ہو گی یا قیمت سے اتنی زائد مقدار کے ساتھ کی ہو گی جس میں لوگوں کو دھوکہ ہو جاتا ہے یا اتنی زائد مقدار ہو گی، جس میں لوگوں کو دھوکہ نہیں ہوتا یا قیمت سے اتنی کم مقدار کے ساتھ بیع کی ہو گی، جس میں لوگوں کو دھوکہ ہو جاتا ہے، ان صورتوں میں سب کے نزدیک بیع جائز ہے اور اگر قیمت سے اتنی کم مقدار کے ساتھ بیع کی جس میں لوگوں کو دھوکہ نہیں ہوتا تو اس صورت میں سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مختلف روایات ہیں۔ بعض نسخوں میں مذکور ہے کہ جائز نہیں اور بعض نسخوں میں ہے کہ جائز ہے لہٰذا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہوئیں۔ اور اگر اجنبی سے اتنی کم مقدار قیمت کے ساتھ بیع کی، جس میں لوگوں کو دھوکہ نہیں ہوتا تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تمام روایات میں جائز ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز نہیں۔ پہلا حکم اس وقت ہے جب باپ سے بیع کی ہو، اگر باپ کے وصی سے بیع کی تو اگر مثلی قیمت کے ساتھ بیع کی یا اتنی کم یا زائد مقدار کے ساتھ بیع کی، جس میں

لوگوں کو دھوکہ ہو جاتا ہے تو جائز ہے۔ اور مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ جواب میں تفصیل ہے کہ اگر بیع میں بچے کا ظاہر نفع ہو کہ قیمت سے اتنی زائد مقدار کے ساتھ بیع کی ہو جس میں لوگوں کو دھوکہ نہیں لگتا تو امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز نہیں۔ ''الجامع الکبیر'' میں اس صورت میں اختلاف کی تصریح ہے۔ اگر مثلی قیمت یا اتنی کم قیمت کے ساتھ فروخت کیا' جس میں لوگوں کو دھوکہ ہو جاتا ہے تو امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق جائز نہیں اور سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق ضروری ہے کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہوں۔

باپ یا وصی پر جو ثمن واجب ہے' بچے نے اس کے قبضہ کا اقرار کیا

بچے کے باپ یا وصی پر جو ثمن واجب ہے' بچے نے اس پر قبضے کا اقرار کیا تو اس کے متعلق روایات مختلف ہیں۔ بعض میں مذکور ہے کہ جائز نہیں اور شیخ الاسلام خواہر زادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ''شرح'' میں فرمایا ہے کہ اقرار میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق روایات مختلف ہونا ضروری ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق ایک ہی روایت ہے کہ بچے کا باپ یا وصی کے لیے اقرار کرنا جائز نہیں۔ یہ تمام بحث ''ذخیرہ'' میں ہے۔

باپ' وصی اور قاضی بچے کو اذن دینے کے بعد اسے روک سکتے ہیں

جب کسی باپ نے اپنے بیٹے کو تجارت کی اجازت دی' پھر اسے روک دیا تو اس کا روکنا صحیح ہے جب کہ روکنا' اذن کی طرح ہی ہو' جیسا کہ کتاب الماذون میں معروف ہے۔ اسی طرح وصی نے اگر نابالغ بچے کو اذن دیا پھر روک دیا تو اس کا روکنا صحیح ہوگا' اسی طرح قاضی نے بچے یا کم عقل کو یا ان کے غلام کو تجارت کا اذن دیا پھر روک دیا تو اس کا روکنا صحیح ہوگا' جب کہ روکنا اذن کی مثل ہی ہو۔

ماذون بیٹے کے قرضوں میں باپ کی طرف رجوع کرنا

باپ نے اگر نابالغ بچے کو اذن دیا اور اس نے بیع کی اور خریداری کی اور مقروض ہو گیا' پھر کوئی آدمی آیا اور اس بچے پر قرض ثابت ہو گیا' تو بچے کے قرض خواہ اپنے قرضوں کے لیے اس کے باپ کی طرف رجوع کریں گے۔

قاضی کی موت یا اس کے معزول ہونے سے اذن باطل نہیں ہوگا

قاضی کی موت اور اس کے معزول ہونے سے اذن باطل نہیں ہوگا اور قاضی کا روکنا کارآمد ہوگا۔

باپ کی موت سے اذن کا بطلان

جب کسی آدمی نے اپنے بیٹے کو یا اپنے نابالغ بیٹے کے غلام کو تجارت کی اجازت دی' پھر باپ فوت ہو گیا اور بچہ ابھی نابالغ ہی ہے۔ تو باپ کی موت سے وہ بچہ غیر ماذون ہو جائے گا اور اگر اجازت قاضی کی طرف سے ہوئی تو قاضی کی موت سے وہ غیر ماذون نہیں ہوگا۔ اسی طرح امامِ اکبر جب فوت ہو گیا تب بھی اذن باطل نہیں ہوگا۔

بیٹے کے بالغ ہونے کے بعد اس کے غلام کے لیے باپ کا اذن باقی رہے گا

اگر کسی آدمی نے اپنے نابالغ بیٹے کے غلام کو تجارت کی اجازت دی' پھر بیٹا بالغ ہو گیا تو غلام اسی طرح ماذون رہے گا' لیکن اگر باپ فوت ہو گیا یا مجنون ہو گیا اور بیٹا اسی طرح نابالغ ہی ہے تو غلام غیر ماذون ہو جائے گا۔ اسی طرح وکالت میں اور اذن میں فرق کیا ہے کہ باپ نے اگر کسی آدمی کو اپنے نابالغ بیٹے کا مال فروخت کرنے کے لیے وکیل بنایا یا اپنے نابالغ بیٹے کے لیے خریدنے کا وکیل بنایا' پھر باپ فوت ہو گیا یا بیٹا بالغ ہو گیا تو وکیل معزول ہو جائے گا اور اذن میں مشائخ نے کہا ہے کہ اگر بچہ بالغ ہو گیا تو اس کا غلام غیر ماذون نہیں ہوگا اور اگر باپ فوت ہو گیا تو غلام غیر ماذون ہو جائے گا۔ باپ کے بارے میں جو جواب مذکور ہے' وصی کی صورت میں بھی یہی جواب ہے' حتیٰ کہ وصی نے اگر بچے یا کم عقل کو تجارت کی اجازت دی' پھر وصی فوت ہو گیا یا مجنون ہو گیا تو بچہ یا کم عقل غیر ماذون ہو جائے گا۔

اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کے غلام کو اجازت دی' پھر بیٹا فوت ہو گیا

جب باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کے غلام کو تجارت کی اجازت دی' پھر بیٹا فوت ہو گیا اور باپ اس کا وارث ہو گیا تو غلام غیر ماذون ہو جائے گا۔ اسی طرح جب نابالغ سے وہ غلام خرید لیا تو یہ خریدنا غلام کو تصرفات سے روکتا ہو گا۔ یہ تمام بحث ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الماذون'' میں ہے۔

ماذون بچے کے حلف کا حکم

اگر ماذون بچے کے خلاف کسی مرد نے دعویٰ کیا تو بچے سے حلف لیا جائے گا اور انکار پر اس کے خلاف فیصلہ کر دیا جائے گا اور یہی مختار ہے اور نجم الدین نسفی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ فقہائے سمرقند فتویٰ دیتے تھے کہ ماذون بچے سے حلف نہیں لیا جائے گا' لیکن اس میں کوئی روایت نہیں۔ پھر مجھے ''مبسوط'' میں ایک روایت ملی کہ حلف لیا جائے گا۔ یہ مسئلہ ''الفتاویٰ الصغریٰ'' کی ''کتاب الاحکام'' اور ''کتاب الدعویٰ'' میں مسائلِ ماذون کے بیان میں ہے۔

بیٹے کی موت کے بعد جب قرض نے اس کے ترکہ کا احاطہ کیا ہو تو باپ کو اس کا مال فروخت کرنے کا حق نہیں

''کتاب ادب القاضی'' کے چھیاسٹھویں باب میں ہے کہ اگر کسی آدمی کا نابالغ بیٹا ہے' جسے اس نے تجارت کی اجازت دی ہے۔ اس بیٹے نے قرض لیا اور فوت ہو گیا اور ترکہ میں سامان اور جائیداد چھوڑی اور قرض اس کے تمام ترکہ کو محیط ہے تو باپ اس کے ترکہ کو فروخت نہیں کر سکتا' کیونکہ وہ ترکہ قرض خواہوں کے حق میں مشغول ہے' لہٰذا قرض خواہوں کی رضامندی کے بغیر فروخت نہیں کر سکتا۔ اسی طرح مقروض غلام ماذون کا یہی حکم ہے۔ واللہ اعلم

مسائلِ حجر

(کسی شخص کے تصرفاتِ قولیہ روک دینے کو حجر کہتے ہیں)

حجر کے وجوب کے اسباب

''مختصر القدوری'' میں مذکور ہے کہ حجر کو واجب کرنے والے اسباب تین ہیں: (۱) بچپن (۲) غلامی (۳) جنون۔

لہٰذا ولی کی اجازت کے بغیر بچے کا تصرف جائز نہیں اور غلام کا تصرف اس کے مولیٰ کی اجازت کے بغیر جائز نہیں اور مجنون جس پر جنون غالب ہو اس کا تصرف کسی حالت میں جائز نہیں۔

غیر ماذون سے بیع کرنے کی صورت میں ولی کے لیے اختیار کا ثبوت

جس نے ان اشخاص میں سے کسی سے بیع کی یا کسی سے کچھ خریدا اور وہ بیع کو سمجھتا ہے اور بیع کا قصد کرتا ہے تو ولی کو اختیار ہے اگر چاہے اور اس میں مصلحت ہو تو جائز قرار دے دے اور اگر چاہے تو فسخ کر دے۔

حجر اقوال میں واجب ہوتا ہے' افعال میں نہیں

یہ تینوں اسباب (بچپن' غلامی' جنون) اقوال میں حجر واجب کرتے ہیں' افعال میں نہیں۔

بچے کے عقود' اس کا اقرار اور اس کی طلاق کا بطلان

بچے اور مجنون کے عقود صحیح نہیں نہ ہی ان کا اقرار' طلاق اور عتاق صحیح ہے۔

بچے اور مجنون نے کوئی چیز تلف کر ڈالی تو ضمان لازم ہے

اگر بچے اور مجنون نے کوئی چیز تلف کر ڈالی تو ان پر ضمان لازم ہوگی۔

غلام کے اقوال اس کے حق میں نافذ ہوں گے

غلام کے اقوال اس کے حق میں نافذ ہیں' اس کے مولیٰ کے حق میں نافذ نہیں۔ اگر غلام نے کسی مال کا اقرار کیا تو آزاد ہونے کے بعد اس پر وہ مال لازم ہوگا' فی الحال لازم نہیں ہوگا۔ اگر اس نے حد یا قصاص کا اقرار کیا تو لازم ہوگا' کیونکہ خون کے معاملہ میں غلام کو اصل آزادی پر باقی رکھا گیا ہے' لہٰذا مولیٰ کا اس پر حد یا قصاص کا اقرار صحیح نہیں اور اس کی طلاق نافذ ہوگی' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا یملک العبد والمکاتب شیئا الا الطلاق. غلام اور مکاتب طلاق کے علاوہ کسی چیز کے مالک نہیں۔

غیر ماذون بے وقوف کا شادی کرنا

''المنتقیٰ'' کی ''کتاب الشہادات'' میں ہے کہ اگر بے وقوف غیر ماذون نے اپنی بیٹی یا نابالغہ بہن کی شادی کردی تو جائز نہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی طرح منقول ہے۔

وصی بچے کے بالغ ہونے کے بعد اس کا مال اسے دے سکتا ہے' اگرچہ بچہ اہلِ حجر سے ہو

''المنتقیٰ'' کی ''کتاب الدعویٰ'' میں ہے کہ اگر وارث کے بالغ ہونے کے وقت وصی نے اس کا مال اسے دے دیا حالانکہ وہ وارث ایسا ہے کہ جسے فساد کی وجہ سے تصرفات سے روکا جاتا ہے' تو یہ مال دینا جائز ہے اور وصی اس کی ضمان سے بَری ہو جائے گا۔

غیر ماذون بچہ قرض لے سکتا ہے

اگر غیر ماذون بچے نے قرض لیا تاکہ اپنی بیوی کا حق مہر ادا کرے تو اس کا یہ قرض لینا صحیح ہے اور اگر اس نے وہ بیوی کو نہ دیا اور اپنی ضروریات میں خرچ کرلیا تو اس سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا نہ بلوغ سے پہلے' نہ بلوغ کے بعد اور غیر ماذون غلام نے اگر کوئی مال قرض لے کر ہلاک کر ڈالا تو اس سے فی الحال مواخذہ نہیں کیا جائے گا' آزاد ہونے کے بعد مواخذہ کیا جائے گا' کیونکہ غیر ماذون بچہ اہلِ التزام سے نہیں' لہٰذا اس کا التزام صحیح نہیں ہوگا' لیکن غلام التزام کا اہل ہے البتہ غلام کا التزام مولیٰ کے حق میں صحیح نہیں ہوگا' اس کے اپنے حق میں صحیح ہوگا اور

غیر ماذون بالغ' نابالغ بچے اور مجنون کی طرح ہے۔ یہ مسئلہ ''فتاویٰ قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ'' کی ''کتاب الحجر'' میں ہے اور غیر ماذون بچے کے قرض لینے کا مسئلہ ودیعت کے بیان میں گزر چکا ہے۔ واللہ اعلم

گواہی کے مسائل

وصی کا میت کے بیٹے کے لیے میت پر قرض کی گواہی دینے کا حکم

''ذخیرہ'' کی ''کتاب الشہادات'' میں مذکور ہے کہ کیا میت کے بیٹے کے لیے میت پر قرض کے بارے میں وصی کی شہادت قبول کی جائے گی؟ اگر بیٹا نابالغ ہوا' پھر تو بالاتفاق گواہی نامقبول ہوگی اور اگر بیٹا بالغ ہوا تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی جواب ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک گواہی مقبول ہوگی' یہ حکم اس وقت ہے جب بیٹا اس حالت میں بالغ ہو جس حالت میں وصی نے وصی بننا کو قبول کیا ہے۔ اگر بیٹا نابالغ ہو اور بڑا ہونے کے بعد اس کے لیے گواہی دی تو بالاتفاق گواہی نامقبول ہوگی۔

جس نے بچپن کی حالت میں گواہی کا تحمل کیا اور بالغ ہونے کی حالت میں گواہی ادا کی

اگر دو مسلمان آزاد بالغ مردوں نے کسی حق میں گواہی دی اور جس روز انہوں نے مشاہدہ کیا اس وقت وہ نابالغ یا کافر یا غلام تھے تو ان کی گواہی قبول کی جائے گی۔

بچے نے گواہی دی' قاضی نے رد کر دی' بالغ ہونے پر اس نے دوبارہ وہ گواہی دی تو مقبول ہوگی

اگر غلام' بچے اور کافر نے گواہی دی' قاضی نے ان کی گواہی کو رد کر دیا' پھر غلام آزاد ہو گیا' بچہ بالغ ہو گیا اور کافر مسلمان ہو گیا اور انہوں نے دوبارہ وہی گواہی دی تو ان کی گواہی قبول کی جائے گی' لیکن اگر فاسق نے گواہی دی اور اس کی گواہی رد کر دی گئی پھر توبہ کے بعد اس نے وہ

گواہی دوبارہ دی تو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ اسی طرح خاوند نے آزاد ہونے کی حالت میں بیوی کے حق میں گواہی دی یا آزاد بیوی نے خاوند کے حق میں گواہی دی' قاضی نے ان کی گواہی رد کر دی' پھر زوجیت کا رشتہ ختم ہو گیا اور دوبارہ وہی گواہی دی تو قبول نہیں کی جائے گی۔ یہ تمام بحث "ذخیرہ" کی "کتاب الشہادات" میں ہے۔ (المبسوط ج۱۶ص۱۳۸)

جن معاملات میں صرف بچے حاضر ہوتے ہیں' ان میں بچوں کی گواہی قبول کرنے کا حکم

"ذخیرہ" میں یہ بھی ہے کہ کھیل کے دوران ہونے والے واقعات میں بچوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ (المبسوط ج۱۶ص۱۳۶) اور "الفتاویٰ الصغریٰ" کی "کتاب الشہادات" میں ہے کہ جن معاملات میں صرف بچے حاضر ہوتے ہیں' ان میں بچوں کی گواہی امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول کی جائے گی۔ (المبسوط ج۱۶ص۱۳۶)

بچوں سے جو کچھ سنا اس کی گواہی دینا باطل ہے لیکن اگر بچہ سمجھ دار ہو تو جائز ہے

"فتاویٰ رشید الدین" رحمہ اللہ کی "کتاب القاضی" کے آخر میں اور الشہادۃ بالتسامع (سننے پر گواہی دینے) کے بیان میں ہے کہ اگر کسی نے بچوں سے کچھ سنا تو اس کی گواہی دینا جائز نہیں' کیونکہ بچوں کے قول پر اعتماد نہیں کیا جاتا اور یہ اس بچے کے حق میں ہے' جس کا کلام معتبر نہیں ہوتا' لیکن اگر بچہ سمجھ دار ہو اور اس جیسے بچے نے خبر دی ہو تو گواہی دینا جائز ہے اور لفظ شہادت ضروری نہیں بلکہ محض خبر ہی کافی ہے۔

محدود فی القذف[1] اور عورتوں اور غلاموں سے جو کچھ سنا' اس کی گواہی دینے کا جواز

اگر محدود فی القذف یا عورتوں یا غلاموں سے کچھ سنا تو اس کی گواہی دینا جائز ہے' جب

---

[1] کسی کو زنا کی تہمت لگانے کی بنا پر' جس آدمی پر حد قائم کی گئی' وہ محدود فی القذف کہلاتا ہے۔ حد قذف (تہمت کی حد) کے واجب ہونے کی چند شرائط ہیں' جن کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

کہ ان کا صدق ظاہر ہو اور سننے کے وقت گواہی کی ادائیگی کے جواز کے لیے یہ ضروری نہیں کہ جس سے سنا ہو وہ شہادت کا اہل ہو۔

بچے کے استہلال پر عورتوں کی گواہی نمازِ جنازہ کے معاملہ میں مقبول ہوگی' اس کے علاوہ نہیں

(بچے کا پیدا ہونے کے بعد آواز نکالنا یا حرکت کرنا استہلال کہلاتا ہے۔)

''المحیط'' کی ''کتاب الشہادات'' میں ہے کہ بچے کے استہلال پر نمازِ جنازہ کے حق میں اکیلی عورتوں کی گواہی بالاتفاق مقبول ہوگی اور میراث کے حق میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صرف دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی مقبول ہوگی اور امام ابویوسف و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک عورت کی گواہی بھی قبول کر لی جائے گی بشرطیکہ وہ عادل ہو۔

معزول ہونے کے بعد یتیم کے لیے وصی کی شہادت باطل ہے

''الفتاویٰ الصغریٰ'' کی ''کتاب الشہادات'' میں ہے کہ معزول ہونے کے بعد یتیم کے لیے وصی کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی اگرچہ وہ مخاصمت نہ کرے' لیکن اگر وکیل نے خصومت سے پہلے اپنے موکل کے حق میں گواہی دی تو وہ قبول کی جائے گی۔

بھائیوں کی بہن کے اختیار پر گواہی باطل ہے

''المحیط'' کی ''کتاب الشہادات'' کے متفرقات میں ہے کہ اگر دو بھائیوں نے اپنی بہن کی نابالغہ ہونے کی حالت میں شادی کی' پھر وہ بالغہ ہوگئی اور دونوں نے گواہی دی کہ اس نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا ہے' تو ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

''ہدایہ'' کے ''باب ثبوت النسب'' کے آخر میں ہے کہ بچے کی تعیین پر دایہ کی گواہی بالاتفاق قبول کی جائے گی' حتیٰ کہ اگر کسی نے اپنی لونڈی سے کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں بچہ ہے تو وہ مجھ سے ہے' اور کسی عورت نے ولادت کی گواہی دے دی تو وہ لونڈی اس آدمی کی ام ولد بن جائے گی' کیونکہ بچے کی تعیین کی حاجت ہے اور وہ بالاتفاق دایہ کی گواہی سے ثابت ہوتی ہے۔

''فتاویٰ رشید الدین رحمہ اللہ'' میں ہے کہ بچے کی تعیین پر دایہ کی گواہی بالاتفاق قبول کی جائے گی' مثلاً خاوند نے بچے کی ولادت کا اقرار کیا لیکن یہ تسلیم نہ کیا کہ بچہ یہی ہے' لیکن اگر وہ سرے سے ولادت کا ہی منکر ہے تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک دایہ کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

جو نصرانی مسلمان ہو گیا اس کی گواہی کا حکم

''المنتقی'' کی ''کتاب الشہادات'' میں ہے کہ جو نصرانی مسلمان ہوا اور اس نے کوئی گواہی دی تو اگر وہ نصرانیت کی حالت میں عادل تھا تو اس کی گواہی مقبول ہوگی' اگر وہ عادل نہ تھا حتیٰ کہ وہ مسلمان ہو گیا تو اس سے سوال ہوگا کہ کیا وہ نصرانیت میں عادل تھا؟ اگر نصرانیت میں اسے عادل قرار دے دیا گیا تو اس کی گواہی مقبول ہوگی۔

بلوغ کے بعد بچے کی گواہی کا حکم

اگر پندرہ سالہ بچہ بالغ ہوا' پھر اس نے کوئی گواہی دی تو فرمایا کہ میں اس کی گواہی قبول کرلوں گا۔ اس جواب میں نظر ہے' کیونکہ اس کے بعد ہشام کا جو کلام ہے' اس میں اس بچے اور نصرانی کے درمیان فرق ہے کہ بالغ ہونے کے وقت بچے کی گواہی قبول نہیں کی جائے گا' یہاں تک کہ اہل محلہ کے دل میں یہ بات بیٹھ جائے کہ اس کے بلوغ کی حالت میں گواہی قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں' جس طرح کہ اجنبی کے بارے میں کہا کہ جو کسی قوم میں وارد ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے' اس لیے کہ بلوغ سے پہلے بچے کو شہادت کا حق حاصل نہیں تھا۔

اور ''الفتاویٰ الظہیریہ'' میں ہے کہ جو بچہ بالغ ہوا اور پھر گواہی دی تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی' جب تک اس کے بارے میں سوال نہ کرلیا جائے اور یہ حکم امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق ہے کہ وہ ظاہر عدالت کو کافی سمجھتے ہیں۔

گواہی میں قبضہ ملکیت کی دلیل ہے

امام محمد رحمہ اللہ نے ''الجامع الصغیر'' میں ذکر فرمایا ہے کہ ایک آدمی کے قبضہ میں غلام یا لونڈی کے علاوہ کوئی چیز ہے تو تجھے گنجائش ہے کہ تو گواہی دے کہ یہ چیز اسی شخص کی ہے۔ ''الجامع الصغیر'' کی روایت کے مطابق غلام اور لونڈی کے علاوہ میں قبضہ کو ملکیت کی دلیل بنایا

ہے اور لونڈی و غلام میں قبضہ کو ملکیت کی دلیل نہیں بنایا اور نابالغ و بالغ کے درمیان فرق نہیں کیا۔

ابن سماعہ رحمہ اللہ کی امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بچے اور بالغ میں فرق کیا ہے کہ جو بچہ اپنے متعلق بیان نہیں کر سکتا اس پر قبضہ کو ملکیت کی دلیل بنایا ہے اور بالغ اور جو بچہ اپنے متعلق بیان کر سکتا ہے اس پر قبضہ کو ملکیت کی دلیل نہیں بنایا ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے غلاموں اور لونڈیوں اور باقی چیزوں کو برابر قرار دیا ہے اور سب میں قبضہ کو ملکیت کی دلیل قرار دیا ہے۔ اسی طرح امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہے اور ''امالی'' میں امام ابو یوسف کی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت ہے۔ اس کی مکمل تفصیل ''المحیط'' اور ''الذخیرہ'' کی ''کتاب الشہادات'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔

مکتب کے وقف پر بچے کے والد کی شہادت کا حکم

اہل محلہ نے اگر مکتب کے وقف پر گواہی دی اور مکتب میں گواہ کا بچہ ہے یا نہیں ہے تو اس کی گواہی مقبول نہیں ہوگی اور بعض نے کہا کہ مقبول ہوگی کیونکہ بچے کا مکتب میں ہونا امر لازم نہیں۔

یہ مسئلہ ''المحیط'' کی ''کتاب الشہادات'' میں ہے۔

دعوٰی کے مسائل

دعوٰی میں بچے کو مجلسِ فیصلہ میں حاضر کرنے کا حکم

''ذخیرہ'' کی ''کتاب الدعوٰی'' میں مذکور ہے کہ اگر کسی آدمی نے غیر ماذون بچے پر کسی چیز کا دعوٰی کیا اور بچے کا وصی حاضر ہے تو بچے کا حاضر ہونا شرط نہیں۔ شیخ الاسلام نے ''کتاب القسمۃ'' کی شرح میں اسی طرح ذکر فرمایا ہے اور یہ تفصیل نہیں کی کہ مدعٰی دین ہو یا عین ہو اور وہ قرض چاہے اس وصی کے فعل کی وجہ سے واجب ہوا ہو یا فعل کے بغیر۔

ناطفی رحمہ اللہ نے اپنی ''اجناس'' میں ذکر فرمایا ہے کہ جب قرض اس وصی کے فعل کی وجہ سے واجب ہوا ہو تو بچے کو حاضر کرنا شرط نہیں اور خصاف رحمہ اللہ کی ''کتاب ادب القاضی'' میں ہے کہ اگر کسی نے غیر ماذون بچے پر کوئی دعویٰ واقع کیا تو اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو اسے بچے کو حاضر کرنے کا حق نہیں اور اگر مدعی کے پاس گواہ ہیں اور مدعی کا دعویٰ ہے کہ بچے نے مال ہلاک کر دیا ہے تو اسے بچے کو حاضر کرنے کا حق ہے' لیکن بچے کے ساتھ اس کا باپ حاضر ہو گا' حتیٰ کہ جب اس نے بچے پر کوئی چیز لازم کر دی تو باپ بچے کی طرف سے اس کے مال سے وہ چیز ادا کرے گا۔

اور ''کتاب الاقضیہ'' میں ہے کہ دعووں میں بچے کو حاضر کرنا شرط ہے اور ہمارے زمانے کے بعض متاخرین مشائخ نے اسے شرط قرار دیا ہے' چاہے بچہ مدعی ہو یا مدعی علیہ ہو اور بعض مشائخ نے اس شرط کا انکار کیا ہے۔

مولیٰ کی موجودگی کے بغیر غلام کے خلاف گواہی کا قبول ہونا

اگر ماذون غلام کے خلاف گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے غصب کیا ہے یا ودیعت کا مال ہلاک کیا ہے یا ودیعت کا انکار کیا ہے یا ودیعت کا اقرار کیا ہے یا خرید و فروخت کی ہے یا اجارہ کیا ہے اور غلام نے اس کا انکار کیا اور مولیٰ غائب ہے تو ان حضرات کی گواہی مقبول ہو گی اور مولیٰ کی موجودگی شرط نہیں۔

اگر گواہوں نے غیر ماذون غلام کے خلاف مال ہلاک کرنے یا غصب کی گواہی دی اور غلام نے اس کا انکار کیا تو مولیٰ کی موجودگی کے بغیر یہ گواہی مقبول نہیں ہو گی۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب تک مولیٰ کو غلام کی بیع کا مخاطب نہ کیا جائے' اس وقت تک گواہی قبول نہیں کی جائے گی' لیکن نفسِ گواہی غلام کے خلاف مقبول ہو گی اور قاضی اس کے خلاف فیصلہ کر دے گا اور غلام کے آزاد ہونے کے بعد اس سے مواخذہ کیا جائے گا۔

اگر مولیٰ غلام کے ساتھ حاضر ہوا اور مدعی نے مال ہلاک کرنے یا غصب کرنے کا دعویٰ کیا تو قاضی مولیٰ کے خلاف فیصلہ کر دے گا۔

اگر غیر ماذون غلام کے خلاف ودیعت ہلاک کرنے یا سامان ہلاک کرنے کا دعویٰ کیا تو امام اعظم ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک' قاضی مولیٰ کے خلاف یہ گواہی نہیں سنے گا

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مولیٰ کے خلاف گواہی سنے گا اور اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ غلام نے اس کا اقرار کیا ہے تو اس گواہی کی بناء پر مولیٰ کے خلاف فیصلہ نہیں کیا جائے گا' چاہے مولیٰ حاضر ہو یا غائب۔

ولی کی موجودگی کے بغیر بچے کے خلاف گواہوں کی شہادت کا قبول ہونا

ماذون بچہ جسے اس کے باپ یا باپ کے وصی نے تجارت کی اجازت دی ہے تو وہ اس غلام کی طرح ہے' جسے تجارت کی اجازت ہے۔ اگر گواہوں نے اس کے خلاف تجارت کی ضمان کی گواہی دی تو گواہی مقبول ہو گی' اگرچہ اذن دینے والا غائب ہو۔

بچے کے خلاف قتل کے علاوہ میں گواہی قبول نہیں ہو گی' چاہے اذن دینے والا حاضر ہو یا غائب

اگر ماذون بچے یا کم عقل ماذون کے خلاف گواہوں نے قتلِ عمد یا قذف (زنا کی تہمت لگانے) یا شراب پینے یا زنا کی گواہی دی تو قتل کے علاوہ باقی اُمور میں گواہی قبول نہیں کی جائے گی' چاہے اذن دینے والا حاضر ہو یا غائب اور قتل میں گواہی قبول کی جائے گی' بشرطیکہ اذن دینے والا حاضر ہو اور برادری پر دیت کا فیصلہ کیا جائے گا اور اگر اذن دینے والا غائب ہو تو پھر گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ اگر گواہوں نے گواہی دی کہ بچے یا کم عقل نے ان مذکورہ اُمور میں سے کسی کا اقرار کر لیا ہے تو گواہی قبول نہیں کی جائے گی' چاہے اذن دینے والا حاضر ہو یا غائب۔

یہ تمام بحث ''ذخیرہ'' اور ''محیط'' کی ''کتاب الدعویٰ'' میں ہے۔

(الفتاوی الخانیہ ج ۲ ص ۳۹۱۔۳۸۳)

دعویٰ کے وقت بچوں کا حاضر ہونا شرط نہیں

قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ نے اپنے ''فتاویٰ'' کی ''کتاب الدعویٰ'' میں ذکر کیا ہے کہ مناسب ہے کہ دعویٰ کے وقت بچوں کا حاضر ہونا شرط قرار نہ دیا جائے جیسا کہ شیخ الاسلام المعروف بہ خواہر زادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔

دعویٰ کے وقت کسی ایک وارث کا حاضر ہونا ہی کافی ہے

اگر کسی نے میت پر قرض کا دعویٰ کیا اور اس کے وارث نابالغ ہیں تو اگر میت کا وصی ہو تو ورثاء کا حاضر ہونا شرط نہیں اور اگر میت کا وصی نہ ہوا اور بچوں کا وصی ہوا تو نابالغ ورثاء کا حاضر ہونا شرط ہے اور ایک وارث کا حاضر ہونا ہی کافی ہے۔ ''الفتاویٰ الظہیریہ'' میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے میت پر قرض کا دعویٰ کیا اور میت کے نابالغ ورثاء ہیں تو سب کا حاضر ہونا شرط نہیں' ایک کا حاضر ہونا ہی کافی ہے۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج۲ص۳۸۲)

دعویٰ کے وقت بچے کی طرف سے وصی مقرر کرنے کے وقت ضروری شرائط

رشید الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ''فتاویٰ'' کے ''باب دعویٰ الاب والوصی'' میں ذکر فرمایا کہ قاضی دعویٰ کے وقت بچے کی جانب سے وصی مقرر کرے گا اور بچے کی موجودگی شرط نہیں' بلکہ یہ شرط ہے کہ قاضی کو بچے کے وجود کا علم ہو اور یہ شرط ہے کہ بچہ قاضی کی ولایت میں ہو' کیونکہ وصی مقرر کرنا قضاء نہیں لیکن قضاء کے افعال میں سے ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وصی کے دعویٰ کے وقت بچے کی موجودگی شرط نہیں اور قضاء کے وقت شرط ہے۔

وکیل کے خلاف فیصلہ' تمام ورثاء کے خلاف فیصلہ ہے' لیکن قرض خواہ حاضر کے حصہ سے اپنا قرض وصول کرے گا

رشید الدین رحمہ اللہ نے اپنے ''فتاویٰ'' کے ''باب دعویٰ الدین علی المورث'' میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر کسی آدمی نے میت پر قرض کا دعویٰ کیا اور اس کے بالغ ورثاء غائب ہیں اور نابالغ بچہ حاضر ہے تو قاضی بچے کی طرف سے وکیل مقرر کرے گا' جس کے خلاف دعویٰ کیا جائے گا اور جب وکیل کے خلاف فیصلہ ہو گیا تو وہ تمام ورثاء کے خلاف فیصلہ ہو گا' البتہ قرض خواہ جب بالغ ورثاء کے حصہ سے وصول کرنے پر قادر نہیں تو اپنا قرض حاضر بچے کے حصہ سے وصول کرے گا اور جب بالغ ورثاء حاضر ہوئے تو اس حصہ کے لیے ان کی طرف رجوع کرے گا' کیونکہ قرض میراث پر مقدم ہے۔ شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''ادب القاضی'' میں یہ مسئلہ ذکر کیا ہے۔ اس مسئلہ کی مکمل تفصیل صدر الشہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''ادب القاضی'' کے ''باب اثبات الدین والحقوق علی المیت'' میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

مجلسِ فیصلہ میں غلام کو حاضر کرنا شرط نہیں

''فتاویٰ قاضی خاں'' میں ہے کہ اگر کسی آدمی نے غیر ماذون غلام پر مال کے ہلاک کرنے کا دعویٰ کیا تو فقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ مولیٰ کی اجازت کے بغیر غلام کو قاضی کے پاس نہیں لے جاسکتا' کیونکہ اس وجہ سے اس وقت غلام' مولیٰ کی خدمت میں نہیں رہ سکے گا' لیکن اگر اس نے غلام کو قاضی کی مجلس میں پایا تو پھر وہ غلام سے حلف لے سکتا ہے۔

جس نے دعویٰ کیا کہ اس کا سامان اس کے بچپن میں فروخت کیا گیا ہے لیکن قیمت ادا نہیں کی گئی

کسی آدمی نے دوسرے کے خلاف دعویٰ کیا کہ میرا فلاں فلاں سامان' میرے بچپن کی حالت میں میرے وصی نے تجھے فروخت کیا ہے' لیکن وہ وصی قیمت وصول کرنے سے پہلے فوت ہوگیا تھا' لہٰذا تو مجھے قیمت ادا کر تو اس بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے' کیونکہ وصی کی موت کے بعد وصی نے جو کچھ فروخت کیا ہے اس کے ثمن پر قبضہ کرنے کا حق اس کے وصی یا وارث کو ہوگا اور اگر اس کا کوئی وصی یا وارث نہ ہو تو قاضی اس کی طرف سے وصی مقرر کرے گا۔ اگر مدعیٰ علیہ نے کہا کہ میں نے وصی کو ثمن ادا کر دیئے ہیں تو اس سے گواہوں کا مطالبہ کیا جائے گا' اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوئے تو مطالبہ کرنے والے سے علم پر حلف لیا جائے گا۔

شیخ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جب مشائخ نے خرید وفروخت کے وکیل کے متعلق کہا ہے کہ اگر وہ ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے فوت ہوگیا تو قبضے کا حق موکل کی طرف منتقل ہو جائے گا تو ان کے قول کے مطابق مناسب ہے کہ یہاں بھی کہا جائے کہ قبضے کا حق بلوغ کے بعد بچے کی طرف منتقل ہو جائے گا اور دعویٰ صحیح ہوگا۔

''ذخیرہ'' کی ''کتاب الدعویٰ'' کے آغاز میں اسی طرح مذکور ہے اور اس کا کچھ بیان خرید وفروخت کے مسائل میں گزر چکا ہے۔

فروخت کرنے والے وصی کے نام ذکر کرنے کا حکم

''ذخیرہ'' کی ''کتاب الدعویٰ'' کے آغاز میں یہ بھی مذکور ہے کہ کسی آدمی کے قبضہ میں

کوئی گھر ہے جس کا دوسرے آدمی نے دعویٰ کر دیا اور صاحبِ قبضہ نے مدعی پر گواہ قائم کر دیئے کہ میں نے تیرے بچپن کی حالت میں اتنی قیمت کے عوض تیرے وصی سے یہ گھر خریدا ہے لیکن اس نے وصی کا نام ذکر نہ کیا اور اس بات پر گواہ قائم کر دیئے تو کیا اس کا دعویٰ اور اس کی گواہی سنی جائے گی؟

مشائخ کرام رحمہم اللہ کا اس میں اختلاف ہے۔ اسی طرح اگر یہ دعویٰ کیا کہ فلاں آدمی نے قاضی کی اجازت سے تیرے بچپن کی حالت میں یہ گھر مجھے فروخت کیا ہے اور قاضی کا نام ذکر نہ کیا اور اس پر گواہ قائم کر دیئے تو کیا اس کا دعویٰ اور گواہی سنی جائے گی؟ مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس میں اختلاف ہے۔ اسی طرح اگر گواہوں نے گواہی دی کہ یہ چیز وقف ہے اور وقف کرنے والے نے اسے متولی کے سپرد کر دیا تھا لیکن انہوں نے واقف کا نام ذکر نہیں کیا یا واقف کا نام ذکر کیا مگر متولی کا نام ذکر نہیں کیا تو اس میں بھی مشائخ کرام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فعل کے دعویٰ میں اور فعل پر شہادت میں کیا فاعل کا نام ذکر کرنا ضروری ہے؟ اس میں مشائخ کرام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے اور کتابوں کے دلائل متعارض ہیں۔ ان مسائل کا مقام ''ذخیرہ'' اور ''محیط'' کی ''کتاب الدعویٰ'' میں ہے اور ہم نے انہیں ''کتاب الفصول'' کی ''فصل القضاء في المجتهدات'' میں ذکر کیا ہے۔

اگر دو آدمیوں نے کسی غلام کا دعویٰ کر دیا حالانکہ غلام دونوں کے قبضہ میں ہے

''ذخیرہ'' کی ''کتاب الدعویٰ'' کی ساتویں فصل میں ہے کہ اگر دو آدمیوں نے کسی غلام کے متعلق جھگڑا کیا۔ ان میں سے ہر ایک کہتا ہے کہ یہ میرا غلام ہے اور غلام دونوں کے قبضہ میں ہے تو اگر غلام نابالغ ہو اور اپنے متعلق بیان نہ کر سکتا ہو تو پھر قاضی دونوں میں سے کسی کے لیے ملکیت کا فیصلہ نہیں کرے گا' جب تک گواہ قائم نہ کیے' لیکن اسے دونوں کے قبضہ میں رکھا جائے گا اور اگر غلام بالغ ہو اور کلام کرتا ہو یا نابالغ ہو اور اپنے متعلق بیان کر سکتا ہو اور اس نے کہا کہ میں آزاد ہوں تو اسی کا قول معتبر ہوگا اور قاضی دونوں آدمیوں میں سے کسی کے حق میں فیصلہ نہیں کرے گا نہ ملکیت کا' نہ قبضے کا' جب تک دونوں نے اس پر گواہ قائم نہ کر دیئے اور اگر غلام

نے کہا کہ میں ان میں سے ایک کا غلام ہوں تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور وہ دونوں کا غلام ہوگا' لیکن اگر اس نے کہا کہ میں پیدائشی آزاد ہوں (تو پھر تصدیق کی جائے گی) اسی طرح اگر غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہے اور اس نے اقرار کیا کہ وہ دوسرے کا غلام ہے تو تصدیق نہیں کی جائے گی اور صاحب قبضہ کا قول معتبر ہوگا۔

کتاب میں یہ شرط ہے کہ غلام بالغ ہو اور کلام کرتا ہو اور بعض نسخوں میں ہے کہ وہ اپنے متعلق بیان کر سکتا ہو اور محض یہ شرط ہے کہ وہ کلام کرتا ہو اور جو کچھ کہے' اسے سمجھتا ہو۔ جب غلام اس صفت کا حامل ہو تو اس کے قول کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اگر غلام کسی آدمی کے قبضہ میں ہو اور وہ غلام اپنے متعلق بیان نہیں کر سکتا اور قبضے والے شخص نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے تو اسی کا قول معتبر ہوگا اور اسی کے حق میں ملکیت کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور اگر غلام بڑا ہوا اور اس نے کہا کہ میں پیدائشی آزاد ہوں تو دلیل کے بغیر اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ اسی طرح اگر غلام نے کہا کہ میں لقیط ہوں تو یہ اسی طرح ہے' جیسے اس نے کہا ہو کہ میں پیدائشی آزاد ہوں۔ اگر قابض نے گواہ قائم کر دیئے کہ یہ میرا غلام ہے اور غلام نے گواہ قائم کر دیئے کہ میں پیدائشی آزاد ہوں تو غلام کے گواہوں کو ترجیح ہوگی۔ یہ تمام بحث ''ذخیرہ'' میں اور ''الجامع الصغیر'' کی ''کتاب القضاء'' میں ہے۔

کسی آدمی کے قبضہ میں بچہ ہو' جو اپنے متعلق بیان کر سکتا ہے اور اس نے کہا کہ میں آزاد ہوں تو بچے کا قول معتبر ہوگا اور اگر وہ اپنے متعلق بیان نہیں کر سکتا اور اس نے کہا کہ میں آزاد ہوں تو وہ اسی کا غلام قرار دیا جائے گا' جس کے قبضہ میں ہے۔

دعویٰ میں غلام کا حاضر ہونا شرط ہے

''ذخیرہ'' کی ''کتاب الدعویٰ'' کی نویں فصل میں ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے کے خلاف دعویٰ کیا کہ اس نے میرے اس غلام کی آنکھ پھوڑی ہے' جس کی قیمت ہزار درہم ہے اور مدعیٰ علیہ نے انکار کیا اور مدعی اقرار کرتا ہے کہ غلام زندہ ہے اور مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کر دیئے تو قاضی غلام کی موجودگی کے بغیر اس کی گواہی نہیں سنے گا اور نہ ہی مدعیٰ علیہ کے خلاف تاوان کا فیصلہ کرے گا۔

اگر غلام مر گیا یا ایسا نابالغ بچہ ہوا' جو اپنے متعلق بیان نہیں کر سکتا تو قاضی مدعی کے حق میں

آنکھ پھوڑنے والے کے خلاف تاوان کا فیصلہ کر دے گا اور غلام کی موجودگی شرط قرار نہیں دی جائے گی۔

دعویٰ میں تناقض، اپنے لیے دعویٰ اور اپنے غیر کے لیے دعویٰ کی صحت میں رکاوٹ ہے

''زیادات'' کے ''باب المساومت'' میں مذکور ہے کہ تناقض، جس طرح اپنے لیے دعویٰ کی صحت سے مانع ہے، اسی طرح دوسرے کے لیے دعویٰ کی صحت سے مانع ہے اور قاضی امام جلال الدین رحمہ اللہ نے ''المحاضر'' میں ذکر کیا ہے کہ جس شخص نے اپنے غیر کے لیے کسی چیز کا اقرار کیا تو جس طرح وہ اس چیز کا اپنے لیے دعویٰ نہیں کرسکتا، اسی طرح غیر کے لیے بھی وکالت یا وصایت کے ساتھ اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ واللہ اعلم

رشید الدین رحمہ اللہ نے اپنے ''فتاویٰ'' کے تیرہویں باب میں ذکر کیا ہے کہ اگر وصی نے کسی دوسرے شخص کے لیے کسی عین چیز کا اقرار کیا، پھر دعویٰ کیا کہ یہ چیز نابالغ بچے کی ہے، تو بچے کے حق میں اس کا دعویٰ نہیں سنا جائے گا۔

جس نے کوئی چیز عاریۃً لی، پھر اس کا اپنے بیٹے کے لیے دعویٰ کر دیا

میں نے ''المنتقی'' کی ''کتاب الشہادات'' میں دیکھا ہے کہ ایک آدمی نے کسی مرد سے کوئی کپڑا عاریۃً لیا۔ پھر گواہ قائم کر دیئے کہ یہ کپڑا اس کے نابالغ بیٹے کا ہے تو شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اس سے گواہ قبول کر لوں گا۔

جس نے کوئی کپڑا اجرت پر لیا، پھر دعویٰ کر دیا کہ یہ کپڑا اس کے بیٹے کا ہے

''المنتقی'' میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایک آدمی نے کپڑا اجرت پر لیا، پھر گواہ قائم کر دیئے کہ یہ کپڑا اس کے نابالغ بیٹے کا ہے تو گواہی مقبول ہوگی۔ ''الجامع فی الفتاویٰ'' کی ''کتاب الدعویٰ'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

دفع کے مسائل [1]

وقف پر متولی کا اقرار باطل ہے

دیناری نے اپنے ''فتاویٰ'' میں یہ لفظ ذکر کیے ہیں کہ کسی آدمی نے وقف کے متولی پر دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری ملک کے موقوفات میں سے ہے اور متولی نے اعتراف کیا کہ مدعی نے بچپن کی حالت میں اسے مجھ سے خریدا ہے تو یہ اقرار مقبول نہیں ہوگا' کیونکہ وقف پر متولی کا اقرار صحیح نہیں ہوتا۔(المبسوط ج۲۵ص۲۳)

(غیرِ وقف میں یہ حکم نہیں' کیونکہ اگر بلوغ کے بعد اقرار کیا کہ اس نے ان اُمور میں سے کوئی چیز کی ہے یعنی بچپن کی حالت میں غصب کیا ہے یا ہلاک کیا ہے یا اذن کے بعد اقرار کیا کہ اس نے اذن سے پہلے یا اذن کے بعد کوئی کام کیا ہے تو اس سے فی الحال مواخذہ ہوگا) یہ دفع صحیح نہیں' کیونکہ وقف پر متولی کا اقرار صحیح نہیں ہوتا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ان مسائل کی جنس میں کتب کے اشارات متعارض ہیں' لہٰذا یہی کہا جائے گا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں۔

غبن کے دعویٰ کے ساتھ بیٹے کے مال کی بیع کا بطلان

باپ نے اگر غبن فاحش کے ساتھ بیٹے کا مال فروخت کیا' پھر دعویٰ کیا کہ بیع غبن فاحش کے ساتھ ہوئی ہے تو کیا وہ یہ دعویٰ کر سکتا ہے؟ اس مسئلہ کو ہم نے خرید و فروخت کے مسائل میں ذکر کر دیا ہے۔

کسی چیز کو کرائے پر لینے سے اس چیز کا دعویٰ دفع ہوگا یا نہیں؟

''ذخیرہ'' کے مسائل دفع میں مذکور ہے کہ باپ نے اپنی ذات سے اپنے نابالغ بیٹے کے لیے گھر خریدا (یعنی اپنا گھر خود اپنے نابالغ بیٹے کو فروخت کیا) اور اس پر گواہ قائم کر لیے' پھر بیٹا بالغ ہو گیا اور اسے علم نہ ہوا کہ باپ نے کیا کیا ہے؟ پھر باپ نے وہ گھر کسی آدمی کو فروخت کر

[1] دفعِ دعویٰ کا مطلب یہ ہے کہ جس پر دعویٰ کیا گیا ہے' وہ ایسی صورت پیش کرتا ہے جس سے وہ مدعٰی علیہ نہ بن سکے' لہٰذا اس سے دعویٰ دفع ہو جائے گا۔۱۲ رضوی غفرلہٗ

دیا اور اس کے سپرد کر دیا۔ پھر بیٹے نے مشتری سے وہ گھر کرائے پر لیا' پھر اسے علم ہوا کہ باپ نے کیا کیا تھا اور اس نے مشتری کے خلاف گھر کا دعویٰ کر دیا اور کہا کہ میرے باپ نے میرے بچپن کی حالت میں اپنا یہ گھر مجھے فروخت کیا تھا اور یہ گھر میری ملکیت ہے اور اس پر گواہ قائم کر دیئے اور مدعیٰ علیہ نے مدعی کے دعویٰ کے دفع میں کہا کہ تیرے اس دعویٰ میں تناقض ہے' کیونکہ تیرا مجھ سے یہ گھر کرائے پر لینا اس بات کا اقرار ہے کہ گھر تیرا نہیں' لہٰذا اس کے بعد تیرا اپنے لیے اس گھر کے دعویٰ کرنے میں تناقض ہے' تو کیا یہ دفع ہو جائے گا؟ مشائخ کرام رحمہم اللہ کا اس میں اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ دفع نہیں ہوگا اگرچہ تناقض ثابت ہو گیا کیونکہ اس تناقض میں خفاء ہے' اس لیے کہ باپ بیٹے کے لیے خریدنے کا اختیار رکھتا ہے اور ممکن ہے کہ بالغ ہونے کے بعد بیٹے کو علم نہ ہو' لہٰذا بیٹا نہیں پہچانے گا کہ یہ گھر اس کی ملکیت ہے تو وہ باپ کی بیع کو صحیح گمان کرے گا اور اس گھر کو مشتری کی ملکیت گمان کرتے ہوئے کرائے پر لینے کا اقدام کرے گا حالانکہ حقیقت میں وہ گھر اسی کی ملکیت ہے۔ ''ذخیرہ'' میں مسئلہ اسی طرح مذکور ہے۔

لیکن اس مسئلہ میں اشکال ہے کہ اس صورت میں بیٹے کی طرف سے گھر کا دعویٰ محض اسی وقت صحیح ہوگا' اگر باپ نے غبن فاحش کے ساتھ فروخت کیا ہو لیکن اگر باپ نے مثلی قیمت کے ساتھ فروخت کیا تو بیٹے کا دعویٰ صحیح نہیں ہونا چاہیے' کیونکہ باپ بیٹے کی جائیداد فروخت کرنے میں مصلحت دیکھے تو مثلی قیمت کے ساتھ فروخت کر سکتا ہے' جیسا کہ خرید و فروخت کے مسائل میں ہم نے بیان کر دیا ہے۔

''ذخیرہ'' میں ''باب دعویٰ الدفع'' میں مذکور ہے کہ کوئی آدمی فوت ہوا اور بالغ اور نابالغ اولاد چھوڑی اور نابالغ اولاد بالغ ہو گئی اور انہوں نے دعویٰ کر دیا کہ فلاں آدمی کے قبضہ میں جو گھر ہے وہ ہمارے باپ کی میراث ہے اور مدعیٰ علیہ نے ان کے دعویٰ کے دفع میں دعویٰ کر دیا کہ میں نے بالغ اولاد کا حصہ ان سے خریدا ہے اور نابالغ اولاد کا حصہ' ان کے باپ کی طرف سے یا قاضی کی طرف سے مقرر کردہ ان کے وصی سے مثلی قیمت یا تھوڑے سے غبن کے ساتھ خریدا ہے اور نابالغ اولاد کو اس کی حاجت تھی تو یہ دفع صحیح ہے اور اگر اس پر گواہ قائم کر دیئے تو دعویٰ دفع ہو جائے گا اور اگر گھر کی بجائے سامان ہوا تو پھر حاجت کا ذکر ضروری نہیں اور وصی حاجت کے بغیر سامان فروخت کر سکتا ہے' لیکن جائیداد حاجت کے بغیر فروخت نہیں کر سکتا۔

اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایک آدمی دو نابالغ بیٹے چھوڑ کر فوت ہوا اور ہر بیٹے کا علیحدہ نگران مقرر ہے اور ایک نگران کے قبضہ میں گھر ہے' جس کے بارے میں اس کا گمان ہے کہ یہ اس بچے کا گھر ہے جو اس کی ولایت میں ہے اور دوسرے نابالغ کے نگران نے اس کے خلاف دعویٰ کر دیا کہ تیرے قبضہ میں جو گھر ہے' اس کا نصف حصہ اس بچے کا ہے جس کا میں نگران ہوں' اس لیے کہ یہ سارا گھر دونوں بچوں کے والد کی ملک تھا' لہٰذا نصف حصہ مجھے دے تاکہ میں اس نابالغ بچے کے لیے قبضہ کرلوں' جس کا میں نگران ہوں اور مدعیٰ علیہ نگران نے گواہ قائم کر دیئے کہ بچوں کے والد نے اپنی زندگی میں اقرار کیا تھا کہ یہ گھر اس بچے کی ملکیت ہے' جو میری ولایت میں ہے تو مدعی نگران کا دعویٰ اس سے مندفع ہو جائے گا اور اگر نگران مدعی نے نگران مدعیٰ علیہ کے دعویٰ کے دفع کے لیے گواہ قائم کر دیئے اور کہا کہ اس سے پہلے تو نے اس بچے کے لیے جو تیری ولایت میں ہے اس گھر کے نصف حصے کا دعویٰ کیا تھا کہ یہ اس کے باپ کی میراث ہے اور اب تو دعویٰ کر رہا ہے کہ سارا گھر دوسری جہت سے اسی بچے کا ہے' جو تیری ولایت میں ہے تو تناقض کی وجہ سے مدعیٰ علیہ نگران کا دعویٰ مندفع ہو جائے گا۔

ایک آدمی نے دوسرے کے قبضہ میں جو گھر ہے اس کے متعلق دعویٰ کیا اور مدعیٰ علیہ نے دفعِ دعویٰ میں کہا کہ یہ گھر میں نے تیری ماں سے خریدا ہے جب کہ اس نے بچے کی حاجت کے لیے یا میت کے قرض کی ادائیگی کے لیے اسے فروخت کیا تھا

کسی آدمی کے قبضہ میں گھر ہے' اس کے متعلق کسی نے دعویٰ کر دیا کہ یہ میرے باپ کی میراث ہے۔ مدعیٰ علیہ نے مدعی کے دعویٰ کے دفع میں کہا کہ یہ گھر میں نے تیرے بچپن کی حالت میں قاضی کی اجازت سے تیری ماں سے خریدا تھا تو یہ دفع صحیح ہے بشرطیکہ یہ ثابت ہو جائے کہ بیع بچے کی حاجت کے لیے یا میت کے قرض کی ادائیگی کے لیے ہوئی تھی۔ اس جنس کے مسائل اس سے پہلے گزر چکے ہیں۔

''ذخیرہ'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

کسی آدمی نے دعویٰ کر دیا کہ میت نے اپنے ترکہ میں اس کے بیٹے کے لیے تہائی مال کی وصیت کی ہے

ایک آدمی نے میت کے ترکہ میں دعویٰ کر دیا کہ میت نے اس کے نابالغ بیٹے کے لیے اپنے مال کے تہائی حصہ کی وصیت کی ہے اور میت کے ورثاء پر گواہ قائم کر دیئے اور قاضی نے اس بیٹے کے لیے وصیت کا فیصلہ کر دیا' پھر ورثاء نے مدعی پر بطورِ دفع گواہ قائم کیے کہ فیصلے سے پہلے اس نے اقرار کیا تھا کہ میت پر اتنا قرض تھا' جس نے اس کے ترکے کا احاطہ کیا ہوا تھا تو یہ دفع صحیح ہوگا اور قاضی کا حکم اور اس کا لکھا ہوا فیصلہ باطل ہو جائے گا۔

جس نے اپنے بیٹے کے دو بیٹوں کے لیے وصیت کی' پھر موصی فوت ہو گیا' اس کے دفع کا حکم

ایک آدمی نے اپنے بیٹے کے دو بیٹوں کے لیے اپنے مال کے تہائی حصہ کی وصیت کی' جن میں سے ایک بیٹا نابالغ اور دوسرا بالغ ہے اور دونوں کا باپ زندہ ہے۔ پھر موصی فوت ہو گیا اور نابالغ کے باپ نے موصی کے وارث کے خلاف' اپنے نابالغ بیٹے کے لیے میت کی جانب سے وصیت کا دعویٰ کیا اور بالغ نے اپنے لیے میت کی جانب سے وصیت کا دعویٰ کیا اور وارث نے دونوں کی وصیت کا انکار کر دیا اور دونوں کے دعویٰ کے دفع میں کہا کہ اس بالغ نے میت کی موت کے بعد اقرار کیا ہے کہ میت نے میرے لیے کسی چیز کی وصیت نہیں کی اور اسی طرح نابالغ کے باپ نے اقرار کیا ہے کہ میت نے میرے بیٹے کے لیے کسی چیز کی وصیت نہیں کی تو کیا یہ دفعِ دعویٰ ہوگا؟ بالغ بیٹے کے حق میں کہا گیا ہے کہ یہ باپ کے دعویٰ کا دفع ہوگا' بیٹے کے دعویٰ کا نہیں' حتیٰ کہ اگر بیٹا بالغ ہو گیا اور اپنے لیے وصیت کا دعویٰ کیا تو اس کا دعویٰ نہیں سنا جائے گا اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے بالکل دعویٰ دفع نہیں ہوگا۔ یہی قول زیادہ ظاہر ہے' اور فقاہت کے زیادہ قریب ہے۔ ''ذخیرہ'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

کسی ایک وارث نے تقسیم کے بعد اپنے بیٹے کے لیے وصیت کا۔۔۔ دعویٰ کیا

اگر کسی ایک وارث نے تقسیم کے بعد اپنے کسی ایک نابالغ بیٹے کے لیے وصیت کا دعویٰ

کیا تو کیا اس کا دعویٰ سنا جائے گا؟ ہم نے یہ مسئلہ تقسیم کے مسائل میں ذکر کر دیا ہے۔

جب وکیل نے کہا کہ میں نے مال وصی کی طرف بھیج دیا ہے تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی

''ذخیرہ'' میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ فلاں بن فلاں کا تیرے پاس ایسا ایسا مال ہے اور وہ فلاں بچہ ہے اور قاضی نے فلاں بن فلاں کو اس بچے کا وصی مقرر کیا ہے اور یہ بچہ اس قاضی کی ولایت میں ہے' پھر فلاں نے انکار کر دیا اور مجھے تیرے پاس سے اس نابالغ کے مال پر قبضے کا وکیل بنایا ہے اور وہ مال ایسا ایسا ہے اور قاضی نے شرائط وکالت کے مطابق مدعی کی وکالت کا فیصلہ کر دیا اور مدعی نے مال پر قبضہ کر لیا' پھر اس مدعی علیہ نے اس کے کچھ عرصہ بعد اس وکیل پر دعویٰ کر دیا کہ یہ فلاں بن فلاں بچہ بالغ ہو گیا ہے۔ اے وکیل! اس بچے نے وصی کی طرف سے مجھے تیرے پاس سے مال پر قبضہ کرنے کا وکیل بنایا ہے تو وکیل نے کہا کہ میں نے مال وصی کی طرف بھیج دیا ہے تو کیا اس کی تصدیق کی جائے گی؟ ایک قول یہ ہے کہ تصدیق نہیں کی جائے گی اور اسی کی مثل خرید و فروخت کا وکیل ہے کہ جب اسے موکل نے معزول کر دیا تو اس کے بعد اس وکیل نے کہا کہ میں نے وہ مال گذشتہ کل فروخت کر دیا ہے۔

بچے نے بلوغ کے بعد کسی آدمی کے خلاف جائیداد کا دعویٰ کر دیا کہ اس کے وصی نے جائیداد مجبوراً فروخت کی ہے

''ذخیرہ'' میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایک بچے کی موروثی جائیدادیں ہیں۔ بلوغ کے بعد بچے نے ان میں سے کسی جائیداد کا ایک آدمی کے خلاف دعویٰ کر دیا کہ اس کے وصی نے بہ حالت اکراہ مجبوراً جائیداد فروخت کی ہے اور مجبوراً اسے مشتری کے سپرد کیا ہے اور اس نے مشتری کے ہاتھ سے وہ جائیداد واپس لینا چاہی۔ پھر دوبارہ دعویٰ کر دیا کہ اس کے وصی نے یہ جائیداد غبن فاحش کے ساتھ فروخت کی ہے' تو قاضی اس کا دوسرا دعویٰ سنے گا' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وصی نے جائیداد مجبوراً غبن فاحش کے ساتھ فروخت کی ہو۔

بچے کے بالغ ہونے پر گواہوں کا اعادہ نہیں

''فتاویٰ قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ'' میں ہے کہ جب نابالغ کے نائب پر گواہ قائم کر دیئے گئے' پھر وہ بچہ بالغ ہو گیا تو ان گواہوں کے ذریعہ اس پر فیصلہ کر دیا جائے گا اور دوبارہ گواہی کا تکلف نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر مدعٰی علیہ پر گواہ قائم کر دیئے گئے' پھر مدعٰی علیہ فوت ہو گیا تو اس کے وارث پر اسی گواہی کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی ایک وارث پر گواہ قائم کر دیئے پھر وہ وارث غائب ہو گیا تو دوسرے وارث پر اسی گواہی کے ذریعہ فیصلہ کر دیا جائے گا۔

جب اختلاف ہوا کہ کس بیٹی کی شادی کی گئی ہے تو خاوند کے گواہ معتبر ہوں گے

''ذخیرہ'' کی ''کتاب الدعویٰ'' میں مذکور ہے کہ ایک مرد کی دو بیٹیاں ہیں: صغریٰ اور کبریٰ۔ کسی مرد نے اس آدمی پر گواہ قائم کر دیئے کہ اس نے اپنی بیٹی کبریٰ کی میرے ساتھ شادی کی ہے اور باپ نے گواہ قائم کر دیئے کہ اس نے اپنی بیٹی صغریٰ کی اس سے شادی کی ہے تو خاوند کے گواہ معتبر ہوں گے۔

شادی کے وقت میں اختلاف ہونے کی صورت میں قول عورت کا اور گواہ خاوند کے ہوں گے

''ذخیرہ'' میں یہ بھی مذکور ہے کہ کسی آدمی نے عورت سے کہا کہ تیرے باپ نے تیرے بچپن کی حالت میں میری شادی تیرے ساتھ کی ہے اور عورت نے کہا کہ میرے بالغہ ہونے کی حالت میں شادی کی ہے تو قول عورت کا معتبر ہو گا اور گواہ خاوند کے معتبر ہوں گے۔

کسی ایک وارث کو خصم مقرر کرنا جائز ہے

رشید الدین رحمہ اللہ نے اپنے ''فتاویٰ'' کے ''باب دعویٰ الاب والوصی'' میں ذکر کیا ہے کہ ورثاء میں سے ایک بالغ اور دوسرا نابالغ ہو اور کسی آدمی نے وصی کے بغیر دونوں پر قرض کا دعویٰ کر دیا تو بالغ پر دعویٰ صحیح ہو گا اور نابالغ اور اس کے وصی کی موجودگی شرط نہیں' کیونکہ ورثاء میں سے ایک کو خصم مقرر کیا جا سکتا ہے اور اپنے ''فتاویٰ'' کی ''کتاب المحاضر'' میں ذکر فرمایا ہے

کہ ایک آدمی ایک عورت اور دو بیٹے چھوڑ کر فوت ہوا' ایک بیٹا نابالغ اور دوسرا بالغ غائب ہے اور اس نے ترکہ میں ایک گائے چھوڑی۔ کسی آدمی نے اس عورت پر اس گائے کا دعویٰ کر دیا۔ عورت نے کہا کہ اس گائے کے ثمن میراث کی وجہ سے میرے ہیں اور باقی دونوں لڑکوں کا ہے' جن میں ایک بالغ غائب اور دوسرا نابالغ ہے' جس کا کوئی وصی نہیں تو عورت کے خلاف دعویٰ کی سماعت ہوگی اور مدعی کے حق میں گائے کا فیصلہ کر دیا جائے گا' کیونکہ ورثاء میں سے ایک میت کی جانب سے خصم مقرر ہو سکتا ہے۔ اور اگر عورت نے انکار کر دیا اور یہ نہ کہا کہ یہ اسے میراث کی وجہ سے ملا ہے' حتیٰ کہ قاضی نے فیصلہ کر دیا تو یہ دونوں لڑکوں کے خلاف فیصلہ نہیں ہوگا۔

وصی کی بیع سے بچے کی بیع کا انعقاد

رشید الدین رحمہ اللہ نے اپنے ''فتاویٰ'' کے ''باب دعویٰ الاب والوصی'' میں ذکر فرمایا ہے کہ قاضی شہر نے یتیم کا وصی مقرر کیا اور وصی نے مثلی قیمت کے ساتھ یتیم کی جائیداد فروخت کر دی اور یتیم بالغ ہو گیا اور جائیداد کا دعویٰ کر دیا اور گواہ قائم کر دیئے اور قاضی کے فیصلہ سے مشتری سے جائیداد لے لی' پھر قاضی کو علم ہوا کہ جائیداد وصی نے فروخت کی تھی تو اس سے جائیداد لے لی جائے گی اور مشتری کے سپرد کر دی جائے گی' کیونکہ جب یہ ظاہر ہو گیا کہ اس کے وصی نے اس کے بچپن کی حالت میں جائیداد فروخت کی ہے اور حجت شرعیہ کے ساتھ بیع کی ہے تو وصی کی بیع کی وجہ سے وہ نابالغ بچہ بیع کرنے والا بن گیا اور جائیداد اس کی ملکیت سے نکل گئی' لہٰذا اس کے بعد وہ مطلقاً ملکیت کا دعویٰ نہیں کر سکتا اور اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس مشتری سے یہ جائیداد خرید لی ہے' جس نے وصی سے خریدی تھی تو دعویٰ صحیح ہوگا۔

جب وصی نے بچے کے لیے قرض کا دعویٰ کیا تو قرض کا سبب بیان کرنا ضروری ہے

اس باب میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر وصی نے بچے کے لیے قرض کا دعویٰ کر دیا تو ضروری ہے کہ قرض کا سبب بیان کرے کہ وہ قرض وراثت کی وجہ سے ہے یا کسی اور سبب سے ہے' کیونکہ اگر وراثت کی وجہ سے ہو تو ممکن ہے کہ ترکہ کی تقسیم ہو گئی ہو اور یہ قرض اس کے حصہ میں

واقع ہوا ہو تو یہ قرض کی تقسیم ہوگی اور یہ صحیح نہیں۔

قاضی نابالغ اور غائب کی جانب سے وصی مقرر کر سکتا ہے

اس باب میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایک آدمی فوت ہو گیا اور اس کا دوسرے پر قرض ہے اور قاضی نے نابالغ اور غائب کے لیے وصی مقرر کر دیا تو یہ جائز ہے' کیونکہ قاضی کو غائب بالغ کی ولایت حاصل ہے تاکہ ترکہ میں اس کے حق کی حفاظت کر سکے۔

مسائل محاضر

(محاضر' محضر کی جمع' دستاویز)

قرض کا سبب بیان نہ ہونے کی بناء پر دستاویز رد کی جا سکتی ہے

''ذخیرہ'' کی ''محاضر مردودہ اور کتاب الدعاوی والبینات'' میں ہے کہ نابالغ بچے کے وصی نے اس کے باپ کی جانب سے قرض کا دعویٰ کیا' جس کی دستاویز لکھی ہوئی ہے' لیکن دستاویز میں یہ تحریر نہیں کہ اس بچے کے لیے قرض کس سبب سے ہے تو وہ دستاویز رد کر دی جائے گی اور سبب کا بیان ضروری ہے' اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کر دی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ گواہوں نے اپنی گواہی میں باپ کی موت اور اس مدعی کو وصی مقرر کرنے کی گواہی نہیں دی۔

جب دستاویز میں یہ مذکور نہ ہو کہ اذن حکمی قاضی کی جانب سے ہے یا اس کے غیر کی جانب سے تو اسے رد کیا جا سکتا ہے

بچے کے لیے اذنِ حکمی کے ساتھ جائیداد کے دعویٰ میں کوئی دستاویز پیش کی گئی کہ بچے کے والد نے بچے کے لیے کوئی جائیداد خریدی تھی' جس پر دوسرے آدمی نے تسلط کر لیا تو وہ دستاویز رد کر دی جائے گی' کیونکہ اس دستاویز میں یہ مذکور نہیں کہ اس مدعی کے لیے اذنِ حکمی اس قاضی کی جانب سے ہے یا اس کے علاوہ کسی اور قاضی کی جانب سے ہے اور اگر اذن دوسرے قاضی کی جانب سے ہوا تو اس قاضی کے پاس اذنِ حکمی کا اثبات ضروری ہے تاکہ وہ

اس مقدمہ کی سماعت کرے' کیونکہ اس میں یہ مذکور نہیں کہ اس مدعی کو قبضے کی اجازت ہے۔ اس میں تو محض یہ مذکور ہے کہ اس نے اذنِ حکمی کا دعویٰ کیا ہے اور ممکن ہے کہ یہ خصومت اور دعویٰ کا ماذون ہو' قبضے کا ماذون نہ ہو اور قبضے کا ماذون نہ ہونے کی صورت میں اسے امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبضے کا حق حاصل نہیں ہوگا' کیونکہ یہ وکیل کے بہ منزلہ ہے اور مقدمہ کی پیروی کرنے والا وکیل امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبضے کا مالک نہیں ہوتا اور اسی پر فتویٰ ہے' لہٰذا اس کے قبضے کا ماذون ہونے کا ذکر ضروری ہے اور ایسی بات کا ذکر ضروری ہے' جس سے پتہ چلے کہ وہ وصی ہے کیونکہ وصی مقرر کرنے سے قبضہ کی ولایت ثابت ہو جاتی ہے اور ثمن کا ذکر بھی ضروری ہے' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ مال نہ ہو اور یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ ثمن' عقد کے وقت معقود علیہ کی مثل تھا' حتیٰ کہ اگر دستاویز میں ذکر کیا گیا کہ اسے معین قیمت کے ساتھ خریدا ہے اور وہ اس گھر کی مثلی قیمت ہے تو یہ درست نہیں' جب تک عقد کا وقت ذکر نہ کیا جائے۔

دستاویز کو اس وجہ سے ردّ کیا جا سکتا ہے کہ بچے کی طرف سے دعویٰ صحیح نہیں

بچے کے دعویٰ میں دستاویز پیش کی گئی تو اس وجہ سے ردّ کی جا سکتی ہے کہ بچے کا دعویٰ صحیح نہیں اور یہ غیر ماذون بچے میں تو صحیح ہے لیکن ماذون بچہ اگر مدعی ہو تو اس کا دعویٰ صحیح ہے اور اگر مدعیٰ علیہ ہو تو اس کا جواب بھی صحیح ہے۔

ان اسباب کا بیان' جن سے بعض علماء کے نزدیک دستاویز میں خلل ثابت ہوتا ہے

اگر وصی کے دعویٰ کی دستاویز میں یہ تحریر کیا گیا کہ یہ یتیموں کے ترکہ میں حاکم کی جانب سے وصی ہے اور وہ یتیم فلاں فلاں ہیں' لیکن یہ ذکر نہ کیا کہ کیا ترکہ اور یتیم قاضی کی ولایت میں ہیں؟ تو اس سے بعض علماء کے نزدیک خلل ثابت ہو جاتا ہے۔

ان اُمور کا بیان' جن کا دستاویز میں ذکر ضروری ہے

وصی کے دعویٰ کی دستاویز میں اگر یہ لکھا گیا کہ یہ اس نابالغ بچہ کے امور کا وصی ہے تو یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ وہ کس کی طرف سے وصی ہے' کیونکہ وصی مقرر کرنے والے کے اختلاف کی وجہ سے احکام مختلف ہو جاتے ہیں اور اگر یہ لکھا کہ یہ حاکم کی جانب سے وصی مقرر ہے اور

اس قاضی کا ذکر نہ کیا' جس نے اسے حاکم بنایا ہے تو یہ جائز ہے۔عطاء بن حمزہ نے اسی طرح جواب دیا ہے اور اسی طرح اوقاف کے متولی کا حکم ہے۔ ہم نے یہ مسئلہ ''کتاب الفصول'' کی ''فصل خلل السجلات'' میں ذکر کر دیا ہے اور ''فتاویٰ رشید الدین'' میں ہے کہ قاضی کی طرف سے مقرر کردہ وصی کے دعویٰ میں یہ ذکر ضروری ہے کہ وہ حاکم کی طرف سے وصی ہے' جب کہ ترکہ میں میت کی جانب سے وصی نہ ہو' کیونکہ جب میت کی جانب سے وصی ہو تو قاضی کسی سبب موجب کے بغیر دوسرا وصی مقرر نہیں کر سکتا اور سبب موجب خیانت وغیرہ ہے' جس کی بناء پر وصی معزول ہونے کا مستحق ہو جاتا ہے۔

خیانت ظاہر ہونے پر قاضی نابالغ کے باپ سے نابالغ کا مال لے سکتا ہے

''فتاویٰ رشید الدین'' کے ''باب دعویٰ النکاح'' میں مذکور ہے کہ عورت فوت ہو گئی اور خاوند پر مہر ہے اور میاں بیوی دونوں کی نابالغ اولاد ہے' تو دو صورتیں ہیں کہ باپ یا تو مہر کا اقرار کرتا ہوگا یا منکر ہوگا' اگر باپ اقراری ہوا تو اس سے مہر نہیں لیا جائے گا' کیونکہ اسے نابالغ بچے کے مال کی حفاظت کی ولایت حاصل ہے اور اگر وہ منکر ہوا تو قاضی وصی مقرر کرے گا اور باپ پر مہر ثابت کرے گا اور اس سے لے کر وصی کو دے دے گا' کیونکہ جب انکار کیا تو خیانت ظاہر ہو گئی اور خیانت ظاہر ہونے پر قاضی کو نابالغ کا مال دوسرے کو دینے کی ولایت حاصل ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم

مسائل ادب القاضی

سلطان بچے کو اذن دے سکتا ہے کہ وہ بالغ ہونے پر لوگوں کو نماز۔۔۔ پڑھائے اور فیصلے کرے

''مجموع النوازل'' میں ہے کہ اگر سلطان نے کسی بچے کو کہا کہ جب تو بالغ ہو گیا' تو لوگوں کو نماز پڑھائے گا اور فیصلے کرے گا' تو یہ جائز ہے۔

جسے سلطان مقرر کیا گیا وہ بچہ تھا' پھر بالغ ہوا تو کیا دوبارہ اسے سلطان مقرر کرنے کی ضرورت ہوگی؟

شیخ الاسلام برہان الدین رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ جسے سلطان مقرر کیا گیا وہ بچہ تھا' پھر بالغ ہوا تو کیا وہ سلطان باقی رہے گا یا دوبارہ سلطان بنانا ضروری ہوگا؟ انہوں نے جواب دیا کہ دوبارہ سلطان بنانا ضروری ہوگا۔

نصرانی کو امیر مقرر کیا گیا' پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اسے لوگوں کو نماز پڑھانے کا حق نہیں

''المنتقی'' میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت مذکور ہے کہ نصرانی کو امیر مقرر کیا گیا' پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اسے لوگوں کو نماز پڑھانے کا حق نہیں۔

بچے کو قاضی بنا دیا گیا تو بالغ ہونے پر دوبارہ مقرر کرنا ضروری ہے

اسی طرح اگر بچے کو قاضی بنا دیا گیا' پھر وہ بالغ ہوا تو اسے دوبارہ قاضی مقرر کرنا ضروری ہوگا اور غلام کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ ''ذخیرہ'' میں ہے کہ اگر کسی بچے کو قاضی بنایا گیا' پھر وہ بالغ ہوا تو اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ پہلے امر کی وجہ سے منصب قضاء کے فرائض سرانجام دے اور غلام کو اگر قاضی بنایا گیا پھر وہ آزاد ہو گیا تو وہ اسی پہلے امر کی وجہ سے منصب قضاء کے فرائض سرانجام دے سکتا ہے۔

سلطان فوت ہو گیا اور عوام اس کے نابالغ بیٹے پر متفق ہو گئے

''فتاویٰ نسفی'' میں ہے کہ یہ سوال ہوا کہ کوئی بادشاہ فوت ہو گیا اور رعایا اس کے نابالغ بیٹے پر متفق ہو گئی اور اسے سلطان مقرر کر دیا تو قاضیوں اور خطباء کا کیا حال ہوگا؟ اور اسے ولایت حاصل نہیں' لہٰذا اس کا قاضیوں وغیرہ کو مقرر کرنا کیسا ہوگا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مناسب ہے کہ بڑے آدمی کو والی بنانے پر اتفاق کیا جائے تو وہ ان کا سلطان ہوگا اور اس کی طرف سے قاضی وغیرہ کا تقرر ہوگا اور وہ والی اپنے آپ کو سلطان کے بیٹے کا تابع خیال کرے گا اور اس کی شرافت کی بناء پر اس کی تعظیم کرے گا اور حقیقت میں سلطان وہی ہوگا۔

قاضی کا بستیوں کی طرف نکل جانا اور نگران مقرر کرنا جائز ہے

اگر قاضی بستیوں کی طرف دورہ کرنے چلا گیا اور نابالغ کے اُمور یا وقف کے معاملات یا یتیموں کے نکاح میں کسی کو نگران مقرر کر گیا تو یہ جائز ہے۔ ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ کے فتویٰ میں اسی طرح منقول ہے کیونکہ یہ قضاء نہیں اور نہ ہی قضاء کے اعمال میں سے ہے۔

صاحب المحیط نے ''کتاب الشہادات'' کی اکتیسویں فصل میں یہ مسئلہ ذکر کیا اور کہا کہ میرے نزدیک اس میں اشکال ہے' کیونکہ قاضی یہ اُمور قضاء کی ولایت کی وجہ سے سرانجام دیتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر اسے اس کی اجازت نہ دی جاتی تو وہ اس کا مالک نہ ہوتا؟ لہٰذا ان کا تعلق قضاء سے ہی ہے' اس لیے مناسب ہے کہ مصر (شہر) کو شرط قرار دیا جائے۔

قاضی دیہاتوں میں سے کسی کو تقسیم کا حکم دے سکتا ہے

اگر قاضی نے دیہاتوں میں کسی آدمی کو تقسیم کا حکم دیا تو یہ جائز ہے اور اس پر تمام روایات متفق ہیں۔

بچہ اگر غیر ماذون ہو تو اس کا دعویٰ باطل ہے

''ملتقط'' میں مذکور ہے کہ بچہ اگر ماذون نہ ہو تو اس کا دعویٰ نہیں سنا جائے گا۔

بچے سے حلف لینے کا حکم

''اقرار الدعاوی والبینات'' میں مذکور ہے کہ تاجر بچے یا تاجر غلام سے حلف لیا جائے گا اور انکار پر اس کے خلاف فیصلہ کر دیا جائے گا اور فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ ہمارے علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ماذون بچے سے حلف لیا جائے گا اور اسی پر ہمارا عمل ہے اور ''فتاویٰ'' میں مذکور ہے کہ ماذون بچے پر قسم نہیں' حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے اور ''النوازل'' میں مذکور ہے کہ ماذون بچے سے حلف لیا جائے گا اور انکار پر اس کے خلاف فیصلہ کر دیا جائے گا۔ ''اصل'' کی ''کتاب الاقرار'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

جس نے بچپن کی حالت میں حلف اٹھایا پھر بالغ ہو گیا تو اس پر قسم --- لازم نہیں

امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے بچپن کی حالت میں حلف اٹھایا' پھر بالغ ہو

گیا تو اس پر قسم لازم نہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی قسم معتبر ہے اور غیر ماذون بچے کا اقرار صحیح نہیں ہوتا' لہٰذا اس کی طرف قسم متوجہ نہیں ہو گی۔ اس کی مکمل تفصیل اختلاف سمیت ''ذخیرہ'' کی ''کتاب ادب القاضی'' میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

کسی آدمی نے نابالغہ کے ولی پر دعویٰ کیا کہ اس نے نابالغہ کی مجھ سے شادی کی ہے

ایک آدمی نے نابالغہ کے ولی پر دعویٰ کیا کہ اس نے نابالغہ کی مجھ سے شادی کی ہے اور ولی اس کا انکار کرتا ہے تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس سے حلف نہیں لیا جائے گا اور امام ابویوسف و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلف لیا جائے گا' اس بناء پر کہ ولی کا اپنی ولیہ پر نکاح کا اقرار امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک صحیح نہیں اور امام ابویوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک صحیح ہے اور اس لیے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک نکاح میں یمین نہیں اور امام ابویوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک نکاح میں یمین ہے۔

اسی طرح اگر نکاح کے امر اور رضامندی کا دعویٰ ہوا تو اس میں بھی یہی اختلاف ہے۔

اگر آدمی نے دعویٰ کیا کہ اس نے اپنی بڑی بیٹی کی شادی میرے ساتھ کی ہے اور باپ اس کا انکار کرتا ہے تو بالاتفاق حلف نہیں لیا جائے گا لیکن اگر لڑکی نابالغہ ہوئی تو امام ابویوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک باپ سے حلف لیا جائے گا' کیونکہ باپ کا نابالغہ بیٹی پر اقرار امام ابویوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز ہے اور اگر بیٹی بالغہ ہوئی تو اس سے علم پر حلف لیا جائے گا (یعنی وہ حلف اٹھائے گی کہ مجھے نکاح کا علم نہیں) کیونکہ اس سے غیر کے فعل پر حلف لیا جا رہا ہے۔ یہ مسئلہ ''ذخیرہ'' کی ''کتاب ادب القاضی'' میں ہے۔

باپ اور وصی گواہ قائم کرنے کے حق میں خصم بن جائیں گے اور ان کے خلاف گواہی قبول کی جائے گی

اگر نابالغ بچے پر دعویٰ کیا گیا تو اس معاملہ میں گواہ قائم کرنے کے حق میں باپ اور وصی خصم بن جائیں گے' حتیٰ کہ ان کے خلاف گواہی قبول کی جائے گی اور حلف لینے کے حق میں وہ

خصم نہیں بنیں گے حتیٰ کہ اس پر وہ حلف نہیں اٹھائیں گے۔ یہ مسئلہ ''کتاب ادب القاضی'' کے بائیسویں اور تیئیسویں باب میں ہے۔

وہ حالات جن میں مدعیٰ علیہ سے حلف نہیں لیا جاتا

قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ نے اپنے ''فتاویٰ'' کی ''کتاب الدعویٰ'' میں ذکر کیا ہے کہ اگر کسی آدمی نے جائیداد یا کسی چیز کا دعویٰ کیا کہ یہ میری ہے اور قبضے والے نے کہا کہ یہ میرے فلاں نابالغ بیٹے کی ہے تو مدعیٰ علیہ سے حلف نہیں لیا جائے گا۔

اسی طرح اگر کسی آدمی نے کسی گھر میں شفعہ کا دعویٰ کر دیا اور مشتری نے کہا کہ یہ گھر میرے نابالغ بیٹے کا ہے تو مدعی اس سے حلف نہیں لے سکتا کیونکہ اس کا اپنے نابالغ بیٹے کے لیے اقرار صحیح ہے اور لازم ہے اور اگر اس سے حلف کا مطالبہ کیا اور اس نے انکار کر دیا تو اس کا انکار صحیح نہیں ہوگا اور اگر مدعی نے کہا کہ اس نے اپنے بیٹے کے لیے گھر کا اقرار کر کے میرا گھر ہلاک کر دیا ہے' لہٰذا میں اس سے اپنے لیے حلف لیتا ہوں اور مدعیٰ علیہ انکار کر کے ضامن ہو گیا تو یہ اختلافی مسئلہ ہے۔ امام اعظم و امام یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک حلف نہیں لیا جائے گا اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک حلف لیا جائے گا اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک حلف اسی وقت ہی لیا جائے گا جب انکار کے وقت مدعی نے اس سے قیمت لینے کا ارادہ کیا' لیکن اگر جائیداد لینے کا ارادہ کیا تو پھر امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک بھی حلف نہیں لیا جائے گا۔ پھر جب اس سے حلف کا مطالبہ کیا گیا اور اس نے انکار کر دیا تو امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس پر قیمت کا فیصلہ کر دیا جائے گا کیونکہ ان کے نزدیک غصب کی وجہ سے اس پر جائیداد کی ضمان لازم ہے اور حسن کی روایت میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک انکار کی وجہ سے اسی طرح حکم ہے اور شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ کا مختار بھی یہی ہے۔

شیخ الاسلام ابوبکر محمد بن فضل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اپنے نابالغ بیٹے کے لیے اقرار کی وجہ سے باپ سے قسم ساقط نہیں ہوگی اور وہ قسم اٹھائے گا۔ انکار پر اس کے خلاف فیصلہ کر دیا جائے گا اور گھر مدعی کو دے دیا جائے گا۔ پھر بچے کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے گا۔ جب بچہ بالغ ہو گیا اور اس نے گھر کا دعویٰ کیا تو گھر اسے دے دیا جائے گا اور باپ مدعی کو قیمت کی ضمان دے گا۔ اس قول کے قائل کے مطابق اس میں کوئی فرق نہیں کہ باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کے

لیے اقرار کیا ہو یا بالغ غائب بیٹے کے لیے یا کسی اجنبی کے لیے اقرار کیا ہو۔

اگر اس نے اقرار کیا اور کہا کہ یہ گھر میرے فلاں غائب بیٹے کا ہے یا فلاں اجنبی کا ہے تو اس سے قسم ساقط نہیں ہوگی اور وہ حلف اٹھائے گا اور جب حلف سے انکار کر دیا تو وہ گھر مدعی کو دے دیا جائے گا۔ اگر اس کے بعد غائب حاضر ہوا اور اس کی تصدیق کر دی تو اس کے سابقہ اقرار کی وجہ سے وہ گھر لے سکتا ہے اور ہمارے زمانہ کے بعض مشائخ رحمہم اللہ نے نابالغ بچے کے لیے اقرار اور غائب کے لیے اقرار میں فرق کیا ہے اور فرق یہ ہے کہ باپ کا اپنے نابالغ بیٹے کے لیے اقرار اس نابالغ کی تصدیق پر موقوف نہیں ہوتا اور جب اس کا اقرار صحیح ہے اور لازم ہے تو اس کے نابالغ بیٹے کے لیے حکماً ملک ثابت ہو جائے گی' لہٰذا اس سے حلف اٹھوانا مفید نہیں ہوگا' کیونکہ اگر اس نے حلف سے انکار کر دیا تو اپنے نابالغ بیٹے پر حلف کا یہ انکار صحیح نہیں ہوگا' لیکن غائب کے لیے اقرار لازم نہیں ہوتا بلکہ تصدیق پر موقوف ہوتا ہے' لہٰذا بالغ بیٹے کے لیے اقرار کے بعد حلف اٹھوانا مفید ہوگا اور اس کی وضاحت اس مسئلہ سے ہوتی ہے کہ اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کے لیے کسی چیز کا اقرار کیا' پھر اسی چیز کا دوسرے کے لیے اقرار کیا تو دوسرے کے لیے اس کا اقرار صحیح نہیں ہوگا' وجہ وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔

اور قاضی امام ابو علی نسفی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر نابالغ کے لیے اقرار کیا تو قسم ساقط ہو جائے گی' چاہے نابالغ اس کا اپنا بیٹا ہو یا غیر کا بیٹا ہو۔ جب بعض مشائخ رحمہم اللہ کے نزدیک باپ سے مدعی کے دعویٰ پر حلف نہیں لیا جائے گا تو اگر مدعی نے چاہا کہ گواہ قائم کرے کہ یہ اس کی ملک ہے یا شفیع نے چاہا کہ خریدنے پر گواہ قائم کرے تو انہیں یہ حق حاصل ہے اور باپ خصم ہوگا اور اس کے خلاف گواہی سنی جائے گی' کیونکہ باپ بیٹے کے قائم مقام ہے اور اگر بیٹا بالغ ہو تو خصم ہوتا ہے' اسی طرح یہ بھی خصم ہوگا۔ یہ مسئلہ میں نے ''فتاویٰ قاضی خاں'' کی ''کتاب الدعویٰ'' اور ''ذخیرہ'' کی ''کتاب ادب القاضی'' سے لکھا ہے۔

ایک آدمی نے کسی شخص کے قبضہ میں زمین پر دعویٰ کر دیا اور مدعیٰ علیہ نے کہا کہ یہ زمین تو معلوم خیر کے طور پر وقف ہے

قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ نے اپنے ''فتاویٰ'' کی ''کتاب الدعویٰ'' میں ذکر فرمایا ہے

کہ اگر کسی آدمی نے ایسی زمین کا دعویٰ کر دیا جو کسی کے قبضہ میں ہے اور کہا کہ اس قبضہ والے شخص نے یہ زمین مجھ سے غصب کی ہے تو مدعیٰ علیہ نے کہا کہ یہ زمین معلوم خیر کے طور پر وقف ہے' تو اس سے خصومت مندفع نہیں ہوگی (یعنی اس مدعیٰ علیہ سے مقدمہ ختم نہیں ہوگا) اور اگر مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کر دیئے تو اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا اور اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوئے تو شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مدعٰی علیہ سے مدعی کے دعویٰ کے خلاف پر حلف لیا جائے گا' اگر اس نے حلف اٹھا دیا تو بری ہو جائے گا اور اگر انکار کر دیا تو مدعی کو اس زمین کی قیمت کی ضمان ادا کرے گا اور یہ امام محمد رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ہے' کیونکہ مدعٰی علیہ کے اقرار کی وجہ سے وہ زمین وقف بن گئی ہے اور جب حلف سے انکار کیا تو اس کے وقف کے اقرار کے حکم کی بناء پر وہ زمین مدعی کو سپرد کرنا ممکن نہ رہی' لہٰذا وہ مدعی کو بطورِ ضمان قیمت ادا کرے گا اور اگر مدعٰی علیہ نے وقف پر گواہ قائم کر دیئے' جنہوں نے گواہی دی کہ یہ وقف ہے اور وقف کرنے والے کا ذکر نہ کیا تو اس سے خصومت مندفع نہیں ہوگی (مقدمہ ختم نہیں ہوگا) اور وہ مدعٰی علیہ ضمان سے بَری نہیں ہوگا' کیونکہ وہ زمین اس کے اقرار کی وجہ سے وقف بنی ہے' کیونکہ اس گواہی کا وجود اور عدمِ وقف کے اقرار کے بہ منزلہ ہے اور اپنے نابالغ بیٹے یا غیر کے نابالغ بیٹے کے لیے اقرار کے بہ منزلہ ہے' تو جس طرح اپنے نابالغ بیٹے کے لیے اقرار لازم ہوتا ہے' اسی طرح وقف کے لیے اقرار لازم ہوگا۔ اسے دوسرے مقام پر اپنے ''فتاویٰ'' کی ''کتاب الدعویٰ'' میں ذکر کیا ہے۔

شیخ امام محمد بن فضل رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مناسب ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیا جائے اور حلف سے انکار کے وقت قیمت کا فیصلہ کر دیا جائے تاکہ وہ قسم سے بچنے کے لیے یہ حیلہ اختیار نہ کرے اور انہوں نے فرمایا کہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک حلف اس وقت ہی لیا جائے گا جب مدعی نے حلف سے انکار پر قیمت لینا چاہی لیکن اگر وہ جائیداد لینا چاہتا ہے تو پھر حلف نہیں لیا جائے گا۔

اگر مودع نے یتیم کا مال قاضی کو دینے کا دعویٰ کیا اور قاضی نے ودیعت پر قبضے کا انکار کر دیا تو قاضی پر قسم لازم نہیں

''المنتقی'' کی ''کتاب الدعویٰ'' میں اور ''الجامع فی الفتاویٰ'' کی ''کتاب الدعویٰ'' میں ہے کہ اگر قاضی نے یتیم کا مال کسی کے پاس بطورِ ودیعت رکھا' پھر مودع نے وہ مال قاضی کو واپس کرنے کا دعویٰ کیا اور قاضی نے اس سے ودیعت پر قبضہ کرنے کا انکار کر دیا تو قاضی پر قسم لازم نہیں۔ اسی طرح قاضی نے مال فروخت کر دیا' پھر مشتری نے دعویٰ کیا کہ میں نے عیب کی وجہ سے مال قاضی کو واپس کر دیا ہے اور قاضی نے کہا کہ تو نے مجھے اس عیب سے بَری کر دیا ہے تو قاضی پر قسم لازم نہیں۔

اگر قاضی فوت ہو گیا اور اس کے پاس یتیموں کا مال ہے تو کیا اس پر ضمان لازم ہے یا نہیں؟

''فتاویٰ رشید الدین'' کے ''باب دعویٰ مال الشرکت'' میں ''نوادر ہشام'' میں امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر قاضی نے یتیم کے مال پر قبضہ کیا اور اسے اپنے گھر میں رکھ دیا اور قاضی فوت ہو گیا اور یہ علم نہیں کہ مال کہاں ہے اور نہ ہی قاضی نے بیان کیا تو قاضی کے ترکہ میں ضمان لازم ہوگی اور اگر معروف ہو کہ قاضی نے وہ مال کسی قوم کو دیا ہے لیکن یہ علم نہ ہو کہ کس کو دیا ہے تو ضمان لازم نہیں اور اگر قاضی نے اپنی زندگی میں کہا ہو کہ یتیم کا مال میرے پاس ضائع ہو گیا ہے یا کہا کہ میں نے اسے یتیم پر خرچ کر دیا ہے تو اس پر ضمان لازم نہیں اور اگر وہ بیان کرنے سے پہلے فوت ہو گیا تو ضمان ہوگی۔

وہ مسائل جن میں امانات کی ضمان موت کی وجہ سے منتقل نہیں ہوتی

علم نہ ہونے کی صورت میں موت کی وجہ سے امانت کی ضمانت منتقل ہو جاتی ہے (کہ میت کے ترکہ سے اس کی ضمان لازم ہوتی ہے) البتہ تین مسائل میں ضمان منتقل نہیں ہوتی۔

(۱) متولی اوقاف (۲) شرکت مفاوضہ[1] کرنے والوں میں سے ایک شریک (۳) سلطان

---

[1] شرکتِ مفاوضہ یہ ہوتی ہے کہ دونوں شریکوں میں سے ہر ایک شریک دوسرے شریک کا وکیل بھی ہو اور کفیل بھی ہو یعنی ہر ایک کا مطالبہ دوسرا وصول کر سکتا ہو اور ہر ایک پر (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کہ اس نے مجاہدین میں سے کسی کے پاس غنیمت کا مال بطورِ ودیعت رکھا اور فوت ہو گیا اور یہ بیان نہ کیا کہ کس کے پاس ودیعت رکھا ہے؟

ان سب صورتوں میں ضمان اس لیے منتقل نہیں ہو گی کہ ان پر ضمان لازم ہی نہیں ہوتی۔

اسے ''الفتاویٰ الصغریٰ'' کی ''کتاب الودیعت'' میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

قاضی نے یتیموں کے مال پر قبضہ کیا اور بیان نہ کیا تو اس کی ضمان کا حکم

''ذخیرہ'' کی ''کتاب الودیعت'' میں ہے کہ قاضی نے اگر یتیموں کے مال پر قبضہ کر لیا اور بیان نہ کیا تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

اگر اسے اپنے گھر میں رکھا ہے اور پتا نہیں کہ مال کہاں ہے؟ تو ضامن ہو گا اور اگر کسی قوم کو دے دیا ہے اور یہ علم نہیں کہ کسے دیا ہے؟ تو ضمان لازم نہیں ہو گی۔

جس نے قاضی سے سماعت کی ادائیگی کی' اس کی شہادت کا قبول ہونا

''الملتقی'' کی ''کتاب ادب القاضی'' میں ہے کہ اگر قاضی نے یتیم کا مال فروخت کیا یا ودیعت رکھا یا اس کے حکم سے اس کے امین نے مال فروخت کیا اور وہ اسے جانتا ہے' پھر یہ قاضی فوت ہو گیا اور دوسرا قاضی مقرر ہوا۔ اس کے پاس نگران نے گواہی پیش کی کہ انہوں نے پہلے قاضی کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں نے یتیم کا مال فلاں آدمی کو اتنے دراہم میں فروخت کر دیا ہے تو یہ شہادت مقبول ہو گی اور مشتری سے مال لے لیا جائے گا' اسی طرح ودیعت کا حکم ہے۔

اگر چہ پہلے قاضی نے انہیں اس فیصلہ پر گواہ نہ بنایا ہو۔

اگر وکیل کے ہاتھ میں یتیم کا مال ضائع ہو گیا تو کیا وکیل ضامن ہو گا؟

اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر قاضی نے یتیموں کے لیے وکیل مقرر کر دیا اور یتیموں کے مال سے اس وکیل کا معاوضہ مقرر کر دیا تاکہ وہ وکیل ان کے قرض وصول کرے اور قرضوں کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) جو مطالبہ لازم ہو گا دوسرا شریک اس کی طرف سے ضامن ہو گا' شرکتِ مفاوضہ میں دونوں شریکوں کا مال برابر برابر ہونا لازمی ہے اور نفع نقصان میں دونوں برابر کے شریک ہوں گے۔ شرکتِ مفاوضہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دونوں شخص مل کر عقد کریں اور کہیں کہ ہم نے شرکتِ مفاوضہ کی اور ہمیں اختیار ہے کہ اکٹھی خرید و فروخت کریں یا علیحدہ علیحدہ' سودا نقد کریں یا ادھار۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

ادائیگی کرے۔ اس وکیل نے کسی چیز پر قبضہ کیا اور وہ ہلاک ہوگئی تو اگر معاوضہ ماہانہ تنخواہ کے طور پر مقرر ہو تو ضامن نہیں ہوگا اور اگر اسے قرض پر قبضہ کرنے یا کسی عین مال پر قبضہ کرنے کے لیے اجرت پر مقرر کیا تو جن کے قول پر اجیر مشترک پر ضمان لازم ہوتی ہے' ان کے قول کے مطابق ضامن ہوگا۔

ایک آدمی نے لقیط اٹھالیا اور دوسرے نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے تو قبضے والے سے اس پر حلف لیا جائے گا

''ذخیرہ'' کی ''کتاب ادب القاضی'' میں ہے کہ کسی آدمی نے لقیط (راستے وغیرہ میں پڑا ہوا بچہ) اٹھالیا۔ کوئی آدمی آیا اور اس نے کہا کہ یہ بچہ جسے تو نے اٹھایا ہے یہ تو میرا بھائی ہے اور میں اس کا حق دار ہوں اور قبضے والے شخص نے انکار کیا تو قبضے والے سے اس پر حلف لیا جائے گا۔

جب غلام نے غیر کا مال ہلاک کر دیا تو مولیٰ سے حلف لینے کی کیفیت

''فتاویٰ قاضی خاں'' میں ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس کے نابالغ غلام نے میری کوئی چیز ہلاک کر دی ہے اور مولیٰ سے حلف اٹھانے کا مطالبہ کیا تو حلف کیسے لیا جائے گا؟ فرمایا کہ وہ حلف یوں اٹھائے گا کہ اللہ کی قسم! مجھے علم نہیں کہ میرے اس غلام نے فلاں فلاں چیز ہلاک کی ہے یا یوں کہے کہ اللہ کی قسم! کہ جس وجہ سے یہ دعویٰ کر رہا ہے' اس وجہ سے مجھ پر اس مدعی کی کوئی چیز لازم نہیں۔

نامعلوم چیز کے دعویٰ اور گواہی کی قبولیت اور حلف لینے کا حکم

اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر قاضی نے یتیم کے وصی یا وقف کے نگران پر تہمت لگائی اور ان پر کسی معلوم چیز کا دعویٰ نہ کیا تو وقف اور بچے کی رعایت کرتے ہوئے وہ حلف اٹھائیں گے اور باقی دعووں میں اگر کسی نامعلوم چیز کا دعویٰ کیا ہو تو جس طرح گواہی قبول نہیں ہوگی' اسی طرح حلف بھی نہیں لیا جائے گا' حتیٰ کہ اگر کسی آدمی پر دعویٰ کر دیا کہ اس نے میرا مال ہلاک کر دیا اور قاضی سے مطالبہ کیا کہ اس سے حلف لیا جائے یا کہا کہ یہ میرا شریک تھا اور اس نے نفع میں خیانت کی ہے اور مجھے خیانت کی مقدار معلوم نہیں تو اس کی طرف توجہ نہیں کی جائے

گی۔ اسی طرح اگر کسی نے کہا کہ فلاں آدمی نے میرے لیے وصیت کی ہے اور مجھے اس کی مقدار معلوم نہیں اور چاہا کہ وارث حلف اٹھائے' تو قاضی اس کا جواب نہیں دے گا۔ اسی طرح اگر مقروض نے کہا کہ میں نے کچھ قرض ادا کر دیا ہے لیکن کتنا قرض ادا کیا ہے' اس کا مجھے علم نہیں یا کہا کہ مقدار میں بھول گیا ہوں اور ارادہ کیا کہ قرض خواہ حلف اٹھائے تو اس کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی۔

قید کرنے کے مسائل

قید کرنے کے معاملہ میں بچہ اور غلام بالغ کی طرح ہیں

''فتاویٰ قاضی خاں'' کی ''کتاب الدعویٰ'' میں ہے کہ آزاد' غلام' بالغ اور بچہ اور ماذون قید کے معاملہ میں برابر ہیں۔ اسی طرح والدین' دادا اور دادیوں کے علاوہ باقی رشتہ دار اور اجنبی برابر ہیں' کیونکہ والدین' دادا' دادیوں کو ان کی فروع کے قرض میں قید نہیں کیا جا سکتا' نفقہ میں قید کیا جا سکتا ہے' اور باقی کو ایک دوسرے کے قرض میں قید کیا جا سکتا ہے۔

تاجر بچہ جو بالغ نہ ہو وہ قید کے معاملہ میں مرد کے حکم میں ہے

''ذخیرہ'' میں مذکور ہے کہ تاجر بچہ جو بالغ نہ ہو وہ قید کے معاملہ میں مرد کی طرح ہے' بعض مقامات میں اسی طرح مذکور ہے اور بعض مقامات میں ہے کہ اگر غلام قریب البلوغ نے کسی مرد کا مال ہلاک کر دیا اور اس کا گھر یا زمین ہے اور باپ یا وصی نہیں تو اس مال کے لیے اسے قید نہیں کیا جائے گا' لیکن اگر قاضی چاہے تو اس کا مال فروخت کرنے کے لیے وکیل مقرر کر دے گا تا کہ قرض خواہ کا قرض ادا کیا جا سکے اور اگر اس کا باپ یا وصی ہوں جو اس کی طرف سے بیع کر سکتے ہیں تو اسے قید کیا جائے گا اور ہمارے بعض مشائخ نے مطلقاً قید کا قول کیا ہے اور اسے بالغ کی طرح قرار دیا ہے اور شیخ الاسلام خواہر زادہ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ نابالغ کا جب کوئی وصی ہو تو اسے تادیب کے لیے قید کیا جائے گا تا کہ دوبارہ اس طرح کا کام نہ کرے

اور تا کہ وصی کو تنبیہ ہو جائے اور وہ جلد قرض ادا کرے اور اگر اس کا باپ یا وصی نہ ہوا تو قید نہیں کیا جائے گا' کیونکہ قید تو محض اس لیے مشروع ہوئی ہے کہ اسے تادیب کی جائے اور باپ یا وصی پر تنگی کی جائے اور جب باپ یا وصی نہیں تو قید نہیں کیا جائے گا کیونکہ تنگی کرنے والا معنیٰ نہیں پایا گیا اور بچے کے حق میں قید تنگی والے معنیٰ کے بغیر محض تادیب کے لیے مشروع نہیں۔

لہٰذا اس وجہ سے بچے کو قید نہیں کیا جائے گا اور اگر بچہ غیر ماذون ہے اور اس نے کسی آدمی کا مال ہلاک کر دیا تو اگر اس کا باپ یا وصی ہوا تو اس کے قرض کی وجہ سے باپ یا وصی کو قید کیا جائے گا' کیونکہ بچے پر جو قرض ہے' اس کی ادائیگی باپ اور وصی پر لازم ہے' ادا نہ کرنے کی وجہ سے وہ ظالم ہوں گے لہٰذا قید کیے جائیں گے۔

بچوں کے حق میں قیدی کے ساتھ قاضی کا موقف

''الملتقی'' کی ''کتاب الشہادات'' میں ہے کہ اگر بالغ وارث نے کسی آدمی پر گواہ قائم کر دیئے کہ اس کے ذمہ میت کا مال ہے اور وہ آدمی قید کر دیا گیا' پھر اسے چھوڑنے کا ارادہ کیا اور ورثاء میں نابالغ بچے بھی ہیں تو قاضی کے لیے مناسب ہے کہ وہ بچوں کے حق کی حفاظت میں مبالغہ کرے اور قیدی کا راستہ نہ چھوڑے حتیٰ کہ وہ بچوں کا حق ادا کر دے۔'' فتاویٰ رشید الدین'' رحمہ اللہ میں مسئلہ اسی طرح مذکور ہے۔

بچے کی تعدیل کا بطلان

(گواہوں کی عدالت ظاہر کرنا' جس سے گواہی مقبول ہو' تعدیل کہلاتا ہے) بچے کی تعدیل جائز نہیں۔ (الفتاوی الخانیہ ج۲ص ۴۹۱۔۴۹۷) حاصل کلام یہ ہے کہ گواہوں کی عدالت کا بیان کرنے والے شخص اور اس شخص کی جانب قاضی کے قاصد اور غیر عربی گواہ کے مترجم اور غیر عربی فریق مقدمہ کے مترجم میں امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک عدد شرط نہیں' لہٰذا ایک ہی کافی ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک عدد شرط ہے اور ایک کافی نہیں اور اگر مشہود بہ (جس معاملہ کے متعلق گواہی دی گئی) ایسا حق ہو جو دو عادل گواہوں کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے تو دو گواہ کافی ہیں اور اگر وہ ایسا حق ہو جو چار گواہوں کے بغیر ثابت نہیں ہوتا تو چار گواہ ضروری ہیں۔ عدد کے علاوہ باقی شرائط شہادت میں لفظ شہادت کا تلفظ کرنے کے علاوہ باقی جو شرائط شہادت ہیں یعنی عدالت' بلوغ' عقل' بینائی' محدود فی القذف نہ ہونا ان پر سب کا

اجماع ہے کہ یہ شرط ہیں اور ظاہر روایت میں آزادی بالاتفاق شرط ہے اور اگر مشہود علیہ (جس کے خلاف گواہی دی گئی ہو) مسلمان ہے تو بالاتفاق اسلام شرط ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ لفظ شہادت کا تلفظ شرط نہیں اور علانیہ تزکیہ[1] میں بالاتفاق عدد شرط ہے کیونکہ مجلس قضاء کے ساتھ اختصاص کی وجہ سے اس میں معنیٰ شہادت زیادہ واضح ہے اور پوشیدہ تزکیہ میں امام اعظم وامام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک عدد شرط نہیں۔

جو بچہ بالغ ہوا اس کی شہادت کا حکم اس اجنبی کی شہادت کی طرح ہے جو کسی ایسی قوم میں آیا جو اس کی تعدیل نہیں کرتے، پھر اس قوم کے سامنے اس اجنبی کی عدالت ظاہر ہوگئی

بچے نے بالغ ہو کر کوئی شہادت دی تو اس کا حکم اس اجنبی کی طرح ہے جو کسی قوم کے پاس آیا اور وہ قوم اس کی تعدیل نہیں کرتی (اسے عادل قرار نہیں دیتی) حتیٰ کہ اس اجنبی کی عدالت ان کے سامنے ظاہر ہوگئی۔ ''ذخیرہ'' کی ''کتاب ادب القاضی'' میں یہ سب مسائل اسی طرح مذکور ہیں اور ان کا کچھ حصہ اس کتاب کے مسائل شہادات کے بیان میں گزر چکا ہے۔

---

[1] گواہوں کے عادل ہونے کا بیان کرنا تزکیہ کہلاتا ہے۔ تزکیہ کی دو صورتیں ہیں: (۱) علانیہ تزکیہ (۲) پوشیدہ تزکیہ۔ علانیہ تزکیہ یہ ہے کہ قاضی مزکی یعنی گواہ کی عدالت کا بیان کرنے والے آدمی اور گواہ دونوں کو اکٹھا کرے اور مزکی گواہ سے کہے کہ یہی وہ شخص ہے جس کے عادل ہونے کا میں نے بیان کیا ہے اور خفیہ تزکیہ یہ ہے کہ قاضی مزکی کی طرف قاصد بھیجے یا اسے خط لکھے جس میں گواہوں کے نام ونسب اور مکمل ایڈریس کا بیان ہو تا کہ مزکی گواہوں کو پہچان لے اور ان کے دوستوں اور پڑوسیوں سے ان کے احوال کی تحقیق کرلے۔ تحقیق کے بعد جن کے متعلق اسے معلوم ہو کہ یہ عادل ہیں ان کے متعلق لکھ دے کہ یہ عادل ہیں اور ان کی گواہی جائز ہے اور جن کے متعلق اسے معلوم ہو کہ یہ فاسق ہیں تو یہ نہ لکھے کہ یہ فاسق ہیں تا کہ ان کی پردہ دری نہ ہو بلکہ یہ لکھ دے کہ ان کے متعلق اللہ ہی بہتر جانتا ہے، البتہ اگر اسے اندیشہ ہو کہ کوئی دوسرا ان کو عادل قرار دے دے گا تو پھر صراحۃً لکھ دے کہ یہ فاسق ہیں اور جن گواہوں کے متعلق اسے کچھ معلوم نہ ہو، نہ عادل ہونا نہ فاسق ہونا، ان کے متعلق لکھ دے کہ یہ مستور الحال ہیں یعنی ان کا حال واضح نہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

اقرار کے مسائل

اقرار کی نسبت بچے کی طرف ہو تو اقرار کرنے والے کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا

شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے ''الاصل'' کی ''کتاب الاقرار'' میں ذکر کیا ہے کہ ایک آدمی نے اقرار کیا کہ اس نے بچپن کی حالت میں فلاں آدمی کے لیے ہزار درہم کا اقرار کیا تھا اور مطالبہ کرنے والے نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے بلوغ کے بعد میرے لیے ہزار درہم کا اقرار کیا تھا تو اقرار کرنے والے کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا کیونکہ اس نے اقرار کی اضافت ایک معروف حالت کی طرف کی ہے' جو ضمان کے منافی ہے اور اگر کہا کہ میں نے بچپن کی حالت میں تجھ سے ہزار درہم لیے تھے یا اس وقت مرض کی وجہ سے میری عقل ختم تھی اور یہ معروف ہے کہ اسے مرض لاحق ہوا تھا تو فی الحال اس پر ضمان واجب ہو جائے گی کیونکہ دراہم لینا ایسا فعل ہے جو لینے والے پر ضمان واجب کر دیتا ہے' چاہے لینے والا بچہ ہو یا مجنون ہو یا عاقل ہو۔

اور اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر زوجین میں سے ایک نے نکاح کے اقرار کی اضافت ایسی حالت کی طرف کی جو اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے اصل عقد کے ہی منافی ہے' تو اسی کا قول معتبر ہوگا' البتہ اگر دوسرا' اپنا دعویٰ گواہوں سے ثابت کر دے (تو اس کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا) مثلاً خاوند کہتا ہے کہ میں نے تجھ سے اس حالت میں شادی کی جب کہ میں بچہ تھا یا سویا ہوا تھا یا مجنون تھا اور اس کا مجنون ہونا معروف ہے' تو اس کا قول معتبر ہوگا کیونکہ اس نے عقد کی اضافت ایسی معروف حالت کی طرف کی ہے جو عقد کی اہلیت کے منافی ہے' لہٰذا وہ معنیً انکار کرنے والا ہے اور اگر اس کا جنون معروف نہ ہو تو نکاح لازم ہے۔

واللہ اعلم

''الجامع الاصغر'' کی کتاب الاقرار اور ''فتاویٰ قاضی خان'' کی ''کتاب الدعویٰ'' میں ہے کہ اگر کسی آدمی نے اقرار کیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے تجھ سے بچپن کی حالت میں

شادی کی ہے اور بیوی نے کہا: نہیں تو نے مجھ سے بالغ ہونے کی حالت میں شادی کی ہے تو خاوند کا قول معتبر ہوگا لیکن قاضی ان میں تفریق نہیں کرے گا بلکہ خاوند سے سوال کرے گا کہ تو نے اس عورت سے اپنے ولی کی اجازت سے شادی کی تھی؟ اگر خاوند نے جواباً کہا: نہیں' تو قاضی سوال کرے گا کہ کیا تیرے شادی کرنے کے بعد ولی راضی تھا؟ اگر خاوند نے کہا: نہیں تو پھر قاضی سوال کرے گا کہ کیا بالغ ہونے کے بعد تو نے شادی کو جائز قرار دیا تھا؟ اگر اس نے کہا: نہیں' تو پھر قاضی سوال کرے گا کہ کیا تو اب اس شادی کی اجازت دیتا ہے؟ اگر خاوند نے کہا: نہیں' تو پھر قاضی ان میں تفریق کر دے گا۔ مسائلِ نکاح میں خیارِ بلوغ کے بیان میں یہ مسئلہ گزر چکا ہے۔

براءت کا اسناد بچپن کی حالت کی طرف کرنا صحیح ہے

''فتاویٰ رشید الدین رحمہ اللہ'' کے باب ''ما یکون اقرارا من المدعی علیه وما لا یکون'' میں ہے کہ اگر مدعیٰ علیہ براءت کا خط لے کر آیا کہ مدعی نے مجھے اس مال سے بری کر دیا ہے اور مدعی نے دعویٰ کیا کہ براءت کے وقت میں بچہ تھا تو یہ دعویٰ صحیح ہے' کیونکہ اس نے براءت کی نسبت ایسی معروف حالت کی طرف کی ہے جو براءت صحیح ہونے کے منافی ہے۔

بچے کا اقرارِ بلوغ

''الفتاویٰ الصغریٰ'' کی ''کتاب الاقرار'' میں ہے کہ بچے نے بلوغ کا اقرار کیا اور وصی نے تقسیم کر دی تو اگر بچہ قریب البلوغ ہوا تو یہ اقرار اور تقسیم صحیح ہے اور اس کا یہ قول کہ ''میں بالغ نہیں تھا'' معتبر نہیں ہوگا اور اگر وہ قریب البلوغ نہ ہوا بلکہ اس جیسے لڑکوں کو عادۃً احتلام نہیں آتا تو اقرار اور تقسیم صحیح نہیں ہوگی۔

اس مسئلہ سے واضح ہو گیا کہ بارہ سال سے پہلے اقرار صحیح نہیں اور بارہ سال کے بعد بھی صحیح نہیں' بلکہ اقرار محض اسی وقت صحیح ہوگا جب اس جیسے لڑکے کو عادۃً احتلام آتا ہو۔ یہ مسئلہ طلاق اور تقسیم کے بیان میں گزر چکا ہے۔

مقر نے جس چیز کا اقرار کیا ہے' مقر لہ اسے لے سکتا ہے بشرطیکہ اسے علم ہو کہ مقر پر میرا قرض ہے

''المنتقی'' کی ''کتاب الاقرار'' میں ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے کو کہا کہ مجھ پر تیرے ہزار درہم ہیں اور مقر لہ (جس کے لیے اقرار کیا ہے) کو اس کا علم نہیں اور نہ ہی دونوں کے درمیان کوئی تعلق اور معاملہ رہا ہے تو مقر لہ وہ دراہم نہیں لے سکتا' لیکن اگر اسے علم ہو کہ مقر پر اس کا قرض ہے تو پھر لے سکتا ہے اور اگر مقر نے اس کے لیے گھر کا دعویٰ کیا اور مقر لہ نابالغ ہے' وہ بالغ ہوا تو اس سے وہ گھر لے سکتا ہے۔

مولیٰ اور لونڈی کے درمیان آزاد ہونے کے زمانے میں اختلاف کا حکم

''المنتقی'' کی ''کتاب الاقرار'' میں ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے اپنی لونڈی آزاد کر دی' پھر دونوں کا لونڈی کے بچے میں اختلاف ہو گیا۔ مولیٰ نے کہا: میں نے تجھے بچے کی ولادت کے بعد آزاد کیا تھا' لہٰذا بچہ میرا غلام ہے اور لونڈی نے کہا کہ بچہ میرے آزاد ہونے کے بعد پیدا ہوا ہے تو بچے کی طرف دیکھا جائے گا' اگر بچہ ایسا ہے کہ اپنے متعلق بیان کر سکتا ہے تو مولیٰ کا قول معتبر ہو گا اور اگر بچہ چھوٹا ہے اور اپنے متعلق بیان نہیں کر سکتا تو دونوں میں سے جس کے قبضہ میں بچہ ہوا' اسی کا قول معتبر ہو گا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کر دیئے تو مولیٰ کے گواہ معتبر ہوں گے۔

بچے کے لیے اقرار کا صحیح ہونا

اگر کسی آدمی نے اقرار کیا کہ اس بچے کے مجھ پر ہزار درہم قرض کے ہیں یا ہزار درہم بیع کے ثمن کے مجھ پر لازم ہیں' حالانکہ بچہ قرض اور بیع کا اہل نہیں تو یہ اقرار صحیح ہو جائے گا۔ اگر چہ شیر خوار بچے کی طرف سے سبب کا، جود متصور نہیں' لیکن یہ اقرار محض اس وجہ سے درست ہے کہ یہ اقرار کرنے والا بچے کے لیے اپنے اوپر قرض کے ثبوت کا محل ہے' اس وجہ سے کہ بچے کے ولی نے قرض کے سبب کا فعل کیا ہے' لہٰذا ہم نے سبب کو لغو قرار دے دیا اور ہم نے اسے مقر کی طرف سے' دوسری جہت کے سبب سے مال کو لازم کرنا قرار دیا ہے' اور وہ دوسری جہت یہ ہے کہ اس سبب کا ارتکاب ولی نے کیا ہے۔ یہ مسئلہ ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الحیل'' میں مذکور ہے اور

مسائل نکاح میں بطورِ استشہاد مذکور ہے۔ (المبسوط ج ۱۸ ص ۱۳۶)

حمل کے اقرار کا حکم

''مختصر القدوری'' میں ہے کہ اگر کسی آدمی نے کہا کہ فلاں عورت کے حمل میں جو بچہ ہے اس کے لیے مجھ پر ہزار درہم لازم ہیں تو اگر مقر نے یہ کہا ہو کہ فلاں آدمی نے اس کے لیے وصیت کی تھی یا اس کا باپ فوت ہوا ہے اور یہ اس کا وارث ہے تو پھر اقرار صحیح ہے اور اگر اقرار مبہم رکھا تو صحیح نہیں اور ''ہدایہ'' میں یہ مسئلہ اسی طرح مذکور ہے' پھر کہا ہے کہ اگر مقر نے یہ کہا کہ اس نے مجھے قرض دیا ہے یا مجھے کوئی چیز فروخت کی ہے تو کوئی چیز لازم نہیں ہوگی' کیونکہ اس نے محال شئی کو بیان کیا ہے اور اگر اقرار مبہم رکھا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح نہیں ہو گا اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صحیح ہو جائے گا۔ واللہ سبحانہٗ اعلم

دعویٰ نسب کے مسائل

آزاد کرنے میں وکیل پر گواہ قائم کیے گئے تو سماعت ہوگی' نسب میں نہیں

''الجامع فی الفتاوٰی'' کی ''کتاب الشہادات'' میں مسائل نجم الدین نسفی رحمہ اللہ کے بیان میں ہے کہ اگر کسی شخص کے قبضہ میں نابالغ غلام ہے اور کسی عورت نے آ کر دعویٰ کیا کہ وہ مسلمان ہے اور یہ نابالغ بچہ اس کا بیٹا ہے اور آزاد ہے' اس شخص نے کسی مرد کو وکیل بنایا اور خود غائب ہو گیا اور عورت نے وکیل پر گواہ قائم کر دیئے تو آزاد کرنے کے معاملہ میں گواہی سنی جائے گی' نسب کے معاملہ میں نہیں۔

کسی آدمی کے قبضہ میں کوئی بچہ ہے' اس نے دعویٰ کیا کہ یہ میرے غلام کا بیٹا ہے' پھر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے

''الجامع الصغیر'' کی ''کتاب الدعویٰ'' میں مذکور ہے کہ کسی مرد کے قبضہ میں کوئی بچہ ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ یہ میرے فلاں غائب غلام کا بیٹا ہے' پھر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو وہ کبھی

بھی اس کا بیٹا نہیں ہوگا۔ اگرچہ غلام اس کے اپنا بیٹا ہونے کا انکار کردے اور امام ابویوسف وامام محمد رحمہما اللہ نے فرمایا کہ اگر غلام نے انکار کردیا تو وہ مولیٰ کا بیٹا ہوگا۔

مسئلہ کی تشریح یہ ہے کہ کسی آدمی کے پاس کوئی بچہ ہے' جو اسی کے پاس پیدا ہوا ہے اور وہ اسے فروخت کرنا چاہتا ہے اور مشتری کو خدشہ ہے کہ کسی دن بائع اس بچے کا دعویٰ نہ کردے اور بائع بیع کا سودا ٹوٹ جانے کے خوف سے اقرار کرلیتا ہے کہ یہ بچہ اس کے غلام کا ہے تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اسی صورت میں مسئلہ کی تخریج ہے' کیونکہ غائب نے اگر اس کی تصدیق کردی یا اس کی تکذیب کردی یا اس کی تصدیق وتکذیب کا پتہ نہ چلا تو کسی حالت میں مقر کا دعویٰ صحیح نہیں ہوگا اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک جب غائب نے تصدیق کردی یا اس کی تصدیق وتکذیب کا پتہ نہ چلا تو مقر کا دعویٰ صحیح نہیں ہوگا۔ دلائل ''الجامع الصغیر'' میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

دعویٰ رقیت اور دعویٰ نسب میں تعارض نہیں

کسی مسلمان اور نصرانی کے قبضہ میں کوئی بچہ ہے۔ نصرانی نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مسلمان نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے' تو وہ نصرانی کا بیٹا ہوگا' کیونکہ رقیت (غلامی) اور نسب کے دعویٰ میں کوئی تعارض نہیں کہ اسلام کی وجہ سے مسلمان کے دعویٰ کو ترجیح دی جائے اور اسلام نسب کے دعویٰ میں ترجیح کا سبب ہے لہٰذا (نسب کے متعلق) دو دعووں میں تعارض ہوتا ہے اور دعویٰ نسب اور دعویٰ حریت میں کوئی تعارض نہیں' لہٰذا تعارض ثابت نہیں ہوا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ بچے کا لحاظ کرتے ہوئے اسلام کی وجہ سے نسب میں ترجیح واجب ہے؟ اور اسلام کی بہ نسبت آزاد ہونے میں بچے کا زیادہ لحاظ ہے' کیونکہ وہ اسلام لانے پر تو قادر ہے' آزاد ہونے پر قادر نہیں۔

کسی عورت نے بچے کے متعلق دعویٰ کیا کہ یہ اس کا بیٹا ہے

کسی عورت نے بچے کے متعلق دعویٰ کیا کہ یہ اس کا بیٹا ہے تو اس کا دعویٰ جائز نہیں ہوگا جب تک وہ ایسی عورت نہ لے کر نہ آئے جو ولادت پر گواہی دے۔ اس سے مراد ایسی عورت ہے جس کا خاوند ہو' کیونکہ اس عورت نے غیر پر نسب لازم کرنے کا قصد کیا ہے اور نسب کے لزوم کا سبب یعنی نکاح قائم ہے' لیکن ولادت ثابت کرنے اور بچے کی تعیین کی ضرورت ہے اور یہ

بات دایہ کی شہادت سے ہی ثابت ہو سکتی ہے اور بچے کی تعیین پر دایہ کی شہادت بالاتفاق مقبول ہے۔ ہم نے یہ مسئلہ شہادات کے بیان میں ذکر کر دیا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جب وہ منکوحہ ہو اور اگر وہ عدت میں ہوئی اور نسب کا دعویٰ کر دیا تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حجت تامہ کی ضرورت ہوگی اور اگر وہ نہ عدت میں ہوئی' نہ منکوحہ ہوئی تو بغیر حجت کے اس کا قول ہی معتبر ہوگا۔ اس کی مکمل تفصیل ''الجامع الصغیر'' کی ''کتاب الدعویٰ'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔

ایک آدمی نے کسی غیر کے لیے بچے کے نسب کی گواہی دی' گواہی رد ہونے کے بعد اس نے خود بچے کے نسب کا دعویٰ کر دیا

''ذخیرہ'' کی ''کتاب دعویٰ النسب'' میں مذکور ہے کہ ایک عورت نے کسی مرد پر دعویٰ کر دیا کہ اس مرد نے مجھ سے شادی کی ہے اور میرے پاس جو بچہ ہے یہ میرا اسی خاوند سے بیٹا ہے اور خاوند اس کا انکار کرتا ہے تو دو آدمیوں نے خاوند کے خلاف عورت کے دعویٰ کی گواہی دی۔ قاضی نے کسی وجہ سے دونوں کی گواہی رد کر دی' پھر دونوں گواہوں میں سے ایک نے دعویٰ کر دیا کہ یہ بچہ میرا ہے تو اس کا دعویٰ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک صحیح نہیں ہوگا۔ اسی کے مطابق اگر ایک عورت نے کسی بچے کے نسب کا دعویٰ کیا اور دوسری عورت نے اس پر گواہی دی' قاضی نے کسی وجہ سے اس عورت کی گواہی رد کر دی' پھر گواہی دینے والی عورت نے خود اپنے لیے بچے کے نسب کا دعویٰ کر دیا تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ دعویٰ صحیح نہیں ہوگا اور اگر بیٹا بڑا ہو گیا اور اس نے دعویٰ کر دیا کہ وہ گواہی دینے والی عورت کا بیٹا ہے اور اس عورت نے انکار کر دیا اور بیٹے نے اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کر دیئے تو گواہی قبول کی جائے گی۔

دایہ کی گواہی سے نسب ثابت ہو جائے گا' جب بچے نے اس بارے میں دایہ کی تصدیق کر دی

کسی عورت نے بچے کے لیے اقرار کیا کہ یہ اس کا بیٹا ہے اور دایہ نے اس پر گواہی دے دی تو جب بچے نے اس معاملہ میں دایہ کی تصدیق کر دی تو اس عورت سے بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ مشائخ نے فرمایا کہ کتاب میں جو جواب مذکور ہے کہ دایہ کی شہادت سے نسب

ثابت ہو جائے گا' یہ اس صورت پر محمول ہے' جب کوئی جھگڑا کرنے والا نہ ہو لیکن اگر وہاں کوئی جھگڑا کرنے والا ہوا' مثلاً عورت نے کسی دوسرے مرد سے بچے کے نسب کا دعویٰ کیا اور وہ مرد انکار کرتا ہے تو دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کے بغیر نسب ثابت نہیں ہوگا اور سب کے نزدیک اس صورت میں دایہ کی گواہی سے نسب ثابت نہیں ہوگا اور اگر جھگڑا کرنے والی عورت ہو تو اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں۔ایک روایت میں ہے کہ اگر ہر عورت نے ایک عورت گواہ پیش کی ہو تو دونوں عورتوں سے نسب کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور دوسری روایت میں ہے کہ جب تک ہر عورت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی پیش نہ کرے تو ان میں سے کسی کے لیے نسب کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔اس مسئلہ کے بیان کا مقام ''کتاب اللقیط'' ہے۔

کسی آدمی نے کسی عورت کے ایسے بچے کے متعلق نسب کا دعویٰ کر دیا' جس کا نسب معروف نہیں تو نسب کا ثبوت عورت کی تصدیق پر ہوگا

کسی آزاد عورت کا نابالغ بیٹا ہے' جس کے متعلق معروف ہے کہ یہ اسی عورت کا بیٹا ہے اور اس بچے کا کسی آدمی سے نسب معروف نہیں۔آدمی نے عورت کو کہا: یہ تجھ سے میرا بیٹا ہے۔ عورت نے اس کی تصدیق کر دی تو وہ دونوں کا بیٹا ہوگا۔اسی طرح کسی آزاد آدمی کا نابالغ بیٹا ہو' جس کے بارے میں معروف ہے کہ یہ اسی آدمی کا بیٹا ہے اور اس بچے کا کسی عورت سے نسب معروف نہیں۔اس مرد نے کسی آزاد عورت کو کہا کہ یہ تجھ سے میرا بیٹا ہے اور عورت نے اس کی تصدیق کر دی تو وہ دونوں کا بیٹا ہوگا اور دونوں کے نکاح کا فیصلہ کر دیا جائے گا' یعنی نکاح صحیح کا فیصلہ کر دیا جائے گا' نکاح فاسد کا نہیں۔اس کی مکمل تفصیل ''ذخیرہ'' کی ''کتاب دعویٰ النسب'' کی نویں فصل میں دیکھی جا سکتی ہے۔

غلام کے دعویٰ میں نسب کا ثبوت رقیت کے ثبوت پر مقدم ہے

اگر دو آدمیوں کا مشترکہ نابالغ غلام ہے' جسے ان دونوں میں سے ایک آدمی نے آزاد کر دیا' پھر دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو اس کا دعویٰ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صحیح ہوگا۔اس کی مکمل تفصیل ''کتاب الدعویٰ'' کی دسویں فصل میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

کسی آدمی کے قبضہ میں نابالغ بچے کے بارے میں کسی نے دعویٰ کر دیا

''کتاب دعویٰ النسب'' کے آخر میں ہے کہ کسی آدمی نے نابالغ لڑکے کے بارے میں دعویٰ کر دیا' جس کا نسب معروف نہیں اور نہ ہی وہ اپنے متعلق بیان کر سکتا ہے' تو اگر جس کے قبضہ میں وہ لڑکا ہے' اس نے تصدیق کر دی تو نسب ثابت ہو جائے گا' ورنہ ثابت نہیں ہوگا۔ اگر قبضے والے شخص نے اقرار کیا کہ یہ بچہ لقیط ہے تو اس کا دعویٰ صحیح ہوگا۔ یہ تمام بحث ''ذخیرہ'' کی ''کتاب دعویٰ النسب'' میں ہے۔

ایک آدمی نے کسی بچے کے متعلق دعویٰ کر دیا کہ یہ میرا بیٹا ہے--- اور دوسرے مرد کا بیٹا ہے

''فتاویٰ رشیدالدین رحمہ اللہ'' کے ''باب دعویٰ النسب'' میں ہے کہ کسی مرد کے قبضہ میں کوئی بچہ ہے۔ اس نے کہا کہ یہ میرا اور تیرا بیٹا ہے یا کہا کہ یہ تیرا اور میرا بیٹا ہے۔ دوسرے نے کہا: تو نے سچ کہا ہے' تو وہ بچہ پہلے قائل کا بیٹا ہوگا اور اگر کہا کہ یہ لونڈی میری ام ولد ہے اور تیری ام ولد ہے یا کہا کہ یہ تیری ام ولد ہے اور میری ام ولد ہے۔ دوسرے نے کہا کہ تو نے سچ کہا ہے' تو وہ دونوں کی ام ولد ہو جائے گی۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں وہ پہلے کی ہوگی اور وہ دوسرے کی تصدیق پر موقوف نہیں ہوگی اور اگر کہا کہ یہ بچہ مجھ سے ہے' پھر کہا کہ یہ میرا بچہ نہیں تو نفی صحیح نہیں ہوگی' کیونکہ نسب ثابت ہو گیا ہے لہٰذا نفی سے منتفی نہیں ہوگا۔

دو مردوں کے مشترکہ غلام میں مدعی اوّل کے لیے نسب کا ثبوت

دو مردوں کا مشترکہ نابالغ غلام ہے' جو اپنے متعلق بیان نہیں کر سکتا۔ ان دونوں مردوں میں سے ایک نے اس بچے کے متعلق دعویٰ کر دیا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ پھر دوسرے شریک نے دعویٰ کر دیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور پہلے مدعی نے اس کی تصدیق کر دی تو بچے کا نسب پہلے مدعی سے ثابت ہوگا کیونکہ اوّلاً اس کے دعویٰ سے پہلے کے لیے نسب ثابت ہو گیا' لہٰذا وہ اسے ختم کرنے پر قادر نہیں' لیکن اگر دونوں دعوے اکٹھے واقع ہوئے ہوں تو اس وقت دونوں سے اکٹھا نسب ثابت ہو جائے گا۔

جس کی عمر حد بلوغ سے کم ہو اس سے نسب کا ثبوت باطل ہے

دس سالہ بچے نے کسی عورت سے شادی کی اور عورت کے بچہ پیدا ہو گیا تو اس بچے کا نسب ثابت نہیں ہوگا کیونکہ بلوغ کی کم از کم مدت بارہ سال ہے' کیونکہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ کے روز جہاد پر جانے کے لیے مجھے نبی کریم ﷺ نے واپس فرما دیا۔ جب میں بارہ سال کا ہوا تو پھر مجھے آپ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو آپ نے مجھے قبول فرما لیا۔ پہلی مرتبہ آپ نے محض بچپن کی وجہ سے رد فرمایا تھا۔ یہ تمام بحث ''فتاویٰ رشید الدین'' میں ہے اور حضرت نافع رضی اللہ عنہ کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' فرماتے ہیں:

عرضنی ابی علی رسول الله ﷺ یوم احد فی القتال وانا ابن اربع عشر سنة فلم یجزنی ثم عرضنی یوم الخندق وانا ابن خمس عشرة فاجازنی. (ابن ماجہ نے یہ روایت کتاب الحدود باب من لا یجب علیہ الحد میں ذکر کی ہے)

احد کے روز میرے والد نے مجھے جہاد کے لیے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا اور میں اس وقت چودہ سال کا تھا۔ آپ نے مجھے اجازت عطا نہیں فرمائی۔ پھر خندق کے روز میرے والد نے مجھے آپ کی بارگاہ میں پیش کیا' اس وقت میں پندرہ سال کا تھا تو آپ نے مجھے اجازت عطا فرما دی۔

کسی نے اپنی لونڈی کی شادی شیر خوار بچے سے کر دی اور لونڈی کے بچہ پیدا ہو گیا تو اس کا نسب مولیٰ سے ثابت ہو جائے گا

کسی آدمی نے اپنی لونڈی کی شادی شیر خوار بچے سے کر دی۔ پھر لونڈی کے بچہ پیدا ہو گیا اور مولیٰ نے اس بچے کا دعویٰ کر دیا تو مولیٰ سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا' کیونکہ اس نے ایسے نسب کا اقرار کیا ہے' جس کا وہ مالک ہے اور اس بچے کا کوئی معلوم نسب نہیں ہے۔

ایک آدمی کے قبضے میں جو بچہ ہے اس کے متعلق دعویٰ کر دیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور دوسرے آدمی نے گواہ قائم کر دیئے کہ یہ میرا بیٹا ہے

''الاصل'' کی ''کتاب الدعویٰ'' میں ہے کہ کسی انسان کے قبضہ میں آزاد بچہ ہے' جس

کے متعلق وہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور اس کے پاس گواہ نہیں اور دوسرے نے گواہ قائم کردیئے کہ یہ میرا بیٹا ہے تو گواہ قائم کرنے والا قبضے والے سے زیادہ حق دار ہے' کیونکہ اس کے پاس گواہ ہیں اور قبضے والے کے پاس گواہ نہیں اور جب قاضی نے مدعی کے لیے دعویٰ کردیا تو بچہ آزاد ہوگا' اگرچہ اس کی ماں معروف نہ ہو' لیکن اگر مدعی غلام ہوا (تو پھر وہ بچہ آزاد نہیں ہوگا)۔

اس میں اصل یہ ہے کہ جب مدعی نے آزاد ہونے کی حالت میں گواہ قائم کیے تو لڑکا آزاد ہوگا' البتہ اگر اس کی ماں لونڈی ہو تو پھر آزاد نہیں ہوگا اور اگر مدعی غلام ہوا تو پھر لڑکا بھی غلام ہوگا' لیکن اگر علم ہوا کہ اس کی ماں آزاد ہے تو پھر وہ آزاد ہوگا اور یہ حکم اس لیے ہے کہ عموماً آزاد مرد آزاد عورت سے شادی کرتا ہے تو جب اس مرد سے بچے کا نسب ثابت ہوگیا تو ظاہر یہی ہے کہ وہ آزاد عورت کا بچہ ہے' جب تک اس کا خلاف واضح نہ ہو اور غلام عموماً لونڈی سے شادی کرتا ہے تو جب غلام سے بچے کا نسب ثابت ہوگیا تو ظاہر ہے کہ وہ لونڈی کا بچہ ہے' جب تک اس کے خلاف ظاہر نہ ہو۔

تو اس معنیٰ کی وجہ سے آزاد کا بیٹا آزاد اور غلام کا بیٹا غلام ہوگا' جب تک اس کا خلاف ظاہر نہ ہو۔

صاحبِ قبضہ کے لیے نسب کا ثبوت

کسی آدمی کے قبضہ میں کوئی بچہ ہے اور کسی آدمی نے گواہ قائم کردیئے کہ یہ میری اس بیوی سے میرا بیٹا ہے اور قبضے والے نے گواہ قائم کردیئے کہ یہ میری اس بیوی سے میرا بیٹا ہے تو قبضے والا زیادہ حق دار ہوگا کیونکہ اس نے قابض ہونے کی حالت میں ولادت کو ثابت کیا ہے' لہٰذا وہ زیادہ حق دار ہوگا' جس طرح حمل کی صورت میں یہ حکم ہوتا ہے' اسی طرح نسب ثابت کرنے میں بھی یہی حکم ہوگا اور اگر قبضے والا شخص غلام ہوا اور اس نے گواہ قائم کردیئے کہ یہ میری اس بیوی سے میرا بیٹا ہے اور وہ بیوی لونڈی ہے اور دوسرے آدمی نے گواہ قائم کردیئے کہ یہ میری اس بیوی سے میرا بیٹا ہے اور وہ بیوی لونڈی ہے اور دوسرے آدمی نے گواہ قائم کردیئے کہ یہ میری اس بیوی سے میرا بیٹا ہے اور وہ بیوی آزاد ہے تو غلام کی بہ نسبت آزاد زیادہ حق دار ہوگا' کیونکہ اس کے گواہوں نے نسب ثابت کیا اور آزادی ثابت کی ہے اور اگر دوسرا

آدمی ذمی ہو اور جس کے قبضہ میں بچہ ہے' وہ غلام ہو تو وہ بچہ ذمی کو دیا جائے گا کیونکہ اس کی گواہی میں نسب اور آزادی کا اثبات ہے۔

اس باب میں غایت یہ ہے کہ غلام کی گواہی میں زیادتی یعنی اسلام کا اثبات ہے اور اسلام کے اثبات میں قبضے کی زیادتی ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہی ملک کی زیادتی ثابت ہوتی ہے' لہٰذا دوسرا آدمی زیادہ حق دار ہوگا اور اگر دوسرے آدمی نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے' میری اس بیوی سے اور قبضے والے نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور ماں کی طرف اس کی نسبت نہ کی اور دونوں آدمی ہی آزاد ہیں تو قبضے والا زیادہ حق دار ہے کیونکہ اس کی گواہی میں جانبین سے نسب کا اثبات ہے اور قبضے والے کی گواہی میں ایک جانب سے اثبات ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

اکراہ کے مسائل[1]

وصی نے اکراہ کی بناء پر یتیم کا مال سلطان کو دے دیا

''النوازل'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے کہ کسی ظالم سلطان یا زبردستی کسی علاقے پر مسلط ہو جانے والے شخص نے وصی کو پکڑ لیا اور یتیم کا کچھ مال طلب کیا۔ اگر وصی نے مال دے دیا تو وہ ضامن ہوگا۔ فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر وصی کو اپنے قتل یا کسی عضو کے ضائع ہو جانے کا خوف ہوا اور اس نے مال دے دیا تو اس پر ضمان لازم نہیں اور اگر اسے خوف ہوا کہ مجھے قید کر دیا جائے گا یا بیڑیاں ڈال دی جائیں گی اور اس نے مال دے دیا تو ضامن ہوگا۔ اگر اسے خوف ہوا کہ سلطان اس کا مال لے لے گا اور اس کے پاس بقدر کفایت باقی رہ جائے گا تو اسے یتیم کا مال دینا جائز نہیں' اگر دیا تو ضامن ہوگا اور اگر اسے خوف ہوا کہ سلطان سارا مال لے لے گا اور اس نے یتیم کا مال دے دیا تو پھر ضمان لازم نہیں ہوگی۔ یہ تمام

---

[1] اکراہ' جبر کرنا۔ اصطلاح شرع میں اکراہ یہ ہے کہ کسی شخص کے ساتھ ایسا ناحق فعل کرنا جس کی وجہ سے وہ شخص ایسا کام کرے' جس کو وہ کرنا نہیں چاہتا۔ مجبور کرنے والے کو مُکرِہ اور جسے مجبور کیا گیا اسے مُکرَہ کہتے ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

حکم اس وقت ہے جب وصی نے مال خود دیا ہو' اگر سلطان نے خود ہی لے لیا تو وصی پر ضمان لازم نہیں۔اس کا کچھ بیان مسائل وصایا میں آئے گا۔انشاء اللہ تعالیٰ

اگر سلطان نے یتیم کے مال میں طمع کی اور وصی نے اسے یتیم کا کچھ مال دے دیا تو اگر وصی اسے کچھ دیئے بغیر دفع کرنے پر قادر ہے تو اس کے لیے یتیم کا مال دینا جائز نہیں' اگر دے گا تو ضامن ہوگا۔اگر مال دیئے بغیر ظلم دفع کرنے پر قادر نہیں تو باقی مال کی حفاظت کے لیے وہ مال دے سکتا ہے۔اور اس پر ضمان لازم نہیں ہوگی۔ (الفتاویٰ الخانیہ ج ۳ ص ۵۴۰)

یہ مسئلہ ''فتاویٰ قاضی خاں'' کی فصل تصرفات الوصی میں ہے اور ایک مقام پر میں نے دیکھا کہ اگر سلطان نے ترکہ میں طمع کی اور وصی نے دے دیا تو پھر بھی یہی حکم ہے اور ''العدۃ'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے کہ اگر وصی یتیم کا مال لے کر ظالم سلطان کے پاس سے گزرا اور خوف کیا کہ اگر میں نے یہ مال اسے نہ دیا تو وہ میرے ہاتھ سے چھین لے گا اور اس نے وہ مال سلطان کو دے دیا تو ضامن ہوگا' اسی طرح مضارِب کا حکم ہے۔ابوبکر اسکاف رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ ہمارے علماء کا قول نہیں بلکہ محمد بن سلمہ کا قول ہے اور استحسان بھی یہی ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے یہی روایت ہے اور فقیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اکثر مشائخ رحمہ اللہ نے اسی قول پر عمل کیا ہے۔

جس وصی نے یتیم کا مال قاضی کے پاس بطورِ رشوت خرچ کر دیا' اس پر ضمان واجب ہے اگر اجارہ کے طور پر خرچ کیا ہو تو ضمان واجب نہیں

وصی نے اگر یتیم کا مال قاضی کے پاس بطورِ رشوت خرچ کر دیا تو ضامن ہوگا اور جو مال اجارہ کے طور پر دیا تو مثلی اجرت کی مقدار کا ضامن نہیں ہوگا۔ یہ مسئلہ مسائلِ اجارات کے بیان میں گزر چکا ہے۔

عورت کا ظالم سلطان کو رشوت دینا جائز ہے

''النوازل'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے کہ اگر ایک آدمی نے کسی عورت کو وصی بنایا اور نابالغ ورثاء چھوڑے۔ظالم سلطان اس کے گھر میں آیا اور عورت کو کہا گیا کہ اگر تو نے کوئی چیز نہ دی تو سلطان جائیداد پر قبضہ کر لے گا۔عورت نے اسے کچھ مال دے دیا۔ابو القاسم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عورت کا یہ مال دینا جائز ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واللہ یعلم المفسد من — اور اللہ کو معلوم ہے کہ کون مفسد ہے

المصلح. (البقرہ:۲۲۰) اور کون مصلح۔

ترکہ سے جبری ٹیکس دیا تو ضمان واجب نہیں

''فتاوٰی نسفی'' میں ہے کہ اگر وصی سے یتیم کے گھر کا جبری ٹیکس مانگا گیا اور صورتِ حال یہ ہے کہ اگر وہ ٹیکس نہیں دیتا تو مشقت میں اضافہ ہو جاتا ہے تو وصی نے گھر کا ٹیکس ادا کر دیا تو اس پر ضمان نہیں اور یہ رشوت دینے کی طرح ہی ہے' کیونکہ اس زمانے میں یہ ٹیکس خراج کی طرح ہی ہو گیا ہے اور اگر وصی یتیم کے مال سے خراج دے تو ضمان نہیں' اس طرح یہاں بھی ضمان نہیں۔ اس جنس کے مسائل ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الوصایا'' کی ''فصل تصرفات الوصی'' میں ہیں۔

بہ حالتِ اکراہ دودھ پلانے سے احکامِ رضاعت کا ثبوت

''فتاوٰی قاضی خاں'' کی ''کتاب الاکراہ'' میں ہے کہ اگر کسی عورت کو چھوٹے بچے کو دودھ پلانے پر مجبور کیا گیا یا کسی مرد کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی عورت سے اس چھوٹے بچے کو دودھ پلائے' اس نے ایسا کیا تو رضاعت کے احکام ثابت ہو جائیں گے۔

کسی مرد کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی نابالغہ بیٹی کا نکاح ایسے مرد سے کرے جو کفو نہیں یا مہرِ مثلی سے کم مہر میں نکاح کرے تو نکاح نافذ نہیں ہوگا

''فتاوٰی قاضی خاں'' میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر کسی مرد کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی نابالغہ بیٹی کا نکاح ایسے مرد سے کر دے جو اس کا کفو نہیں یا مہرِ مثلی سے کم مہر میں نکاح کر دے۔ اس نے ایسا کر دیا تو اگر نکاح مہرِ مثلی سے کم میں ہوا تو نافذ نہیں ہوگا اور اگر مہرِ مثلی کے ساتھ ہوا تو نافذ ہو جائے گا اور اگر خاوند لڑکی کا کفو نہ ہوا تو نکاح صحیح نہیں ہوگا۔

مسائلِ جنایات[1]

جان اور اعضاء کی دیت میں بچہ اور بالغ برابر ہیں

امام محمد رحمہ اللہ نے ''الاصل'' میں فرمایا ہے کہ جان اور اعضاء کی دیت میں بچے بالغ کی

[1] جنایات' جنایت کی جمع ہے' اس سے مراد وہ فعل ہے جس سے جان یا اعضاء کو نقصان پہنچایا جائے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

طرح ہے جب کہ اعضاء کے کاٹنے سے منفعت مقصودہ فوت ہو جائے' جس طرح کہ زبان' ہاتھ اور پاؤں وغیرہ اور ان کے ضائع ہو جانے سے کامل ارش (تاوان) واجب ہوتا ہے۔ بعض اعضاء کی صحت حرکت سے معلوم ہوتی ہے اور زبان کی صحت کلام سے اور آنکھ کی صحت نظر سے معلوم ہوتی ہے اور اصل پر اکتفاء نہیں کیا جائے گا۔ اصل تو صحت ہی ہے' کیونکہ اس میں تبدیلی کا احتمال ہوتا ہے اور احتمالی چیز سے الزام ثابت نہیں ہوتا۔ جس عضو کے ضائع ہونے سے خوبصورتی ختم ہو' منفعت فوت نہ ہو' جس طرح کانوں کا اوپر والا حصہ اور بال ہیں۔ ان اعضاء میں کسی تفصیل کے بغیر دیت کاملہ لازم ہو گی' کیونکہ زینت اور خوبصورتی میں فرق نہیں ہوتا۔

نابالغ بچے کا ذکر جان بوجھ کر کاٹ دیا تو قصاص واجب ہے

''الاصل'' میں ہے کہ اگر بچے کا ذکر (آلۂ تناسل) کاٹ دیا گیا تو اگر ذکر کی صلاحیت ظاہر ہونے لگی ہے کہ وہ حرکت کرتا ہے تو پھر عمداً کاٹ دینے کی صورت میں قصاص ہے' اگر حشفہ سے کاٹا ہے اور خطاءً کاٹنے کی صورت میں دیت کاملہ ہے۔ اگر حشفہ یا ذکر کا کچھ حصہ کاٹا تو قصاص نہیں۔ اگر ذکر جڑ سے کاٹ دیا تو ''اصل'' کی روایت کے مطابق یہی حکم ہے اور ذکر کے متحرک ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ پیشاب کے ساتھ حرکت کرے۔

جس بچے نے پیدا ہونے کے بعد آواز وغیرہ نکالی' اس کی زبان --- کاٹنے پر دیت کا وجوب

''فتاویٰ فضلی'' میں ہے کہ اگر بچے نے پیدا ہونے کے بعد آواز نکالی تو اس کی زبان کاٹنے میں دیت واجب ہو گی' لیکن اگر اس نے نہ آواز نکالی' نہ حرکت کی تو حکومت عدل واجب ہو گی اور ''ہارونی'' میں ہے کہ اگر بچے کی زبان کاٹ دی اور وہ چیخ رہا تھا اور کاٹنے والے نے دعویٰ کیا کہ یہ بچہ گونگا ہے اور اس کا چیخنا چلانا گونگوں کی طرح تھا' تو اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا اور خطا کی صورت میں اس پر دیت اور عمد کی صورت میں قصاص لازم ہو گا۔ اگر بچے کی چیخ نہ سنائی دی تو حکومتِ عدل واجب ہو گی (کہ عادل آدمی جو تاوان تجویز کریں گے' وہی واجب ہو گا) بچے کی زبان کاٹنے میں حکومتِ عدل واجب ہو گی اور شیخ امام

زاہد احمد طوایسی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے کہ ہمارے عام اصحاب رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں کامل دیت لازم ہوگی' کیونکہ اس نے ایسے عضو کو زائل کیا ہے' جس سے انتفاع کی حالت میں نفع حاصل کیا جاتا ہے اور وہ بچہ اس حالت میں ہو چکا ہے کہ وہ باقی اعضاء سے نفع حاصل کرتا ہے اور زبان سے بھی نفع حاصل کرتا ہے (لہٰذا کامل دیت لازم ہوگی) اور یہی قول ظاہر ہے اور ''الجامع الصغیر'' کے بعض نسخوں میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت کی تصریح ہے کہ اگر بچے نے پیدا ہونے کے بعد آواز وغیرہ نکالی ہو تو اس کی زبان کاٹنے میں حکومت عدل واجب ہوگی اور اگر بچے نے کلام کیا ہو تو کامل دیت لازم ہوگی۔

ولادت کے وقت بچے کی آنکھ پھوڑنے کی صورت میں قصاص یا دیت کے وجوب کا حکم

''ہارونی'' میں امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک عورت کے بچہ پیدا ہونے لگا اور اس کا صرف سر باہر نکلا تو ایک آدمی نے اس کی آنکھ پھوڑ ڈالی تو امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اس شخص پر دیت لازم قرار دیتا ہوں' قصاص لازم نہیں کرتا' جب تک سر کے ساتھ بچے کا نصف یا اکثر حصہ باہر نہ نکلے۔

اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ اگر آدمی نے پیدائش کے وقت یا اس کے چند روز بعد' بچے کی آنکھ پھوڑ ڈالی اور آنکھ پھوڑنے والے نے گمان کیا کہ بچے کو اس آنکھ سے دکھائی نہیں دیتا تھا یا کہا کہ میں نہیں جانتا کہ بچے کو اس آنکھ سے دکھائی دیتا تھا یا نہیں تو اس میں حکومتِ عدل واجب ہے (کہ عادل آدمی جوارش (تاوان) تجویز کریں گے وہ واجب ہوگا) اور قول اسی آدمی کا معتبر ہوگا لیکن اگر گواہوں نے گواہی دی کہ بچے کی آنکھ صحیح تھی اور ہمیں اس میں کوئی نقص دکھائی نہیں دیا اور وہ بچہ آنکھ جھپکاتا تھا تو اس صورت میں دیت واجب ہوگی۔

بہ وقتِ ولادت بچے کا کان کاٹنے کی صورت میں دیت کاملہ کا وجوب

''المنتقیٰ'' میں ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر جنین (وہ بچہ جو ماں کے رحم میں موجود ہو) نے ماں کے پیٹ سے سر باہر نکالا اور کسی انسان نے اس کے دونوں کان کاٹ

دیئے یا اس کی دونوں آنکھیں پھوڑ ڈالیں اور اسے علم ہے کہ بچے کو دکھائی دیتا ہے' پھر اس کی ماں نے اسے زندہ حالت میں جنا تو اس آدمی پر کامل دیت لازم ہوگی اور اگر اسے مردہ جنا تو جو نقص ہوا ہے' اسی کا تاوان لازم ہوگا اور شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عادل آدمیوں کی تجویز سے جنین کی قیمت لازم ہوگی۔

بچے کے دانت پر مارنے یا دانت اکھاڑنے کی دیت میں۔۔۔۔ فقہائے کرام کی آراء

''محیط'' میں ہے کہ اگر آدمی نے کسی کے دانت پر مارا' جس وجہ سے دانت حرکت کرنے لگا تو ایک سال انتظار کیا جائے گا' جسے مارا گیا ہے وہ چاہے بالغ ہو یا بچہ ہو اور دانت اکھاڑنے کی صورت میں جواب مختلف ہے' اگر بچہ ہوا تو انتظار کیا جائے گا اور اگر بالغ ہوا تو انتظار نہیں کیا جائے گا' کیونکہ اس کے دانت دوبارہ اگنا متصور نہیں اور تمام دانت برابر ہیں اور ہر دانت میں پانچ اونٹ یا پانچ سو درہم لازم ہیں۔ جس بچے کے دانت ابھی نہیں ٹوٹے' اس کے دانت میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کوئی چیز لازم نہیں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حکومت عدل واجب ہوگی۔ ''المنتقی'' میں اسی طرح مذکور ہے اور ''المنتقی'' کے دوسرے مقام پر ہے کہ جس بچے کے دانت نہیں ٹوٹے اس کا دانت توڑنے کی صورت میں اگر دانت نہ اُگا تو کامل دیت لازم ہوگی اور ''نوادر ابن سماعہ'' میں ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ کسی آدمی نے بچے کا دانت اکھیڑ دیا یا کسی عورت کا سر مونڈ دیا' پھر جرم کرنے والے نے بچے کے باپ اور عورت سے کچھ دراہم پر صلح کر لی' اس کے بعد بال یا دانت اُگ آئے تو کیا حکم ہے؟ تو امام محمد رحمہ اللہ نے مجھے خبر دی کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دراہم واپس کر دیئے جائیں گے۔ امام محمد رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے' لیکن امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دانت کے علاج پر جو خرچ آیا وہ رکھ لیا جائے گا۔ یہ تمام بحث ''جنایات المحیط'' کی دوسری فصل میں ہے۔

اور ''ذخیرہ'' میں مذکور ہے کہ کسی نے بچے کا دانت اکھیڑ دیا اور اسے ایک سال کی مہلت دی گئی اور سال پورا ہونے سے پہلے بچہ فوت ہو گیا تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جرم کرنے والے پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس میں

حکومتِ عدل واجب ہوگی اور ''المستقط'' میں مذکور ہے کہ بچے کے دانت اکھیڑنے کی صورت میں ایک سال مہلت دی جائے گی اور بالغ کا دانت اکھیڑا تو فی الحال تاوان لازم ہوگا۔

والدین نے اپنے بچے کو بلا حفاظت چھوڑا اور وہ مر گیا تو والدین پر کیا واجب ہوگا؟

فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ نے ''النوازل'' میں ذکر کیا ہے کہ کوئی بچہ پانی میں ڈوب کر مر گیا یا چھت سے گر کر مر گیا تو اگر وہ بچہ ایسا ہے کہ خود اپنی حفاظت کر سکتا ہے تو والدین پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی۔ اگر وہ اپنی حفاظت کرنے کے قابل نہیں تو والدین پر کفارہ لازم ہوگا۔ پہلی صورت میں چونکہ بچہ خود اپنی حفاظت کر سکتا ہے' لہٰذا وہ بالغ کی طرح ہوگا (اور والدین پر کفارہ لازم نہیں ہوگا) اور دوسری صورت میں بچے کی حفاظت والدین پر فرض تھی۔ حفاظت ترک کر کے گویا انہوں نے بچے کو ہلاک کیا ہے' لہٰذا اگر وہ بچہ ماں باپ دونوں کی پرورش میں ہوا تو دونوں پر کفارہ لازم ہوگا اور اگر ایک کی پرورش میں ہوا تو اسی ایک پر کفارہ لازم ہوگا۔ اسے نصیر رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے' اور فقیہ ابوبکر اور فقیہ ابوالقاسم رحمہما اللہ سے منقول ہے کہ اگر والدین نے بچے کی نگرانی نہ کی اور وہ بچہ چھت سے گر کر یا آگ میں گر کر فوت ہو گیا تو دونوں پر صرف توبہ لازم ہوگی اور فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ کا مختار ہے کہ والدین میں سے کسی پر کفارہ لازم نہیں ہوگا' البتہ اگر بچہ کسی ایک کے ہاتھ سے گر کر مر گیا تو اس پر کفارہ لازم ہوگا کیونکہ آدمی پر کفارہ محض اسی وقت واجب ہوتا ہے' جب اس کا فعل محل کے ساتھ متصل ہو جس طرح کسی آدمی نے عام گزرگاہ پر کنواں کھودا اور اس میں کوئی آدمی گر کر مر گیا یا آدمی کسی سواری کو ہانک رہا تھا یا آگے سے کھینچ رہا تھا' اس سواری نے کسی کو زخمی کر دیا اور وہ مر گیا تو اس آدمی پر کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ اسی طرح یہاں بھی یہی حکم ہے۔

والدہ نے اپنا بچہ باپ کے پاس چھوڑ دیا اور باپ نے اس کے لیے کوئی دایہ نہ رکھی اور بچہ مر گیا تو کیا حکم ہے؟

''النوازل'' میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر عورت نے باپ کے پاس بچہ چھوڑ دیا اور خود چلی گئی اور بچہ اس کے علاوہ اور عورت کا دودھ پی لیتا ہے اور باپ نے بچے کے لیے کوئی دایہ نہ

رکھی' حتیٰ کہ بچہ بھوک سے مرگیا تو باپ گناہ گار ہوگا اور اس پر کفارہ اور توبہ لازم ہوگی اور اگر بچہ والدہ کے علاوہ کسی اور عورت کا دودھ نہیں پیتا اور والدہ کو اس بات کا علم ہے تو پھر والدہ گنہگار ہوگی اور اس پر کفارہ لازم ہوگا۔ یہ مسئلہ نصیر رحمہ اللہ کی روایت سے منقول ہے۔ پہلے مسئلہ کی طرح یہ مسئلہ بھی اختلافی ہونا چاہیے۔

ماں اپنی بیٹی آگ کے قریب چھوڑ کر چلی گئی اور بیٹی جل گئی تو ماں پر کیا واجب ہوگا؟

''فتاویٰ اہل سمرقند'' میں ہے کہ چھ سالہ بچی کو بخار ہوگیا اور وہ آگ کے قریب بیٹھی تھی۔ اس کی والدہ بچی کے والد کے باہر چلے جانے کے بعد کسی پڑوسی کی طرف چلی گئی اور بچی آگ میں جل کر فوت ہوگئی' تو ماں پر کوئی دیت لازم نہیں ہوگی' لیکن اگر والدہ مال دار ہو تو مجھے پسند ہے کہ وہ ایک مؤمن غلام آزاد کرے یا دو ماہ کے لگاتار روزے رکھے اور ندامت واستغفار کرے۔ امید ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے معاف فرمادے گا اور یہ حکم مستحب ہے۔ اور کفارہ کے وجوب کا وہی حکم ہے' جو ہم نے پہلے ذکر کردیا ہے۔

کسی آدمی نے آزاد بچے کو غصب کیا اور وہ بچہ اس کے پاس اچانک مرگیا

امام محمد رحمہ اللہ نے ''الجامع الصغیر'' میں فرمایا کہ کسی آدمی نے آزاد بچے کو غصب کیا اور وہ بچہ اس کے پاس اچانک فوت ہوگیا یا بخار کی وجہ سے فوت ہوگیا تو غاصب پر کوئی چیز لازم نہیں اور اگر وہ بجلی گرنے یا سانپ کے ڈس لینے سے فوت ہوا تو غاصب کی برادری پر دیت لازم ہوگی اور ''اصل'' میں ہے کہ جب آزاد بچے کو غصب کیا اور اسے لے کر چلا گیا اور بچہ فوت ہوگیا تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ وہ بچہ ایسے سبب سے فوت ہوا ہے' جس سے احتراز اور حفاظت ممکن نہیں' مثلاً وہ بخار سے فوت ہوا ہے تو اس صورت میں بالاتفاق غاصب پر ضمان لازم نہیں ہوگی اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ بچہ ایسے سبب سے فوت ہوا ہے' جس سے بچنا اور حفاظت ممکن ہے' مثلاً اسے قتل کردیا گیا یا اسے پتھر لگا یا اس پر دیوار گرگئی یا اس پر آسمانی بجلی گری' جس سے وہ ہلاک ہوگیا یا اسے سانپ نے ڈس لیا یا درندہ کھا گیا یا وہ دیوار یا پہاڑ سے گر کر مرگیا۔ ان تمام صورتوں میں ہمارے علمائے ثلثہ (امام اعظم ابوحنیفہ وامام

ابو یوسف وامام محمد) رحمہم اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق غاصب پر ضمان لازم ہوگی۔ امام زفر و امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک غاصب ضامن نہیں ہوگا۔ اس پر علماء کرام کا اتفاق ہے کہ اگر بچے نے خودکشی کر لی تو غاصب پر ضمان لازم نہیں ہوگی اور غلام غصب کرنے کی صورت میں غاصب بہر حال ضامن ہوگا' خواہ غلام ایسے سبب کی وجہ سے فوت ہوا ہو جس سے بچنا ممکن ہے یا ایسے سبب کی وجہ سے فوت ہوا ہو جس سے بچنا ممکن نہیں اور ''المنتقی'' میں ہے کہ اگر غاصب کے پاس اس کے فعل کے بغیر بچہ سردی یا گرمی کی وجہ سے فوت ہو گیا تو غاصب کی برادری پر دیت لازم ہوگی اور اگر غاصب سے وہ بچہ کسی اور نے چھین لیا اور یہ پتہ نہ چلا کہ بچہ زندہ ہے یا فوت ہو گیا تو غاصب پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی۔ امام زفر اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بچے کے غاصب پر اگر ان اسباب کی وجہ سے ضمان لازم ہو تو ضمان یا تو غصب کی وجہ سے لازم ہوگی یا بچے پر جنایت کرنے کی وجہ سے لازم ہوگی۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ غصب کی وجہ سے ضمان لازم ہو' کیونکہ آزاد کو غصب کرنے کی وجہ سے ضمان لازم نہیں ہوتی' جس طرح آزاد بالغ کا حکم ہے اور اسی طرح جب اپنی طبعی موت مر جائے تو ضمان لازم نہیں ہوتی۔ اگر غصب کی وجہ سے ضمان لازم ہوتی تو وہ ضامن ہوتا' جس طرح کہ غلام کو غصب کیا جائے (اور وہ طبعی موت مر جائے تو ضمان لازم ہوتی ہے) اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ جنایت کی وجہ سے ضامن ہو' کیونکہ جنایت یا تو غاصب کے ارتکاب کی وجہ سے ہوگی یا کسی سبب کی وجہ سے اور یہاں غاصب کی طرف سے بچے پر جنایت کا ارتکاب نہیں پایا گیا' کیونکہ جنایت کے ارتکاب کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کا فعل اپنے غیر کے ساتھ متصل ہو اور اس فعل کی وجہ سے ہلاکت پائی جائے' مثلاً زخمی کرنا اور مارنا وغیرہ اور یہاں بچے کے ساتھ جو فعل متصل ہے یعنی غصب اس کی وجہ سے بچے کی ہلاکت نہیں ہوئی۔ بچے کی ہلاکت تو محض سانپ کے ڈسنے سے ہوئی ہے اور جنایت کا ارتکاب نہیں پایا گیا' لہٰذا اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا اور یہاں سبب بھی نہیں پایا گیا' کیونکہ تسبیب کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے فعل کا اثر غیر کے ساتھ متصل ہو' حقیقت فعل متصل نہ ہو اور وہ غیر فعل کے اثر سے ہلاک ہوا اور یہاں یہ بات نہیں پائی گئی' کیونکہ غاصب کے فعل کا اثر تو یہ ہے کہ بچہ اس مکان میں موجود ہوا ہے' جہاں غاصب اسے اٹھا کر لے گیا ہے اور اس وجہ سے بچے کی ہلاکت نہیں ہوئی۔ ہلاکت تو محض درندے کے پھاڑنے کی وجہ سے ہوئی ہے اور اس سے لازم آتا ہے کہ مسبب پر ضمان واجب نہ ہو' جس طرح کوئی شخص کنویں میں گر گیا اور فوت

نہیں ہوا کہ اس پر دوسرا شخص گر پڑا اور یہ دوسرے آدمی کے گر جانے کی وجہ سے مر گیا تو کنواں کھودنے والے پر ضمان لازم نہیں ہوگی اور نیز اے احناف! تم خود قائل ہو کہ اگر اسے کسی آدمی نے قتل کر دیا تو غاصب پر ضمان لازم ہوگی' اگر غاصب کا غصب کر لینا بچے پر جنایت کا سبب ہوتا تو فعل کا ارتکاب کرنے والے کے ساتھ مسبب ضامن نہ ہوتا' جس طرح کنویں میں دھکا دینے والے کے ساتھ کنواں کھودنے والا ضامن نہیں ہوتا۔ یہ امام زفر اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کی تعلیل ہے اور یہ واضح ہے اور ہمارے مشائخ کرام رحمہم اللہ کی عبارات اس مسئلہ میں مختلف ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ غاصب پر محض غصب کی وجہ سے ضمان لازم ہوگی' جنایت کی وجہ سے نہیں۔

اور وہ کہتے ہیں کہ اختلاف اس بچے میں ہے جو اپنے متعلق بیان نہیں کر سکتا اور جو بچہ اپنے متعلق بیان نہیں کر سکتا' وہ ایک لحاظ سے غلام کے مشابہ ہے' کیونکہ غلام کی طرح اس پر قبضہ اور تصرف ثابت ہے اور ایک لحاظ سے وہ آزاد بالغ کے مشابہ ہے' کیونکہ وہ مال نہیں۔ ہم نے دونوں مشابہتوں پر عمل کیا ہے۔ غلام کے ساتھ من وجہ مشابہت کی بناء پر ہم نے کہا کہ اگر وہ ایسے سبب کی وجہ سے ہلاک ہوا' جس سے بچنا ممکن ہے تو غاصب ضامن ہوگا اور آزاد بالغ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ہم نے کہا کہ اگر وہ ایسے سبب کی وجہ سے ہلاک ہوا جس سے بچنا ممکن نہیں تو غاصب ضامن نہیں ہوگا' لہٰذا دونوں مشابہتوں کی رعایت ہوگئی۔ جن حضرات نے یہ عبارت ذکر کی ہے انہیں امام محمد رضی اللہ عنہ کے قول میں تخصیص کرنے کی حاجت نہیں' کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ نے یہ حکم بیان فرماتے ہوئے مطلقاً بچے کو غصب کرنے کا ذکر کیا ہے۔ یہ تفصیل نہیں فرمائی کہ بچہ اپنے متعلق بیان کر سکتا ہو یا بیان نہ کر سکتا ہو اور ان بعض مشائخ نے تفصیل کر دی ہے کہ اگر بچہ اپنے متعلق بیان نہ کر سکتا ہو تو ضمان واجب ہوگی اور اگر بیان کر سکتا ہو تو ضمان واجب نہیں ہوگی' لہٰذا ان حضرات نے ایسی تخصیص ثابت کر دی ہے' جس کا امام محمد رحمہ اللہ نے ذکر نہیں فرمایا اور ہمارے بعض مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ غاصب بچے پر جنایت کرنے کی وجہ سے ضامن ہوگا' غصب کی وجہ سے نہیں۔ پھر انہوں نے اختلاف کیا ہے کہ وہ غاصب جنایت کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے ضامن ہوگا یا سبب پیدا کرنے کی وجہ سے۔ بعض نے کہا کہ جنایت کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے ضامن ہوگا' کیونکہ اس نے بچے کو اس مکان کی طرف نقل

کر کے اسے ہلاک کرنے کا ارتکاب کیا ہے' کیونکہ ان اسباب کی وجہ سے ہلاکت تمام جگہوں میں نہیں پائی جاتی اور بچہ ان مہلکات سے اپنی حفاظت کرنے سے عاجز ہے۔ اس کا ولی ہی اس کی حفاظت کرتا ہے۔ غاصب نے جب بچے سے ولی کی حفاظت کو ختم کر دیا تو بچے کی ہلاکت کو حکماً غاصب کے غصب اور فعل کی طرف منسوب کیا جائے گا' لہٰذا غاصب حکماً بچے کے اتلاف کا مرتکب ہوا ہے' اگرچہ حقیقتاً اس کی طرف سے ارتکاب نہیں پایا گیا اور ضمان واجب کرنے کے لیے مباشرت حکمیہ (حکمی ارتکاب) ہی کافی ہے جیسا کہ مکرَہ اور قصاص کے گواہوں کی صورت میں یہ حکم ہے۔ جب غاصب کو حکماً مرتکب قرار دے دیا گیا ہے تو یہ غاصب اسی طرح ہو گیا کہ گویا خود اس نے سانپ کو بچے پر ڈال دیا ہے اور سانپ نے اسے ڈس لیا ہے یا اس نے خود بچے پر دیوار گرا دی ہے یا اسے درندے کے سامنے رکھ دیا ہے' حتیٰ کہ درندے نے اسے پھاڑ ڈالا ہے۔ جب اس طرح کی صورت ہو تو ضمان لازم ہوتی ہے' لہٰذا یہاں بھی ضمان لازم ہو گی اور اس قائل کو بچے کے متعلق امام محمد رحمہ اللہ کے قول میں تخصیص کی حاجت نہیں لیکن اگر بچہ بخار کی وجہ سے فوت ہو گیا تو پھر ضمان لازم نہیں ہو گی کیونکہ بخار کی وجہ سے فوت ہو جانا' غاصب کے غصب اور نقل کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اینما تکونوا یدرککم الموت. تم جہاں کہیں ہو موت تمہیں آئے گی۔ (النساء:۷۸)

اور بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ غاصب سبب پیدا کرنے کی وجہ سے ضامن ہو گا' فعل کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے ضامن نہیں ہو گا کیونکہ اس کی طرف سے ہلاک کرنے کے فعل کا حقیقۃً ارتکاب نہیں پایا گیا لیکن تسبب کی تعریف پائی گئی ہے اور تسبب یہ ہے کہ وہ اپنے فعل کا اثر بچے تک پہنچا دے اور بچے کی ہلاکت کی نسبت اس غاصب کے فعل کے اثر کی طرف درست ہوتی ہے' جس طرح ایک آدمی نے کنواں کھودا اور اس میں کوئی شخص گر کر ہلاک ہو گیا تو ہلاکت کنواں کھودنے والے کے فعل کے اثر یعنی گہرائی کے ساتھ دوسرے کے فعل کے واسطہ سے ملی ہوئی ہے اور دوسرے کے فعل سے چلنے والے کا فعل مراد ہے اور ہلاکت کی اضافت اس کے فعل کے اثر کی طرف درست ہے' لہٰذا غاصب مسبب بن گیا اور جب فعل کا ارتکاب کرنے والا ضامن نہ ہو تو مسبب ضامن ہوتا ہے' لیکن اگر آزاد بالغ کو غصب کر کے کسی جگہ منتقل کر دیا اور

ان مہلکات میں سے کوئی چیز اسے لاحق ہوئی (اور وہ ہلاک ہو گیا) تو غاصب ضامن نہیں ہوگا' کیونکہ ہلاکت کے فعل کا ارتکاب اور تسبیب والا مفہوم نہیں پایا گیا۔

ہلاکت کے فعل کا ارتکاب تو ظاہر ہے کہ نہیں پایا گیا اور تسبب بھی نہیں پایا گیا' کیونکہ ہلاکت کو غاصب کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا' اس لیے کہ بالغ ان ہلاک کرنے والے اسباب سے اپنی حفاظت خود کر سکتا ہے اور یہ اس چلنے والے آدمی کی طرح ہے کہ جسے کنویں کا علم ہو اور وہ کنویں میں گر جائے تو کنواں کھودنے والا ضامن نہیں ہوتا' لیکن نابالغ بچہ اس طرح نہیں' کیونکہ وہ اپنی حفاظت نہیں کر سکتا' جس طرح کہ پہلے یہ مسئلہ گزر چکا ہے۔

اور ہمارے اس مسئلہ کا بالغ کے مسئلہ پر قیاس ہے کہ اگر بالغ آدمی کو طوق ڈال دیا گیا یا بیڑیاں پہنا دی گئیں اور اسے ان مہلکات میں سے کوئی چیز لاحق ہو گئی جن سے بچنا ممکن ہے تو ضمان لازم ہو گی کیونکہ وہ آدمی اپنی حفاظت سے عاجز ہے۔ شیخ الاسلام نے اپنی شرح میں یہ مسئلہ اسی طرح ذکر فرمایا ہے۔ (والمبسوط ج ۲۶ ص ۱۸۶)

ایک آدمی نے کسی کو درندے کے سامنے پھینک دیا اور درندے نے اسے مار ڈالا تو پھینکنے والے کو موت تک قید کرنا لازم ہے

''المنتقی'' کی ''کتاب الجنایات'' میں ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر کسی آدمی نے ایک مرد کو باندھ کر درندے کے سامنے پھینک دیا اور درندے نے اسے مار ڈالا تو پھینکنے والے آدمی پر قصاص یا دیت لازم نہیں ہو گی لیکن اسے تعزیر کی جائے گی اور مارا جائے گا اور موت تک قید کیا جائے گا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اسے مرنے تک ہمیشہ قید میں رکھا جائے۔

اگر بچے کا کھانا روک دیا گیا اور وہ مر گیا تو ضمان لازم نہیں ہو گی

ہمارے اس بیان پر اگر اعتراض کیا جائے کہ اگر کسی آدمی نے کسی بچے کا کھانا روک دیا اور وہ بچہ مر گیا تو اس پر ضمان لازم نہیں ہوتی (حالانکہ آپ کے سابقہ بیان کی روشنی میں اسے موت تک قید کرنا واجب ہونا چاہیے تھا) لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ اعتراض لازم نہیں آئے گا' کیونکہ یہاں ضامن نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہلاکت والے فعل کا ارتکاب اور تسبب نہیں پایا

گیا کیونکہ ہلاکت تو بھوک سے ہوئی ہے اور بھوک کھانا روکنے والے فعل سے پیدا نہیں ہوئی بلکہ بھوک تو طبعی طور پر پیدا ہوئی ہے۔ اس لیے کہ بچے کو طبعی طور پر ہی بھوک لگتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کھانا نہ روکا جائے' پھر بھی بھوک لاحق ہو جاتی ہے' لہٰذا یہ اسی طرح ہو گیا جیسے کسی آدمی کو کسی جگہ قید کر دیا جائے اور وہ اسی جگہ طبعی موت سے فوت ہو جائے۔

بچہ دیوار وغیرہ پر ہے اور کسی آدمی نے اس کے پاس چیخ ماری' بچہ گھبرا کر گر گیا اور مر گیا تو کوئی چیز لازم نہیں ہوگی

ہمارے اس بیان پر یہ اعتراض بھی لازم نہیں آتا کہ اگر بچہ دیوار یا پہاڑ کی چوٹی پر ہے اور کسی آدمی نے اس کے پاس آ کر چیخ ماری۔ بچہ گھبرا کر گر گیا اور مر گیا تو وہ آدمی ضامن نہیں ہوتا۔ طحاوی علیہ الرحمۃ نے اپنی "مختصر" میں اس کی تصریح کی ہے (حالانکہ سابقہ بیان کی روشنی میں چاہیے تھا کہ اسے موت تک قید کرنا لازم ہوتا)' اس لیے کہ ہم کہتے ہیں کہ یہاں ضمان لازم نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ چیخنے والے کی طرف سے ہلاکت کے فعل کا ارتکاب اور تسبب نہیں پایا گیا کیونکہ یہ ہلاکت اس کے قول کا اثر ہے' اس کے فعل کا اثر نہیں' جس طرح ایک آدمی نے دوسرے کو کوئی ناپسندیدہ بات کہی اور وہ آدمی اس کے بعد مر گیا' تو یہ کہنے والا ضامن نہیں ہوگا کیونکہ ہلاک ہونے والے کے ساتھ اس آدمی کا قول متصل ہے فعل متصل نہیں۔ اس طریقہ کو اختیار کرنے والے بھی بچے کے بارے میں امام محمد رحمہ اللہ کے قول میں تخصیص کرنے کے محتاج نہیں' کیونکہ یہ کہتے ہیں کہ ضمان لازم نہیں آئے گی' چاہے بچہ اپنے متعلق بیان کر سکتا ہو یا بیان نہ کر سکتا ہو جس طرح کہ امام محمد رحمہ اللہ نے بھی اسے مطلق ذکر کیا ہے' لیکن بچے کے قتل یا اسے پتھر لگ جانے کے سلسلہ میں امام محمد رحمہ اللہ کا جو قول ہے کہ ضمان لازم ہوگی۔ اس میں یہ قائل تخصیص کا محتاج ہے کیونکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ امام محمد رحمہ اللہ کے قول کو اس صورت پر محمول کرے جب قتل ایسے آدمی سے صادر ہوا ہو جس کی جنایت (جرم) معتبر نہیں ہوتی کیونکہ اگر قتل ایسے شخص سے صادر ہو جس کی جنایت معتبر ہوتی ہے' مثلاً غاصب کے ہاتھ میں بچے کو کسی آدمی نے قتل کر دیا تو یہ قائل کہتا ہے کہ غاصب ضامن نہیں ہوگا کیونکہ غاصب سبب پیدا کرنے والا ہے اور جب فعل کا ارتکاب کرنے والے پر ضمان ممکن ہو تو سبب پیدا کرنے والے پر ضمان لازم نہیں ہوتی۔

جس طرح کہ کنویں میں دھکا دینے والے اور کنواں کھودنے والے کے متعلق حکم ہے (کہ دھکا دینے والا ضامن ہوگا لہٰذا کنواں کھودنے والا ضامن نہیں ہوگا) اسی طرح پکڑ کر رکھنے والے اور قاتل کے متعلق حکم ہے (کہ ایک آدمی نے کسی کو پکڑ کر رکھا اور دوسرے نے قتل کر دیا تو قتل کے مرتکب پر ضمان ہوگی' پکڑ کر رکھنے والے پر ضمان نہیں ہوگی)۔ یہ تمام بحث ''المحیط'' کی ''کتاب الجنایات'' کی تیرھویں فصل میں ہے۔

ان معانی کی شرح میں کامل غور وفکر کرنا چاہیے۔ میں نے ان میں سے جو کچھ ذکر کیا ہے وہ تو سمندر میں سے ایک قطرہ' طویل ترین ابحاث میں سے چند کلمات اور ہار کی لڑی میں سے چند موتی ہیں۔

آزاد بچے کو غاصب کے ہاتھ میں کسی نے قتل کر دیا' اس کا حکم میں نے اس مجموعہ کے مسائل غصب میں ''المنتقیٰ'' کی ''کتاب الغصب'' سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اگر کسی نے آزاد بچے کو غصب کر لیا اور غاصب کے ہاتھ میں اس بچے کو کسی آدمی نے خطاءً قتل کر دیا تو بچے کے اولیاء کو اختیار ہے کہ غاصب اور قاتل میں سے جس کی برادری کا چاہیں پیچھا کریں۔ اس کی مکمل تفصیل وہاں دیکھی جا سکتی ہے۔

''محیط'' میں ہے کہ ناطفی علیہ الرحمۃ نے بچے کے قریب چیخ مارنے کا مسئلہ دوسری صورت میں ذکر کیا ہے اور اس میں اختلاف کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ جو بچہ دیوار پر ہو' اس کے پاس کسی نے چیخ ماری اور وہ گر کر مر گیا تو امام اعظم ابوحنیفہ وامام ابو یوسف وامام زفر رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس پر کوئی چیز لازم نہیں اور ''نوادر ابن رستم'' میں ہے کہ اگر آدمی نے چیخ ماری اور کہا نہ گر اور بچہ گر گیا تو ضامن نہیں ہوگا اور اگر کہا: گر جا اور وہ گر گیا تو ضامن ہوگا' کیونکہ اس کا یہ کہنا کہ ''گر جا'' یہ اس بات کا امر ہے کہ وہ گرنے والا فعل کرے' لہٰذا یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ بچے کو کہا کہ اپنے آپ کو پانی میں یا آگ میں ڈال دے اور بچے نے ایسا کر لیا تو کہنے والا ضامن ہوگا' اسی طرح یہاں بھی ضامن ہوگا۔

مغصوب نے جب خودکشی کرلی یا کسی اور آدمی کو قتل کر دیا تو غاصب پر کوئی چیز لازم نہیں

اگر مغصوب بچے نے کسی آدمی کو قتل کر دیا تو غاصب پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر بچے نے خودکشی کرلی تو بالاتفاق غاصب پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی اور دلائل ''محیط'' میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

چار پایوں کی جنایات کے مسائل

کسی آزاد بچے کو جانور پر سوار کر کے چھوڑ دیا اور بچہ گر کر مر گیا تو ضمان واجب ہے بشرطیکہ سوار کروانے والا بچے کا ولی نہ ہو

کسی آدمی نے آزاد بچے کو چوپائے پر سوار کیا اور اسے کہا کہ اس جانور کو میرے لیے ٹھہرائے رکھنا اور سوار کرانے والا بچے کا ولی نہیں تھا اور بچہ سواری سے گر کر مر گیا تو سوار کرنے والا ضامن ہوگا' خواہ بچہ سواری پر جم کر بیٹھ سکتا ہو یا جم کر نہ بیٹھ سکتا ہو کیونکہ وہ آدمی بچے کو سواری پر سوار کر کے اسے غصب کرنے والا بن گیا ہے اور جب ہلاکت ایسے سبب سے ہو جس سے بچنا ممکن ہے تو اس صورت میں بچے کا غاصب ضامن ہوتا ہے اور سواری پر سوار ہونے کے بعد گرنے سے بچنا ممکن ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس آدمی نے بچے کو اپنے کام میں استعمال کیا ہے' یعنی اس کے ولی کی اجازت کے بغیر اس سے سواری ٹھہرانے والا کام لیا ہے (اور جس نے ولی کی اجازت کے بغیر بچے کو اپنے کام میں استعمال کیا اور اس وجہ سے بچہ ہلاک ہو گیا تو وہ آدمی ضامن ہوتا ہے) جس طرح کسی آدمی نے بچے کو کہا کہ اس درخت پر چڑھ کر میرے لیے پھل توڑ لا۔ بچہ درخت پر چڑھ کر مر گیا تو وہ آدمی ضامن ہوگا اور اگر کہا کہ اس درخت پر چڑھ کر پھل توڑ لا تا کہ ہم کھائیں اور بچہ چڑھ کر گر گیا اور مر گیا تو وہ ضامن نہیں ہوگا' کیونکہ آدمی نے اسے اپنے کام کے لیے استعمال نہیں کیا اور بچے کی دیت اس آدمی کی برادری پر واجب ہوگی' کیونکہ وہ آدمی

محض خطا کرنے والا ہے' اس لیے کہ اس کا مقصد تو بچے کو سواری پر سوار کرنا تھا' اسے ہلاک کرنا مقصود نہ تھا' لہٰذا وہ خطا کرنے والا ہوا اور شبہ عمد کی دیت برادری پر واجب ہوتی ہے' لہٰذا اس صورت میں بطریقِ اولیٰ برادری پر دیت واجب ہوگی۔

اس مسئلہ کی یہ تاویل اس صورت میں ہے' جب بچے کو سواری پر سوار کرایا ہو اور سواری کھڑی ہو' لیکن اگر سواری چل رہی ہو تو اس میں روایات مختلف ہیں۔ بعض نے کہا کہ جب سواری چلنے کی حالت میں بچہ گرا ہو تو وہ آدمی ضامن ہے۔ حاکم نے اپنی ''مختصر'' میں یہ مسئلہ اسی طرح ذکر فرمایا ہے۔ اس مسئلہ کی یہ تاویل اس صورت میں ہے جب سواری' سواری والے کے چلانے سے چل رہی ہو اور سواری کا چلنا اسی کی طرف منسوب ہو۔ چاہے بچہ سواری پر جم کر بیٹھ سکتا ہو یا جم کر نہ بیٹھ سکتا ہو' لیکن اگر سواری خود بخود چل رہی ہو تو اس پر کوئی ضمان نہیں کیونکہ اس صورت میں تلف کرنے والی سواری ہی ہے۔

لہٰذا (یہ خون) رائیگاں جائے گا (اور اس پر کوئی ضمان لازم نہیں ہوگی)۔ روایات میں مذکور ہے کہ اگر بچہ سواری سے گر گیا اور سواری کے جانور کو وہ خود ہی چلا رہا تھا اور آدمی نے تو سواری کے کھڑے ہونے کی حالت میں بچے کو اس پر سوار کیا تھا' پھر بچے نے خود سواری کو چلایا اور گر کر مر گیا تو مرد پر کوئی ضمان نہیں ہوگی کیونکہ سواری کا چلانا بچے کی طرف منسوب ہے' مرد کی طرف نہیں' لہٰذا یہ اسی طرح ہوگا جیسے مغصوب بچے نے خودکشی کر لی ہو اور اگر کھڑے ہوئے جانور پر بچے کو سوار کیا اور سواری کے جانور نے کسی آدمی کو روند ڈالا تو اگر جانور نے کھڑے ہونے کی حالت میں روندا ہو' پھر تو سوار کرانے والے پر ضمان لازم ہوگی اور یہ امر ظاہر ہے اور اگر جانور نے چلنے کے بعد روندا ہو تو پھر اگر سواری کا جانور بچے کے چلانے سے چلا ہو اور بچہ ایسا ہو کہ جو سواری کے جانور کو چلا سکتا ہے تو پھر بچے کی برادری پر دیت لازم ہوگی۔

اسی طرح اگر اس جانور نے کوئی مال ضائع کر دیا تو اس کی ضمان بچے کے مال میں لازم ہوگی اور اس آدمی پر کوئی شئی لازم نہیں ہوگی اور یہ اسی طرح ہوگا جیسے بچے کو کسی آدمی نے چھری پکڑا دی اور بچے نے خودکشی کر لی تو چھری پکڑانے والے پر کوئی ضمان لازم نہیں ہوگی اور یہ اسی طرح ہوگا جیسے بچے کو کسی نے خاص درخت پر چڑھنے کا حکم دیا اور وہ دوسرے درخت پر چڑھ گیا اور یہاں بھی اسی طرح ہے کہ آدمی نے تو بچے کو جانور ٹھہرا کر رکھنے کا حکم دیا ہے' اسے

چلانے کا حکم نہیں دیا اور یہ اسی طرح ہوگا جیسے بچے کو کسی نے چھری پکڑا کر کہا کہ اسے پکڑے رکھنا اور بچے نے اس چھری سے کسی آدمی کو قتل کر دیا تو بچے کی برادری پر دیت واجب ہوتی ہے اور بچے کی برادری، حکم دینے والے کی برادری کی طرف رجوع نہیں کر سکتی کیونکہ آدمی نے بچے کو قتل میں استعمال نہیں کیا، اس نے تو صرف چھری پکڑ کر رکھنے میں بچے کو استعمال کیا ہے اور اگر بچہ سواری پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا اور نہ ہی سواری کو چلا سکتا ہے اور کسی آدمی نے جانور کے کھڑا ہونے کی حالت میں بچے کو اس پر سوار کیا ہے، پھر وہ جانور چل پڑا ہے اور اس نے کسی آدمی کو روند ڈالا یا کوئی سامان ضائع کر دیا ہے تو نہ بچے پر ضمان ہوگی اور نہ سوار کرانے والے پر ضمان ہو گی، کیونکہ بچہ تو بوجھ کی طرح ہے اور آدمی نے جانور کو چلایا ہی نہیں، جانور تو خود بخود اپنے اختیار سے چل پڑا ہے لہٰذا یہ جانور چھوٹ کر بھاگنے والا ہے اور چھوٹ کر بھاگنے والے جانور سے کوئی زخمی وغیرہ ہو جائے تو وہ رائیگاں جاتا ہے اور اس پر کوئی ضمان لازم نہیں ہوتی، کیونکہ نبی پاک ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے: ''العجماء جبار'' جانور کا زخم رائیگاں ہے، اس پر کوئی ضمان لازم نہیں۔ (یہ حدیث پاک امام بخاری رحمہ اللہ نے ''کتاب الزکوٰۃ'، باب فی الرکاز الخمس'' میں اور امام مسلم رحمہ اللہ نے ''کتاب الحدود'' میں اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے حدیث: ۴۵۹۳ میں ذکر کیا ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جانور کسی کو زخمی کر دے یا کوئی چیز ضائع کر دے تو کوئی ضمان نہیں۔)

اس سے مراد یہ ہے کہ وہ جانور خود بخود چھوٹ کر بھاگنے والا ہو۔

کسی آدمی نے بچے کو گرمی یا سردی میں رکھ دیا اور وہ مر گیا تو دیت واجب ہوگی

حسن بن زیاد رحمہ اللہ نے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر کسی آدمی نے بچے کو باندھ کر دھوپ میں ڈال دیا اور وہ گرمی سے مر گیا یا اسے سردی کے دن سایے میں ڈال دیا اور وہ سردی سے مر گیا تو اس آدمی کی برادری پر دیت لازم ہوگی۔ اسی طرح اگر آدمی نے بچے کو باندھ کر درندے کے سامنے رکھ دیا اور درندہ اسے کھا گیا تو اس آدمی کی برادری پر دیت لازم ہوگی۔

کسی نے بچے کو غصب کر کے قتل کر دیا تو باپ کو اختیار ہے کہ دیت لے یا غاصب کو قتل کرے

اگر کوئی آدمی آزاد بچے کو غصب کر کے اپنے گھر لے گیا اور اسے قتل کر ڈالا تو بچے کے باپ کو اختیار ہے کہ چاہے تو غصب کی وجہ سے اس کی برادری سے دیت لے اور اگر چاہے تو اسے قتل کر دے اور اگر غاصب کے علاوہ کسی اجنبی نے اسے قتل کر دیا تو پھر بھی باپ کو اختیار ہے۔ اگر قاتل کو قتل کر دیا تو غاصب اور اس کی برادری بَری ہو جائے گی اور اگر غاصب کی برادری سے دیت لی تو وہ قاتل کے مال سے دیت کی قیمت لیں گے۔

آدمی نے بچے کو کسی کام کے لیے بھیج دیا اور بچہ مر گیا تو کوئی چیز لازم نہیں

''المنتقی'' میں ہے کہ اگر آدمی نے بچے کو حکم دیا کہ اس کے سواری والے جانور کو نہر سے پانی پلا کر لائے یا اسے کسی کام کے لیے بھیج دیا اور بچہ مر گیا یا قتل ہو گیا تو آدمی پر کوئی چیز لازم نہیں ہو گی۔ اگر وہ بچہ نہر میں ڈوب گیا یا اسے سواری نے مار ڈالا یا سانپ نے ڈس لیا تو حکم دینے والے آدمی کی برادری پر دیت لازم ہو گی۔

آدمی نے بچے کو جانور پر سوار کیا اور اس جانور نے کسی آدمی کو۔۔۔۔ ہلاک کر دیا

اگر کسی آدمی نے بچے کو اپنے ساتھ سواری کے جانور پر سوار کر لیا اور جانور نے کسی آدمی کو روند ڈالا تو اس کی دو صورتیں ہوں گی۔ اگر بچہ سواری پر جم کر بیٹھ سکتا ہے تو مقتول کی دیت دونوں کی برادری پر لازم ہو گی' کیونکہ سواری کا چلنا دونوں کی طرف منسوب ہے اور یہ اسی طرح ہو گا' جیسے کسی بالغ آدمی کو سواری پر اپنے پیچھے سوار کیا ہو اور مرد پر کفارہ لازم ہو گا' کیونکہ وہ اس آدمی کے قتل کا مباشر اور مرتکب ہے اور جو آدمی کسی کے قتل کا مباشر اور مرتکب ہو تو اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی اس پر کفارہ لازم ہو گا اور بچے پر کوئی گناہ لازم نہیں ہو گا کیونکہ بچہ اس کا اہل ہی نہیں اور اگر بچہ سواری پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تو مقتول کی مکمل دیت اس آدمی پر لازم ہو گی اور بچہ سواری پر رکھے ہوئے کپڑے کی طرح ہو گا۔ اگر جانور نے کسی آدمی کو کاٹ لیا اور ہلاک کر دیا یا کسی آدمی کا سامان ضائع کر دیا تو اس مسئلہ کے جواب میں مذکورہ بالا

تفصیل ہے۔

پھر اگر بچہ سواری پر جم کر بیٹھ سکتا ہے تو بچے کی برادری اس آدمی کی برادری کی طرف کسی چیز کے لیے رجوع نہیں کرے گی' کیونکہ اگر رجوع کیا تو وہ محض اس لیے رجوع کرے گی کہ وہ آدمی بچے کو جانور پر سوار کر کے غاصب ہو گیا ہے یا بچے کو سواری چلانے کا حکم دے کر غاصب ہو گیا ہے۔ پہلی وجہ تو نہیں ہو سکتی' کیونکہ بچے کے فعل سے جو کچھ ضائع ہو' آزاد بچے کا غاصب اس کا ضامن نہیں ہوتا' مثلاً اگر بچے نے خودکشی کر لی یا کسی دوسرے آدمی کو قتل کر دیا تو غاصب ضامن نہیں ہوتا' اسی طرح یہاں بھی ضامن نہیں ہو گا اور دوسری وجہ بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ اس آدمی نے بچے کو سواری چلانے کا حکم دیا ہے' سواری کے ذریعے کسی کو روندڈالنے کا حکم نہیں دیا اور ہم اس سے قبل بطور استشہاد ذکر کر چکے ہیں کہ اگر کسی نے بچے کو کہا کہ اس درخت پر چڑھ جا اور میرے لیے پھل توڑ لا اور بچہ درخت پر چڑھ کر گر گیا تو حکم دینے والے کی برادری پر دیت لازم ہو گی۔ اسی طرح اگر آدمی نے بچے کو لاٹھی یا کوئی ہتھیار دیا کہ اسے میرے لیے پکڑ کر رکھنا اور کوئی حکم نہ دیا اور بچہ اس سے ہلاک ہو گیا۔ ہلاک ہونے سے یہ مراد نہیں کہ بچے نے خودکشی کر لی کہ اس صورت میں تو دینے والے پر ہی الزام ہو گا بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ لاٹھی وغیرہ بچے کے ہاتھ سے گر کر بدن کے کسی حصے پر جا لگی اور بچہ ہلاک ہو گیا۔ اسی طرح بچے کو ولی کی اجازت کے بغیر کوئی چیز اٹھانے یا لکڑی توڑنے کا حکم دیا اور بچہ اس سے ہلاک ہو گیا تو وہ آدمی ضامن ہو گا اور اگر آدمی نے بچے کو یہ نہ کہا کہ اسے میرے لیے پکڑ کر رکھنا اور پھر بچہ اس ہتھیار سے ہلاک ہو گیا تو اس مسئلہ میں مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے۔

اسی طرح اگر بچے کو کہا کہ اس درخت پر چڑھ جا اور کچھ نہ کہا یا کہا کہ اپنے لیے پھل توڑ لا اور بچہ درخت سے گر گیا تو اس میں بھی مشائخ رحمہم اللہ کا اختلاف ہے اور ہم نے مسائل غصب میں ذکر کیا ہے کہ دونوں مسئلوں میں مختار یہی ہے کہ ضمان لازم ہو گی اور اس کا کچھ بیان اس فصل کے آخر میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

غلام لکڑیاں کاٹ رہا تھا کہ اس کی آنکھ پھوٹ گئی تو لکڑیوں والے پر کوئی چیز لازم نہیں ہو گی

جس غلام کو تصرفات کی اجازت نہیں' اس کے سامنے کسی نے لکڑیاں رکھ دیں اور اسے

کوئی حکم نہ دیا اور غلام لکڑیاں کاٹنے لگا کہ لکڑی کا ایک ٹکڑا غلام کی آنکھ میں جا لگا اور اس کی آنکھ ضائع ہو گئی تو لکڑیوں والے آدمی پر کوئی چیز لازم نہ ہو گی۔ یہ تمام بحث "المحیط" کی "کتاب الجنایات" کی تیرھویں فصل میں ہے۔

صاحب المحیط کے فتاویٰ متفرقہ کی "کتاب الغصب" میں ہے کہ بعض شہروں سے یہ فتویٰ آیا کہ ایک آدمی لکڑیاں کاٹ رہا تھا کہ کسی آدمی کا غلام آ گیا اور کہا کہ لکڑی مجھے دے میں کاٹتا ہوں' آدمی نے دینے سے انکار کر دیا۔ غلام نے اصرار کر کے اس سے کلہاڑا پکڑ لیا اور کچھ لکڑیاں کاٹیں۔ پھر کہا: اور لکڑیاں لا' میں کاٹتا ہوں۔ وہ آدمی لکڑیاں لے آیا اور غلام نے لکڑیاں کاٹیں اور کاٹی ہوئی کوئی لکڑی اس کی آنکھ میں جا لگی اور اس کی آنکھ ضائع ہو گئی تو لکڑیوں والے آدمی پر کوئی چیز لازم نہ ہو گی کیونکہ لکڑیوں والے نے تو غلام کو لکڑیاں کاٹنے کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ ہی اسے کسی کام میں لگایا تھا۔ غلام نے محض اپنے اختیار سے یہ کام کیا تھا' لہٰذا وہ آدمی ضامن نہیں ہو گا۔ غلام کے غصب کے مسائل اور دوسرے کے غلام کو اپنے کام میں لگانے کے مسائل ہم نے "فصل الضمان" میں ذکر کر دیے ہیں۔

بچے کی دیوار کسی آدمی پر جا گری اور وہ ہلاک ہو گیا تو بچے پر ضمان لازم ہے

"زیادات" میں مذکور ہے کہ کسی نابالغ بچے کی دیوار جھک گئی۔ اس کے باپ یا وصی سے دیوار توڑنے کا مطالبہ کر کے گواہ قائم کر لیے گئے اور اس نے وہ دیوار نہ توڑی حتیٰ کہ وہ گر گئی اور اس سے کوئی چیز ضائع ہو گئی تو بچے پر ضمان واجب ہو گی اور باپ یا وصی پر کوئی چیز لازم نہ ہو گی' چاہے انہوں نے دیوار توڑنے میں کوتاہی کی ہے یا نہیں اور اگر دیوار نہ گری حتیٰ کہ وہ بچہ بالغ ہو گیا پھر وہ دیوار گر گئی اور اس سے کوئی آدمی قتل ہو گیا یا باپ یا وصی فوت ہو گیا' پھر دیوار گری تو کسی پر ضمان لازم نہ ہو گی کیونکہ گواہ قائم کرنے کا حکم باطل ہو گیا ہے' اس لیے کہ باپ اور وصی کی ولایت' باپ اور وصی کی موت سے اور بچے کے بالغ ہونے سے ختم ہو گئی ہے اور اگر بچے پر اس حالت میں کچھ عرصہ گزر گیا پھر دیوار کسی آدمی پر گری تو اس کی دیت بچے کی برادری پر ہو گی۔

جب بچے کے گھر سے شہتیر باہر نکالا اور اس سے کوئی نقصان ہو گیا تو وصی اور وکیل پر ضمان واجب ہے

بشر رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے اپنے بچے کے گھر سے کوئی شہتیر وغیرہ باہر نکالا یا کسی آدمی کے وکیل نے اس آدمی کے گھر میں ایسا کیا اور اس سے کوئی نقصان ہو گیا تو وصی اور وکیل پر ضمان لازم ہے' کیونکہ ان دونوں کا فعل بچے اور مؤکل کے فعل کے قائم مقام ہے' لہٰذا مؤکل اور بچہ جرم کرنے والے ہوں گے۔

جنین کے مسائل

(بچہ جب تک ماں کے رحم میں رہے' جنین کہلاتا ہے)

کسی آدمی نے عورت کے پیٹ پر ضرب لگائی' اس نے مردہ بچہ گرا دیا تو آدمی پر غرہ واجب ہے

اگر کسی آدمی نے عورت کے پیٹ پر ضرب لگائی اور عورت نے مردہ بچہ گرا دیا تو مارنے والے پر ایک غرہ لازم ہے اور غرہ غلام یا لونڈی ہے' جس کی قیمت پانچ سو درہم ہے اور یہ استحسان (قیاس خفی) ہے اور ہمارے علماء کرام رحمہم اللہ کا اسی پر عمل ہے اور قیاس کا تقاضا ہے کہ کوئی چیز واجب نہ ہو اور امام زفر رحمہ اللہ کا یہی قول ہے اور اس میں مذکر و مؤنث برابر ہیں کیونکہ اس بارے میں آثار مطلق ہیں (ان میں مذکر یا مؤنث کا ذکر نہیں) اور مارنے والے پر کوئی کفارہ لازم نہیں۔

''الفوائد المسموعۃ'' میں ہے کہ اگر آدمی نے کسی عورت کے پیٹ پر مارا اور عورت نے مردہ بچہ گرا دیا تو مارنے والے پر غرہ لازم ہے اور یہ حکم چار ماہ کے بعد کا ہے کہ جب ماں کے پیٹ کے اندر بچے میں روح پھونک دی جاتی ہے اور اگر چار ماہ سے کم ہو تو کوئی چیز واجب نہیں۔

بچے میں روح پھونکے جانے سے پہلے حمل ساقط کروانے کا حکم

کیا روح پھونکے جانے سے پہلے بچے کو ساقط کرا دینا مکروہ ہے؟ عام مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ مکروہ نہیں اور صاحب محیط نے اسی کا فتویٰ دیا ہے۔ امام علی قمی نے کہا کہ مکروہ ہے اور ابوبکر محمد بن فضل رحمہ اللہ نے اسی کا فتویٰ دیا ہے۔

جنین کے ماں کے پیٹ سے مردہ یا زندہ جدا ہونے پر مرتب ہونے والے احکام

جنین اگر ماں کے پیٹ سے مردہ حالت میں جدا ہوا تو اسے دوسرے بندوں کے حق میں اور بعض احکام کے حق میں علیحدہ اولاد اور نفس اعتبار کیا جائے گا' حتیٰ کہ لونڈی اس بچے کے پیدا ہونے سے ام ولد بن جائے گی اور عورت اس کی وجہ سے نفاس والی ہو جائے گی اور عدت والی عورت کے لیے اس کے پیدا ہونے سے شادی حلال ہو جائے گی اور اپنی ذات کے حق میں اسے ماں کا ایک عضو ہی قرار دیا جائے گا' حتیٰ کہ اس کا نہ نام رکھا جائے گا' نہ وہ وارث بنے گا' اسی طرح حقوق اللہ کے لحاظ سے بھی اسے ماں کا ایک عضو ہی قرار دیا جائے گا حتیٰ کہ اس پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اور کفارہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے' لہٰذا کفارہ کے حق میں اسے ایک عضو کی طرح قرار دیا جائے گا اور کسی عضو کے تلف کرنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا اور اگر جنین ماں کے پیٹ سے زندہ حالت میں نکلا' پھر فوت ہو گیا تو مارنے والے پر کامل دیت اور کفارہ لازم ہو گا اور اس زندہ پیدا ہونے والے بچے کو اس کے اپنے حق میں اور غیر کے حق میں چاہے اللہ تعالیٰ کا حق ہو یا بندے کا حق ہو' علیحدہ ذات اور اولاد قرار دیا جائے گا اور اس کی نمازِ جنازہ ادا کی جائے گی اور اس کا نام رکھا جائے گا اور وہ وارث بنے گا اور اس کی وجہ سے لونڈی ام ولد بن جائے گی اور اس کی وجہ سے عورت کی عدت پوری ہو جائے گی اور جنین کا بدل اس کے ورثاء کے درمیان اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حصوں کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر جنین مردہ حالت میں ماں کے پیٹ سے جدا ہوا تو جو غرہ لازم ہو گا یعنی پانچ سو درہم' وہ ورثاء کے مابین ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا اور مردہ پیدا ہونے والا بچہ دوسرے کا وارث نہیں بنے گا' کیونکہ وارث بننا اس کا حق ہے اور اپنے حق کے لحاظ سے اسے ماں کا ایک عضو ہی اعتبار کیا گیا ہے۔

اگر جنین کی ماں ضرب سے فوت ہوگئی تو غرہ واجب نہیں ہوگا

اگر ماں ضرب سے فوت ہوگئی' پھر جنین مردہ حالت میں پیٹ سے باہر نکلا تو جنین کے عوض غرہ لازم نہیں ہوگا۔ (المبسوط ج ۲۶ ص ۹۰)

لیکن اگر ماں کے زندہ ہونے کی حالت میں بچہ باہر نکلا پھر اس کے بعد ماں فوت ہوگئی یا فوت نہ ہوئی تو اس صورت میں جنین کے عوض غرہ لازم ہوگا اور اگر ماں ضرب سے فوت ہوگئی تو مارنے والے پر تین سال میں ماں کی دیت ادا کرنا لازم ہوگا۔ اگر ماں کے پیٹ میں دو بچے ہوں۔ ان میں سے ایک ماں کی موت سے پہلے نکلا اور دوسرا ماں کی موت کے بعد نکلا اور دونوں ہی پیٹ سے نکلتے وقت مردہ تھے تو ماں کی موت سے پہلے نکلنے والے بچہ میں غرہ واجب ہوگا اور بعد میں نکلنے والے بچے میں غرہ واجب نہیں ہوگا اور اگر دونوں ہی ماں کی موت کے بعد مردہ حالت میں نکلے تو دونوں میں غرہ واجب نہیں ہوگا اور پہلا بچہ جو ماں کی موت سے پہلے نکلا تو وہ اپنی ماں کی دیت سے کسی چیز کا وارث نہیں ہوگا کیونکہ اگر وہ زندہ ہونے کی حالت میں پیٹ سے باہر نکلتا' پھر ماں کے فوت ہونے سے پہلے مر جاتا تو ماں کی دیت سے کسی چیز کا وارث نہ ہوتا۔ لہٰذا جب وہ مردہ ہونے کی حالت میں باہر نکلا ہے تو پھر بطریق اولیٰ وارث نہیں ہوگا اور ماں اس کی وارث ہوگی' وجہ وہی ہے جو ہم نے بیان کر دی ہے اور دوسرا بچہ جو ماں کی موت کے بعد پیٹ سے باہر نکلا ہے وہ کسی کا وارث نہیں ہوگا' کیونکہ وہ مردہ ہونے کی حالت میں جدا ہوا ہے اور اس کا بھی کوئی وارث نہیں ہوگا' کیونکہ اس بچے کے لیے کوئی چیز واجب نہیں ہوئی اور اگر وہ بچہ جو ماں کی موت کے بعد پیٹ سے باہر نکلا ہے' زندہ تھا پھر فوت ہوا تو اس میں کامل دیت لازم ہوگی اور یہ بچہ اپنی ماں کی دیت کا بھی وارث ہوگا اور ماں نے اس کے بھائی کی میراث سے جو کچھ حاصل کیا ہے' اس کا بھی وارث ہوگا کیونکہ یہ اپنی ماں کی موت کے وقت زندہ تھا' لہٰذا اپنی ماں کے ترکہ کا وارث ہوگا اور اس کی ماں کا ترکہ ماں کی دیت ہے اور وہ مال ہے' جو ماں نے اس کے بھائی کی میراث سے حاصل کیا ہے اور کیا یہ جنین پہلے جنین کا وارث ہوگا؟ اس میں تفصیل ہے کہ اگر باپ زندہ ہوا تو یہ وارث نہیں ہوگا کیونکہ باپ بھائی کے لیے حاجب ہوتا ہے (کہ باپ کی موجودگی میں بھائی وراثت سے محروم ہوتا ہے) اور اگر باپ زندہ

نہ ہوا تو وارث ہوگا۔ یہ احکام اس صورت میں ہیں جب آزاد عورت کے پیٹ پر کسی نے مارا اور اس عورت نے مردہ بچہ گرا دیا۔

کسی نے لونڈی کے پیٹ پر مارا اور اس نے مردہ بچہ گرا دیا

اگر کسی نے لونڈی کے پیٹ پر مارا اور لونڈی نے مردہ بچہ گرا دیا اور ماں زندہ ہے تو دیکھا جائے گا' اگر یہ حمل والا بچہ آزاد ہوا کہ وہ اس لونڈی کے مولیٰ کا حمل ہے تو غرہ واجب ہے' چاہے وہ بچہ مذکر ہو یا مؤنث اور اگر وہ غلام ہوا تو ظاہر روایت میں مذکور ہے کہ پھر دیکھا جائے گا کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو ماں کے پیٹ سے جدا ہونے کے وقت وہ جس حالت میں تھا' اس حالت میں اس کی کیا قیمت ہوتی؟ تو اگر وہ لڑکا ہے تو اس کی قیمت کا بیسواں حصہ واجب ہوگا اور اگر لڑکی ہے تو اس کی قیمت کا دسواں حصہ واجب ہوگا۔

اور حسن بن زیاد رحمہ اللہ کی امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مارنے والا ولادت والے نقصان کا ضامن ہوگا اور اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام محمد رحمہما اللہ اور امام ابو یوسف و امام زفر رحمہما اللہ کے درمیان جو کلام ہے یہ دراصل ایک دوسرے مسئلہ کی فرع ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک غلاموں پر خطاءً جنایت آزاد لوگوں پر جنایت کی طرح ہے' حتیٰ کہ اس جنایت کا موجب' دیت سے زائد نہیں ہوگا اور اسے برادری برداشت کرے گی۔

مذکر یا مؤنث جنین کی دیت کی مقدار

آزاد جنین میں غرہ لازم ہے۔ اگر جنین لڑکا ہو تو غرہ دیت کا بیسواں حصہ ہے اور اگر لڑکی ہو تو دیت کا دسواں حصہ ہے اور ''ہدایہ'' میں مذکور ہے کہ آزاد جنین اگر لڑکا ہو تو اس میں دیت کا بیسواں حصہ لازم ہے اور اگر لڑکی ہو تو دیت کا دسواں حصہ لازم ہے' اور دونوں میں سے ہر ایک پانچ سو درہم کی مقدار بنتے ہیں' کیونکہ عورت کی دیت' مرد کی دیت کا نصف ہے (مرد کی دیت دس ہزار درہم ہوتی ہے' جس کا بیسواں حصہ پانچ سو درہم ہے اور عورت کی دیت پانچ ہزار ہوتی ہے' جس کا دسواں حصہ پانچ سو درہم ہوتا ہے)۔

اور لونڈی کے جنین میں اس کا حساب اس کی قیمت سے لگایا جائے گا کیونکہ غلاموں میں

قیمت' چوپایوں میں جنایت کی طرح ہوتی ہے اور جس نے کسی چارپائے کے پیٹ پر مارا اور اس نے مردہ بچہ گرادیا تو وہ آدمی اس جنین میں کسی چیز کا ضامن نہیں ہوگا' اگر ولادت کی وجہ سے نقصان ہوا تو اس نقصان کا ضامن ہوگا اور یہاں بھی یہی حکم ہوگا۔

اس کی مکمل تفصیل ''المحیط'' کی ''کتاب الجنایات'' میں ہے۔

اور لونڈی کے جنین میں جو کچھ واجب ہوگا' وہ مارنے والے پر واجب ہوگا اور اسی کے مال سے ادا کیا جائے گا' کیونکہ برادری پر دیت کا وجوب نص سے خلاف قیاس ثابت ہے اور نص میں تو آزاد عورت کے جنین میں برادری پر دیت کے وجوب کا ذکر ہے (لہٰذا یہ نص خلاف قیاس ہونے کی بناء پر اپنے مورد پر بند رہے گی اور لونڈی کے جنین کی طرف یہ حکم متعدی نہیں ہو گا) اور لونڈی کے جنین میں اصل قیاس پر عمل کیا جائے گا۔

کسی آدمی نے لونڈی کے پیٹ پر مارا اور اس نے زندہ بچہ گرادیا' پھر وہ بچہ مرگیا

''المنتقی'' میں ہے کہ اگر کسی آدمی نے لونڈی کے پیٹ پر مارا اور اس نے زندہ بچہ گرادیا اور وہ مرگیا اور ولادت کی وجہ سے لونڈی کی قیمت میں نقصان آگیا تو مارنے والے پر اس کے مال سے جنین کی موجودہ حالت والی قیمت لازم ہوگی' اگر اسی سے ولادت والا نقصان پورا ہوگیا تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی اور اگر نقصان پورا نہ ہوا تو اس پر نقصان پورا کرنا لازم ہے۔

اور ''المنتقی'' میں یہ بھی ہے کہ کسی آدمی نے لونڈی کے پیٹ پر مارا اور وہ مرگئی تو سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مارنے والے پر لونڈی کی قیمت تین سال میں ادا کرنا لازم ہوگی۔

کسی آدمی نے اپنی بیوی کے پیٹ پر مارا اور اس نے مردہ بچہ گرادیا

اگر کسی آدمی نے اپنی بیوی کے پیٹ پر مارا اور اس نے مردہ بچہ گرادیا تو ''الجامع الصغیر'' میں مذکور ہے کہ بچے کے باپ (یعنی مارنے والے آدمی) کی برادری پر غرہ لازم ہوگا اور وہ باپ اس بچے کا وارث نہیں ہوگا' کیونکہ باپ نے اس بچے کے قتل کا ارتکاب کیا ہے اور قتل کا مرتکب وارث نہیں ہوتا' اگرچہ وہ قتل خطاہی ہو اور باپ پر کفارہ لازم نہیں ہوگا' وجہ وہی ہے جو ہم

نے بیان کر دی ہے اور "المنتقی" میں ہے کہ کسی آدمی نے اپنی بیوی کے پیٹ پر مارا اور اس نے زندہ بچہ گرا دیا' پھر بچہ مر گیا' پھر عورت نے مردہ بچہ گرا دیا' پھر اس کے بعد ماں بھی فوت ہو گئی اور مارنے والے آدمی کے اس عورت کے علاوہ دوسری بیوی سے بھی بیٹے ہیں اور اس بیوی سے صرف یہی اولاد ہے جو مارنے کے وقت پیدا ہوئی ہے اور اس عورت کے باپ کی طرف سے شریک بھائی ہیں' تو اس صورت میں باپ کی برادری پر اُس بچے کی دیت لازم ہو گی جو زندہ پیدا ہوا ہے اور پھر مر گیا ہے اور ماں اس بچے کی وراثت سے چھٹا حصہ لے گی اور باقی جو مال بچے گا وہ اس بچے کے باپ شریک بھائیوں کو ملے گا اور جو بچہ مردہ ساقط ہوا ہے' اس میں باپ کی برادری پر پانچ سو درہم کا غرہ لازم ہو گا اور اس میں سے ماں کو چھٹا حصہ ملے گا اور باقی اس بچے کا ہو گا جو زندہ پیدا ہوا ہے اور اس زندہ بچے کے حصہ سے بھی ماں چھٹے حصہ کی وارث بنے گی کیونکہ جو بچہ زندہ ساقط ہوا ہے' اس کے تمام ترکہ کا چھٹا حصہ ماں کے لیے ہے اور ماں وراثت سے جتنا مال حاصل کرے گی' وہ اس کے بھائیوں کو ملے گا اور زندہ بیٹا محض میت کے غرہ کا وارث ہو گا' کیونکہ غرہ مارنے سے ہی واجب ہوا ہے اور اس وقت وہ بیٹا زندہ تھا اور "المنتقی" میں ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ و امام ابویوسف و امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر آدمی نے اپنی بیوی کے پیٹ پر مارا اور اس نے جنین گرا دیا تو آدمی پر کفارہ لازم نہیں اور نہ ہی وہ وارث بنے گا اور اگر عورت نے ایسا مردہ بچہ گرایا' جس کی خلقت سے کچھ یا اس کے ناخن ظاہر ہو چکے تھے' پھر وہ عورت مارنے کی وجہ سے فوت ہو گئی' پھر اس عورت نے زندہ بچہ گرایا اور وہ بچہ فوت ہو گیا تو پہلے بچہ میں غرہ لازم ہو گا اور ماں میں دیت لازم ہو گی اور دوسرے بچے میں کامل دیت لازم ہو گی۔

کسی عورت نے خاوند کی اجازت کے بغیر اپنا بچہ گرا دیا تو اس پر غرہ لازم ہو گا

"زیادات" میں ہے کہ کسی آدمی نے دوسرے سے لونڈی خریدی اور اس پر قبضہ کر لیا' پھر خریدنے والے نے اس لونڈی سے وطی کی اور وہ حاملہ ہو گئی' پھر لونڈی نے حمل ساقط کرنے کے لیے جان بوجھ کر اپنے پیٹ پر کوئی چیز ماری اور مردہ بچہ گرا دیا یا عمداً حمل ساقط کرنے والی

کوئی دوا پی لی یا اپنی فرج میں کوئی ایسا فعل کیا جس سے بچہ ساقط ہو گیا اور کسی آدمی نے گواہوں کے ذریعے لونڈی پر استحقاق ثابت کر دیا اور قاضی نے مستحق کے لیے لونڈی کا اور خریدار کے لیے عقر کا فیصلہ کر دیا (جو مال شبہ کے ساتھ کی گئی وطی کے عوض واجب ہو وہ عقر کہلاتا ہے) تو اس صورت میں خریدار کو کہا جائے گا کہ تیری لونڈی نے اپنا بچہ قتل کیا ہے اور یہ بچہ اس آدمی کا ہے اور یہ بچہ آزاد ہے کیونکہ یہ دھوکہ کھائے ہوئے شخص کا بچہ ہے اور دھوکہ کھائے ہوئے شخص کا بچہ آزاد ہوتا ہے اور جنین کی وجہ سے غرہ کی ضمان لازم ہے' لہٰذا تو اپنی لونڈی دے یا آزاد جنین کا غرہ دے کر اپنی لونڈی چھڑوا لے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے لونڈی کے معاملہ میں قصد وارادہ شرط قرار دیا ہے کہ لونڈی کا مقصود اسقاطِ حمل ہو' کیونکہ لونڈی بچے کی ہلاکت کا ارتکاب کرنے والی نہیں' وہ تو مسبب بن رہی ہے اور سبب بننے سے ضمان تب ہی لازم ہوتی ہے' اگر قصد پایا جائے' لہٰذا امام محمد رحمہ اللہ نے یہ شرط قرار دے دیا کہ لونڈی اسقاطِ حمل کا قصد کرے تاکہ وہ سبب بننے میں تعدی اور زیادتی کرنے والی ہو جائے۔

اسی کے مطابق اگر آزاد عورت نے خود بخود ایسا کیا ہو تو اس کی برادری پر دیت لازم ہو گی' لیکن شرط یہ ہے کہ اس نے جان بوجھ کر یہ فعل کیا ہو۔ وجہ وہی ہے جو ہم نے بیان کر دی ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جب اس نے اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اور اپنے مولیٰ کی اجازت کے بغیر ایسا کیا ہو' اگر اجازت سے کیا ہو تو کوئی ضمان لازم نہیں اور ابوالقاسم سے سوال ہوا کہ ایک عورت نے دوا پی لی اور مردہ بچہ گرا دیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس عورت پر غرہ لازم نہیں ہے۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے' جب اس نے ایسی دوا پی ہو جس سے بچے کا سقوط لازم نہیں ہوتا اور نہ ہی عورت کا مقصد یہ ہو اور ابوبکر رحمہ اللہ نے اس صورت کے علاوہ میں کہا ہے کہ اگر عورت نے کچا بچہ گرا دیا تو اس پر محض توبہ واستغفار لازم ہے اور اگر جنین گرایا ہو تو غرہ لازم ہے۔ اس کی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے' جب عورت نے اسقاطِ حمل والی دوا پی ہو اور اس کا مقصد ہی اسقاطِ حمل ہو اور "فتاویٰ ابواللیث" میں ہے کہ عورت نے کچھ پیا اور مردہ بچہ گرا دیا یا کوئی بوجھ اٹھایا اور مردہ بچہ گرا دیا تو اس کی برادری پر پانچ

سو درہم لازم ہیں اور وہ ایک سال میں حمل کے وارث کو ادا کرنا ہوں گے' خواہ وارث باپ ہو یا کوئی اور ہو اور اگر اس عورت کی برادری نہیں تو اسی کے مال سے ادا کیے جائیں گے۔ یوسف بن عیسیٰ رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کی تاویل وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے یعنی عورت کا مقصد اسقاطِ حمل ہو۔

اور ''المنتقی'' میں ایک مجہول روایت ہے کہ کسی عورت نے دوا پی کر بچہ گرا دیا اور وہ دوا اس نے بچے کے اسقاط کے لیے نہیں پی تھی' کسی اور غرض کے لیے پی تھی تو اس عورت پر غرہ لازم ہے اور امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول میں اس پر کفارہ لازم نہیں اور نہ ہی وہ اس بچے کی وارث بنے گی اور بعض نے کہا کہ اس پر کفارہ لازم ہے اور یہ جواب ''زیادات'' والے جواب کے خلاف ہے۔

خلع کرا لینے والی عورت نے عدت ساقط کرنے کے لیے اپنے فعل سے بچہ گرا دیا تو اس پر غرہ واجب ہے

''فتاویٰ نسفی'' میں ہے کہ خلع کرا لینے والی عورت حاملہ ہے اور اس نے اپنی عدت ساقط کرنے کے لیے حیلہ کیا اور اپنا بچہ گرا دیا تو اگر بچہ اپنے فعل سے ساقط کیا ہو تو اس عورت پر غرہ لازم ہے اور وہ غرہ خاوند کو ملے گا۔

کسی آدمی نے حاملہ عورت کے پیٹ پر مارا جس سے پیٹ میں عورت کے بچہ کا ہاتھ کٹ گیا تو اس آدمی کی برادری پر نصف دیت کا وجوب

''کتاب العیون'' میں ہے کہ ایک آدمی نے کسی حاملہ عورت کے پیٹ پر مارا اور عورت کے پیٹ میں جو بچہ ہے' اس کے ہاتھ کو نقصان پہنچا اور اس کا ہاتھ کٹ گیا' پھر بچہ پیدا ہوا تو مارنے والے کی برادری پر نصف دیت ہے کیونکہ یہ خطاء ہے۔

کسی آدمی نے لونڈی خریدی اور اس پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ ضرب کی وجہ سے لونڈی کا بچہ ساقط ہو گیا

کسی آدمی نے حاملہ لونڈی خریدی اور اس پر قبضہ نہیں کیا تھا اور اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے' اسے آزاد کر دیا' پھر کسی آدمی نے لونڈی کے پیٹ پر مارا اور اس نے مردہ بچہ گرا دیا تو

خریدار کو اختیار ہے' چاہے تو پوری قیمت کے ساتھ لونڈی لے لے اور جرم کرنے والے کا پیچھا کرے اور اس سے آزاد کا تاوان لے اور زیادتی اس کے لیے جائز ہوگی اور چاہے تو لونڈی میں بیع ختم کر دے اور قیمت میں بچے کا جو حصہ بنتا ہے' اس کے عوض بچے کی بیع اس پر لازم ہو گی اور اگر اس بچے کا باپ یا دوسرا کوئی وارث ہوا جو مولٰی عتاقہ (بچے کو آزاد کرنے والے) پر مقدم ہے تو بچے کا تاوان اسی کو ملے گا اور خریدار کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہو گا۔ یہ تمام بحث ''المحیط'' کی ''کتاب الجنایات'' میں ہے۔

بچے کو مارنے اور اسے حکم دینے کے مسائل

باپ کا اپنے بیٹے کو تادیباً مارنا

باپ نے اگر تادیباً اپنے بیٹے کو مارا اور وہ ہلاک ہو گیا تو دیکھا جائے گا اگر ایسی جگہ مارا ہے' جہاں تادیب کے لیے نہیں مارا جاتا یا مارا تو اسی جگہ ہے' جہاں تادیباً مارا جاتا ہے مگر اتنا زیادہ مارا ہے' جتنا تادیباً نہیں مارا جاتا۔ ان دونوں صورتوں میں باپ دیت کا ضامن ہو گا اور اس پر کفارہ لازم ہو گا اور اگر اسی جگہ مارا ہے' جہاں تادیباً مارا جاتا ہے اور اتنا ہی مارا ہے' جتنا تادیباً مارا جاتا ہے تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس پر دیت اور کفارہ لازم ہو گا اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس پر کچھ لازم نہیں ہو گا اور ''نوادر بشر'' میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اس پر کفارہ لازم ہو گا۔

وصی کا نابالغ بچے کو اور خاوند کا بیوی کو مارنا

اسی طرح اختلاف ہے کہ اگر وصی نے نابالغ کو تادیباً مارا یا خاوند نے اپنی بیوی کو نافرمانی کی صورت میں ایسی جگہ مارا' جہاں تادیباً مارا جاتا ہے اور اتنا ہی مارا' جتنا تادیباً مارا جاتا ہے تو بالاجماع ضامن ہو گا۔

نابالغ بچے کو تعلیم کے لیے مارنے پر ضمان واجب نہیں

باپ یا وصی نے نابالغ کو معلّم کے سپرد کیا کہ وہ اسے قرآن پاک کی تعلیم دے یا دوسرا

کوئی کام سکھائے اور معلم نے تعلیم کے لیے اسے مارا تو اگر معلم نے باپ یا وصی کی اجازت سے مارا ہے اور اتنا ہی مارا ہے جتنا تعلیم کے لیے مارا جاتا ہے تو کسی پر ضمان لازم نہیں' نہ باپ پر' نہ وصی پر' نہ معلم پر اور ''المنتقی'' میں امام اعظم ابوحنیفہ وامام ابویوسف رحمہما اللہ سے روایت ہے کہ معلم پر کفارہ لازم ہے اور اگر ایسی جگہ مارا ہے' جہاں تعلیم کے لیے نہیں مارا جاتا اور اتنا زیادہ مارا ہے' جتنا تعلیم کے لیے نہیں مارا جاتا تو معلم ضامن ہے۔

باپ نے اپنے بیٹے کو تادیباً مارا تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ضمان واجب ہے

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اگر باپ نے خود اپنے بیٹے کو ایسی جگہ مارا' جہاں تادیباً مارا جاتا ہے تو باپ ضامن ہوگا اور اگر معلم کو حکم دیا اور معلم نے اسی طرح مارا تو باپ اور معلم ضامن نہیں ہوں گے۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک باپ اور معلم میں فرق ہے کہ معلم مارنے میں معین و مددگار ہے اور باپ معین نہیں بلکہ وہ تو اپنا حق لے رہا ہے' کیونکہ بچے کو مارنے کا فائدہ بچے کی طرف راجع ہے اور بچے کی درستگی' بعضیت کے حکم کی بناء پر باپ کی طرف عائد ہے (کہ بچہ باپ کا جز ہے' لہٰذا اس کی درستگی سے باپ کو ہی فائدہ ہوگا) اور انسان کا اپنے حق کو لینا' سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید ہے (اور اگر بچے کو درست کرنے کے لیے اتنا مارا کہ وہ سلامت نہ رہا تو شرط فوت ہوگئی) جس طرح کہ بیوی کے معاملہ میں ہے اور باپ بیٹے کو خود مارنے کی وجہ سے ضامن ہوگا۔ معلم کو حکم دینے کی وجہ سے ضامن نہیں ہوگا کیونکہ خود مارنے کی صورت میں باپ مباشر اور مرتکب ہے اور مباشر ضامن ہوسکتا ہے' اگرچہ مباشرت (مارنے کا ارتکاب کرنے میں) میں اس نے تعدی اور زیادتی نہ بھی کی ہو' جس طرح کہ خاوند کے بیوی کو مارنے کی صورت میں حکم ہے اور معلم کو حکم دینے کی وجہ سے باپ مسبب بنا ہے' ارتکاب کرنے والا نہیں اور مسبب اس وقت ہی ضامن ہوتا ہے' جب وہ مسبب بننے میں زیادتی کرنے والا ہو اور جب وہ زیادتی کرنے والا نہ ہو تو پھر ضامن نہیں ہوتا اور باپ معلم کو بیٹے کے مارنے کا حکم دے کر زیادتی کا مرتکب نہیں ہوا' کیونکہ بچے کی اصلاح کے لیے بچے کو مارنے کی ولایت باپ کو حاصل ہے' لہٰذا دونوں مسئلے جدا جدا ہیں۔

ہشام رحمہ اللہ نے اپنے ''نوادر'' میں مسئلہ معلم کے بعد ذکر کیا کہ میں نے امام محمد رحمہ اللہ سے کہا کہ اگر باپ نے معلم کو مارنے کے متعلق کوئی بات نہ کہی ہو تو پھر کیا حکم ہے؟ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پھر معلم ضامن ہوگا۔

اور بعض نسخوں میں ہے کہ باپ نے اگر بچے کو مارا تو سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک وہ صرف اس وقت ضامن ہوگا' جب تادیب کے لیے مارا ہو۔ اگر تعلیم قرآن کے لیے مارا تو معلم کی طرح باپ بھی ضامن نہیں ہوگا' کیونکہ باپ کے تعلیم کے لیے مارنے اور معلم کے باپ کی اجازت سے مارنے میں کوئی فرق نہیں۔

بیٹے کو مارنے کی صورت میں باپ کی ضمان اور بیوی کو مارنے کی صورت میں خاوند کی ضمان کے متعلق روایات

شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ نے ''شرح الاجارات'' میں ذکر فرمایا ہے کہ باپ کے اپنے بیٹے کو مارنے اور خاوند کے لیے اپنی بیوی کو مارنے کے متعلق امام محمد رحمہ اللہ سے دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت میں ضامن نہیں ہوگا۔

اگر والدہ نے اپنے نابالغ بیٹے کو تادیباً مارا تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ضمان واجب ہے

اگر والدہ نے اپنے نابالغ بیٹے کو تادیب کے لیے مارا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک وہ ضامن ہوگی اور صاحبین کے قول پر مشائخ میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا: ضامن ہوگی اور بعض نے کہا کہ ضامن نہیں ہوگی۔

اگر خاوند کی ضرب سے بیوی فوت ہوگئی تو ضمان واجب ہے

''کتاب العلل'' میں ہے کہ خاوند بیوی کو اپنے بستر پر لانے کے لیے مار سکتا ہے اور اگر اس کے مارنے سے بیوی فوت ہوگئی تو وہ ضامن ہوگا۔

بیٹے کو نماز کے ترک پر مارنا واجب ہے' بیوی کو نہیں

''کتاب العلل'' میں ہی ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو ترکِ نماز پر نہیں مار سکتا اور باپ اپنے بیٹے کو ترکِ نماز پر مار سکتا ہے۔

باپ کے مارنے اور معلم کے مارنے میں فرق

''کتاب الفرائض'' کے ''باب میراث القاتل'' میں باپ کے اپنے بیٹے کو تادیباً مارنے والے مسئلہ میں وہی اختلاف مذکور ہے' جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اور معلم باپ کی اجازت سے بچے کو مارے اس مسئلہ کو اتفاقی ذکر کیا ہے' جس طرح کہ ہم نے بیان کیا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے اپنے قول کا ترک ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ کی اس عبارت کی توجیہ میں ایک قول یہ ہے کہ اس عبارت میں امام محمد رحمہ اللہ نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر مناقضہ کا دعویٰ کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب باپ کے اذن کی وجہ سے معلم سے ضمان ساقط ہو جاتی ہے تو پھر اگر باپ خود یہ فعل کرے تو اس پر ضمان کیسے واجب ہو سکتی ہے؟ حالانکہ باپ کا حال معلم کے حال سے زیادہ قوی ہے اور ناطفی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے کہ بعض اوقات انسان غیر کی طرف سے کوئی امر حاصل کرتا ہے' پھر اس کا حال غیر کے حال سے زیادہ قوی ہو جاتا ہے' جس طرح یہاں معلم باپ' اور وصی کا معاملہ ہے' اسی طرح باپ اپنے بالغ بیٹے کا مال فروخت نہیں کر سکتا اور وصی فروخت کر سکتا ہے' اسی طرح جو مرض الموت میں مبتلا ہو' وہ معمولی نقصان کے ساتھ بیع نہیں کر سکتا اور اتنا نقصان معاف قرار نہیں دیا جائے گا اور وصی معمولی نقصان کے ساتھ بیع کر سکتا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت کی توجیہ میں ایک قول یہ ہے کہ اس عبارت سے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ باپ کے معاملہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنے قول سے رجوع فرمانے پر استدلال کر رہے ہیں' کیونکہ جب باپ کی اجازت سے معلم کے فعل کا گناہ معاف ہو جاتا ہے تو اگر باپ خود یہ فعل کرے تو بطریقِ اولیٰ وہ ضامن نہیں ہوگا۔ شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ اسی طرف مائل ہیں اور انہوں نے اپنی ''شرح'' میں ذکر فرمایا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع فرما لیا تھا اور یہی صحیح ہے۔

(المبسوط ج ۲۷ ص ۲۰۹)

''الملتقط'' میں ہے کہ امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ باپ اور وصی نے اگر بچے کو مارا تو وہ ضامن نہیں ہوں گے اور نہ ہی میراث سے محروم ہوں گے۔ بچے کو مارنے

کے کچھ مسائل اور اسے مارنے کی مقدار کا بیان ہم نے ''مسائلِ نماز'' میں ذکر کر دیا ہے۔

نشتر لگانے' رگ کھولنے اور ختنہ کرنے کے مسائل

بچے کے مر جانے کی صورت میں طبیب' رگ کھولنے والا' پچھنے لگانے والا اور ختنہ کرنے والا ضامن نہیں ہوگا

نشتر لگانے والے' رگ کھولنے والے اور پچھنے لگانے والے نے جب مولیٰ کی اجازت سے غلام کے اور ولی کی اجازت سے بچے کے نشتر لگایا یا رگ کھولی یا پچھنے لگائے اور زخم نفس کی طرف سرایت کر گیا اور غلام یا بچہ فوت ہو گیا تو ان پر ضمان لازم نہیں۔ اسی طرح ختنہ کرنے والے کا حکم ہے اور بلا اختلاف یہ لوگ زخم کے سرایت کر جانے سے ضامن نہیں ہوں گے۔

مکمل حشفہ یا اس کا بعض حصہ کٹ جانے کی صورت میں ختنہ کرنے والے پر کیا واجب ہوگا؟

اگر ختنہ کرنے والے نے غلام یا بچے کے حشفہ کا بعض حصہ کاٹ ڈالا تو اس میں حکومت عدل واجب ہوگی اور اگر مکمل حشفہ کاٹ دیا اور وہ تندرست ہو گیا تو غلام میں کامل قیمت لازم ہوگی اور بچے میں کامل دیت لازم ہوگی اور اگر وہ مر گیا تو بچے میں نصف دیت اور غلام میں نصف قیمت لازم ہوگی کیونکہ مر جانے کی صورت میں ہلاکت دو فعلوں سے حاصل ہوئی ہے۔ ایک فعل یعنی جلد کاٹنے کی اسے اجازت ہے اور دوسرے فعل یعنی حشفہ کاٹنے کی اسے اجازت نہیں ہے' لہٰذا نصف ضمان واجب ہوگی اور جب تندرست ہو گیا تو جلد کاٹنے کی تو اسے اجازت تھی' لہٰذا یہ فعل تو معدوم قرار دیا جائے گا اور حشفہ کاٹنے کی اسے اجازت نہیں تھی' لہٰذا حشفہ کی کامل ضمان یعنی دیت لازم ہوگی۔ اس کی مکمل تفصیل ''المحیط'' کی ''کتاب الجنایات'' میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

فصد لگانے والے نے بچے کو فصد لگایا اور وہ مر گیا تو فصد لگانے والے کی برادری پر دیت واجب ہوگی

''صاحب المحیط'' کے ''فوائد'' میں ہے کہ کوئی بچہ فصد لگانے والے کے پاس آیا اور اسے کہا کہ مجھے فصد لگادے۔ اس نے معمول کے مطابق فصد لگادیا اور اس سبب سے بچہ فوت ہو گیا تو فصد لگانے والے کی برادری پر بچے کی دیت واجب ہوگی۔ اسی طرح غلام کی صورت میں فصد لگانے والے کی برادری پر غلام کی قیمت واجب ہوگی۔

اس کا ذکر مسائلِ غصب میں گزر چکا ہے۔

بچے کی جنایات کے مسائل

بچے کا عمد خطا ہے، اس میں برادری پر دیت لازم ہوگی

بچے اور مجنون کا عمدی فعل خطا ہے اور اس میں برادری پر دیت لازم ہوگی۔ اور کم عقل مجنون کی طرح ہے۔

جرم کرنے والے بچے کا دعویٰ کرنے والے پر دیت کا وجوب

''المحیط'' کی ''کتاب الجنایات'' کے متفرقات میں ہے کہ ہشام نے اپنے ''نوادر'' میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ دو آدمیوں کی مشترکہ لونڈی کے بچہ پیدا ہوا اور بچے نے کوئی جرم کیا، پھر ان دونوں آدمیوں میں سے ایک نے اس بچے کا دعویٰ کر دیا تو اس کے مال میں مکمل دیت لازم ہوگی۔

کسی آدمی پر بچوں اور مجنونوں نے حملہ کر دیا اور اس نے اپنے دفاع کے لیے انہیں قتل کر دیا

''الجامع الاصغر'' میں امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ کسی آدمی پر بچوں اور مجنونوں نے ارادۂ قتل سے حملہ کر دیا اور اس آدمی کے لیے انہیں قتل کیے بغیر دفاع ممکن نہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ

نے فرمایا کہ اس آدمی کے لیے انہیں قتل کرنا جائز نہیں۔ عمرو بن سفیان کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد رحمہ اللہ سے کہا کہ ہمارے قاضی ابو مطیع تو کہتے ہیں کہ وہ آدمی اپنے دفاع کے لیے ان پر حملہ کر سکتا ہے (اور انہیں قتل کر سکتا ہے)۔

عمرو کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے امام محمد رحمہ اللہ نے طواف کرتے ہوئے دیکھا تو فرمانے لگے: اے خراسانی! تمہارے صاحب کا قول ہی درست ہے۔ محمد بن سلمہ سے اسی طرح روایت ہے اور نصیر رحمہ اللہ فتویٰ دیتے تھے کہ اگر آدمی نے اپنے دفاع میں بچے، مجنون اور چارپائے کو قتل کر دیا تو ضمان لازم ہوگی اور فقیہ ابوبکر رحمہ اللہ فتویٰ دیتے تھے کہ ضمان لازم نہیں ہوگی کیونکہ اس آدمی کے لیے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں اور فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ قول، روایاتِ ظاہرہ والے قول کے خلاف ہے۔ یہ تمام بحث ''المحیط'' کی ''کتاب الجنایات'' کے متفرقات میں ہے۔

کسی آدمی نے کاٹنے والے کتے پر تیر پھینکا، جو کسی بچی کے جا لگا تو کوئی چیز لازم نہیں

جنایات کی بیسویں فصل میں ہے کہ محمد بن سلمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال ہوا کہ ایک جماعت کسی کاٹنے والے کتے پر تیر اندازی کر رہی تھی کہ ان میں سے ایک آدمی کا نشانہ خطا ہو گیا اور تیر کسی بچی کے جا لگا اور وہ مر گئی اور تیر پہچانا گیا کہ فلاں شخص کا ہے، لیکن کسی نے گواہی نہ دی کہ یہ تیر فلاں آدمی نے پھینکا ہے اور بچی کے باپ نے تیر والے آدمی سے انگوروں کے باغ پر صلح کر لی۔ پھر صلح کرنے والے آدمی نے صلح رد کرنے کا مطالبہ کیا تو کیا حکم ہے؟ محمد بن سلمہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر باپ جانتا تھا کہ صلح کرنے والا وہی ہے، جس نے بچی کو زخمی کیا تھا، پھر تو صلح جاری ہو چکی ہے۔ اگر صرف تیر پہچانا تھا (اور یہ علم نہیں تھا کہ زخمی اسی نے کیا ہے) تو صلح باطل ہے اور اگر یہ علم ہے کہ زخمی کرنے والا تیر کا مالک ہی ہے، لیکن (تیر لگنے کے بعد) جب بچی باپ کے سامنے آئی تو باپ نے اسے تھپڑ مار دیا اور بچی گر کر مر گئی اور یہ پتہ نہ چلا کہ بچی تھپڑ کی وجہ سے مری ہے یا تیر لگنے کی وجہ سے تو پھر صلح کا کیا حکم ہے؟

محمد بن سلمہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر باپ نے باقی ورثاء کی اجازت سے صلح کی ہے تو صلح جائز ہے اور صلح کا بدل باقی ورثاء کو ملے گا۔ باپ کو کوئی میراث نہیں ملے گی اور اگر صلح باقی

ورثاء کی اجازت کے بغیر ہو تو صلح باطل ہے' اس لیے کہ جب باپ میراث سے محروم ہو تو صلح کے موجب میں اس کا کوئی حق نہیں' لہٰذا ورثاء کی اجازت کا اعتبار ہوگا' جس طرح اجنبی کی صلح میں حکم ہے۔

بچے کا دانت اکھاڑنے والے نے بچے کے باپ سے اور عورت کا سر مونڈنے والے نے عورت سے چند دراہم پر صلح کر لی

''نوادر ہشام'' میں ہے کہ میں نے امام محمد رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ ایک آدمی نے بچے کا دانت اکھیڑ دیا یا عورت کا سر مونڈ دیا اور بچے کے باپ یا عورت سے چند دراہم پر صلح کر لی پھر دانت یا بال اُگ آئے تو کیا حکم ہے؟ تو امام محمد رحمہ اللہ نے مجھے خبر دی کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ دراہم واپس کر دیئے جائیں گے۔ فرماتے ہیں کہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول بھی اسی طرح ہے لیکن امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دانت کے علاج پر جتنا خرچ آیا ہے' وہ رکھ لیا جائے گا۔

میں نے کہا کہ اسی طرح اگر کسی کا ہاتھ توڑ ڈالا اور اس سے دراہم پر صلح کر لی' پھر ہاتھ کی ہڈی جڑ گئی اور ہاتھ درست ہو گیا حتیٰ کہ اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا تو کیا اس کا بھی یہی حکم ہے؟ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہاں! اس کا بھی یہی حکم ہے۔ میں نے پھر کہا کہ اگر ہاتھ والے کا گمان ہے کہ اس کا ہاتھ کمزور ہو گیا ہے اور پہلے کی طرح نہیں رہا تو پھر کیا حکم ہے؟

فرمایا کہ یہ ایسا معاملہ ہے' جسے دیکھ کر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے' کیونکہ یہ پوشیدہ نہیں رہتا۔ یہ تمام بحث اس فصل میں ہے۔

باپ کے ہاتھ سے بچے کو کھینچا اور وہ مر گیا تو کھینچنے والے پر دیت کا وجوب

آٹھویں فصل میں مذکور ہے کہ اگر بچہ اپنے باپ کے ہاتھ میں تھا' کسی آدمی نے باپ کے ہاتھ سے اسے کھینچا اور باپ نے اسے پکڑے رکھا حتیٰ کہ بچہ مر گیا تو کھینچنے والے پر بچے کی دیت لازم ہے اور باپ اس کا وارث ہوگا اور اگر اس آدمی نے بچے کو کھینچا اور باپ نے بھی کھینچا تو دونوں پر دیت لازم ہوگی اور باپ بچے کا وارث نہیں ہوگا۔

ایک لڑکی نے دوسری کو دھکا دیا اور اس کا پردۂ بکارت زائل ہو گیا تو مہر مثلی کی ضامن ہو گی

''المحیط'' کی ''کتاب الجنایات'' کے متفرقات میں ہے کہ ایک لڑکی نے دوسری کو دھکا دیا اور اس کا پردۂ بکارت زائل ہو گیا تو امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دھکا دینے والی پر مہر مثلی واجب ہو گا۔

فرمایا کہ ہمیں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ آپ کے دور میں دو لڑکیاں حمام میں باہم الجھ پڑیں اور ایک کا پردۂ بکارت زائل ہو گیا تو دوسری نے اس کے مہر مثلی کی ضمان ادا کی۔ بخارا و سمرقند میں اس مسئلہ کے متعلق فتویٰ پیش ہو چکا ہے۔ ہمارے زمانہ میں بھی یہ واقعہ پیش آیا' ہمارے زمانے میں اس کی صورت یہ ہوئی کہ ایک تنور والی عورت نے اپنی شاگرد لڑکی کو روٹیاں لگانے کے لیے بھیجا' اس پر کسی کافر نے غلبہ پالیا اور اس کی بکارت زائل کر دی تو کیا اس بھیجنے والی عورت پر ضمان لازم ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس عورت نے اگر اپنی شاگرد کو اس کے ولی کی اجازت سے بھیجا ہے تو پھر اس پر کوئی ضمان لازم نہیں اور اگر ولی کی اجازت کے بغیر بھیجا ہے تو پھر کیا وہ عورت مہر مثلی کی ضامن ہو گی؟ ہم نے پہلے جو مسئلہ ذکر کیا ہے کہ ایک آدمی نے کسی آزاد بچے کو غصب کیا اور اسے کسی انسان نے قتل کر دیا تو غاصب پر دیت واجب ہو گی۔ اس مسئلہ پر قیاس کے مطابق یہاں بھی مناسب ہے کہ استاذ عورت پر ضمان واجب ہو اور پردۂ بکارت زائل کرنے والا کافر اگر حربی ہو تو اس پر ضمان واجب نہ ہو' کیونکہ حربی کافر ہماری جان و اموال میں زیادتی کریں تو ان سے ضمان اور قصاص کا مواخذہ نہیں ہوتا' کیونکہ وہ تو ہمارے خون اور اموال حلال جانتے ہیں' لہٰذا وہ خود پر ضمان اور قصاص کے وجوب کا اعتقاد نہیں رکھتے اور ہمیں ان پر ولایت حاصل نہیں ہے کہ ہم اپنے اعتقاد کا حکم ان پر لازم کریں' لہٰذا ان پر کوئی چیز لازم نہیں ہو گی۔ یہ مسئلہ ''المبسوط'' کی کتاب الاکراہ باب اکراہ الخوارج'' میں ہے۔

جو آدمی کسی لڑکی کے پردۂ بکارت کے ازالہ کا سبب بنا' اس پر نقصان کے مطابق ضمان واجب ہو گی

''فتاویٰ دیناری'' کی ''کتاب الدیات'' میں ہے کہ کوئی بچی سیڑھی پر بیٹھی تھی کہ کسی

آدمی نے سیڑھی پکڑ لی اور لڑکی گر گئی اور اس کا پردۂ بکارت زائل ہو گیا تو نقصان کے مطابق ضمان واجب ہو گی۔ پھر سوال ہوا کہ ضمان کس پر واجب ہو گی؟ انہوں نے کہا کہ جو نقصان ہوا ہے اس کی ضمان جرم کرنے والے پر ہو گی' اس کی برادری پر نہیں۔ ان مسائل میں سے بعض کو ہم نے مسائل حدود میں بیان کر دیا ہے۔

بیوی کا پردۂ بکارت انگلی سے زائل کرنے کا حکم

شیخ برہان الدین رحمہ اللہ کے ''فوائد'' میں ہے کہ اگر خاوند نے اپنی بیوی کا پردۂ بکارت انگلی سے زائل کر دیا تو کیا وہ ضامن ہو گا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ضامن نہیں ہو گا' لیکن اسے تعزیر کی جائے گی۔

کسی آدمی نے اجنبیہ لڑکی کو دھکا دیا اور اس کا پردۂ بکارت زائل ہو گیا تو اس آدمی پر مہر مثلی واجب ہو گا

''الجامع الاصغر'' میں ہے کہ اگر کسی آدمی نے باکرہ اجنبیہ لڑکی کو دھکا دیا اور وہ گر گئی اور اس کا پردۂ بکارت زائل ہو گیا' تو اس آدمی کے مال سے اس پر مہر مثلی لازم ہو گا اور تعزیر نہیں ہو گی اور اس مسئلہ میں نابالغہ اور بالغہ کے درمیان کوئی فرق نہیں اور اس جنس کے مسائل ''الفتاویٰ الصغریٰ'' کی ''کتاب الجنایات'' میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔

کھیلتے ہوئے بچے کا تیر کسی عورت کی آنکھ میں جا لگا اور آنکھ ضائع ہو گئی

''المحیط'' اور ''فتاویٰ ابو اللیث رحمہ اللہ'' میں ہے کہ بچے کھیلتے ہوئے تیر اندازی کر رہے تھے کہ ان کے پاس سے ایک عورت گزری اور نو سالہ بچے نے تیر پھینکا جو اس عورت کی آنکھ پر جا لگا اور آنکھ ضائع ہو گئی تو فقیہ ابو بکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بچے کے مال میں دیت واجب ہو گی' اس کے باپ کے مال میں نہیں اور اگر بچے کے پاس مال نہ ہوا تو اس کے مال دار ہونے کا انتظار کیا جائے گا۔ فقیہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ دیت محض بچے کے مال میں اس لیے لازم ہو گی' کیونکہ عجم والوں کے ہاں مددگار برادری کا تصور نہیں اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ اسی طرح فتویٰ دیتے تھے' کیونکہ عجم میں مددگار برادری نہیں ہوتی اور ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ بھی یہی فتویٰ دیتے تھے۔

بچے نے کسی انسان کی طرف تیر پھینکا اور اس کی آنکھ ضائع ہوگئی

اور ''الملتقط'' کی ''کتاب الجنایات'' میں ہے کہ بچے نے کسی آدمی کی طرف تیر پھینکا اور اس کی آنکھ ضائع ہوگئی تو امام ابوبکر رحمہ اللہ کے نزدیک بچے کے والد پر ضمان لازم نہیں ہوگی' کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ عجمیوں کے ہاں باہمی تعاون کا تصور نہ ہونے کی بناء پر مددگار برادری کا وجود نہیں ہے۔ مددگار برادری تو محض اہل عرب کی ہوتی ہے' کیونکہ ان کے ہاں باہمی تعاون کا تصور ہے اور اگر بچے کی مددگار برادری ہو تو اس کی برادری پر گواہوں کے ذریعے دیت واجب ہوگی اور بچے کے اقرار یا بچوں کی گواہی سے دیت واجب نہیں ہوگی۔

کسی نے بچے کو غرق کر دیا تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک قصاص لازم نہیں ہوگا

''الجامع الصغیر'' میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے بچے کو یا بالغ کو سمندر میں غرق کر دیا تو سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس پر کوئی قصاص لازم نہیں ہوگا اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک قصاص لازم ہوگا۔

جان کی دیت میں بچے اور مجنون کا حکم بالغ کی طرح ہے

''ذخیرہ'' میں مذکور ہے کہ بچے کے بدلے بالغ مرد کو قتل کیا جائے گا۔ اسی طرح ناقص الاعضاء کے بدلے صحیح الاعضاء کو قتل کیا جائے گا اور مجنون اور بچہ جان کی دیت میں بالغ کی طرح ہے۔

جان میں دیت کی مقدار

جان میں عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔

دیت برداشت کرنے میں عورتیں' غلام' لونڈیاں اور بچے' برادری کے ساتھ شریک نہیں ہوں گی

برادری جب دیت برداشت کرے گی تو دیت میں سے عورتوں' غلاموں' لونڈیوں' بچوں اور مجنون پر کچھ واجب نہیں ہوگا۔ (المبسوط ج ۲۷ ص ۱۲۸)

نابالغ بچے کا قصاص لینے کا حق باپ کو حاصل ہے

اگر نابالغ بچے یا کم عقل کا جان یا اس سے کم میں قصاص واجب ہوا تو ہمارے علماء کے نزدیک باپ قصاص لے سکتا ہے' امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں لے سکتا۔

بچے کے قصاص سے صلح کرنے کا حق باپ کو حاصل ہے

اگر کسی آدمی کے نابالغ بچے یا کم عقل بیٹے کی جان کا قصاص واجب ہوا اور اس نے صلح کرنا چاہی تو اسے یہ حق حاصل ہے۔

باپ کو نابالغ بچے کا قصاص معاف کرنے کا کوئی حق نہیں

اگر باپ اپنے نابالغ بچے کا قصاص معاف کرنا چاہے تو اسے کوئی حق حاصل نہیں۔

باپ کو جو حق حاصل ہے' اس میں وصی کی شرکت کا حکم

نابالغ بچے یا کم عقل کا جو قصاص واجب ہو' کیا وصی اسے لے سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں تفصیل ہے اگر جان کا قصاص ہو تو وصی قصاص لینے کا مالک نہیں' باپ مالک ہے اور اگر جان سے کم کا قصاص ہو تو روایات میں مذکور ہے کہ وصی کو یہ ولایت حاصل ہے اور بعض روایات میں ہے کہ یہ ولایت حاصل نہیں اور اگر وصی نے نابالغ بچے کے قصاص سے صلح کرنا چاہی تو اگر جان کا قصاص ہو تو اس میں دو روایتیں ہیں اور ''اصل'' کی ''کتاب الصلح'' کی روایت کے مطابق اسے یہ ولایت حاصل نہیں اور ''اصل'' کی ''کتاب الدیات'' کی روایت کے مطابق اسے یہ ولایت حاصل ہے اور اگر جان سے کم کا قصاص ہوا تو جس روایت میں اسے قصاص لینے کا حق حاصل ہے' اس روایت کے مطابق وہ صلح کر سکتا ہے اور جس روایت میں اسے قصاص لینے کا حق نہیں' اس روایت کے مطابق وہ صلح نہیں کر سکتا اور یہی قیاس کا تقاضا ہے کہ اس میں دو روایتیں ہونا ضروری ہے۔ اگر وصی نے معاف کرنا چاہا تو اسے یہ حق حاصل نہیں۔ قصاص چاہے جان کا ہو یا جان سے کم کا ہو۔ اگر وصی نے نابالغ بچے کے قصاص سے صلح کر لی اور دیت سے کچھ کم کر دیا تو یہ جائز نہیں اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ کمی زیادہ ہو یا معمولی۔

باپ نابالغ کے قصاص لینے میں جن چیزوں کا مالک ہے اس میں قاضی کی شرکت کا حکم

کیا قاضی نابالغ بچے کا قصاص لے سکتا ہے؟ متاخرین میں سے ہمارے کثیر مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ اس معاملہ میں قاضی باپ کی طرح ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے ''کیسانیات'' میں ذکر کیا ہے کہ قاضی جان یا جان سے کم کا قصاص نہیں لے سکتا اور نہ ہی صلح کر سکتا ہے اور ناطفی رحمہ اللہ نے اپنے ''واقعات'' میں ذکر کیا ہے کہ قاضی وصی کی طرح ہے۔ اس کی مکمل تفصیل ''محیط'' اور ''ذخیرہ'' میں دیکھی جا سکتی ہے اور مقتول بچے کے گھر یا مجنون میں پایا گیا تو بچے اور مجنون پر بالاتفاق قسامت واجب ہوگی اور قسامت یا دیت ان کی مددگار برادری پر ہی واجب ہوگی۔ یہ تمام بحث ''ذخیرہ برہانیہ'' سے نقل کی ہے۔

نوٹ: مذکورہ بالا عبارت کا ماقبل اور مابعد سے کوئی ربط نہیں' غالباً کاتب کی غلطی سے قسامت کے مسائل کی عبارت یہاں لکھ دی گئی ہے اور یہاں سے ایک مکمل عنوان رہ گیا ہے۔ موجودہ نسخہ کے مطابق ترجمہ کر دیا ہے۔ رضوی غفرلہ

ایک آدمی نے بچے کو کسی کام کا حکم دیا جس سے نقصان ہو گیا

صاحب المحیط کے ''فوائد'' میں ہے کہ آدمی نے بچے کو کسی کے مال ہلاک کرنے کا حکم دیا (اور بچے نے ایسا کر دیا) تو بچہ ضامن ہوگا' پھر وہ حکم دینے والے کی طرف رجوع کرے گا اور اگر بچے کو کہا کہ یہ دیوار توڑ دے' بچے نے دیوار توڑ دی اور خود ہلاک ہو گیا تو ضامن نہیں ہوگا اور اگر کہا کہ میرے لیے توڑ دے تو بالاجماع ضامن ہوگا اور اگر کہا کہ اس درخت پر چڑھ کر میرے لیے پھل توڑ لا' بچہ درخت پر چڑھا اور پھل کھا لیے اور پھل بچے کے حلق میں پھنس گیا اور اس سے بچہ فوت ہو گیا تو حکم دینے والے پر ضمان نہیں' کیونکہ اس نے فعل پر بچے کا فعل لاحق ہوا ہے اور ''المنتقی'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے کہ اگر یتیموں کے غلام نے کوئی جرم کیا تو یتیموں کے وصی کو اختیار ہے کہ غلام کو رکھ لے اور یتیموں کے مال سے اس جرم کا تاوان ادا کر دے لیکن اگر جرم کے تاوان اور غلام کی قیمت کے درمیان فرق ہوا تو پھر یہ اختیار نہیں۔ اگر وصی نے قاضی کے پاس کہا کہ میں نے غلام رکھنے کو اختیار کیا ہے اور اس پر گواہ بھی قائم کر لیے تو جب

میں وہ غلام دینے کی طرف رجوع نہیں کر سکتا۔

اگر یتیموں کے پاس اس غلام کے علاوہ کوئی مال نہ ہو تو وصی پر لازم ہے کہ غلام فروخت کر کے اس کی قیمت سے تاوان ادا کرے۔ اگر وصی غلام فروخت کرنے سے پہلے فوت ہو گیا تو جنایت یتیموں پر قرض رہے گی حتیٰ کہ اسے ادا کر دیں۔

بچوں کے مابین قصاص واجب نہیں

بچوں کے مابین قصاص نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''رفع القلم عن ثلاث ''تین افراد سے قلم اٹھالیا گیا ہے (یہ حدیث پاک امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''مسند'' میں اور حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''المستدرک'' میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے اور دارقطنی نے سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے ذکر کی ہے)۔

بچے کا عمد اور خطا برابر ہیں اور دونوں میں دیت ہے

بچے کا عمد اور خطا ہمارے نزدیک برابر ہے۔ (المبسوط ج ۲۶ ص ۸۶) اور دونوں صورتوں میں دیت واجب ہو گی اور عمد کی صورت میں بچے کے مال سے ہی ادا کی جائے گی کیونکہ برادری عمد کی دیت ادا نہیں کرتی۔

قتل خطا میں بچے پر کفارہ واجب نہیں

ہمارے نزدیک قتلِ خطا میں بچے پر کوئی کفارہ لازم نہیں۔

قتل کی بنا پر بچہ اور مجنون میراث سے محروم نہیں ہوں گے

بچہ میراث سے محروم نہیں ہو گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے خلاف ہیں اور کم عقل کا حکم بچے کی طرح ہے اور مجنون بھی بچے کی طرح ہے۔

جان کی دیت میں بچہ بالغ کی طرح ہے

''المحیط'' کی ''کتاب الجنایات'' کی فصل ثانی میں ہے کہ جان کی دیت میں بچہ بالغ کی طرح ہے اور جان میں عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔

جس مقتول کے اولیاء نابالغ اور بالغ ہوں

''المحیط'' کی ''کتاب الجنایات'' کی ساتویں فصل میں ہے کہ اگر کوئی آدمی قتل ہو گیا اور اس کے اولیاء میں بالغ بھی ہیں اور نابالغ بھی، تو بالغ اولیاء قاتل کو قتل کر سکتے ہیں اور صاحبین رحمہما اللہ نے فرمایا کہ انہیں یہ حق حاصل نہیں، جب تک کہ نابالغ بالغ نہ ہو جائیں۔ ''الجامع'' میں یہی الفاظ مذکور ہیں اور ''الاصل'' میں اور الفاظ ہیں کہ اگر کوئی آدمی قتل ہو گیا اور اس کے ورثاء نابالغ بھی ہیں اور بالغ بھی اور بالغ وارث نے قتل کا بدلہ لینا چاہا یا قتل عمد ہو گا قتل خطاء، اگر قتل خطاء ہوا اور بالغ شریک باپ ہوا تو تمام دیت لے لے گا۔ اپنا حصہ ملکیت کے حکم کی بناء پر اور نابالغ کا حصہ ولایت کے حکم کی بناء پر لے گا (کہ وہ نابالغ کا ولی ہے لہٰذا اس کا حصہ بھی وصول کر سکے گا) اور اگر بالغ شریک بھائی یا چچا ہوا اور نابالغ کا وصی نہ ہوا تو وہ دیت سے اپنا حصہ لے لے گا اور نابالغ کا حصہ نہیں لے گا اور اگر قتلِ عمد ہوا اور بالغ شریک باپ ہوا تو بالاتفاق وہ قصاص لے سکتا ہے اور اگر بالغ شریک اجنبی ہوا، مثلاً دو آدمی جو آپس میں اجنبی ہیں اور ان میں ایک نابالغ اور دوسرا بالغ ہے، ان کا مشترکہ غلام قتل ہوا تو بالاتفاق بالغ شریک قصاص نہیں لے سکتا اور اگر بالغ شریک، بھائی یا چچا ہوا تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک قصاص لے سکتا ہے، صاحبین کے نزدیک نہیں لے سکتا، جس طرح کہ پہلے گزر چکا ہے۔

نابالغ بچے کا حصہ لینے میں بالغ کے ساتھ سلطان کی شرکت

اگر سلطان نے چاہا کہ بالغ کے ساتھ نابالغ کا حصہ لے تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اسے یہ حق حاصل ہے۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں۔

بھائی یا چچا کو نابالغ کا قصاص لینے کا حق نہیں

اس پر اجماع ہے کہ جب مکمل قصاص نابالغ کا ہو تو بھائی اور چچا کو قصاص لینے کی ولایت حاصل نہیں۔ اس مسئلہ میں فتویٰ درپیش آ چکا ہے۔ بالغ اور نابالغ افراد کی جماعت گیند سے کھیل رہی تھی اور ایک بچہ دیوار پر بیٹھا انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھ پر گیند جا لگی اور وہ اسی وقت مر گیا اور یہ پتہ نہ چلا کہ بچے کو گیند کسی آدمی کی طرف سے لگی ہے، تو اس صورت میں قتل کا حکم کیسا ہے؟ (ظاہر ہے کہ اس سوال کا جواب اگلے عنوان کے تحت بیان کردہ مسئلہ میں مصنف

علیہ الرحمۃ کا یہ قول ہے کہ کلابازی و دروازہ کی والے پر قیاس کے مطابق ان حسب پر قسامت واجب ہوگی)۔

بچے کا تیر کسی عورت کی آنکھ میں جالگا اور آنکھ ضائع ہوگئی تو بچے کے مال میں دیت واجب ہوگی

''فتاویٰ قاضی خاں رحمہ اللہ'' کی ''کتاب الجنایات'' میں ہے کہ چند بچے کسی جگہ اکٹھے کھیل رہے تھے اور تیر اندازی کر رہے تھے کہ ایک بچے کا تیر کسی عورت کی آنکھ میں جالگا اور اس کی آنکھ ضائع ہوگئی اور بچے کی عمر نو سال ہے' تو فقیہ ابو بکر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عورت کی آنکھ کا تاوان بچے کے مال سے ادا کیا جائے گا اور باپ پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی اور اگر بچے کے پاس مال نہ ہو تو اس کے مال دار ہونے کا انتظار کیا جائے گا اور وہ بچے پر دیت اس لیے واجب قرار دیتے ہیں کہ ان کا خیال ہے کہ عجم میں مددگار برادری کا تصور نہیں اور فرمایا کہ تاوان محض اس وقت واجب ہوگا جب بچے کا تیر پھینکنا گواہوں سے ثابت ہوا ہو' اگر بچے کے اقرار سے یا آنکھ میں بچے کا تیر موجود ہونے سے ثابت ہوا تو پھر تاوان واجب نہیں ہو گا' کیونکہ بچے کا اپنی ذات پر اقرار کرنا باطل ہے اور مسئلہ کلابازی اور دروازہ کی پر قیاس کے مطابق مناسب کہ اہل محلّہ پر قسامت واجب ہو (کسی محلّہ وغیرہ میں کوئی مقتول پایا گیا اور اس کا قاتل نامعلوم ہے تو وہاں کے پچاس آدمیوں سے قسم لی جاتی ہے اور ان میں سے ہر ایک قسم اٹھاتا ہے کہ واللہ! میں نے اسے قتل نہیں کیا اور نہ ہی مجھے قاتل کا علم ہے' اسے قسامت کہتے ہیں)۔

اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کلابازی اور دروازکی آپس میں لڑ پڑے اور وہاں کوئی مقتول چھوڑ کر چلے گئے تو اس مقتول کو اہل محلّہ کا مقتول قرار دیا جائے گا اور اہل محلّہ پر ہی قسامت واجب ہوگی' لیکن اگر اولیائے مقتول نے لڑائی کرنے والے فریقین میں سے کسی معین آدمی پر قتل کا دعویٰ کر دیا تو اس دعویٰ سے اہل محلّہ بری ہو جائیں گے اور محض دعویٰ سے اس شخص پر قتل ثابت نہیں ہوگا اور اگر اولیائے مقتول نے اہل محلّہ میں کسی معین پر دعویٰ کر دیا تو اس سے اہل محلّہ کی برأت ثابت نہیں ہوگی۔ اس کی مکمل تفصیل صاحب المحیط کے ''فوائد'' میں ہے۔

محلّہ سے گزرنے والے کسی شخص کو تیر لگا تو اہل محلّہ پر قسامت واجب ہے

''شرح الطحاوی'' کے ''باب القسامت'' کے آخر میں مذکور ہے کہ اگر محلّہ سے کوئی شخص گزرا اور اسے تیر یا پتھر لگا اور یہ معلوم نہ ہو چکا کہ وہ تیر یا پتھر کس جگہ سے آ کر اسے لگا ہے۔ اگر وہ آدمی اسی زخم سے مر گیا تو اہل محلّہ پر قسامت اور دیت لازم ہوگی اور اگر تندرست ہو کر چلنے پھرنے لگا تو کوئی شئی لازم نہیں ہوگی۔

بچے کو غیر پر جرم کرنے کا حکم دینے کے مسائل

''المحیط'' میں مذکور ہے کہ آزاد مرد نے بچے کو کسی آدمی کے قتل کا حکم دیا اور بچے نے اسے قتل کر دیا تو بچے کی مددگار برادری پر تین سال میں دیت ادا کرنا لازم ہوگا۔ پھر بچے کی برادری وہ دیت، حکم دینے والے کی برادری سے لے گی۔

اونٹوں کی قطار میں اونٹ باندھ دیا اور اس نے کسی آدمی کو روند ڈالا

اس مسئلہ کی نظیر یہ ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی اونٹوں کی قطار میں اونٹ باندھ دیا اور قطار والا شخص اونٹوں کو لے کر چل پڑا اور اس اونٹ نے کسی آدمی کو روند ڈالا اور ہلاک کر دیا تو قطار والے آدمی کی برادری پر دیت واجب ہوگی اور پھر وہ قطار میں اونٹ داخل کرنے والے کی برادری سے دیت وصول کریں گے۔

غلام کو کسی شخص کے قتل کا حکم دیا

اگر آزاد آدمی نے بالغ یا نابالغ، ماذون یا غیر ماذون غلام کو کسی کے قتل کا حکم دیا اور اس نے قتل کر دیا تو مولیٰ کو اختیار ہے کہ غلام دے دے یا فدیہ دے دے۔ پھر مولیٰ غلام کی قیمت اور فدیہ میں سے جو کم مقدار ہے وہ حکم دینے والے آزاد شخص سے لے لے گا کیونکہ اس آدمی نے غلام کو استعمال کر کے غصب کیا ہے اور اگر کسی نے غلام کو غصب کیا ہو اور غلام نے غصب کرنے والے کے پاس کوئی جرم کیا تو مولیٰ کو اختیار ہے کہ وہ غلام دے دے یا فدیہ دے، پھر غاصب کی طرف رجوع کرے۔

بچے نے نابالغ غلام یا آزاد بچے کو کسی آدمی کے قتل کا حکم دیا اور اس نے قتل کردیا

اگر ماذون آزاد بچے نے نابالغ یا بالغ' ماذون یا غیر ماذون غلام کو کسی آدمی کے قتل کا حکم دیا اور اس نے قتل کردیا اور مولیٰ کو غلام دینے اور فدیہ دینے کا اختیار دے دیا گیا تو مولیٰ ان دونوں میں سے جو کم قیمت ہے وہ اس حکم دینے والے بچے سے لے گا۔

اگر اس نے آزاد ماذون یا غیر ماذون بچے کو قتل کا حکم دیا اور اس نے قتل کردیا' حتیٰ کہ قاتل کی برادری پر تین سالوں میں دیت واجب ہوگئی تو وہ لوگ اس دیت کے لیے حکم دینے والے بچے کی طرف رجوع نہیں کریں گے اور نہ ہی اس کی برادری کی طرف رجوع کریں گے' نہ فی الحال' نہ بلوغ کے بعد کیونکہ یہ جنایت کی ضمان ہے' غصب کی ضمان نہیں اور ماذون بچے کو جنایت کی ضمان لاحق نہیں ہوتی اور اگر غیر ماذون بچے نے اس کا حکم دیا تو پھر وہ لوگ اس حکم دینے والے بچے کی برادری کی طرف رجوع نہیں کریں گے۔ اسی طرح ماذون بچے کا حکم ہے۔
اسی طرح ماذون غلام کو جنایت کی ضمان لاحق نہیں ہوتی اور یہ غلام جنایت کی ضمان میں غیر ماذون غلام کی طرح ہے۔ ان مسائل کی مکمل تفصیل ''المحیط'' کی ''کتاب الجنایات'' کی دوسری فصل میں ہے۔

ذبح اور قربانی کے مسائل

بچہ اگر تسمیہ کو سمجھتا ہو اور ذبح کرنا جانتا ہو' تو اس کا ذبیحہ حلال ہے

بچہ' عورت اور مجنون اگر تسمیہ سمجھتے ہوں اور ذبح کرنا جانتے ہوں تو ان کا ذبیحہ حلال ہے اور اگر وہ ذبح کرنا نہیں جانتے اور تسمیہ نہیں سمجھتے تو ان کا ذبیحہ حلال نہیں کیونکہ ذبیحہ پر بسم اللہ شریف پڑھنا' نص قرآنی کے مطابق شرط ہے اور بسم اللہ شریف پڑھنا قصد کے ساتھ ہی شرط ہے اور قصد وارادہ تب صحیح ہوگا' جب مذکورہ شرط پائی گئی کہ وہ بچہ تسمیہ کو سمجھتا ہے۔ ''ہدایہ'' میں اسی طرح مذکور ہے اور ''ذخیرہ'' میں ''یضبط'' کا معنیٰ یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ ذبح کی شرائط جانتا ہو

کہ ذبح میں اوداج اور حلقوم کا کاٹنا ضروری ہے[1] اور ''یعقل'' کا معنیٰ کیا ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ تسمیہ کو سمجھتا ہو اور بعض نے کہا کہ اس کا معنیٰ ہے کہ وہ یہ جانتا ہو کہ ذبیحہ حلقوم اور اوداج کے کاٹنے سے حلال ہوتا ہے۔

گونگے کے ذبیحہ کا جواز

گونگے کا ذبیحہ حلال ہے اور اس عذر کی بناء پر گونگے کے تسمیہ سے عاجز ہونے کو بھولنے والے پر قیاس کیا گیا ہے کہ جس طرح بھولنے والا انسان کی بناء پر تسمیہ سے عاجز ہے اس طرح گونگا بھی عاجز ہے۔

مختون اور غیر مختون دونوں کے ذبیحہ کا حکم برابر ہے

غیر مختون اور مختون ذبح کرنے کے حکم میں برابر ہیں (یعنی دونوں کا ذبیحہ حلال ہے)۔

مال دار باپ کا اپنی فقیر اولاد کی طرف سے قربانی کرنا

اگر کوئی آدمی مال دار ہو اور اس کی اولاد میں نابالغ اور بالغ ہیں اور ان کے پاس مال نہیں تو ظاہر روایت کے مطابق باپ پر ان کی طرف سے قربانی کرنا لازم نہیں اور حسن کی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ باپ پر ان کی طرف سے قربانی لازم ہے اور ایک قول یہ ہے کہ امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک لازم ہے اور امام محمد و زفر رحمہما اللہ کے نزدیک لازم نہیں اور اگر اولاد مال دار ہو تو شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا کہ ہمارے بعض مشائخ رحمہم اللہ کا قول ہے کہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک باپ یا وصی پر لازم ہے کہ ان کے مال سے ان کی طرف سے قربانی کرے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ باپ یا وصی پر یہ لازم نہیں اور شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ

---

[1] ذبح میں چار رگیں کاٹی جاتی ہیں: (۱) حلقوم: جس کے ذریعے سانس آتا ہے (۲) مری: وہ رگ جس کے ذریعے طعام وغیرہ اندر جاتا ہے (۳) (۴) ودجین: حلقوم اور مری کے اردگرد دو رگیں جن میں خون کی روانی ہوتی ہے۔ ان چار رگوں میں سے تین کا کٹ جانا کافی ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

کے قول کے مطابق اس پر اسی کے مال میں قربانی واجب ہے اور اگر باپ نے اس کی طرف سے قربانی کر دی تو باپ ضامن ہوگا اور قدوری نے اپنی ''شرح'' میں کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ باپ اس کی طرف سے (اسی کے مال سے) قربانی کرے اور بچہ جتنا ممکن ہو اس سے کھا لے اور باقی کے عوض وہ چیز خریدی جائے جس سے بچہ نفع حاصل کر سکے۔

صدر الشہید رحمہ اللہ نے ''شرح الاضاحی للزعفرانی'' میں ذکر کیا ہے کہ اگر اولاد کے پاس مال ہو تو ظاہر روایت میں باپ یا وصی پر ان کے مال سے قربانی کرنا واجب نہیں' اگر باپ یا وصی نے ایسا کیا تو وہ ضامن ہوں گے اور حسن نے امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے کہ باپ یا وصی پر لازم ہے کہ ان کے مال سے قربانی کرے اور امام محمد و زفر رحمہما اللہ کے نزدیک لازم نہیں اور اگر باپ یا وصی نے ان کے مال سے قربانی کر دی تو حسن کی روایت میں امام محمد و زفر رحمہما اللہ کے قول کے مطابق ضمان واجب ہوگی اور امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول کے مطابق باپ تو بلا اختلاف ہر حالت میں ضامن نہیں ہوگا اور وصی میں مشائخ رحمہم اللہ کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا: اگر بچہ کھا لے گا تو وصی پر ضمان نہیں اور اگر بچہ نہیں کھائے گا تو وصی پر ضمان ہے۔

اس قائل نے باپ اور وصی میں فرق کیا ہے کہ وصی کا تصرف بچے پر اسی وقت نافذ ہوتا ہے' جب اس میں بچے کا ظاہر نفع ہو اور بچے کا ظاہر نفع اسی وقت ہوگا جب بچہ کھائے گا اور باپ کا تصرف محض اس وقت نافذ ہوتا ہے' جب اس میں بچے کا نقصان نہ ہو اور یہاں بچے کا کوئی نقصان نہیں اور بعض مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ وصی پر کسی حالت میں ضمان نہیں' جس طرح کہ باپ پر ضمان نہیں اور فتویٰ اسی پر ہے۔

یہ تمام بحث ''ذخیرہ برہانیہ'' سے لی گئی ہے اور ''فتاویٰ قاضی خاں'' کی ''کتاب البیوع'' میں ہے کہ باپ نابالغ بیٹے کے مال سے قربانی نہیں کرے گا' اگر اپنے مال سے قربانی کر دی تو یہ تبرع اور احسان ہوگا۔

بچے کی قربانی سے کھانے کا حکم

قاضی ابو جعفر استروشنی رحمہ اللہ کی ''مجالس'' میں ہے کہ بچے کے مال میں قربانی واجب ہوتی ہے اور اس کی طرف سے باپ یا اس کا وصی یا دادا قربانی کرے گا اور اس قربانی کے گوشت

سے کوئی نہیں کھائے گا بلکہ بچہ کھائے گا اور اس کا خادم اور اس کے والدین اس سے استحساناً کھا سکتے ہیں اور اس گوشت سے بچے کے کھانے کی کوئی چیز خریدی جا سکتی ہے اور اس سے کوئی دوسری چیز نہیں خریدی جا سکتی اور اگر باپ نے بچے کی طرف سے اپنے مال سے قربانی کی تو اس قربانی سے باپ وہی معاملہ کرے گا جو اپنی قربانی سے کرتا ہے۔

مسائلِ وقف[1]

فلاں کی اولاد کے یتیموں پر وقف جائز ہے' بشرطیکہ وقف کرنے والے کی موت کے بعد ہو

اگر کسی آدمی نے بنی فلاں کے یتیموں پر وقف کیا تو اگر وقف اپنی زندگی میں اور صحت کی حالت میں کیا ہو اور بنو فلاں کی تعداد معلوم ہو تو یہ جائز نہیں۔ اگر موت کے بعد ہو تو یہ جائز ہے' کیونکہ اس صورت میں یہ وقف ایسی قوم کے لیے وصیت ہو جائے گا' جن کی تعداد معلوم ہے اور یہ جائز ہے' حتیٰ کہ جب وہ بنو فلاں فوت ہو گئے تو یہ ان کی میراث ہو جائے گی اور اگر ان کی تعداد معلوم نہ ہو تو زندگی میں اور موت کے بعد جائز ہے' کیونکہ یہ وقف دائمی ہے اور ''الملتقط'' کی ''کتاب الوقف'' میں ہے کہ اگر فلاں کی اولاد کے یتیموں پر وقف کیا تو ان میں سے جو بالغ ہو گا' اس کا کوئی حق نہیں ہو گا اور اگر اس کے بلوغ میں ان کا اختلاف ہو گیا تو پھر اسی کا یہ قول معتبر ہو گا کہ میں بالغ نہیں۔

نابالغ اولاد پر وقف کا جواز

کسی آدمی نے کہا کہ میری زمین میری نابالغ اولاد پر وقف ہے تو یہ صرف نابالغ اولاد پر وقف ہو گا اور وقف کا مستحق ہونے میں اس کا اعتبار ہو گا' جو وقف کے وقت نابالغ ہوا جو غلہ کے وقت نابالغ ہوا' اس کا اعتبار نہیں ہو گا۔

---

[1] کسی چیز کو اپنی ملک سے خارج کر کے خالصتاً اللہ عزوجل کی ملک کر دینا' اس طرح کہ اس کا نفع بندگانِ خدا میں سے جس کو چاہے ملتا رہے' وقف کہلاتا ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

ورثاء کا میراث کے وقف کا اقرار کرنا صحیح ہے اور اس میں ان کے تصرفات جائز ہیں

ورثاء کو میراث میں جو زمین ملی' اس کے متعلق انہوں نے اقرار کیا کہ ان کے مورث نے اسے وقف کیا ہے اور ہر وارث نے الگ الگ وجہ بیان کی تو یہ درست ہے اور ہر وارث اپنے حصہ کو اسی وجہ میں صرف کرے گا' جس کا اس نے ذکر کیا ہے اور اس وقف کی ولایت قاضی کو حاصل ہوگی اور اگر ورثاء میں نابالغ یا غائب ہوئے تو ان کے حصہ کا اس وقت تک فیصلہ نہیں کیا جائے گا' جب تک غائب حاضر اور نابالغ بالغ نہ ہوگیا' یہ تمام بحث فتاویٰ میں مذکور ہے۔

رشتہ داروں کے لیے وقف کیا تو اس میں نابالغ اور بالغ' مال دار اور فقیر سب برابر ہیں

''ذخیرہ'' میں ہے کہ اگر کسی آدمی نے اپنے رشتہ داروں کے لیے کوئی زمین وقف کی تو زمین کا غلہ رشتہ داروں میں ان کی تعداد کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا اور اس میں نابالغ اور بالغ' مال دار اور فقیر سب برابر ہیں۔

وقف میں رشتہ دار کی قرابت اور اس کا فقر ثابت کرنے کا جواز

کسی آدمی نے وقف میں اپنی اولاد کی قرابت اور ان کا فقر ثابت کرنا چاہا تو اسے یہ حق حاصل ہے بشرطیکہ وہ اولاد نابالغ ہو' لیکن اگر بالغ اولاد ہوئی تو وہ اپنا فقر خود ثابت کرے گی اور اس معاملہ میں باپ کا وصی باپ کے حکم میں ہے۔ اگر باپ یا باپ کا وصی نہ ہو اور اس کا چچا یا بھائی یا ماموں یا ماں ہو تو اگر نابالغ ان کی پرورش میں ہو تو یہ استحساناً اس نابالغ کی قرابت اور فقر کو ثابت کر سکتے ہیں' البتہ ہبہ قبول کرنے اور قرابت کے ثابت کرنے میں کچھ فرق ہے کیونکہ ماں نابالغ کی طرف سے ہبہ قبول کر سکتی ہے اگرچہ باپ زندہ ہو' لیکن باپ کی زندگی میں ماں نابالغ بچے کی قرابت اور اس کا فقر ثابت نہیں کر سکتی۔

نابالغ بچے کا حصہ' قابلِ اعتماد شخص کے پاس رکھا جائے

اگر نابالغ بچے کا بھائی یا چچا یا ماں ایسے ہیں کہ ان کے پاس غلہ رکھا جا سکتا ہے تو نابالغ کا حصہ انہیں دیا جائے گا اور انہیں اس نابالغ پر خرچ کرنے کا حکم دیا جائے گا' ورنہ نابالغ کا حصہ

کسی قابل اعتبار آدمی کے پاس رکھ کر اسے نابالغ پر خرچ کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

وقف میں محجوب

اگر اس کے رشتہ داروں میں بالغ لڑکا ہے جو اپاہج نہیں اور محتاج ہے اور اس لڑکے کی اولاد نابالغ اور فقیر ہے تو لڑکے کی اولاد کو وقف سے حصہ نہیں دیا جائے گا۔ یہ تمام بحث ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الوقف'' کی چھٹی فصل میں ہے اور اس کی تفصیل وہاں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

اگر بچہ حفاظت کا اہل ہو تو اسے وقف کا متولی بنایا جا سکتا ہے

''فتاویٰ رشید الدین'' میں ہے کہ اگر قاضی نے بچے کو وقف کا متولی بنایا تو یہ جائز ہے بشرطیکہ بچہ حفاظت کا اہل ہو اور اسے تصرف کی ولایت حاصل ہو، جس طرح قاضی بچے کو اذن دے سکتا ہے اگرچہ ولی اذن نہ دے۔ اسی طرح متولی بنانے کا حکم ہے اور غیر ماذون غلام کو متولی بنایا جا سکتا ہے، کیونکہ رکاوٹ مولیٰ کے حق کی وجہ سے تھی اور اذن سے وہ رکاوٹ دور ہو گئی ہے۔

وصیت کے مسائل

بچے کی وصیت کا عدم جواز

''شرح الطحاوی'' کی ''کتاب البیوع'' میں ہے کہ بچے کی وصیت جائز ہے، اگرچہ بچے نے وصیت کی اضافت بلوغ کے بعد والی حالت کی طرف کی ہو اور اگر بلوغ سے پہلے یا بعد میں فوت ہو گیا تو اس کی وصیت باطل ہے اور اگر بچے نے بچپن کی حالت میں کوئی وصیت کی تو وہ جائز نہیں، ہاں! اگر اسے بلوغ کے بعد جائز قرار دے تو پھر صحیح ہو جائے گی اور اس کی اجازت ابتداء کے حکم میں ہو گی (کہ گویا اس نے ابھی وصیت کی ہے)۔

بچے کے لیے مقید وصیت واجب ہے بشرطیکہ موصی کی موت کے بعد ہو

''کتاب النوازل'' کی ''کتاب الوصایا'' میں محمد بن مقاتل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ

کسی آدمی نے بچے کے لیے معین مال کی وصیت کی اور کہا کہ میں نے اس بچے کے لیے معین مال کی وصیت کی اور کہا کہ میں نے اس بچے کے لیے اس مال کی وصیت کی اور اس بچے کے باپ کی موت کے بعد اسے یہ مال دے دینا یا کہا کہ بالغ ہو جانے کے بعد اسے یہ مال دے دینا تو بچے کے لیے یہ وصیت واجب ہو جائے گی اور اگر قاضی کے پاس معاملہ پیش ہوا اور قاضی نے بچے کے باپ کو اس لائق سمجھا کہ اس کے پاس مال رکھا جا سکتا ہے تو قاضی حکم دے گا کہ بچے کے باپ کو مال دے دیا جائے۔

بچے کے لیے وصیت کو باپ کی موت پر معلق کرنے سے وصیت میں کمزوری آ جاتی ہے

اگر میت نے کہا کہ جب اس بچے کا باپ مر گیا تو میں نے اس کے لیے فلاں مال کی وصیت کی تو ہمارے علماء کرام رحمہم اللہ کے نزدیک اس وصیت میں کمزوری ہے۔ محمد بن مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک جس مال کی وصیت کی ہے وہ موقوف رہے گا۔ اگر بچہ اپنے باپ کی موت سے پہلے فوت ہو گیا تو وصیت باطل ہو جائے گی۔

بچے کی وصیت کے صحیح ہونے میں فقہاء کرام کا اختلاف

''ہدایہ'' میں مذکور ہے کہ بچے کی وصیت صحیح نہیں ہوگی اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر وصیت نیکی کے کاموں میں ہو تو درست ہو گی کیونکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یفاع یا یافع جو قریب البلوغ تھا' اس کی وصیت کو جائز قرار دیا اور قاضی شریح رحمہ اللہ نے نابالغ بچے کی وصیت کو جائز قرار دیا۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ یہ اثر اس پر محمول ہے کہ وہ بچہ قریب البلوغ تھا' مجازاً اسے نابالغ کہہ دیا گیا۔ (المبسوط ج ۲۸ ص ۹۱_۹۲)

یا اس کی وصیت اپنی تجہیز و تکفین میں تھی اور یہ ہمارے نزدیک بھی جائز ہے۔

مخصوص یتیموں کی وصیت میں کون کون داخل ہوں گے؟

''فتاویٰ'' میں ہے کہ کسی آدمی نے بنوفلاں کے یتیموں کے لیے وصیت کی تو اگر ان کی تعداد معلوم ہے تو وصیت میں ان کے فقراء اور اغنیاء' مذکر اور مؤنث سب داخل ہوں گے' کیونکہ یہ ان کے حق میں تملیک ہے اور اگر ان کی تعداد معلوم نہ ہو تو وصیت صرف ان کے فقراء

کے لیے ہوگی' اغنیاء کے لیے نہیں۔ یہ مسئلہ ''ہدایہ'' کی ''کتاب الوصایا'' میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس قسم کے کچھ مسائل وقف کے بیان میں گزر چکے ہیں۔

میت کا بچے کو وصی مقرر کرنا جائز نہیں

''کتاب ادب القاضی'' کے چھیاسٹھویں باب میں مذکور ہے کہ کسی آدمی نے غلام یا بچے کو وصی مقرر کیا تو قاضی دونوں کو وصایت سے نکال دے گا اور ان کی جگہ کسی کو میت کا وصی مقرر کرے گا کیونکہ غلام تو مولیٰ کی خدمت میں مشغول ہوتا ہے اور بچے کو تصرفات کا شعور نہیں (لہٰذا یہ دونوں وصی کے فرائض سرانجام نہیں دے سکتے)۔

قاضی کے وصایت سے نکالنے سے پہلے بچے کے تصرف کا نفاذ ۔۔۔ درست نہیں

قاضی کے دونوں کو وصایت سے نکالنے سے پہلے کیا ان کا تصرف نافذ ہوگا؟ غلام کا تصرف تو نافذ ہو جائے گا اور بچے کے تصرف میں مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ نافذ نہیں ہوگا' لیکن اگر اسے اپنی زندگی میں وکیل بنا دیا تو پھر بچے کا تصرف نافذ ہو جائے گا اور یہاں نافذ نہیں ہوگا' کیونکہ اس تصرف میں عہدہ کا التزام ہوگا اور عہدہ کا التزام نہ میت پر ہو سکتا ہے نہ بچے پر' کیونکہ دونوں ہی اس کے اہل نہیں اور عہدہ لازم کیے بغیر تصرف نافذ نہیں ہوتا' لیکن زندگی کی صورت میں تو عہدہ مؤکل پر لازم ہو جائے گا۔

وصایت سے خارج کرنے سے پہلے بچے کے بلوغ کا حکم

اگر قاضی کے وصایت سے خارج کرنے سے پہلے غلام آزاد ہو گیا اور بچہ بالغ ہو گیا تو غلام وصی باقی رہے گا اور بچے میں اختلاف ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بچہ وصی نہیں ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ وصی ہو جائے گا۔

جو بچہ خرید و فروخت نہیں سمجھتا پھر سمجھنے لگا تو اسے وکیل بنانا صحیح ہے

''کتاب الوکالت'' میں مذکور ہے کہ آدمی نے کسی بچے کو اسی حالت میں وکیل بنایا جب وہ خرید و فروخت نہیں سمجھتا تھا پھر وہ خرید و فروخت سمجھنے لگا تو وہ وکیل بن جائے گا۔ اس میں مشائخ رحمہم اللہ کا اختلاف ہے۔ بعض نے اسے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول قرار دیا اور بعض

نے اسے اتفاقی قرار دیا ہے' اگر اسی طرح ہو تو پھر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس فصل میں دو روایتیں ہیں۔

وصایت کو نابالغ بچے کے بلوغ کے وقت سے مقید کرنے میں۔۔۔ فقہائے کرام کے اقوال

اگر کسی آدمی نے کہا کہ میں نے اس فلاں آدمی کو اپنا وصی مقرر کیا ہے اور اگر میرا بیٹا بالغ ہو گیا اور بڑا ہو گیا تو وہ میرا وصی ہو گا' یہ فلاں آدمی وصی نہیں ہو گا تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بیٹا کسی چیز میں وصی نہیں ہو گا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس نے جو کہا ہے' اس کے مطابق بیٹا وصی ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر آدمی نے کوئی چیز وقف کی اور متولی کے سپرد کر دی' پھر کہا کہ اگر میرا بیٹا بالغ ہو گیا تو وہ اس وقف کا متولی ہے۔ اس کے متعلق ہمارے بعض اصحاب نے اور ہلال نے اپنی کتاب میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی روایت ذکر کی ہے کہ اس صورت میں بھی بیٹے کا متولی بننا صحیح ہو گا۔ یہ تمام بحث ''کتاب ادب القاضی'' کی پینتیسویں فصل میں ہے۔

باپ کا اپنے نابالغ بیٹے کو وصی مقرر کرنا

''المنتقی'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے کہ اگر کسی آدمی نے اپنے نابالغ بیٹے کو وصی مقرر کر دیا تو قاضی اس کی جگہ کسی اور کو وصی مقرر کر دے گا اور باپ کا امر جائز ہو گا اور جب بیٹا بالغ ہو گیا تو قاضی اگر چاہے تو پہلے وصی کو ہٹا کر اس آدمی کے بیٹے کو وصی مقرر کر دے اور پہلا وصی قاضی کے خارج کیے بغیر وصایت سے خارج نہیں ہو گا۔

اوصیاء کے مراتب

وصی کی اقسام اور ہر قسم کی تعریف

وصی کی دو قسمیں ہیں: وصی قوی اور وصی ضعیف۔

وصی قوی یہ ہیں: (۱) باپ کا وصی (۲) باپ کے وصی کا وصی (۳) باپ کی وفات کی

صورت میں دادا کا وصی (۴) قاضی کا وصی۔

وصی ضعیف یہ ہیں: (۱) ماں کا وصی (۲) بھائی کا وصی (۳) چچا وغیرہ کا وصی۔

بالغ اور نابالغ کے مال میں وصی قوی کی ولایت کا حکم

وصی قوی نابالغ بچے کے تمام مال میں تصرف کرسکتا ہے' خواہ مال منقول ہو یا جائیداد ہو اور بچہ باپ وغیرہ کی طرف سے جس مال کا وارث ہوا ہے' اس مال میں وہ مثلی قیمت اور معمولی غبن کے ساتھ تصرف کرسکتا ہے کیونکہ وصی قوی باپ کے قائم مقام ہے اور باپ کو ان تمام چیزوں میں تصرفات کی ولایت حاصل ہے' لہٰذا اسی طرح باپ کے قائم مقام کو بھی یہ ولایت حاصل ہوگی اور اسے بالغ موجود کے مال میں تصرف کی ولایت حاصل نہیں اور اگر بالغ غائب ہو تو پھر باپ کی طرف سے بالغ جس مال منقول کا وارث ہوا ہو' صرف اسے فروخت کرنے کی ولایت حاصل ہے' کیونکہ اس کا تعلق حفاظت سے ہے اور مال کے ثمن کی حفاظت اصل مال کی حفاظت سے زیادہ آسان ہے' لیکن جائیداد فروخت نہیں کرسکتا' کیونکہ جائیداد تو خود بخود محفوظ ہے۔

نابالغ بچے پر وصی ضعیف کی ولایت کا حکم

نابالغ بچے پر وصی ضعیف کی ولایت کا حکم وہی ہے' جو بالغ پر وصی قوی کی ولایت کا حکم ہے۔ نابالغ اپنی ماں یا چچا کی طرف سے جس مال کا وارث ہوا ہے اسے وہ فروخت کرسکتا ہے' کیونکہ یہ وصی ماں' بھائی اور چچا کا قائم مقام ہے اور انہیں حفاظت کا حق حاصل ہے' تصرفات کا حق حاصل نہیں (اسی طرح ان کے قائم مقام کا بھی یہی حکم ہوگا) اور وصی ضعیف اس قدر تصرفات کا مالک بھی صرف وصی قوی کی عدم موجودگی میں ہوگا اور وصی قوی کی موجودگی میں وہ نابالغ کے مال میں تصرفات کا بالکل مالک نہیں ہوگا اور اس صورت میں وصی ضعیف صرف اپنے موصی کی مصالح کا اہتمام کرسکے گا' مثلاً اس کی وصیت نافذ کرنا اور قرض وغیرہ ادا کرنا۔ اگر باپ یا باپ کا وصی یا وصی کا وصی یا دادا یا دادا کا وصی یا قاضی کا وصی غائب ہو یا ایسی حالت میں ہو کہ وہ نابالغ پر تصرف نہیں کرسکتا تو پھر جن چیزوں کے ضائع ہونے کا خدشہ ہوگا' ماں کا وصی انہیں فروخت کرکے ثمن محفوظ کرلے گا۔ اسی طرح بھائی' چچا' ماموں' خالہ اور ہر ذی رحم محرم کے وصی میں یہی حکم ہے اور جب ان مذکورہ اوصیاء میں سے کوئی نہ ہو تو ماں کا وصی تجارت کے طور پر

بچے کے لیے کوئی چیز نہیں خرید سکتا' البتہ کپڑا' نفقہ وغیرہ جن چیزوں کا بچے کے لیے خریدنا ضروری ہے' وہ خرید سکتا ہے اور ماں کی میراث کے علاوہ یتیم نے جو مال حاصل کیا ہے' اس میں ماں کے وصی کو تصرف کی ولایت حاصل نہیں' چاہے وہ مال منقول ہو یا غیر منقول ہو۔ ان مسائل میں سے بعض کا ذکر تقسیم کے مسائل میں گزر چکا ہے۔

قاضی کے وصی اور باپ کے وصی کے درمیان فرق کی وضاحت

قاضی نے اگر کسی کو یتیم کا وصی مقرر کیا تو وہ باپ کے وصی کی طرح ہے' لیکن اگر قاضی نے اسے کسی ایک قسم میں وصی مقرر کیا ہو تو وہ اسی خاص قسم میں ہی وصی ہوگا جب کہ باپ کے وصی کا یہ حکم نہیں' کیونکہ اگر باپ نے کسی آدمی کو وصی مقرر کیا اور کسی ایک نوع کا استثناء کر دیا (کہ تو اس نوع کے علاوہ باقی اُمور میں وصی ہے) مثلاً جائیداد میں تصرف کا استثناء کر دیا (کہ تو جائیداد میں تصرف کے علاوہ باقی تصرفات میں وصی ہے) تو باپ کے استثناء پر عمل نہیں ہوگا (بلکہ وہ تمام اُمور میں وصی قرار پائے گا) اور اگر قاضی نے ایسا کیا تو اس کے استثناء پر عمل ہوگا' حتیٰ کہ قاضی کے اس مقرر کردہ وصی کو جائیداد میں تصرف کا اختیار نہیں ہوگا۔ اس کی مکمل تفصیل ''کتاب ادب القاضی'' کے اڑتیسویں باب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

باپ کی وفات کے بعد دادا اپنے پوتوں کا وصی بن سکتا ہے

اگر کوئی آدمی فوت ہو گیا اور کسی کو وصی مقرر نہ کیا اور اس کی نابالغ اولاد ہے اور اس میت کا باپ بھی ہے تو اس کا باپ میت کے تمام ترکہ میں وصی کے بہ منزلہ ہوگا' کیونکہ باپ کی عدم موجودگی میں دادا باپ کا قائم مقام ہوتا ہے' لہٰذا ترکہ میں اسے تصرف اور حفظ کی ولایت حاصل ہوگی۔

دادا اپنے فوت شدہ بیٹے کی وصیتیں نافذ کر سکتا ہے' اس کا مال فروخت نہیں کر سکتا

اگر میت نے کسی چیز کی وصیت کی تو اس کا باپ ان وصیتوں کو نافذ کر سکتا ہے۔ اگر میت پر بہت زیادہ قرض ہے اور اس کی اولاد نابالغ ہے اور اس نے ترکہ میں سامان چھوڑا ہے تو میت کا باپ اس کے قرض کی ادائیگی کے لیے ترکہ کا سامان یا جائیداد فروخت نہیں کر سکتا۔

صدر الشہید رحمہ اللہ کی ''کتاب ادب القاضی'' کے پینسٹھویں باب میں اسی طرح مذکور ہے اور میت کا باپ اس کی وصیتیں بھی صرف اس صورت میں نافذ کرسکتا ہے جب اس کے لیے کوئی چیز فروخت نہ کرنا پڑے۔ اگر وصیت نافذ کرنے کے لیے کوئی چیز فروخت کرنا ضروری ہو تو باپ کو فروخت کرنے کا اختیار نہیں۔ شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ نے بھی ''ادب القاضی'' میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ دادا اپنے بیٹے کی وصیتیں نافذ کرنے اور اس کے قرض کی ادائیگی کے لیے اس کا مال فروخت نہیں کرسکتا کیونکہ وہ اپنے بیٹے کی زندگی میں اس کا مال فروخت نہیں کرسکتا لہٰذا اس کی وفات کے بعد بھی اس کا مال فروخت نہیں کرسکتا۔ پھر ''ادب القاضی'' میں انہوں نے دادا اور وصی میں فرق بیان کیا ہے کہ باپ کا وصی قرض کی ادائیگی اور وصایا کے نفاذ کے لیے ترکہ فروخت کرسکتا ہے اور دادے کو یہ اختیار نہیں۔

اس مسئلہ میں خصاف رحمہ اللہ کا قول مناسب ہے۔ انہوں نے دادا کو باپ کے قائم مقام قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اگر میت نے وصی اور باپ چھوڑا تو وصی اولیٰ ہے اگر وصی نہ ہو تو باپ اولیٰ ہے۔ اسی طرح ذکر کرتے کرتے کہا کہ پھر دادا کا وصی، پھر قاضی کا وصی اولیٰ ہے اور خصاف رحمہ اللہ نے اسے ''کتاب ادب القاضی'' میں ذکر فرمایا ہے اور انہی کے قول پر فتویٰ ہے۔

باپ اپنا مال بیٹے کو فروخت کرسکتا ہے اور بیٹے کا مال خود خرید سکتا ہے

باپ نے اگر اپنا مال اپنے نابالغ بیٹے کو فروخت کیا یا اس کا مال اپنے لیے خریدا تو جائز ہے اور صحیح مذہب میں ایجاب وقبول شرط نہیں، حتیٰ کہ اگر باپ نے کہا کہ میں نے اپنا یہ مال اپنے بیٹے کو فروخت کیا تو سودا مکمل ہو جائے گا اور باپ کا یہ کہنا ضروری نہیں کہ میں نے خریدا۔ اس کے برعکس صورت میں بھی یہی حکم ہے اور باپ کی طرف سے یہ بیع مثلی قیمت کے ساتھ بھی درست ہے اور اتنی کم قیمت کے ساتھ بھی، جس میں لوگوں کو دھوکہ ہو جاتا ہے اور سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ یہ عقد صرف مثلی قیمت کے ساتھ جائز ہے اور اس میں معمولی دھوکہ برداشت نہیں ہوتا۔

لہٰذا اس دوسری روایت کے مطابق اس صورت میں اور باپ کے اجنبیوں کے ساتھ

تصرف کرنے میں فرق ہے (کہ باپ بیٹے کے لیے اجنبیوں سے خرید وفروخت کرے تو اس میں معمولی غبن ہو جس میں لوگوں کو دھوکہ ہو جاتا ہے تو جائز ہے اور بیٹے کے ساتھ خرید وفروخت میں صرف مثلی قیمت کے ساتھ ہی جائز ہے) اور پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

باپ اپنا مال بیٹے کو فروخت کرنے کے لیے یا بیٹے کا مال اس سے خریدنے کے لیے کسی کو وکیل نہیں بنا سکتا' جب تک خود حاضر نہ ہو

اگر باپ نے اپنا غلام اپنے بیٹے کو فروخت کرنے کے لیے یا بیٹے کا غلام اس سے خریدنے کے لیے کسی کو وکیل مقرر کیا اور بیٹا اپنے متعلق خود بیان نہیں کرسکتا اور وکیل نے یہ سودا کر دیا تو یہ جائز نہیں لیکن اگر باپ موجود ہو اور وکیل کی طرف سے قبول کرے تو جائز ہے اور بیٹے کی جانب سے عہدہ باپ پر ہوگا اور باپ کی جانب سے وکیل پر عہدہ ہوگا اور بعض نے کہا: اس کا عکس ہوگا۔

باپ اپنے ایک بیٹے کا مال دوسرے کو فروخت کرسکتا ہے

اگر باپ نے اپنے ایک بیٹے کا مال دوسرے کو فروخت کیا اور دونوں بیٹے نابالغ ہیں تو یہ جائز ہے اور جب بالغ ہوں گے تو عہدہ دونوں پر لازم ہوگا اور یہی صحیح ہے۔

باپ اپنے ایک بیٹے کا مال دوسرے کو فروخت کرنے کے لیے وکیل نہیں بنا سکتا

اگر باپ نے اپنے ایک بیٹے کا مال دوسرے کو فروخت کرنے کے لیے کوئی وکیل مقرر کیا تو یہ جائز نہیں۔

باپ اپنے بیٹے کا مال اجنبی کو فروخت کرسکتا ہے

باپ نے اگر نابالغ بیٹے کا مال کسی اجنبی کو مثلی قیمت کے ساتھ فروخت کیا اور باپ لوگوں کے نزدیک اچھے کردار کا مالک ہے' یا اس کا حال پوشیدہ ہے تو پھر بیع جائز ہے' حتیٰ کہ بالغ ہونے پر بیٹے کو سودا ختم کرنے کا اختیار نہیں۔ اگر باپ کا کردار لوگوں کے نزدیک اچھا نہیں تو جائیداد میں باپ کی بیع جائز نہیں ہوگی' حتیٰ کہ بعض مشائخ رحمہم اللہ کے نزدیک بالغ ہونے پر بیٹا سودے کو ختم کرسکتا ہے۔ صدر الشہید رحمہ اللہ کا اسی پر عمل ہے' لیکن اگر اس میں نابالغ کی

بھتری ہو مثلاً دوگنی قیمت کے ساتھ فروخت کی ہو تو پھر جائز ہے جائیداد کے علاوہ میں بیع کرنے کے متعلق دو روایتیں ہیں ایک روایت میں جائز ہے اور قیمت لے کر کسی عادل آدمی کے پاس رکھ دی جائے گی اور ایک روایت میں جائز نہیں لیکن اگر اس میں نابالغ کی بھتری ہو تو پھر اسی طریقہ سے بیع جائز ہے جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے اور صدر الشہید رحمہ اللہ کا اسی پر عمل ہے۔

''نوادر ہشام'' میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ باپ نے اگر اپنے نابالغ بیٹے کے لیے کسی اجنبی سے دس درہم کی چیز ایک درہم میں خریدی تو یہ جائز ہے لیکن اگر اس کی ایک درہم والی چیز دس درہم میں فروخت کی تو یہ جائز نہیں اور ''الاصل'' میں اس صورت میں خرید و فروخت دونوں کو برابر قرار دیا ہے اور دونوں کو ناجائز قرار دیا ہے۔

اور شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ نے ''کتاب ادب القاضی' ابواب الوصایا'' میں ذکر کیا ہے کہ نابالغ بچہ جب کسی مال کا وارث ہوا اور اس کا باپ فضول خرچ ہے تو جن کے قول میں حجر یعنی تصرفات سے روکنا درست ہے ان کے نزدیک باپ حجر کا مستحق ہوگا اور باپ کے لیے ولایت ثابت نہیں ہوگی۔

مرض الموت میں باپ کا بیٹے کے لیے اقرار

''نوادر ابن سماعہ'' میں امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کا غلام کسی آدمی کو ہزار درہم میں فروخت کیا' پھر مرض الموت میں کہا کہ میں نے اس فلاں آدمی سے قیمت وصول کر کے قبضہ کر لیا ہے تو باپ کا اقرار جائز نہیں ہوگا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ باپ نے ثمن پر قبضے کا اقرار کر کے بیٹے کے لیے اس ثمن کا اقرار کیا ہے اور مریض کا اپنے وارث کے لیے اقرار باطل ہوتا ہے' لہٰذا اس اقرار کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اگر باپ نے مرض الموت میں کہا کہ میں نے ثمن پر قبضہ کر لیا ہے اور ثمن ضائع ہو گئے ہیں تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر باپ نے کہا کہ میں نے ثمن پر قبضہ کر لیا ہے اور ثمن ضائع کر دیئے ہیں تو پھر تصدیق نہیں کی جائے گی اور مشتری سے اگر باپ نے ثمن لے لیے ہیں تو مشتری بری نہیں ہوگا اور وہ باپ سے رجوع کرے گا یا اس کے مرنے کے بعد باپ کے مال سے وہ ثمن لے گا' کیونکہ باپ کا وہ اقرار تو باطل ہو چکا ہے' لہٰذا اس پر حکم کا دارومدار نہیں ہو

گا۔

باپ نے اپنے ایک بیٹے کا مال فروخت کیا' پھر واضح ہوا کہ یہ مال تو دوسرے بیٹے کا ہے

اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کا گھر فروخت کیا' پھر پتہ چلا کہ یہ گھر تو اس کے دوسرے نابالغ بیٹے کا ہے تو یہ جائز ہے۔

باپ نے بیٹے پر جو کچھ خرچ کیا وہ بیٹے سے لینے کا حکم

امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کے لیے کوئی چیز خریدی اور قیمت نقد ادا کر دی اور باپ کی نیت یہ تھی کہ قیمت بیٹے سے لے لے گا اور اس پر کوئی گواہ قائم نہ کیا تو قاضی باپ کے حق میں فیصلہ نہیں کرے گا اور عند اللہ اسے حق حاصل ہوگا کہ وہ بیٹے سے لے سکتا ہے۔

''نوادر بشر'' میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے اپنے نابالغ بیٹے کے لیے کوئی گھر خریدا تو باپ پر لازم ہے کہ اس کی قیمت ادا کرے' اگر باپ قیمت ادا کرنے سے پہلے فوت ہو گیا تو قیمت باپ کے مال سے ہی لی جائے گی اور بیٹے کے مال کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا اور اگر باپ نے گھر خریدا اور خریدتے وقت گواہ قائم کر لیے کہ میں اس کی قیمت بیٹے سے لے لوں گا تو اسے بیٹے سے قیمت لینے کا حق حاصل ہے۔ اسی طرح بیٹے کے لیے جو بھی ایسی چیز خریدی جس کے خریدنے پر باپ کو مجبور نہیں کیا جاتا' اس میں یہی حکم ہے۔ اسی طرح بیٹے پر جو بھی قرض ہے' بیٹے کی طرف سے باپ اس کا ضامن ہو گا اور ''المنتقیٰ'' میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی روایت میں باپ بیٹے کے لیے جو کچھ خریدے اس میں تفصیل ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر ایسی چیز خریدی' جس کے خریدنے پر باپ کو مجبور کیا جاتا ہے مثلاً کھانا یا کپڑے خریدے اور بیٹے کے پاس مال نہیں تو اس صورت میں باپ بیٹے کی طرف رجوع نہیں کرے گا اور اگر گواہ قائم کر لیے کہ میں بیٹے سے اس کی قیمت لے لوں گا تو پھر اسے رجوع کا حق ہے اور اگر ایسی چیز خریدی جس کے خریدنے پر باپ کو مجبور نہیں کیا جاتا' مثلاً بیٹا مال دار ہے اور اس کے لیے طعام یا لباس خریدا یا بیٹے کے لیے گھر یا جائیداد خریدی

تو پھر اگر خریدتے وقت گواہ قائم کر لیے کہ میں یہ قیمت بیٹے سے لوں گا تو بیٹے کی طرف رجوع کر سکتا ہے اور اگر گواہ قائم نہ کیے تو پھر رجوع نہیں کر سکتا۔

اگر بیٹے کے لیے باپ نے گھر یا جائیداد یا غلام خریدا تو اس میں سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اگر بیٹا مال دار ہو تو پھر اسی تفصیل کے مطابق باپ کو رجوع کا حق ہے کہ اگر خریدنے کے وقت گواہ قائم کیے ہوں کہ میں بیٹے سے یہ قیمت لے لوں گا تو پھر بیٹے کی طرف رجوع کر سکتا ہے اور اگر گواہ قائم نہ کیے پھر رجوع نہیں کر سکتا اور اگر بیٹے کے پاس مال نہیں تو پھر باپ کی طرف رجوع نہیں کرے گا۔ چاہے گواہ قائم کیے ہوں یا قائم نہ کیے ہوں۔

بعض مقامات میں مذکور ہے کہ گواہ قائم کرنا خریدنے کے وقت ضروری ہے اور بعض جگہ ہے کہ ثمن ادا کرتے وقت گواہ قائم کرنا ضروری ہے اور ہم کہتے ہیں کہ اگر ثمن ادا کرتے وقت گواہ قائم کر لیے کہ میں ثمن محض اس لیے دے رہا ہوں کہ بیٹے سے یہ ثمن لے لوں گا' تو پھر باپ کو رجوع کا حق ہے اور حسن بن ابی مالک رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے اور انہوں نے سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے اپنے نابالغ بیٹے کے لیے کوئی چیز خریدی اور صحت کی حالت میں ہی اس کے سپرد کر دی' پھر اپنی مرض الموت میں قیمت ادا کی تو بیٹے سے کوئی چیز نہیں لی جائے گی۔

باپ اپنے بیٹے کی لونڈی کو اپنے نکاح کا حق مہر مقرر کر سکتا ہے

بشر رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ اگر کسی آدمی نے کسی عورت سے شادی کی اور کہا کہ حق مہر میں اپنے نابالغ بیٹے کی لونڈی دوں گا تو یہ جائز ہے اور جب باپ نے حق مہر میں وہ لونڈی اپنی بیوی کے سپرد کر دی تو معنیً وہ اپنے بیٹے کی لونڈی ضائع کرنے والا ہو گیا یا بطور قرض فاسد اس لونڈی کو قرض پر لینے والا ہو گیا۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول میں لونڈی کی قیمت کا ضامن ہو گا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول میں لونڈی کو حق مہر میں مقرر کرنا صحیح نہیں' لہٰذا باپ پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کو لونڈی کی قیمت دے۔ ہم نے ان مسائل میں سے بعض کا ذکر مسائلِ نکاح اور خرید و فروخت کے مسائل میں کر دیا ہے۔

باپ اپنے قرض کے عوض بیٹے کا سامان گروی رکھ سکتا ہے

اگر باپ نے اپنے قرض کے عوض بیٹے کا سامان گروی رکھا تو یہ استحساناً جائز ہے اور امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کا یہی قول ہے اور ہم نے اسے رہن کے مسائل میں ذکر کر دیا ہے۔ اس مسئلہ کی بنیاد اس پر ہے کہ اگر باپ نے اپنے قرض کے عوض قرض خواہ کو اپنے نابالغ بیٹے کا مال جتنا قرض ہے اتنی قیمت کے عوض فروخت کر دیا تو امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول کے مطابق جائز ہے اور ثمن قرض کے عوض قصاص ہو جائے گا اور باپ بیٹے کو ضمان دے گا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس میں اختلاف ہے۔

باپ کا اپنے بیٹے کے مال سے اپنا قرض ادا کرنا

اس پر اجماع ہے کہ اگر باپ نے نابالغ بیٹے کے مال سے اپنا قرض ادا کرنا چاہا تو اسے یہ اختیار حاصل نہیں۔ شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''کتاب الرہن'' کی شرح میں اسی طرح ذکر فرمایا ہے۔ اور قاضی امام صدر الاسلام نے اپنی ''شرح'' میں ذکر کیا ہے کہ باپ اپنے نابالغ بیٹے کے مال سے اپنا قرض ادا کر سکتا ہے، لہٰذا احتمال ہے کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں۔

باپ کا اپنے بیٹے کے مال سے قرض لینا

کیا باپ اپنے نابالغ بیٹے کے مال سے قرض لے سکتا ہے؟ مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس میں اختلاف ہے۔ عام مشائخ کا یہی نظریہ ہے کہ باپ کو یہ اختیار حاصل ہے۔

باپ کسی کو اپنے بیٹے کا مال بطورِ قرض نہیں دے سکتا

کیا باپ اپنے نابالغ بیٹے کا مال کسی کو بطورِ قرض دے سکتا ہے؟ شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ظاہر روایت میں اسے یہ اختیار حاصل نہیں۔

باپ بیٹے کا مال گروی رکھ کر اسے قرض دے سکتا ہے

اگر باپ نے بیٹے کو اپنا مال بطورِ قرض دیا اور اس کا مال اپنے پاس گروی رکھ لیا تو یہ جائز ہے۔ ہم نے اس کی تفصیل رہن اور خرید و فروخت کے مسائل میں ذکر کر دی ہے۔

باپ اپنے بیٹے کے لیے قرض لے سکتا ہے اور اس کے لیے قرض لینے کا اقرار کر سکتا ہے

اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کے لیے قرض لیا تو یہ جائز ہے اسی طرح اگر اس کے لیے قرض لینے کا اقرار کیا تو یہ بھی جائز ہے۔ یہ مسئلہ ''الجامع فی الفتاویٰ'' کی ''کتاب الوکالت'' میں ہے اور خرید وفروخت کے مسائل میں بھی یہ مسئلہ گزر چکا ہے۔

وصی نابالغ کے لیے قرض لے سکتا ہے

وصی کا نابالغ کے لیے قرض لینا ''ہدایہ'' کی ''کتاب الرہن'' میں مذکور ہے اور اگر وصی نے یتیم کا کوئی سامان اس کے عوض گروی رکھا تو یہ جائز ہے۔ یہ مسئلہ اس کتاب کے مسائل رہن میں گزر چکا ہے۔

نابالغ بچے کے لیے قبضہ کرنے کا حق باپ کو حاصل ہے

اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کے لیے کوئی چیز خریدی تو جب تک بیٹا نابالغ ہے اس چیز پر قبضے کا حق باپ کو حاصل ہے۔ اگر بیٹا بالغ ہو گیا اور باپ نے اس کے لیے اجنبی سے کچھ خریدا تو قبضے کا حق باپ کو حاصل ہے اور اگر باپ نے اپنی ذات سے اس کے لیے کچھ خریدا تو قبضے کا حق بیٹے کو ہے اور باپ کا اس پر قبضہ جائز نہیں۔

باپ نے بیٹے سے اس کے بچپن میں جو کچھ لیا ہے اس سے بری الذمہ ہونے کا حیلہ

''الاصل'' کی ''کتاب الحیل'' میں باپ پر نابالغ بیٹے کی طرف سے جو کچھ واجب ہوا ہے اس سے بری الذمہ ہونے کا یہ حیلہ مذکور ہے کہ ثمن کی مقدار اپنے مال سے نکال لے مثلاً سو دینار ہوں پھر باپ کہے کہ میں نے اپنے بیٹے کا فلاں مال سو دینار کے عوض خریدا اور یہ سو دینار میں نے اپنے مال سے اس خریدے ہوئے مال کے ثمن کے طور پر نکالے ہیں اور اپنے بیٹے کے لیے میں نے اس پر قبضہ کر لیا ہے تاکہ بیٹے کی طرف سے یہ مال میرے پاس رہے اور اس پر گواہ بھی قائم کرے اور امام محمد رحمہ اللہ سے ''النوادر'' میں یہ روایت ہے کہ باپ ثمن سے اس وقت تک بری نہ ہوگا جب تک اپنے بیٹے کے لیے اس ثمن کے عوض اپنے مال سے کوئی چیز

نہیں خرید لے گا۔

اسی طرح اگر اپنے نابالغ بیٹے کا مال اپنی ضروریات میں خرچ کر لیا اور باپ پر اس کی ضمان واجب ہوگئی یا اپنے نابالغ بیٹے کے مال سے کوئی چیز غصب کر لی اور اس پر ضمان واجب ہوگئی' پھر باپ نے اس ضمان سے بَری ہونا چاہا تو اس کا یہی طریقہ ہے' جو ہم نے بیان کر دیا ہے اور ''ہارونی'' میں ہے کہ اپنے نابالغ بیٹے کا مال خریدنے سے باپ پر جو ثمن لازم ہوگا' باپ اس سے اس وقت تک بَری نہ ہوگا جب تک قاضی نابالغ کی طرف سے اس پر قبضے کا کوئی وکیل مقرر نہ کر دے۔ پھر قبضہ کے بعد قاضی اس وکیل کو حکم دے گا کہ یہ ثمن باپ کو لوٹا دے تاکہ باپ کے قبضہ میں بیٹے کی طرف سے یہ ودیعت ہو جائے۔ یہ تمام بحث ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے اور ہم نے ان میں سے اکثر مسائل کو مسائلِ بیوع میں ذکر کر دیا ہے۔

بیوی کی وفات کے بعد خاوند اس کے حق مہر سے کیسے بَری ہوگا؟

رشید الدین رحمہ اللہ نے اپنے ''فتاویٰ'' کے ''باب دعویٰ الاب والوصی'' میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر کسی آدمی کے ذمہ بیوی کا حق مہر ہے اور بیوی فوت ہوگئی اور بیوی کا بیٹا نابالغ ہے اور اس بچے کے باپ کے ذمہ اس کی ماں کا جو حق مہر ہے' وہ اسی میں سے بیٹے پر خرچ کرتا رہا تو اس کے ذمہ سے حق مہر ساقط نہیں ہوگا لیکن اگر باپ تصریح کر دے کہ میں نے یہ چیز بچے کے لیے اس لیے خریدی ہے کہ اس کی قیمت اس مال سے ادا کروں جو میرے ذمہ لازم ہے اور اس پر گواہ بھی قائم کر لے تو پھر یہ جائز ہے' حتیٰ کہ بڑا ہونے پر بیٹے کو باپ سے وہ مال لینے کا حق نہیں ہوگا اور عند اللہ باپ حق مہر کے مال سے بیٹے کے لیے خریداری کر سکتا ہے' گواہ قائم کرنے کی شرط صرف قضاء ہے کیونکہ اگر باپ نے گواہ قائم نہ کیے تو بیٹا باپ سے اس کا مطالبہ کر سکتا ہے اور اگر باپ نے کہا کہ میں نے یہ مال تجھ پر خرچ کر دیا ہے تو یہ قول مقبول نہیں ہوگا' کیونکہ اگر مقروض کہے کہ مجھ پر جو قرض لازم تھا وہ میں نے ادا کر دیا ہے تو اس کا قول مقبول نہیں ہوتا' اسی طرح یہاں بھی باپ کا قول مقبول نہ ہوگا اور اگر اپنے کپڑوں سے بچے کو لباس دیا اور اپنا طعام بچے کو کھانے کے لیے دیا اور یہ لباس و طعام اسی مال سے شمار کرتا رہا' جو اس پر لازم تھا تو اگر اس پر گواہ قائم کر لیے ہوں تو یہ بھی جائز ہے۔

باپ نے اپنا جو گھر بیٹے کو فروخت کیا اس کے فارغ کرنے کا طریقہ

اگر باپ نے اپنا گھر اپنے اس بیٹے کو فروخت کر دیا جو باپ کے اہل و عیال میں شامل ہے اور باپ اس گھر میں رہائش پذیر ہے تو بیٹا اس گھر پر اس وقت تک قابض شمار نہیں ہوگا' جب تک باپ نے وہ گھر فارغ نہ کر دیا' حتیٰ کہ اگر وہ گھر گر گیا اور باپ اس گھر میں رہائش پذیر ہے تو وہ گھر باپ کے مال سے ہلاک متصور ہوگا' اسی طرح اگر باپ اس گھر میں رہائش پذیر نہ ہو لیکن باپ کا سامان یا اس کے اہل و عیال اس گھر میں ہوں تو پھر بھی یہی حکم ہے اور اگر باپ نے وہ گھر خالی کر دیا تو پھر بیٹا قابض شمار ہوگا۔

اگر گھر سے منتقل ہو جانے کے بعد باپ دوبارہ لوٹ آیا اور اس گھر میں رہائش پذیر ہو گیا یا اس میں اپنا سامان رکھ دیا یا اپنے اہل و عیال کو اس مکان میں ٹھہرا دیا حالانکہ باپ غنی و مال دار تھا تو باپ غاصب کے حکم میں ہوگا۔

بیٹے نے باپ سے جو ملبوس خریدا ہے' اس پر بیٹے کا قبضہ کرنا

''ہارونی'' میں ہے کہ اگر باپ نے اپنے بیٹے کو اپنا جبہ فروخت کیا' حالانکہ باپ نے وہ پہنا ہوا تھا یا اپنی چادر فروخت کی' حالانکہ وہ باپ نے اوڑھی ہوئی تھی یا انگلی میں جو انگوٹھی ہے' وہ بیٹے کو فروخت کی تو بیٹا اس وقت تک قابض نہیں ہوگا جب تک اسے اُتار نہ دے' اسی طرح جس چوپائے پر سوار ہے' اس کے فروخت کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔

اپنے نابالغ بیٹے کا مال خریدنے کی صورت میں باپ کے قبضہ کا حکم

اگر باپ نے کہا کہ گواہ ہو جاؤ! میں نے اپنے بیٹے کی یہ لونڈی ہزار درہم کے عوض خریدی ہے حالانکہ بیٹا نابالغ ہے اور باپ کے اہل و عیال میں شامل ہے تو یہ خریدنا جائز ہے اور اگر لونڈی باپ کے قبضہ میں ہوئی' تو محض خریدنے سے ہی باپ قابض بن جائے گا اور قیمت باپ پر قرض ہوگی اور اس سے بَری الذمہ ہونے کا وہی طریقہ ہے جو ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

جب باپ نے مثلی اجرت سے زائد اجرت پر اپنے نابالغ بیٹے کے لیے کوئی مزدور رکھا تو یہ اجارہ نافذ ہو جائے گا

اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کے لیے مثلی اجرت سے زائد اجرت پر کوئی مزدور رکھا اور زیادتی اتنی ہے کہ جس میں لوگوں کو دھوکہ نہیں ہوتا اور باپ کو اس کا علم نہیں' اس مسئلہ میں شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے ''شرح السیر'' میں ذکر کیا ہے کہ بچے پر اجارہ نافذ ہو جائے گا' البتہ بچے پر مزدور کے کام کی مثلی اجرت ہی لازم ہوگی (زائد اجرت لازم نہیں ہو گی)۔

جب باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کا مال مثلی اجرت سے کم پر کرائے پر دیا تو مستاجر پر مثلی اجرت واجب ہوگی

اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کا مکان مثلی اجرت سے کم پر کرایے پر دیا تو کرایہ دار پر مثلی اجرت ہی واجب ہوگی۔

غصب کی ہوئی چیز کی مثلی اجرت واجب ہوگی

اگر کسی آدمی نے بچے کا گھر غصب کر لیا تو اس پر مثلی اجرت واجب ہوگی۔ بعض مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسی طرح فرمایا ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر نقصان میں بچے کی بہتری ہو تو نقصان واجب ہوگا۔ یہ مسئلہ مسائل اجارات میں گزر چکا ہے۔

بچے کے مال کی بیع میں مشتری کا قاضی سے جھگڑنا جائز نہیں

اگر قاضی نے بچے کا مال کسی آدمی کو فروخت کر کے اس کے سپرد کر دیا' پھر خریدار کو اس میں کوئی عیب معلوم ہوا تو خریدار عیب کی بناء پر وہ چیز واپس کرنے کے لیے قاضی سے خصومت نہیں کر سکتا' کیونکہ قاضی تو بچے کے قاصد کی طرح ہے' کیونکہ اس کی بیع تو بچے کا لحاظ کرنے کے لیے بطور قضاء واقع ہوئی ہے۔ اسی طرح اگر قاضی کے کسی امین نے بچے کا مال فروخت کیا تو خریدار عیب کی بناء پر واپس کرنے کے لیے بائع سے جھگڑا نہیں کر سکتا' کیونکہ وہ تو قاضی کا نائب ہے۔

قاضی نے نابالغ بچے کا مال فروخت کیا پھر پتا چلا کہ یہ تو دوسرے بچے کا مال ہے

اگر قاضی نے کسی بچے کا گھر فروخت کیا' پھر پتہ چلا کہ یہ گھر تو دوسرے بچے کا ہے' جو اسی قاضی کی ولایت میں ہے تو یہ جائز نہیں ہے اور اس میں حکم نافذ کرنے والا معنیٰ ہے اور حکم اگر ایک انسان کے لیے واقع ہو تو وہ حکم اس کے غیر کے لیے واقع نہیں ہوتا۔

قاضی یتیم کا مال خود نہیں خرید سکتا

''السیر'' میں مذکور ہے کہ قاضی نے یتیم کا مال خود خریدا یا اپنا مال یتیم کو فروخت کیا' یہ جائز نہیں۔

قاضی یتیم لڑکی کی شادی اپنے بیٹے سے نہیں کر سکتا

قاضی نے اگر نابالغہ یتیم بچی کی شادی اپنے بیٹے سے کی تو یہ جائز نہیں۔ اسی طرح جس کے حق میں اس کی گواہی مقبول نہیں ہوتی' اس کے ساتھ شادی کرنا بھی جائز نہیں۔ قاضی یتیم کا مال خود خریدے یا کسی اور کو فروخت کرے' اس کے متعلقہ مسائل کو ہم نے خرید و فروخت کے مسائل میں ذکر کر دیا ہے۔

قاضی کا یتیم کے لیے مثلی اجرت سے زائد پر مزدور رکھنا

اگر قاضی نے یتیم کے لیے مثلی اجرت سے اتنی زیادہ اجرت پر مزدور رکھا' جس میں لوگوں کو دھوکہ نہیں ہوتا اور قاضی کو اس کا علم نہیں تو مزدور کو یتیم کے مال سے مثلی اجرت ملے گی۔ اگر قاضی نے کہا کہ میرا مقصد زیادتی تھی تو وہ اجارہ قاضی پر نافذ ہوگا اور تمام اجرت قاضی کے مال میں واجب ہوگی۔

قاضی کا یتیم کے مال کو بطورِ قرض دینا

قاضی نے اگر یتیم کا مال کسی کو بطورِ قرض دیا تو یہ جائز ہے اور یہ مسئلہ خرید و فروخت کے مسائل میں گزر چکا ہے۔

وصی کا بالغ اور نابالغ ورثاء کے ترکہ کو فروخت کرنا

اگر وصی نے ترکہ فروخت کیا تو اس کی تین صورتیں ہیں:

(۱) تمام ورثاء بالغ ہوں (۲) تمام ورثاء نابالغ ہوں (۳) بعض ورثاء بالغ اور بعض نابالغ ہوں۔

اگر تمام ورثاء نابالغ ہوئے تو وصی میت کے ترکہ کی ہر چیز فروخت کر سکتا ہے۔ زمین ہو' جائیداد ہو یا سامان ہو' چاہے ورثاء حاضر ہوں یا غائب ہوں' میت پر قرض ہو یا قرض نہ ہو۔ لیکن مثلی قیمت کے ساتھ فروخت کرے یا اتنی کمی کے ساتھ جس میں لوگوں کو دھوکہ لگ جاتا ہے۔

''کتاب الاقضیہ'' میں مذکور ہے کہ اگر ترکہ میں قرض ہو تو وصی صرف اس صورت میں فروخت کر سکتا ہے' جب بچے کو خرچ وغیرہ کے لیے ثمن کی ضرورت ہو یا کوئی اور ضرورت ہو' جس کی وجہ سے جائیداد فروخت کرنا پڑے' مثلاً جائیداد کا محصول و دیگر اخراجات' اس کی پیداوار سے بڑھ جائیں۔

مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سلف کا جواب ہے' بہر حال ہمارے متاخرین مشائخ نے فرمایا ہے کہ وصی نابالغ کی جائیداد صرف اس وقت فروخت کر سکتا ہے' جب میت پر قرض ہو اور جائیداد کی قیمت کے بغیر وہ ادا نہ ہو سکے یا بچے کو جائیداد کی قیمت کی ضرورت ہو یا خریدار اسے دوگنی قیمت پر خریدنے کی رغبت رکھتا ہو۔

اگر تمام ورثاء بالغ ہوں اور حاضر ہوں اور میت پر قرض نہ ہو تو وصی ترکہ میں بالکل تصرف نہیں کر سکتا' لیکن میت کے قرضوں کا مطالبہ کرے گا اور اس کے حقوق پورے کرے گا اور قرض وصول کر کے ورثاء کو دے گا۔ ''اصل'' میں اسی طرح مذکور ہے۔

اور ''المنتقی'' میں سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ ایک آدمی نے کسی کو وصی مقرر کیا اور اس کی اولاد نابالغ ہے اور سب حاضر ہیں اور میت پر قرض نہیں اور نہ ہی اس نے کوئی وصیت کی ہے' تو پھر وصی جائیداد کے علاوہ ہر چیز فروخت کر سکتا ہے۔ اسی طرح امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ہے۔

ابوالفضل کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ جواب اصل کے جواب کے خلاف ہے۔ ''اصل'' میں مذکور ہے کہ وصی جائیداد کے علاوہ کی بیع بھی نہیں کر سکتا اور اگر میت پر قرض ہو اور ورثاء بالغ ہوں اور حاضر ہوں تو اس پر اجماع ہے کہ وصی قرض کی مقدار کے مطابق کل ترکہ فروخت

کر سکتا ہے اور قرض سے جو ترکہ زائد ہو اس میں اختلاف ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ فروخت کر سکتا ہے۔ صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ فروخت نہیں کر سکتا۔ یہ حکم اس وقت ہے جب ورثاء اپنے خالص مال سے قرض ادا نہ کریں۔ اگر ورثاء نے کہا کہ ہم قرض ادا کریں گے تو وصی کو ترکہ فروخت کرنے کا بالکل حق نہیں اور یہ حکم اس وقت ہے' جب ورثاء بالغ ہوں اور حاضر ہوں' اگر ورثاء غائب ہوئے تو پھر اگر ترکہ میں قرض نہ ہو اور نہ ہی میت کی کوئی وصیت ہو تو منقولات کو وصی فروخت کر سکتا ہے' کیونکہ منقولات کی بیع کا تعلق حفاظت سے ہے۔ ابراہیم رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے امام محمد رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ بالغ وارث غائب ہونے کی جس صورت میں وصی سامان فروخت کر سکتا ہے اس کی حد کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب وہ کوفہ سے تین دن کی مسافت پر ہو اور وصی جائیداد فروخت نہیں کرے گا کیونکہ وہ تو خود محفوظ ہے اور اگر جائیداد کے ہلاک ہونے کا خدشہ ہو تو پھر وہ فروخت کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں مشائخ رحمہم اللہ کا اختلاف ہے۔ بعض نے منقول جائیداد سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ وہ فروخت کر سکتا ہے اور بعض نے کہا: فروخت نہیں کر سکتا اور یہی زیادہ صحیح ہے' کیونکہ گھر غالباً ہلاک نہیں ہوتا' لہٰذا اسی غالب صورت پر حکم کی مدار ہوگی' نادر صورت پر حکم نہیں لگایا جائے گا۔

یہ حکم اس وقت ہے جب ورثاء غائب ہوں اور ترکہ میں کوئی قرض نہ ہو اور نہ ہی کوئی وصیت ہو۔ اگر ترکہ میں قرض ہو اور ورثاء غائب ہوئے تو اگر قرض نے تمام ترکہ کا احاطہ کیا ہوا ہے تو پھر وصی جائیداد منقول و غیر منقول سب فروخت کر سکتا ہے۔ اگر قرض نے تمام ترکہ کا احاطہ نہیں کیا ہوا تو قرض کی مقدار جائیداد اور مال منقول فروخت کر سکتا ہے' کیا اس سے زائد بھی فروخت کر سکتا ہے؟ اس میں تفصیل ہے کہ اگر زائد مال منقول ہو تو اسے فروخت کر سکتا ہے اور اگر جائیداد ہو تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اسے بھی فروخت کر سکتا ہے۔ صاحبین کے نزدیک نہیں کر سکتا۔ یہ حکم اس وقت ہے جب تمام ورثاء بالغ ہوں۔ اگر بعض ورثاء بالغ ہوں اور بعض نابالغ ہوں تو پھر اگر بالغ ورثاء غائب ہوں اور ترکہ قرض اور وصیت سے خالی ہو تو وصی بالاتفاق مال منقول فروخت کر سکتا ہے اور وہ جائیداد سے نابالغ ورثاء کا حصہ فروخت کر سکتا ہے۔ کیا وصی جائیداد سے بالغ ورثاء کا حصہ

بھی فروخت کرسکتا ہے؟ اس میں وہی اختلاف ہے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اگر ترکہ قرض میں مشغول ہو اور بالغ ورثاء غائب ہوں تو اگر قرض نے تمام ترکہ کا احاطہ کیا ہوا ہے تو پھر وہ جائیداد اور مال منقول سب کو فروخت کرسکتا ہے۔ اگر قرض نے احاطہ نہیں کیا ہوا تو پھر بالا جماع جائیداد اور مال منقول سے قرض کی مقدار فروخت کرسکتا ہے اور کیا اس سے زائد بھی فروخت کرسکتا ہے؟ مال منقول میں تو اس کی بیع جائز ہوگی اور جائیداد میں وہی اختلاف ہے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اور اگر بالغ ورثاء حاضر ہوں اور ترکہ قرض اور وصیت سے خالی ہو تو وہ بالاتفاق جائیداد سے نابالغ ورثاء کا حصہ فروخت کرسکتا ہے۔ کیا بالغ ورثاء کا حصہ بھی فروخت کرسکتا ہے؟ اس میں وہی مذکورہ بالا اختلاف ہے اور اگر ترکہ قرض میں مشغول ہو تو اگر قرض نے تمام ترکہ کا احاطہ کیا ہو تو پھر وہ تمام ترکہ فروخت کرسکتا ہے اور اگر قرض نے تمام ترکہ کا احاطہ نہیں کیا تو پھر وہ قرض کی مقدار کے مطابق ترکہ فروخت کرسکتا ہے اور کیا اس سے زائد فروخت کرسکتا ہے؟ تو اس میں وہی مذکورہ بالا اختلاف ہے۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ جب وصی کو بعض ترکہ کے فروخت کرنے کی ولایت ثابت ہوگئی تو اسے باقی ترکہ کے فروخت کرنے کی ولایت بھی ثابت ہو جائے گی' لہٰذا وصی جس طرح مالِ منقول سے نابالغ وارث کا حصہ فروخت کرسکتا ہے' اسی طرح بالغ غائب کا حصہ فروخت کرنے کا بھی اسے اختیار حاصل ہوگا۔ اس کی مکمل تفصیل وتشریح ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الوصایا'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

جس آدمی سے اندیشہ ہو کہ وہ ثمن کی ادائیگی سے انکار کردے گا۔۔ اسے ترکہ ادھار فروخت کرنے کا حکم

اگر وصی نے ترکہ میں سے کوئی چیز ادھار فروخت کی تو اگر اس میں یتیم کا نقصان ہو' مثلاً خریدار کے متعلق خدشہ ہے کہ وہ قیمت ادا کرنے سے انکار کردے گا یا میعاد آنے پر قیمت نہیں دے گا تو یہ بیع جائز نہیں اور اگر ایسا خدشہ نہیں تو جائز ہے۔ اسی کے مطابق ہمارے مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ اگر کسی آدمی نے یتیم کا مال ہزار درہم میں خریدنا چاہا اور دوسرے نے ڈیڑھ ہزار درہم میں خریدنا چاہا' لیکن پہلا زیادہ مالدار ہے تو وصی کے لیے مناسب ہے کہ وہ پہلے کو

فروخت کرے' جس کے متعلق یہ خدشہ نہیں کہ وہ مطالبہ کے وقت قیمت کی ادائیگی سے انکار کر دے گا۔ اسی طرح یتیم کا گھر کرائے پر دینے کا حکم ہے۔ اسی طرح اوقاف کے متولی اور اوقاف کے تمام امینوں کا حکم ہے۔

وصی کے لیے یتیم کی املاک ایسے آدمی کو فروخت کرنا باطل ہے جس کے لیے قیمت کی ادائیگی ممکن نہ ہو

اگر وصی نے یتیم کی جائیداد کسی مفلس کو فروخت کی' جس کے بارے میں علم ہے کہ اس کے لیے قیمت ادا کرنا ممکن نہیں تو فتاویٰ میں ابوالقاسم رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ اگر یہ بیع برضاو رغبت ہو تو قاضی مشتری کو تین دن کی مہلت دے گا' اگر اس کے لیے قیمت ادا کرنا ممکن ہوا تو ٹھیک ہے' ورنہ بیع ختم کر دے گا۔ اس جواب میں اس بیع کے جائز ہونے کی طرف اشارہ ہے اور یہ جواب کتب میں ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کی مذکور روایت کے خلاف ہے اور مناسب ہے کہ یہ بیع جائز نہ ہو' البتہ اگر خریدار نے قاضی کے مبیع کو واپس کروانے سے پہلے پہلے قیمت ادا کر دی اور اس میں بچے کی بہتری ہے تو قاضی اس بیع کو باقی رکھے گا اور اب اس کے جواز کا حکم دے گا۔

مال سے قرض کی ادائیگی ممکن ہونے کے باوجود وصی قرض کی ادائیگی کے لیے جائیداد فروخت کر سکتا ہے

''فتاویٰ فضلی'' میں ہے کہ اگر وصی نے جائیداد فروخت کی تاکہ اس سے میت کا قرض ادا کرے' حالانکہ اس کے پاس میت کا مال موجود ہے' جس سے قرض ادا ہو سکتا ہے تو یہ بیع جائز ہے کیونکہ وصی موصی کا قائم مقام ہے۔ اگر موصی خود ایسا کرے تو یہ جائز ہے' لہٰذا وصی کے لیے بھی یہ جائز ہے۔

ورثاء کو اختیار ہے کہ وہ وصیت کو پورا کرنے کی صرف اس صورت میں اجازت دیں جب وصیت ترکہ کی تمام اقسام سے پوری کی جائے

''فتاویٰ ابواللیث رحمہ اللہ'' میں ہے کہ ایک آدمی فوت ہو گیا اور اپنے مال کے تہائی حصہ کی وصیت کر گیا اور اس نے جائیداد کی کئی اقسام ترکہ میں چھوڑیں اور وصی نفاذِ وصیت کے لیے

کسی ایک قسم کو فروخت کرنے لگا تو وارث کو اختیار ہے کہ وہ صرف اس صورت میں راضی ہو کہ جس جس قسم کا تہائی حصہ فروخت کرنا ممکن ہے' ان تمام اقسام میں سے ہر قسم کا حصہ فروخت کر کے وصیت نافذ کی جائے۔

وصی کے لیے بعض ترکہ ایسے اجارہ پر دینا جائز نہیں' جس اجارہ میں غبن ہو

اگر وصی نے بعض ترکہ طویل مدت کے اجارہ پر دیا تاکہ اس سے میت کا قرض ادا کرے تو یہ جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں پہلے سالوں میں غبن ہوتا ہے' اس فصل میں کلام ہے' جو ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الاجارات'' میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

اگر وصی نے یتیم کا کوئی مال فروخت کیا پھر کسی آدمی نے زائد قیمت میں اس مال کا مطالبہ کیا تو اس میں اہل امانت اشخاص فیصلہ کریں گے

اگر وصی نے یتیم کا کوئی مال فروخت کیا' پھر کسی آدمی نے زائد قیمت میں وہ مال خریدنے کا مطالبہ کیا تو اس میں دو اہل رائے اور اہل امانت افراد فیصلہ کریں گے۔ اگر انہوں نے کہا کہ وصی نے جس قیمت میں فروخت کیا ہے' وہی اس مال کی قیمت ہے' تو پھر زیادہ دینے والے آدمی کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ اگر بڑھ چڑھ کر بولی لگانے کی صورت میں وہ مال زیادہ قیمت میں فروخت ہوتا ہو اور بازار میں اس کی قیمت کم ہو تو اتنی قیمت واجب نہیں ہو گی جتنی قیمت کا وہ مال بولی میں فروخت ہوا ہے بلکہ اس میں اہل رائے افراد فیصلہ کریں گے اور دو آدمیوں نے جس قیمت کا فیصلہ کر دیا تو وصی ان دو افراد کے قول پر عمل کرے گا۔ بعض مقامات میں ہے کہ وصی ایک آدمی کے قول پر اعتماد کرے گا اور بعض مقامات میں دو کی شرط ہے اور بعض نے کہا کہ دو کی شرط امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے اور ایک پر اکتفاء کا قول امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کا ہے' جس طرح کہ تزکیہ میں یہ اختلاف ہے۔

باپ یا وصی نابالغ کے مال کی بیع کا اقالہ کر سکتا ہے

باپ یا وصی نے اگر نابالغ کا مال فروخت کیا' پھر خریدار کے ساتھ بیع کا اقالہ کر لیا تو اقالہ درست ہے اور اس مسئلہ میں ایک باریک نکتہ ہے' جسے خرید و فروخت کے مسائل میں ملاحظہ کیا

جا سکتا ہے۔

وصی کے پاس یتیم کے مالِ مرہون ضائع ہو جانے کا حکم

اگر وصی نے یتیم کے لیے کوئی قرض لیا اور اس کے عوض یتیم کا مال گروی رکھ دیا اور مرتہن نے اس مال پر قبضہ کر لیا' پھر وصی نے یتیم کی کسی ضرورت کے لیے وہی مال مرتہن سے عاریۃً لے لیا اور وہ مال وصی کے پاس ہلاک ہو گیا تو وہ یتیم کے مال سے ہلاک متصور ہو گا اور مرتہن کا قرض یتیم پر اسی طرح باقی رہے گا' جس کا وہ وصی سے مطالبہ کرے گا۔ اگر وصی نے مرتہن کے قبضہ سے وہ مال مرہون غصب کر لیا اور اسے یتیم کی کسی حاجت میں استعمال کیا اور وہ مال ہلاک ہو گیا تو وصی مرتہن کے حق کی وجہ سے اس کی قیمت کا ضامن ہو گا۔ یتیم کے حق کی وجہ سے نہیں اور اگر وصی نے غصب کے بعد اسے اپنی ضرورت میں استعمال کیا تو دونوں کے حق کی وجہ سے ضامن ہو گا' حتیٰ کہ پہلی صورت میں جب مرتہن کا قرض ادا کر دیا تو یتیم کے مال کی طرف رجوع کرے گا اور دوسری صورت میں یتیم کے مال کی طرف رجوع نہیں کرے گا۔

اگر وصی نے کسی مغصوب غلام کو یتیم کی ضرورت میں استعمال کیا تو۔۔۔ وصی ضامن ہو گا اور یتیم کے مال کی طرف رجوع نہیں کرے گا

اگر وصی نے کسی آدمی کا غلام غصب کر کے اسے یتیم کی ضرورت میں استعمال کر لیا اور مالک کو اس غلام کی قیمت کی ضمان ادا کر دی تو کیا وصی وہ قیمت یتیم کے مال سے لے گا؟ ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کی اس میں کوئی روایت نہیں اور ہمارے مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ مناسب یہ ہے کہ وہ یتیم کے مال سے یہ قیمت نہیں لے گا۔ یہ مسئلہ غصب کے مسائل میں گزر چکا ہے۔

اگر وصی نے یتیم کے لیے مثلی اجرت سے زائد پر کوئی مزدور رکھا

اگر وصی نے یتیم کے لیے مثلی اجرت سے زائد پر کوئی مزدور رکھا تو قاضی امام رکن الاسلام علی سغدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں وصی اسے اپنے لیے مزدور رکھنے والا متصور ہو گا اور تمام اجرت وصی کے مال میں ہی واجب ہو گی اور شیخ الاسلام خواہر زادہ رحمہ اللہ نے اپنی ''شرح'' میں ذکر فرمایا ہے کہ یہ اجارہ یتیم کے لیے واقع ہو گا اور اس کے کام کی مثلی

اجرت واجب ہوگی اور زیادتی بچے کو واپس کردی جائے گی۔

یتیم کے مال میں حوالہ کا حکم

اگر وصی نے کسی آدمی سے یتیم کے مال کا حوالہ قبول کیا' اگر وہ دوسرا آدمی (یعنی محتال علیہ) پہلے (یعنی اصلی مقروض) سے زیادہ مال دار ہے تو یہ حوالہ جائز ہے اور اگر اس سے کم مال دار ہے تو جائز نہیں اور اگر اس کے برابر ہے تو اس میں مشائخ رحمہم اللہ کا اختلاف ہے اور کتاب میں اشارہ ہے کہ یہ جائز نہیں اور یہ مسئلہ مسائلِ حوالہ میں گزر چکا ہے۔

وصی بچے کا گھر ایسے دوسرے بچے کو فروخت کرسکتا ہے جس کا وصی یہی ہو

اگر وصی نے بچے کا گھر دوسرے بچے کو فروخت کیا اور اس دوسرے بچے کا وصی بھی یہی تھا تو یہ جائز ہے۔

وصی یتیم کا مال خود خرید سکتا ہے اور اپنا مال یتیم کو فروخت کرسکتا ہے جب کہ اس میں یتیم کا نفع ہو

اگر وصی نے یتیم کا مال خود خریدا یا اپنا مال یتیم کو فروخت کیا تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ایک روایت کے مطابق یہ جائز ہے' جب کہ اس میں یتیم کا نفع ظاہر ہو اور امام محمد رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے زیادہ ظاہر روایت کے مطابق کسی صورت میں یہ جائز نہیں اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق ظاہری منفعت کی تفسیر میں مشائخ رحمہم اللہ کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ وصی اپنا ہزار درہم کا مال بچے کو آٹھ سو درہم میں فروخت کرسکتا ہے اور بچے کا آٹھ سو درہم کا مال ہزار درہم میں خرید سکتا ہے اور بعض نے کہا کہ اپنا ہزار درہم کا مال یتیم کو پانچ سو درہم میں فروخت کرسکتا ہے اور یتیم کا پانچ سو درہم کا مال ہزار درہم میں خرید سکتا ہے اور جب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق وصی کی یتیم کے ساتھ بیع کو جائز قرار دے دیا گیا تو کیا وصی کا یہ کہنا ہی کافی ہے کہ میں نے فروخت کیا' میں نے خریدا' جس طرح کہ باپ کی صورت میں یہ حکم ہے یا ایجاب وقبول دونوں ادا کرنا ضروری ہے؟ (جس قول میں باپ اور وصی کے حکم میں فرق ہے کہ باپ کے لیے صرف بعت یا اشتریت کہنا کافی ہے اور وصی کے لیے ایجاب وقبول دونوں لازم ہیں)۔ اس قول میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ باپ کی ولایت قبول

کے بغیر شرعاً ثابت ہوتی ہے اور وصی کی ولایت بلا قبول خود بخود ثابت نہیں ہوتی' لہٰذا اسی طرح اس کی بیع بھی قبول کی محتاج ہے۔

وصی دو یتیموں میں سے ایک کا مال دوسرے کو فروخت نہیں کرسکتا

دو یتیموں کے وصی نے اگر ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم کو فروخت کیا تو یہ جائز نہیں۔

ماذون بچے کی وصی سے بیع کا جواز

وصی کی طرف سے جس بچے کو تصرفات کی اجازت ہے' اگر اس نے وصی کو اپنا مال فروخت کیا تو یہ اسی طرح ہے' جیسے وصی خود فروخت کرے اور اس مسئلہ میں چند کلمات ہیں' جو ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الوصایا' فصل تصرفات الوصی'' میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

وصی کا مالِ یتیم اپنے لیے اور غیر کے لیے خریدنے کا حکم

''واقعات الناطفی'' میں ہے کہ اگر وصی نے کسی آدمی کو حکم دیا کہ اس کے لیے یتیم سے کوئی چیز خریدے اور اس نے وصی کے لیے وہ چیز خرید لی تو یہ جائز نہیں' لیکن اگر اس آدمی نے وہ چیز اپنے لیے خریدی تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق جائز ہے۔

وصی کا یتیم کی زمین کو مزارعت پر لینا

وصی نے اگر یتیم کی زمین مزارعت پر لی تو اس میں مشائخ رحمہم اللہ کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا: مطلقاً جائز ہے اور بعض نے کہا کہ اگر بیج یتیم کی طرف سے ہوں تو جائز نہیں اور اگر بیج وصی کی طرف سے ہوں تو جائز ہے۔ ''الاصل'' میں مذکور ہے کہ اگر بیج یتیم کی طرف سے ہوں تو جائز ہے اور اگر وصی کی طرف سے ہوں تو جائز نہیں اور یہ مسئلہ مشکل ہے۔ عام مشائخ رحمہم اللہ کا نظریہ یہی ہے کہ اگر مثلی اجرت یا نقصان کا ضمان بچے کے لیے' ان حاصلات سے بہتر ہو جو بچے کو لازم آئیں تو مزارعت جائز نہیں اور اگر حاصلات بچے کے لیے بہتر ہوں تو مزارعت جائز ہے اور یہ مسئلہ اسی طرح ہے جیسا کہ ''امالی'' کے وصایا میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ اگر یتیم کے وصی نے یتیم کی زمین میں یتیم کا بیج کاشت کیا اور بوقت کاشت گواہ قائم کرلیے کہ یہ بیج یتیم سے قرض کے طور پر لیا ہے اور یتیم کی زمین میں نے اپنے لیے اجارہ پر لی ہے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر اجرت یتیم کے لیے بہتر ہوئی تو میں یتیم کے

لیے اجرت اور وصی کے لیے کھیتی قرار دوں گا اور اگر کھیتی یتیم کے لیے بہتر ہوئی تو میں یتیم کے لیے کھیتی قرار دوں گا۔

اس بات کی دلیل کہ وصی یتیم کے مال سے قرض لے سکتا ہے

اگر وصی نے یتیم کی میراث سے بیج قرض لیا اور اسے اپنی زمین میں کاشت کر دیا تو کھیتی وصی کی ہوگی اور اس کا یہ قول معتبر ہوگا کہ اس نے یہ کھیتی اپنے لیے کاشت کی ہے اور اسی طرح اگر اپنا بیج یتیم کی زمین میں کاشت کیا اور کہا کہ یہ میں نے اپنے لیے کاشت کیا ہے۔ اگر اس میں وصی کا نفع ظاہر ہو تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ یہ مسئلہ اس بات کی دلیل ہے کہ وصی یتیم کے مال سے قرض لے سکتا ہے۔

''المنتقی'' میں امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ یہ مسئلہ اس بات کی دلیل ہے کہ وصی قرض نہیں لے سکتا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر وصی نے یتیم کے مال سے کوئی چیز قرض لی اور اس پر گواہ قائم کر لیے کہ میں نے یہ چیز بطورِ قرض لی ہے' پھر وہ چیز ضائع ہوگئی تو وصی پر ضمان لازم نہیں لیکن اگر وہ اسے حرکت دے تو اس صورت میں ضمان واجب ہوگی۔ اگر وصی یتیم کے مال سے قرض لینے کا مالک ہوتا تو اس پر ضمان واجب نہ ہوتی اگرچہ وہ اسے حرکت دیتا۔

ہشام رحمہ اللہ نے اپنے ''نوادر'' میں بیان کیا کہ میں نے امام محمد رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک وصی یتیم کے مال سے قرض نہیں لے سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ اگر وصی نے قرض لے لیا اور اسے ادا کرے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں اور شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ نے ''کتاب الرہن'' کی شرح میں ذکر فرمایا ہے کہ اس میں مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے۔

وصی یتیم کا مال مضاربت کے طور پر لے سکتا ہے

وصی یتیم کا مال مضاربت کے طور پر لے سکتا ہے اور اگر وصی نے یتیم کا مال اس شرط پر لیا کہ نفع سے دس دراہم وصی کے ہوں گے تو یہ مضاربت فاسدہ ہے اور وصی کو کوئی اجرت نہیں ملے گی' اس مسئلہ میں اشکال ہے کیونکہ مضاربت اگر فاسد ہو تو وہ اجارہ فاسدہ کے طور پر منعقد ہوتی ہے اور مثلی اجرت واجب ہوتی ہے' حالانکہ انہوں نے کہا ہے کہ مثلی اجرت واجب نہیں ہو

گی۔ اس عقد کا حاصل یہ ہے کہ وصی اپنی ذات کو یتیم کے لیے اجرت پر لگا رہا ہے اور یہ نا جائز ہے۔

اگر وصی نے یتیم کے لیے کوئی سواری عاریۃً لی اور وہ ہلاک ہوگئی تو اس کی ضمان یتیم کے مال میں ہوگی

اگر وصی نے کسی آدمی سے سواری عاریۃً لی تا کہ اسے یتیم کے کام میں استعمال کرے اس نے سواری سے اتنا کام لیا کہ حد سے بڑھ گیا اور سواری ہلاک ہونے پر ضامن ہو گیا تو ضمان یتیم کے مال میں لازم ہوگی۔

اس مسئلہ میں اختلاف ہے جسے ہم نے مسائلِ عاریت میں ذکر کر دیا ہے۔

وصی خود کو مثلی اجرت پر یتیم کے لیے اجرت پر لگا سکتا ہے

شیخ الاسلام خواہرزادہ رحمہ اللہ کی ''کتاب المضاربت'' میں ہے کہ اگر وصی نے خود کو یتیم کے لیے مثلی اجرت پر مقرر کیا اور بچے کا اس میں ظاہر نفع ہے تو یہ جائز ہے۔

بچے کی لونڈی سے وصی کی شادی کا جواز

وصی بچے کے گھر میں اس کی لونڈی سے شادی کر سکتا ہے۔

وصی یتیم کے مال کو اپنے قرض کے عوض رہن رکھ سکتا ہے

''نکاح الشامل'' میں ہے کہ اگر وصی نے یتیم کا مال اپنے قرض کے عوض رہن رکھا تو یہ قیاساً جائز نہیں اور استحساناً جائز ہے اور طرفین رحمہما اللہ کا یہی قول ہے' امام ابو یوسف رحمہ اللہ اس کے خلاف ہیں اور اس مسئلہ کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اگر وصی نے اپنے قرض کے عوض قرض کی مقدار کے مطابق یتیم کا مال اپنے قرض خواہ کو فروخت کر دیا تو امام اعظم و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق یہ جائز ہے اور وصی بچے کو ضمان ادا کرے گا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کے مطابق جائز نہیں اور اس پر اجماع ہے کہ اگر وصی نے یتیم کے مال سے اپنا قرض ادا کرنا چاہا تو اسے یہ اختیار نہیں اور جب امام اعظم و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک وصی کا اپنے قرض کے عوض مالِ یتیم رہن رکھنا جائز ہے اور وہ مال مرہون مرتہن کے پاس ہلاک ہو گیا تو جس قرض کے عوض وہ رہن رکھا گیا' اسی کے بدلے میں وہ مال ہلاک ہوگا اور اگر مال کی

قیمت قرض کی قیمت کے برابر ہوئی تو وصی بچے کو اس کی ضمان دے گا اور زیادتی کا وصی ضامن نہیں ہوگا کیونکہ جو زائد مال ہے' اسے وصی ودیعت رکھنے والا قرار پائے گا اور یتیم کا مال ودیعت رکھنے کا وصی کو اختیار ہے۔

یتیم کا قرض وصول کرنے کے دوران وصی کا یتیم کے مال کو اپنی ذات پر خرچ کرنا

''المنتقی'' میں ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے امام محمد رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ اگر وصی یتیم کا قرض وصول کرنے کے لیے کسی شہر کی طرف گیا تو کیا وہ یتیم کی سواری پر سوار ہو سکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں' لیکن خرچ یتیم کے مال میں لازم ہوگا اور اپنی سواری پر سوار ہوگا اور اگر وہ قاضی کے پاس آیا اور قاضی نے اسے سواری دے دی تو اس کے لیے جائز ہے اور ''فتاویٰ فضلی'' میں ہے کہ وصی یتیم کے کام کے لیے نکلے گا اور یتیم کے مال سے سواری کرایہ پر لے گا اور یتیم کے مال سے اپنی ذات پر خرچ کرے گا اور ان میں جو ضروری اُمور ہوں' ان پر خرچ کر سکتا ہے۔

''فتاویٰ ابواللیث رحمہ اللہ'' میں ہے کہ نصیر رحمہ اللہ نے کہا کہ وصی یتیم کے مال سے کھا سکتا ہے اور جب اس کی ضرورت کے لیے جائے تو اس کی سواری پر سوار ہو سکتا ہے۔ فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے' جب وہ محتاج ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن کان غنیا فلیستعفف. اور جسے حاجت نہ ہو وہ بچتا رہے۔

(النساء:۶)

اور یہ استحسان ہے کہ دستور کے مطابق اس کے مال سے لے سکتا ہے اور قیاس کا تقاضا ہے کہ یہ جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان الذین یاکلون اموال الیتمی ظلما. (النساء:۱۰) بے شک وہ لوگ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں۔

اس آیہ میں تفصیل کے بغیر یتیم کا مال ظلماً کھانے پر وعید ہے اور یہ احتمال ہے کہ یہ دوسری آیت پہلی آیہ مبارکہ کے لیے ناسخ ہو۔

وصی نے یتیم کا جو مال خرچ کیا اس سے بَری کیسے ہوگا؟

ابن مقاتل رحمہ اللہ سے اس وصی کے متعلق سوال ہوا' جس نے یتیم کا مال اپنی ضرورت میں خرچ کیا' انہوں نے کہا کہ وصی یتیم کو وہ مال واپس کرنے سے بَری نہیں ہوگا اور نہ ہی اسے اپنی طرف سے ادا کرے گا' البتہ وہ یتیم کے لیے ایسی چیز خرید لے' جس کا خریدنا جائز ہے' پھر گواہوں سے کہے کہ مجھ پر یتیم کا اتنا مال لازم تھا اور میں نے یہ چیز اس مال سے خریدی ہے تو یہ قصاص ہو جائے گا اور وصی قرض سے بَری ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر وصی نے یتیم کا مال ہلاک کر دیا تو اس میں بھی یہی حکم ہے۔

ہمارے بعض مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ وہ بَری نہیں ہوگا حتیٰ کہ وہ حاکم کے پاس آئے اور اسے اس معاملہ سے آگاہ کرے اور اس کی ضمان دے اور حاکم اس سے ضمان وصول کرے تو پھر یہ بَری ہوگا لیکن اگر اس کے لیے حاکم کو دینا متعذر ہو' مثلاً قاضی نہ پائے یا اس کے ظلم کا خوف ہو تو پھر اپنے مال سے یتیم کے لیے کوئی چیز خرید لے اور ''الواقعات'' میں ہے کہ جو یتیم وصی کی پرورش میں ہے۔ وصی نے اس کا مال لے لیا اور اسے خرچ کر دیا' پھر جتنا خرچ کیا ہے وہ رکھ دیا تو بَری نہیں ہوگا' البتہ بالغ ہونے پر اسے دے دے تو پھر بَری ہوگا۔

''النوازل'' میں نصیر رحمہ اللہ کی روایت مذکور ہے کہ وصی نابالغ کے لیے کوئی چیز خرید کر اس کا ثمن اپنے مال سے ادا کر دے۔ یہ تمام بحث ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے۔

وصی نے اگر ورثاء کے دراہم اور وصیت کے دراہم سے کچھ خرچ کر لیا تو وصی کیسے بَری ہوگا؟

''کتاب النوازل'' میں دوسرے مقام پر مذکور ہے کہ اگر وصی نے ورثاء کے دراہم یا وصیت کے دراہم خرچ کر لیے' پھر اپنے پاس سے میت کی وصیت میں وہ دراہم دے دیے یا ان یتیموں پر خرچ کر دیے تو اس سلسلہ میں محمد بن سلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے امید ہے کہ وہ بَری ہو جائے گا لیکن اس فعل کی بناء پر وہ گنہگار رہو گا اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بری نہیں ہو

گا اور ''کتاب النوازل'' کے دوسرے مقام پر مذکور ہے کہ اگر وصی نے یتیم کا مال ہلاک کر دیا اور وہ یتیم نابالغ ہے تو وصی یتیم کے لیے کوئی چیز خرید کر اس کی قیمت اپنے مال سے ادا کر دے تو ان شاء اللہ العزیز بری ہو جائے گا۔

وصی یتیم کا قرض کیسے ادا کرے؟

''کتاب النوازل'' کے دوسرے مقام پر مذکور ہے کہ اگر وصی پر میت کا قرض ہو تو اس کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ میت کی وصایا اپنے مال سے ادا کر دے اور اس کا قرض اپنے مال سے ادا کر دے اور وصی یہ کہہ دے کہ میں یہ اپنے مال سے ادا کر رہا ہوں تاکہ یتیم کے مال سے واپس لے لوں تو یہ قصاص ہو جائے گا اور صاحب المحیط کے ''فوائد'' میں ہے کہ اگر متولی نے مالِ وقف ہلاک کر دیا اور ضامن ہو گیا' پھر اتنا مال مسجد کے مال میں رکھ دیا تو وہ بری الذمہ نہیں ہو گا اور اس کا حیلہ یہ ہے کہ متولی قاضی کے ہاں یہ معاملہ پیش کرے اور قاضی کسی آدمی کو مقرر کرے اور متولی اس آدمی کو وہ مال دے' پھر وہ آدمی اسے یہ مال دے دے اور اگر متولی نے وہ مال مسجد کی عمارت میں خرچ کر دیا تو بری الذمہ ہو جائے گا اور ''کتاب العدۃ'' میں ہے کہ اگر وقف کے نگران نے وقف کا مال اپنی ضرورت میں خرچ کر لیا' پھر وہ مال وقف کی تعمیر میں خرچ کر دیا تو بری ہو جائے گا اور اگر وہ اتنا مال لایا اور وقف کے دراہم میں ملا دیا تو سب کا ضامن ہو جائے گا کیونکہ اس صورت میں وہ مال کو ہلاک کرنے والا ہو گیا ہے اور بری ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مال وقف کی عمارت میں خرچ کر دے یا قاضی کسی آدمی کو حکم دے اور وہ آدمی وقف کے لیے اس سے وہ مال لے کر قبضہ کر لے۔

اگر وصی اپنے مال سے یتیم پر خرچ کرے تو گواہ قائم کر لے اور یتیم کے مال سے وہ مال واپس لے لے

ابن سماعہ رحمہ اللہ نے اپنے ''نوادر'' میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی روایت ذکر کی ہے کہ اگر وصی نے اپنے مال سے یتیم پر خرچ کیا اور یتیم کا مال غائب ہے تو وصی احسان کرنے والا شمار ہو گا' البتہ اگر وہ گواہ قائم کر لے کہ یہ مال میں نے بطورِ قرض دیا ہے یا یہ کہے کہ میں

نے اس لیے خرچ کیا ہے تاکہ یتیم سے واپس لے لوں تو پھر وہ یتیم کے مال سے واپس لے سکتا ہے۔

اور ''واقعات الناطفی'' میں ہے کہ اگر وصی نے یتیم کے لیے لباس یا اس کے نفقہ کی کوئی چیز خریدی تو بلا تفصیل وہ احسان کرنے والا نہیں ہوگا (بلکہ وہ واپس لے سکے گا)۔

اگر وصی نے اپنے مال سے میت کا کفن خریدا تو وہ میت کے مال سے اس کی قیمت لے سکتا ہے' جس طرح ایک آدمی کو کسی نے خریدنے کا وکیل بنایا اور اس نے قیمت اپنے مال سے ادا کی (تو وہ موکل کے مال سے وہ قیمت لے سکتا ہے) اسی طرح اگر وصی نے میت کا قرض اپنے مال سے ادا کر دیا تو وہ واپس لے سکتا ہے اور وارث اس معاملہ میں وصی کی طرح ہے۔

اگر ماں نے اپنی نابالغ اولاد پر خرچ کیا اور ان کا باپ فوت ہو چکا تھا تو وہ گواہ قائم کرے اور ان کے مال سے وہ خرچ واپس لے لے

''فتاویٰ فضلی'' کی ''کتاب الدعویٰ'' میں ہے کہ ایک آدمی' ایک بیوی اور بالغ اور نابالغ اولاد چھوڑ کر فوت ہوا اور اپنی بیوی کو وصیہ مقرر کر گیا' پھر جائیداد کی تقسیم میں جھگڑا واقع ہو گیا' جس کے لیے خرچ کی ضرورت ہوئی تو عورت نے اپنی نابالغ اولاد پر وہ خرچ کر دیا تاکہ تقسیم کے بعد واپس لے لے گی۔ اگر اس نے خرچ کرنے کے وقت گواہ قائم کر لیے کہ یہ خرچ میں محض اس لیے کر رہی ہوں تاکہ واپس لے لوں تو پھر وہ واپس لے سکتی ہے' ورنہ نہیں لے سکتی' کیونکہ والدین کی شفقت سے غالب یہی ہے کہ وہ اپنی اولاد پر جو کچھ خرچ کرتے ہیں' اس سے ان کا مقصود نیکی اور صلہ رحمی ہوتا ہے اور والد کے بارے میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ اگر اس نے اپنے نابالغ بیٹے کی بیوی کا حق مہر ادا کیا اور گواہ قائم نہ کیے تو واپس نہیں لے سکتا اور ''کتاب النوازل'' میں ہے کہ اگر والد نے اپنے نابالغ بیٹے کے لیے کوئی چیز خریدی اور قیمت اپنے مال سے ادا کر دی تاکہ بیٹے کے مال سے واپس لے لے گا تو اگر ادائیگی کے وقت گواہ قائم نہ کیے تو واپس نہیں لے سکتا۔

والد اور وصی کے درمیان فرق ہے۔ اسی طرح اگر والدہ وصیہ ہو یا والدہ کے علاوہ اور عورت وصیہ ہو' ان دونوں میں فرق ہے اور ''فتاویٰ ابو اللیث رحمہ اللہ'' میں ہے کہ اگر وصی نے اپنے مال سے وصیت نافذ کر دی تو ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ وارث ہو تو واپس لے سکتا ہے' ورنہ

واپس نہیں لے سکتا اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وصیت کا تعلق بندوں سے ہو تو واپس لے سکتا ہے اور اگر وصیت کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو (مثلاً مسجد یا مدرسہ وغیرہ کے لیے وصیت کی) تو واپس نہیں لے سکتا اور ایک قول یہ ہے کہ ہر صورت میں واپس لے سکتا ہے اور حاکم نے اپنی ''شروط'' میں فصل التوارث میں ذکر کیا ہے کہ اگر وارث یا وصی نے میت کا قرض ادا کیا اور رجوع کی شرط رکھی (کہ میں یہ مال واپس لوں گا) تو واپس لے سکتا ہے اور اگر قرض ادا کر دیا اور کچھ نہ کہا' پھر بعد میں کہا کہ میں نے قرض ادا کیا ہے تاکہ میں واپس لے لوں تو اس کے قول کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔

قاضی امام فخر الدین رحمہ اللہ نے اپنے ''فتاویٰ'' میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر وارث نے میت کا قرض اپنے مال سے ادا کر دیا تو اسے ترکہ سے وہ مال واپس لینے کا حق ہے' اگرچہ ادا کرتے وقت یہ نہ کہا ہو کہ میں اس لیے ادا کر رہا ہوں تاکہ ترکہ سے واپس لے لوں۔

نگران نے وقف پر اپنے مال سے کچھ خرچ کیا اور گواہ قائم کر لیے تو واپس لے سکتا ہے

میں نے بعض فتاویٰ میں دیکھا ہے کہ اگر نگران نے وقف کی تعمیر پر اپنے مال سے کچھ خرچ کیا تو اگر گواہ قائم کر لیے کہ میں یہ اس لیے خرچ کر رہا ہوں تاکہ واپس لے لوں تو وہ واپس لے سکتا ہے' ورنہ واپس نہیں لے سکتا لیکن وصی کا یہ حکم نہیں۔ اگر وصی نے یتیم کے لیے کوئی چیز خریدی یا میت کا قرض ادا کیا یا اس کی وصیت نافذ کی تو پھر وہ احسان کرنے والا نہیں ہوگا (بلکہ واپس لے سکتا ہے) چاہے واپس لینے کی شرط رکھی ہو یا نہ رکھی ہو۔ اور وارث اس معاملہ میں وصی کی طرح ہے۔

رشید الدین رحمہ اللہ نے اپنے ''فتاویٰ'' میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر متولی نے وقف کی عمارت پر اپنی مملوکہ لکڑی صرف کی اور اس کی قیمت وقف کے مال سے لے لی تو اسے یہ حق حاصل ہے کیونکہ وہ اپنے مال کے معاوضہ کا مالک ہے' جس طرح اپنا زیرِ ملکیت کپڑا بچے پر صرف کرے تو اس کی قیمت بچے کے مال سے لے سکتا ہے۔

''کتاب العدۃ'' میں مذکور ہے کہ اگر وقف کے نگران نے وقف والے گھر میں درخت کا تنا لگا دیا تاکہ وقف کی پیداوار سے اس کی قیمت لے لے تو اسے یہ حق حاصل ہے' کیونکہ اگر

وصی اپنا مال یتیم پر اس لیے خرچ کرے کہ واپس لے لے گا تو اسے یہ اختیار حاصل ہے اور احتیاط کا تقاضا ہے کہ وہ تنا کسی دوسرے آدمی کو فروخت کرے' پھر اس سے وقف کے لیے خرید لے۔

صدرالاسلام طاہر بن محمود رحمہ اللہ کے ''فوائد'' میں ہے کہ اگر وقف کے متولی نے مسجد کی عمارت میں اپنا مال خرچ کرنا چاہا تا کہ وقف کے مال سے وہ واپس لے لے تو اس کے لیے مناسب ہے کہ قاضی کے سامنے یہ معاملہ پیش کرے' پھر قاضی اسے حکم دے کہ وہ وقف کے لیے قرض لے کر اس پر خرچ کرے۔اور صاحب المحیط رحمہ اللہ کے ''فوائد'' میں ہے کہ اگر متولی نے وقف پر اپنا مال خرچ کیا تو اسے واپس لینے کا حق ہے' اگر چہ اس نے یہ شرط قرار نہ دی ہو اور ''الملتقط'' میں مسئلہ مذکور ہے' جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اگر نگران یا وصی نے وقف پر یا یتیم کی مصلحت کے لیے اپنا مال خرچ کیا تا کہ واپس لے لے تو وہ قاضی کے پاس معاملہ پیش کیے بغیر واپس لے سکتا ہے۔لیکن اگر اس نے قاضی کے سامنے معاملہ پیش کر دیا تو گواہوں کے بغیر اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی کیونکہ وہاں یہ مذکور ہے کہ اگر وصی نے وقف میں اپنا مال خرچ کیا تا کہ وقف کے غلہ سے وہ مال لے لے تو اسے واپس لینے کا حق ہے اور اسی طرح وصی کا حکم ہے لیکن اگر اس نے دعویٰ کر دیا تو اس کا قول معتبر نہیں ہوگا۔ اس مسئلہ کے متعلقات ''تصرفات الاب'' کے بیان میں گزر چکے ہیں۔

وہ مصارف جن کے خرچ میں وصی کی تصدیق کی جائے گی اور جن کے خرچ میں تصدیق نہیں کی جائے گی

''مبسوط'' میں مذکور ہے کہ اگر وصی نے گواہوں کی شہادت کے ساتھ طعام یا لباس خریدا تو اگر اس پر گواہ ہوئے تو وہ میت کے مال سے واپس لے سکتا ہے اور ورثاء کے انکار کی صورت میں' وصی کی اپنے مال سے ثمن اور خراج کی ادائیگی کی اس وقت تک تصدیق نہیں کی جائے گی' جب تک اس پر گواہ قائم نہ کر دے' لیکن اگر وصی کے پاس مال ہے اور اس نے کہا کہ میرے پاس جو مال موجود ہے' اسی مال' سے میں نے محصول یا طعام و لباس کی قیمت ادا کی ہے اور ورثاء نے اس کی تکذیب کی تو وصی کے قول کی گواہوں کے بغیر تصدیق کی جائے گی۔

اور صدر الشہید رحمہ اللہ نے ''ادب القاضی'' کے چھٹے باب میں ذکر کیا ہے کہ اگر وصی یا

نگران نے دعویٰ کیا کہ اس نے اپنے مال سے خرچ کیا ہے اور یتیم اور وقف سے وہ مال واپس لینے کا ارادہ کیا تو اسے یہ حق حاصل نہیں ہوگا کیونکہ اس نے یتیم اور وقف پر اپنے قرض کا دعویٰ کیا ہے' لہٰذا محض دعویٰ سے یہ ثابت نہیں ہوگا۔

''الجامع الکبیر'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے کہ اگر وصی نے کہا کہ میں نے یتیم کی زمین کا محصول ادا کیا ہے یا اس کے بھاگے ہوئے غلام کا ''جعل[1]'' ادا کیا ہے یا کسی ایسی چیز کی ضمان ادا کی ہے جسے بچے نے ہلاک کیا ہے یا قاضی کے مقرر کرنے کے بعد یتیم کے اقرباء کا نفقہ ادا کیا ہے یا اس کے لیے جو غلام خریدا ہے اس کی قیمت ادا کی ہے یا یتیم پر اتنا مال خرچ کیا ہے اور وہ اس کے نفقہ مثلی کے برابر ہے اور وصی نے دعویٰ کیا کہ یہ سب خرچ میں نے اپنے مال سے ادا کیا ہے تاکہ یتیم کے مال سے لے لوں گا تو گواہوں کے بغیر وصی کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ اس کی مکمل تفصیل ''الجامع فی الفتاویٰ'' کی ''کتاب الوصایا'' میں دیکھی جاسکتی ہے اور اس کے بعد اس کا کچھ بیان آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

امام محمد رحمہ اللہ نے ''الجامع'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر وصی نے یتیم کے بلوغ کے بعد کہا کہ میں نے تیرے بچپن میں تجھ پر اتنا خرچ کیا ہے تو اتنی مدت کے مثلی نفقہ میں وصی کی تصدیق کی جائے گی اور زیادہ میں تصدیق نہیں کی جائے گی کیونکہ وصی مثلی نفقہ کی مقدار میں اس پر شرعاً مسلط ہے اور اس مقدار پر زیادتی اسراف ہے' لہٰذا زیادتی پر وہ شرعاً مسلط نہیں۔ اس مسئلہ میں اصل یہ ہے کہ اگر وصی نے یتیم کے بالغ ہونے کے بعد اس کے مال میں تصرف کا اقرار کیا اور یتیم نے اس کی تکذیب کی تو اگر وہ ایسا تصرف ہو جس پر وہ وصی شریعت کی طرف سے مسلط نہیں تو وصی کا قول اس وقت تک قبول نہیں کیا جائے گا' جب تک گواہ نہ ہوں یا یتیم بالغ ہونے کے بعد اس کی تصدیق نہ کر دے' اسی طرح اگر وصی نے یتیم کو کہا کہ تیرا باپ ایک غلام چھوڑ کر فوت ہوا تھا' اس غلام پر میں نے اتنا خرچ کیا ہے یا کہا کہ میں نے تیرے ہزار درہم میں غلام خریدا تھا' اس پر میں نے اتنا خرچ کیا ہے اور غلام موجود ہے یا ہلاک ہو چکا ہے۔ بہرصورت بچے نے بالغ ہونے کے بعد اس کا انکار کر دیا تو وصی کا قول مثلی نفقہ میں قسم کے ساتھ

---

[1] کسی کا بھاگا ہوا غلام پکڑ کر لانے والا مولیٰ کی طرف مال معلوم لینے کا مستحق ہوتا ہے' جو مال معلوم اسے دیا جاتا ہے' وہ جعل کہلاتا ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

قبول کیا جائے گا کیونکہ اس پر وصی شرعاً مسلط ہے' اس لیے کہ اس میں یتیم کے مال کی اصلاح اور حفاظت ہے اور وصی جس طرح خرچ کرنے کے ذریعے بچے کی ذات کی اصلاح کا مالک ہوتا ہے' اسی طرح خرچ کرنے کے ساتھ اس کے مال کی اصلاح کا بھی مالک ہوتا ہے۔ اگر کسی آدمی کے قبضہ میں غلام ہے اور وہ آدمی دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میرا غلام ہے اور وصی نے یتیم کو کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے مال سے ہزار درہم میں خریدا تھا اور اس پر قبضہ کر لیا تھا اور اس غلام پر تیرے مال سے اتنا خرچ کیا تھا لیکن اس آدمی نے یہ غلام مجھ سے غصب کر لیا ہے۔ یتیم نے اس کا انکار کر دیا تو قبضے والے آدمی کے متعلق وصی کے قول کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور غلام اسی قابض کا ہوگا کیونکہ اس کے حق میں وصی گواہ یا مدعی ہے (اور مدعی کے دعویٰ پر یا ایک گواہ پر حکم نہیں لگایا جاتا) لیکن یتیم کے حق میں وصی کی تصدیق کی جائے گی' حتیٰ کہ وصی یتیم کے لیے کسی شئ کا ضامن نہیں ہوگا' کیونکہ وصی نے ایسی چیز کا اقرار کیا ہے جس پر وہ شرعاً مسلط ہے' اس لیے کہ نابالغ کے مال سے خرید کر اس کے مثلی نفقہ میں اس پر خرچ کرنے کا تعلق حفاظت سے ہے' لہٰذا یہ اسی طرح ہوگا جیسے مُودَع (جس کے پاس ودیعت رکھی گئی ہے) نے مالک سے کہا کہ تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ ودیعت فلاں آدمی کو دے دے اور میں نے ودیعت اسے دے دی' مالک نے اس کی تصدیق تو کر دی کہ میں نے فلاں آدمی کو ودیعت دینے کا تجھے حکم دیا تھا۔ لیکن مُودَع کے اس آدمی کو ودیعت دینے کی تصدیق نہ کی تو اس صورت میں مودَع کے بری ہونے کے حق میں تو اس کی تصدیق کر دی جائے گی' لیکن وکیل اور قاصد پر ضمان کے وجوب کے حق میں اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔

اگر وصی نے یتیم کو کہا کہ تیرا غلام بھاگ گیا تھا اور ایک آدمی اسے تین دن کی مسافت سے پکڑ کر لایا ہے اور میں نے اس آدمی کو تیرے مال سے چالیس درہم جعل (غلام پکڑ کر لانے والے کا معاوضہ) دیئے ہیں' لڑکے نے اس کی تکذیب کی اور کہا کہ میرا تو کوئی غلام کبھی بھاگا ہی نہیں' تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس معاملہ میں وصی کے قول کی قسم کے ساتھ تصدیق کی جائے گی اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تصدیق نہیں کی جائے گی۔

اگر وصی نے کسی آدمی کو حاضر کیا اور کہا کہ یہ آدمی اس بچے کا بھاگا ہوا غلام تین دن کی مسافت سے پکڑ کر لایا ہے تو قاضی بچے کے مال سے ان کے لیے کوئی چیز لازم نہیں کرے گا'

جب تک غلام کے بھاگ جانے اور پکڑ کر واپس لانے پر گواہ قائم نہ کیے جائیں۔

اسی طرح اگر کہا کہ میں نے اس آدمی سے بچے کے لیے ہزار درہم میں غلام خرید اتھا اور اس پر قبضہ کرلیا تھا اور وہ غلام میرے پاس ہلاک ہو گیا تو قاضی اس پر لازم کرے گا کہ وہ غلام کے مالک کو یتیم کے مال سے اس کی قیمت ادا کرے۔ اگر وصی نے یتیم کے بالغ ہونے کے بعد اسے کہا کہ میں نے دس سال تک تیری زمین کا خراج ادا کیا ہے، اور لڑکے نے کہا کہ میرے باپ کو فوت ہوئے تو دو سال ہوئے ہیں اور تو نے دو سال کا خراج ادا کیا ہے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک وصی کا قول معتبر ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک بچے کا قول معتبر ہوگا اور وصی ضامن ہوگا' جب تک وہ گواہ پیش نہ کردے۔

اسی طرح اگر زمین میں پانی ٹھہرا ہوا ہے (جس کی وجہ سے زراعت ممکن نہیں) اس میں دونوں کا اختلاف ہوگیا۔ وصی نے کہا کہ زمین میں پانی اب ٹھہرا ہے اور میں نے دس سال تک اس کا خراج ادا کیا ہے اور وارث نے کہا کہ جب سے میرا باپ فوت ہوا ہے اس وقت سے مسلسل زمین میں پانی ٹھہرا ہوا ہے (اور زمین ناقابلِ کاشت ہے) تو اگر جھگڑے والے دن زمین میں پانی نہ ہوا تو بالاجماع موجودہ حالت پر حکم لگاتے ہوئے وصی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا' جس طرح کہ آٹا پیسنے والی چکی کے مکان میں پانی جاری ہونے اور جاری نہ ہونے میں دونوں کے اختلاف کے وقت یہی حکم ہے۔

اگر وصی نے کہا کہ بچے نے جو چیز ہلاک کی تھی' میں نے اس کی ضمان ادا کی ہے اور بچے نے بالغ ہونے کے بعد کہا کہ میں نے تو کوئی چیز ہلاک نہیں کی تو بچے کا قول معتبر ہوگا۔ اسی طرح اگر وصی نے دعویٰ کیا کہ قاضی نے بچے پر اس کے اقارب کا نفقہ مقرر کیا تھا اور قاضی کے نفقہ مقرر کرنے کے بعد میں نے بچے کے اقرباء کا نفقہ ادا کیا ہے اور بچے نے قاضی کے نفقہ مقرر کرنے کا انکار کردیا تو گواہوں کے بغیر وصی کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ اگر وصی نے بچے کو کہا کہ تیرا غلام ملک شام کی طرف بھاگ گیا تھا' میں نے ایک آدمی کو سو درہم مزدوری کے عوض مقرر کیا اور وہ اسے لے کر آیا اور یتیم نے اس کا انکار کردیا تو وصی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ ایسی چیز کا دعویٰ کررہا ہے' جس پر وہ مسلط ہے کیونکہ اس نے مال کے لزوم کا اقرار کیا ہے' اجرت پر مقرر کرنے کا اقرار نہیں کیا۔ اگر وصی نے ان تمام مذکورہ صورتوں میں کہا کہ میں نے اپنے مال

سے یہ ادا کیا تھا تاکہ یتیم کے مال سے واپس لے لوں گا تو گواہوں کے بغیر اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔

یہ تمام بحث ''الجامع'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے۔

یتیم کے مال پر مقرر کردہ امینوں سے قاضی کا محاسبہ

قاضی حسام شہید کی ''شرح ادب القاضی'' میں ہے کہ اگر قاضی نے امینوں کو کہا کہ میں تم سے یہ تمام حساب کتاب قبول نہیں کروں گا بلکہ میں ایک ایک چیز اور ایک ایک مہینے یا ایک ایک سال کا حساب لوں گا تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) اگر وصی یا نگران امانت و دیانت میں معروف ہو اور اس نے کہا کہ میرے پاس اسی قدر مال باقی ہے تو قاضی اسے تفسیر اور وضاحت پر مجبور نہیں کرے گا۔

(۲) اگر وصی اور نگران امانت و دیانت میں معروف نہیں تو قاضی اس معاملہ میں احتیاط کرے گا اور ایک ایک چیز کے حساب میں مبالغہ کرے گا' لیکن اگر وصی یا نگران نے تفصیل بیان کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے پاس تو اسی قدر مال بچا ہے تو قاضی اسے وضاحت کرنے پر مجبور نہیں کرے گا۔

کیونکہ مجبور کرنے میں اس کا نقصان ہے' اس لیے کہ اگر اس نے کسی چیز کا اقرار کر لیا تو اس کے بعد خرچ کرنے میں اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا اور قاضی کو اسے نقصان پہنچانے کی ولایت حاصل نہیں' لہٰذا قاضی کو اسے مجبور کرنے کی ولایت بھی حاصل نہیں ہوگی اور نہ ہی اس پر ضمانت لازم کرنے کی ولایت حاصل ہوگی' کیونکہ اگرچہ وہ خیانت میں متہم ہے لیکن محض تہمت ضمان لازم کرنے کا سبب نہیں ہو سکتی۔ جب اسے مجبور کرنا باطل ہے اور اس پر ضمان لازم کرنا بھی متعذر ہے تو قاضی اس سے حلف لے کر اسے چھوڑ دے گا۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب پہلا قاضی معزول ہو جائے۔ اگر پہلا قاضی فوت ہو گیا تو اس کی موت اور اس کا معزول ہونا برابر ہے اور قاضی کے معزول ہونے کی صورت میں امینوں کے حق میں اور ان کا محاسبہ کرنے کے متعلق جو حکم ہے وہی حکم قاضی کی موت کی صورت میں ہے۔

صدر الشہید رحمہ اللہ نے ''ادب القاضی'' کے چھٹے باب میں ذکر کیا ہے کہ قاضی کے لیے مناسب ہے کہ امینوں نے یتیموں کے مال میں اور ان کے غلوں میں جو تصرفات کیے ہیں اس

کا حساب لے اور اگر خیانت محسوس کرے تو اس امین کو معزول کر کے اس کی جگہ دوسرے کو مقرر کر دے اور اگر اسے امین پائے تو برقرار رکھے۔ اگر وصی یا نگران نے جائیداد اور یتیم وغیرہ پر خرچ کرنے کا دعویٰ کیا اور اس مدت میں اتنا ہی خرچ ہوتا ہے تو اس کا دعویٰ قبول کیا جائے گا' کیونکہ وصی یا نگران قاضی کے قائم مقام ہے' جس طرح احتمال والے معاملہ میں قاضی کا قول قبول کیا جاتا ہے' اسی طرح وصی اور نگران کا قول بھی قبول کیا جائے گا۔

اگر وصی پر کسی معلوم چیز کا دعویٰ کیا گیا تو قاضی اس سے حلف لے گا

اگر وصی پر کسی معاملہ میں تہمت لگی تو اس سے حلف لیا جائے گا اور متاخرین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ قاضی وصی یا نگران سے اس وقت حلف لے گا' جب ان پر کسی معلوم چیز کا دعویٰ کیا گیا اور اگر معلوم چیز کا دعویٰ نہ کیا گیا تو حلف نہیں لے گا اور اکثر مشائخ نے کہا ہے: یہ حلف یتیم اور وقف کے مال کی رعایت کرنے کے لیے اور احتیاطاً لیا جاتا ہے' لہٰذا اگر کسی چیز میں قاضی نے خیانت محسوس کی تو وقف اور یتیم کے معاملہ میں احتیاط کرے گا (اور حلف لے گا)' یہ حکم یتیم اور وقف کے ساتھ مختص ہے۔ باقی دعووں میں اس وقت تک حلف نہیں لیا جائے گا' جب تک معلوم چیز کا دعویٰ نہ کیا گیا ہو۔

ہم نے اس کتاب کے ''ادب القاضی'' کے مسائل میں اسے ذکر کر دیا ہے۔

ان اُمور کا بیان جن میں وصی کی تصدیق کی جائے گی اور جن میں تصدیق نہیں کی جائے گی

قاضی ابو جعفر رحمہ اللہ نے ''زیادات'' میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر نابالغ بچے بالغ ہو گئے اور انہوں نے وصی سے مال کا مطالبہ کیا اور وصی نے کہا کہ میں نے تم پر اتنا اتنا مال خرچ کر دیا اور اس مدت میں ان کا مثلی نفقہ وہی ہے۔ ورثاء نے وصی کی تکذیب کی تو بالاجماع وصی کا قول معتبر ہو گا' اگرچہ قاضی اسے وصایت سے خارج کر دے گا۔

شیخ الاسلام ابوبکر نے ''الاصل'' کی وصایا کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اگر ورثاء نابالغ ہوں اور وصی نے کہا کہ میں نے تم پر اپنے مال میں سے اتنے اتنے درہم خرچ کر دیئے ہیں اور اس مدت میں جتنے نفقہ کا دعویٰ کیا' وہ ان کے مثلی نفقہ کے برابر یا اس سے تھوڑا سا زائد ہے تو

وصی کا قول معتبر ہوگا اور اس پر قسم لازم ہوگی۔ اگر ورثاء نے بالغ ہونے کے بعد وصی پر تہمت لگائی اور کہا کہ تو نے ہمارا مال کرایے پر دیا تھا اور اس کی اجرت ہم پر خرچ کی ہے یا کہا کہ تو نے ہم پر خرچ ہی نہیں کیا' ہم پر تو دوسرے آدمی نے احسانا خرچ کیا تھا۔ جب وصی پر اس طرح کا دعویٰ کیا تو وصی پر قسم لازم ہوگی' لیکن اگر ورثاء نے وصی پر ایسا دعویٰ کیا' جس کی ظاہر حال تکذیب کرتا ہے' مثلاً انہوں نے کہا: تو نے ہم پر تھوڑا سا مال خرچ کیا ہے اور اتنی مدت میں عام طور پر ان کے لیے اتنا نفقہ کافی نہیں ہوتا تو اس صورت میں وصی پر قسم لازم نہیں ہوگی اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ وصی نے اس مدت میں مثلی نفقہ یا اس سے کچھ زائد خرچ کرنے کا دعویٰ کیا ہو' لیکن اگر اس نے نفقہ مثلی سے اتنی زیادہ مقدار کا دعویٰ کیا' جس سے بچنا ممکن ہے تو وصی کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور اس پر ضمان لازم ہوگی' لیکن اگر اس نے اپنے دعویٰ کی ایسی تفسیر اور وضاحت کر دی' جس میں احتمال ہے' مثلاً کہا کہ میں نے ان کے لیے کھانا خریدا وہ چوری ہو گیا' پھر دوبارہ خریدا وہ ضائع ہو گیا تو اس صورت میں قسم کے ساتھ اس کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ وہ امین ہے۔

''فتاویٰ رشید الدین'' کی ''کتاب المحاضر'' میں ہے کہ ایک آدمی ایک بالغ بیٹا اور نابالغ اولاد چھوڑ کر فوت ہوا اور بالغ بیٹا میت کی طرف سے یا قاضی کی طرف سے وصی ہے۔ اس نے نابالغ اولاد پر ان کے بچپن کی حالت میں خرچ کیا' تو قاضی وصی سے حساب لے سکتا ہے' لیکن اگر وہ انکار کرے تو اسے مجبور نہیں کرے گا۔ خراج اور دستور کے مطابق خرچ میں اس کا قول معتبر ہوگا' کیونکہ وہ میت کی طرف سے امین ہے اور جس چیز میں امین بنایا گیا ہو اس چیز میں امین کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوتا ہے۔

ان احوال کا بیان جس میں وصی پر اس چیز کی ضمان لازم ہوتی ہے' جو اس کے قبضہ میں ہلاک ہو

''ذخیرہ'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر آدمی نے کسی کو وصی مقرر کیا کہ اس کا غلام فروخت کرے اس کی قیمت مساکین پر صدقہ کردے۔ وصی نے غلام فروخت کر کے قیمت پر قبضہ کر لیا اور قیمت اس کے قبضہ میں ہلاک ہوگئی' پھر خریدار کے پاس اس غلام کا کوئی مستحق ثابت ہو گیا تو وصی مشتری کو قیمت کی ضمان دے گا' پھر میت کے تمام

ترکہ سے وہ واپس لے گا' یہ ظاہر الروایت کا جواب ہے اور امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میت کے ترکہ کے تہائی حصہ سے واپس لے گا اور جب ترکہ ہلاک ہو گیا تو کسی کی طرف رجوع نہیں کرے گا' نہ ورثاء کی طرف اور نہ ہی مساکین پر صدقہ کر دینے کی صورت میں مساکین کی طرف رجوع کرے گا۔

اگر وصی نے ترکہ تقسیم کیا اور نابالغ بچے کو وراثت سے ایک غلام حصہ میں ملا۔ اسے وصی نے فروخت کر دیا اور ثمن پر قبضہ کر لیا اور ثمن وصی کے پاس ضائع ہو گیا اور مشتری کے پاس غلام کا کوئی حق دار ثابت ہو گیا تو مشتری غلام کی قیمت وصی سے لے گا اور وصی نابالغ بچے کے مال سے لے گا اور بچہ اپنا حصہ ورثاء سے لے گا' کیونکہ تقسیم باطل تھی اور ''المنتقی'' میں ہے کہ اگر کسی آدمی کو وصی مقرر کیا کہ اس کا غلام فروخت کر کے اس کی قیمت مساکین پر صدقہ کر دے۔ وصی نے غلام فروخت کر کے' قیمت مساکین پر صدقہ کر دی' پھر غلام کا کوئی مستحق ثابت ہو گیا تو مشتری وصی سے قیمت واپس لے گا اور وصی یتیم کے مال سے کوئی چیز نہیں لے گا بلکہ جن مساکین پر قیمت صدقہ کی ہے' ان سے قیمت واپس لے گا اور یہ روایت ''الجامع الصغیر'' کی روایت کے خلاف ہے۔

''الجامع الصغیر'' میں یہ روایت ہے کہ ایک آدمی فوت ہوا اور اس پر ہزار درہم قرض تھا اور اس نے صرف ایک غلام میراث میں چھوڑا۔ وصی نے وہ غلام قاضی کے حکم کے بغیر فروخت کر دیا اور قیمت پر قبضہ کر لیا اور قیمت اس کے پاس ہلاک ہو گئی' پھر غلام کا کوئی مستحق ثابت ہو گیا اور مشتری نے وصی سے غلام کی قیمت واپس لے لی تو وصی قرض خواہ کی طرف کسی چیز کے لیے رجوع نہیں کرے گا' البتہ اگر قرض خواہ نے اسے کہا کہ یہ غلام فروخت کر کے میرا قرض ادا کر تو اس صورت میں وصی قرض خواہ کی طرف رجوع کرے گا اور اس سے غلام کی قیمت نہ لے گا۔

وصی کے قبضہ میں ہلاک ہونے والی چیز کی ضمان

اگر کوئی آدمی فوت ہوا اور اس کے پاس مختلف ودیعتیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے میراث میں مال چھوڑا اور اس پر اتنا قرض ہے جس نے اس کے مال کا احاطہ کیا ہوا ہے اور وصی نے میت کے گھر سے اس کی ودیعتوں پر قبضہ کر لیا تاکہ ان کے مالکوں کو وہ واپس کر دے یا یتیم کے مال پر قبضہ کر لیا تاکہ اس سے قرض ادا کرے اور مقبوضہ چیز وصی کے پاس ہلاک ہو گئی تو اس پر

کوئی ضمان لازم نہیں۔ اسی طرح جب میت پر قرض نہ ہو اور وصی نے میت کے گھر سے اس کے مال پر قبضہ کر لیا اور وہ مال وصی کے پاس ہلاک ہو گیا تو وصی پر کوئی ضمان لازم نہیں' کیونکہ اسے قبضہ کی ولایت حاصل ہے تاکہ وہ ورثاء کو مال دے سکے۔

اگر وصی نے نابالغ اولاد پر میت کا ترکہ خرچ کیا حتیٰ کہ ترکہ ختم ہو گیا اور اس میں سے کوئی چیز باقی نہ رہی' پھر کوئی قرض خواہ آیا اور اس نے میت پر قرض کا دعویٰ کر دیا اور قاضی کے پاس اپنا دعویٰ گواہوں کے ذریعے ثابت کر دیا اور قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا تو کیا وصی اس قرض خواہ کو ضمان دے گا؟ اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس مسئلہ کا جواب اسی مسئلہ کی طرح ہونا ضروری ہے' جس کی صورت یہ ہے کہ اگر وصی نے میت کا قرض ادا کر دیا' پھر دوسرا قرض ظاہر ہوا اور اس مسئلہ میں جواب یہ ہے کہ اگر وصی نے پہلے قرض خواہ کو قاضی کے حکم سے ادائیگی کی ہے تو اس پر کوئی ضمان لازم نہیں اور نہ ہی قاضی پر ضمان لازم ہے' لیکن دوسرا قرض خواہ پہلے قرض خواہ کا پیچھا کرے گا اور اگر مقبوضہ مال موجود ہوا تو وہ اس کے ساتھ حصہ دار ہو گا' اگر وہ مال ہلاک ہو گیا تو مقبوضہ مال سے دوسرے قرض خواہ کے حصہ کی ضمان ادا کرے گا اور اگر وصی نے پہلے قرض خواہ کو قاضی کے حکم کے بغیر قرض ادا کیا ہے' تو دوسرا قرض خواہ اگر چاہے تو وصی سے مقبوضہ مال میں سے اپنے حصہ کی ضمان لے سکتا ہے اور کیا وصی اس ضمان کے لیے پہلے قرض خواہ کی طرف رجوع کرے گا؟ اس میں دیکھا جائے گا' اگر وصی کا گمان ہوا کہ دوسرا قرض خواہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور اس نے جھوٹے گواہ قائم کیے ہیں تو پھر وہ پہلے قرض خواہ کی طرف رجوع نہیں کرے گا اور اگر اس کا گمان ہوا کہ دوسرا قرض خواہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور اس نے درست گواہ قائم کیے ہیں تو پھر پہلے قرض خواہ کی طرف رجوع کرے گا کیونکہ دوسری صورت میں وصی کا گمان ہے کہ اس نے پہلے قرض خواہ کو ادائیگی کر کے دوسرے قرض خواہ کا حق غصب کر لیا ہے' لہٰذا وہ ضامن ہو گا اور دوسری صورت میں ایسا نہیں' لہٰذا ضامن نہیں ہو گا لہٰذا نفقہ کے مسئلہ میں بھی ہم اسی طرح کہتے ہیں کہ اگر وصی نے نابالغ اولاد پر قاضی کے حکم سے خرچ کیا ہے' تو وصی پر کوئی ضمان لازم نہیں۔ اور اگر قاضی کے حکم کے بغیر خرچ کیا ہے تو ضمان لازم ہے کیونکہ قرض میراث پر اور ورثاء کے حق پر مقدم ہے۔

اگر وصی نے اپنا مال یتیم کے مال سے ملا دیا تو ضمان لازم نہیں

اگر وصی نے یتیم کا مال اپنے مال میں ملا دیا تو ضامن نہیں ہوگا' کیونکہ وصی کے لیے اس سے بچنا متعذر اور انتہائی مشکل ہے' لہٰذا اس کا اعتبار نہیں۔ یہ تمام بحث ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے اور ''المنتقیٰ'' میں ہے کہ اگر وصی نے اپنا مال یتیم کے مال میں ملا دیا تو وصی پر ضمان لازم نہیں۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اسی طرح فرمایا ہے اور ''مجموع النوازل'' کے متفرقات میں ہے کہ وصی اپنا طعام یتیم کے طعام میں ملا کر دستور کے مطابق اس سے کھا سکتا ہے اور ''فتاویٰ رشید الدین رحمہ اللہ'' میں ہے کہ اگر ماں نے اپنا مال بیٹے کے مال میں ملا دیا اور اس سے طعام خریدا اور بچے کے ساتھ مل کر کھایا تو اگر ماں نے اپنے حصہ سے زائد کھایا تو یہ جائز نہیں' کیونکہ اس نے یتیم کا مال کھایا ہے۔

معزول ہونے کے بعد وصی یتیم کے قرض پر قبضہ کر سکتا ہے

اگر وصی نے وصایت سے خارج ہونے کے بعد یتیم کے قرض پر قبضہ کیا تو اس میں تفصیل ہے کہ اگر وہ قرض بچے کو وراثت میں ملا ہو یا وصی کے کسی ایسے عقد کی وجہ سے واجب ہوا ہو' جس عقد کے حقوق عقد کرنے والے کی طرف راجع نہیں ہوتے تو اس صورت میں وصی کا قبضہ درست نہیں ہوگا اور مقروض بری نہیں ہوگا اور اگر وہ قرض وصی کے کسی ایسے عقد کی وجہ سے واجب ہوا ہے' جس کے حقوق عقد کرنے والے کی طرف راجع ہوتے ہیں تو پھر وصی کا قبضہ درست ہوگا اور مقروض بری ہو جائے گا۔ یہ مسئلہ کتاب المکاتب کے ''باب مکاتبۃ الوصی'' میں مذکور ہے۔

بچے کو مال دینے کے بعد وصی کی ضمان کا حکم

''کتاب العدۃ'' کی ''کتاب ادب القاضی'' میں مذکور ہے کہ اگر وصی نے بچے کو مال دے دیا تو وہ ضامن نہیں ہوگا اور ظاہر روایت میں ضامن ہوگا۔

یتیم کے بالغ ہونے کے بعد اس کے قرض پر وصی کے قبضہ کا حکم

''المنتقیٰ'' میں امام محمد رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ ایک آدمی نے کسی مرد کو وصی مقرر کیا اور اس کا نابالغ بیٹا ہے' وہ بالغ ہو گیا اور میت کا کسی آدمی پر قرض ہے اور وصی نے بچے کے بالغ ہونے کے بعد قرض پر قبضہ کر لیا تو یہ جائز ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے اس میں تفصیل ذکر کی ہے اور یہ کہا ہے کہ اگر بچے نے بالغ ہونے کے بعد وصی کو قبضہ سے منع کیا' پھر اس نے قبضہ کر لیا تو یہ جائز نہیں۔

میت کا قرض وصول کرنے میں وصی کا تاخیر کرنا

اگر وصی نے میت کا قرض وصول کرنے میں تاخیر کی (اور مقروض کو مہلت دے دی) تو دیکھا جائے گا' اگر وصی عقد (سودے) کا ذمہ دار نہ ہوا تو یہ تاخیر جائز نہیں ہے اور اگر وصی عقد کا ذمہ دار ہوا تو پھر امام اعظم ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے اور میت کے ورثاء کو وصی ضمان ادا کرے گا' یہ مسئلہ ''مبسوط'' کی ''کتاب الصلح'' میں مذکور ہے۔

میت کے کسی مقروض کو وصی کا بَری قرار دینا

اگر وصی نے میت کے کسی مقروض کو بَری قرار دیا تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) اگر قرض وصی کے عقد کرنے کی وجہ سے واجب ہوا ہے تو پھر امام اعظم و امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق قیاساً اس کا بَری کرنا صحیح ہے اور وصی اپنے مال سے اس کی ضمان دے گا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول میں استحساناً یہ صحیح نہیں اور اس مسئلہ میں اختلاف زندہ کے وکیل میں اختلاف کی طرح ہے۔

(۲) اگر قرض وصی کے عقد کرنے کی وجہ سے واجب نہیں ہوا تو سب کے نزدیک وصی کا اسے بَری قرار دینا درست نہیں ہوگا' کیونکہ یہ قبضے کے وکیل کی طرح ہے اور قرض پر قبضے کا وکیل قرض سے بَری قرار دینے کا مالک نہیں ہوتا۔

میت کے قرض کی ادائیگی سے براءت کی تحریر کیسے ہو؟

میت پر جو قرض ہے' اگر وصی نے وہ ادا کر دیا اور براءت کی تحریر لکھنا چاہی تو قرض خواہ اس تحریر میں لکھے کہ میت پر جو قرض لازم تھا وہ تمام میں نے وصول کر لیا ہے اور اس پر قبضہ کر لیا ہے' لیکن اگر وصی نے کسی سے میت کا قرض وصول کیا ہے اور مقروض کو براءت کی تحریر لکھ کر دینا چاہی تو اس میں وصی یہ لکھے کہ میں نے فلاں سے اتنے اتنے دراہم پر قبضہ کیا ہے اور یہ نہ لکھے کہ میت کا اس پر جتنا قرض تھا' میں نے وہ سب وصول کر لیا ہے اور اس پر قبضہ کر لیا ہے۔
دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ جب وصی نے میت کا قرض ادا کر دیا اور قرض خواہ نے تحریر میں اقرار کیا کہ میت پر جتنا مال لازم تھا' میں نے وہ تمام وصی سے وصول کر لیا ہے' تو اس اقرار کی وجہ سے قرض خواہ نے اپنی ذات پر اقرار کیا ہے اور انسان کا اپنی ذات پر اقرار صحیح ہوتا ہے' لیکن جب

وصی نے میت کا قرض وصول کیا ہو اور وصی نے اقرار کیا کہ مقروض پر جو کچھ لازم تھا' میں نے وہ وصول کر لیا ہے تو یہ وصی کا ورثاء پر اقرار ہو گا اور انسان کا اپنے غیر پر اقرار باطل ہوتا ہے۔

یہ مسئلہ شیخ الاسلام ابو بکر رحمہ اللہ نے ''الاصل'' میں ذکر فرمایا ہے۔ (المبسوط ج ۲۸ ص ۳۲)

قاضی کا وصی کو وصایت سے خارج کرنا

اگر وصی نے کہا کہ میت پر میرا قرض ہے تو قاضی میت کے ترکہ کو اس کے قبضہ سے نہیں نکالے گا۔ شداد رحمہ اللہ نے اسی طرح کہا ہے اور اگر وصی نے کسی معین چیز کا دعویٰ کر دیا تو پھر قاضی اسے وصایت سے خارج کر دے گا۔ فقیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ کہا گیا ہے کہ اگر وصی نے میت پر قرض کا دعویٰ کر دیا اور اس کے پاس گواہ نہیں ہیں تو قاضی اسے وصایت سے خارج کر دے گا کیونکہ اس نے یتیم کے مال لینے کو حلال جانا ہے اور میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ قاضی اسے کہے کہ یا تو میت کو اس قرض سے بَری کر دے جس کا تو دعویٰ کر رہا ہے یا اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کرتا کہ تو قرض وصول کر سکے یا میں تجھے وصایت سے خارج کر دوں گا' اگر وصی میت کو قرض سے بری کر دے تو ٹھیک ہے ورنہ قاضی اسے وصایت سے خارج کر کے اس کی جگہ دوسرے آدمی کو مقرر کر دے۔

ابو نصر رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ ایک وصی نے گھر فروخت کیا' پھر دعویٰ کر دیا کہ یہ گھر تو میرا اور میت کا مشترکہ تھا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میت کی زندگی میں گھر اس کے قبضہ میں تھا اور اس کے زیرِ تصرف تھا تو وصی کے دعویٰ کی تصدیق نہیں کی جائے گی' لیکن اگر وہ عادل گواہ قائم کر دے تو پھر حاکم میت کی طرف سے وصی مقرر کرے گا تاکہ یہ مدعی وصی گواہ قائم کر سکے' اسی طرح اگر وصی نے میت پر قرض کا دعویٰ کر دیا تو قاضی میت کا کوئی وصی مقرر کرے گا تاکہ یہ مدعی اس وصی کے سامنے گواہ پیش کرے۔ پھر حاکم کو اختیار ہے' اگر چاہے تو اسے وصایت سے خارج کر دے اور اگر چاہے تو اس کا قرض ادا کرنے کے بعد دوبارہ اس کو وصایت پر برقرار کر دے۔ فقیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خصاف رحمہ اللہ نے ''ادب القاضی'' میں ذکر کیا ہے کہ قاضی میت کی طرف سے خصوصاً اسی قرض میں وصی مقرر کرے گا اور اس وصی کو وصایت سے خارج نہیں کرے گا اور یہی قول زیادہ صحیح ہے اور اسی پر ہمارا عمل ہے۔

اگر وارث قرض خواہ نے باقی ورثاء کے علم کے بغیر اپنا حق لے لیا

''مواریث الفتاویٰ'' میں ہے کہ ابو القاسم رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ کسی آدمی کا دوسرے پر

قرض ہے' مقروض فوت ہو گیا اور قرض خواہ اس کا وارث ہے تو کیا حکم ہو گا؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ ورثاء کے علم کے بغیر میراث سے اپنے قرض کی مقدار لے سکتا ہے اور ''کتاب العیون'' میں ہے کہ ایک آدمی نے اپنی عورت کو وصیہ مقرر کیا اور اس آدمی کے ذمہ اس عورت کا حق مہر ہے تو اگر اس آدمی کے پاس مال صامت ہو (مال صامت یعنی ساکت' خاموش' اس سے سونا چاندی مراد ہے) اور یہ مالِ صامت یعنی سونا چاندی اس عورت کے مہر مثلی کے برابر ہے تو وہ اس مال سے اپنا حق مہر لے سکتی ہے' اگر اس کے پاس مالِ صامت یعنی سونا چاندی نہیں تو پھر جو مال قابلِ فروخت ہے' اسے فروخت کر کے اس کی قیمت سے وہ اپنا حق مہر وصول کر سکتی ہے۔

جس پر میت کا قرض ہو' قاضی کا اسے حکم دینا کہ وہ میت کے قرض خواہوں کو ادائیگی کر دے

ایک آدمی نے قاضی کے پاس اقرار کیا کہ فلاں میت کا مجھ پر اتنا اتنا قرض ہے اور میت پر اسی جنس کے بہت سے قرض ہیں اور قاضی نے اس اقرار کرنے والے کو حکم دیا کہ تجھ پر میت کا جو قرض لازم ہے وہ تو میت کے قرض خواہوں کو ادا کر دے تو یہ صحیح ہے اور جب اس نے ادا کر دیا تو وہ میت کے قرض سے بری ہو جائے گا۔

اور اگر اس مقروض نے میت کا قرض قاضی کے فیصلہ کے بغیر ادا کر دیا تو شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ کے فتویٰ میں منقول ہے کہ اس کی طرف سے ادائیگی صحیح ہے اور میت کا قرض اس سے ساقط ہو جائے گا۔

اور شیخ الاسلام خواہر زادہ رحمہ اللہ کی ''شرح'' کی ''کتاب الکفالت'' کے آخر میں ہے کہ میت کے مقروض نے اگر میت کا قرض' میت کے قرض خواہ کو ادا کر دیا تو یہ مال اسی قرض خواہ کی ملکیت ہو گا جس کا میت پر قرض ہے۔

یہ تمام بحث ''ذخیرہ'' میں ہے اور ہم نے یہ مسائل ''کتاب الفصول'' میں ذکر کیے ہیں۔

جس وارث نے میت کا قرض اپنے مال سے ادا کیا' وہ یہ مال ترکہ سے لے سکتا ہے

کسی وارث نے اگر ترکہ کا قرض اپنی خالص ملک سے ادا کر دیا تو وہ اسے ترکہ سے لے

سکتا ہے اور اگر ترکہ سے وصول کرنے سے پہلے ترکہ ہلاک ہو گیا' پھر وہ کسی دوسری میت کے وارث ہوئے تو میت اوّل کا قرض ادا کرنے والا دوسری میت کے ترکہ سے وہ مال نہیں لے سکتا۔

جس وارث نے میت کا قرض ادا کرنے کے بعد اس کے ترکہ سے لے لیا تو وہ دوسرے قرض خواہوں کے ساتھ برابر کا شریک ہوگا

''المنتقی'' میں ہے کہ ایک آدمی قرض چھوڑ کر فوت ہوا اور اس آدمی نے اپنی زندگی میں ایک غلام خریدا تھا' جس پر قبضہ نہیں کیا تھا اور نہ ہی قیمت ادا کی تھی اور اس آدمی پر قرض ہیں تو اس کے بالغ بیٹے نے غلام کی قیمت ادا کر کے اس پر قبضہ کر لیا تو وہ غلام اس کے بیٹے اور باقی قرض خواہوں کے درمیان حصوں کے مطابق مشترک ہوگا اور یہ رہن کے بہ منزلہ ہے۔ مسئلہ رہن کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی فوت ہوا اور اس پر قرض تھا اور اس کے کسی قرض کی وجہ سے کوئی مال رہن رکھا ہوا ہے اور جس قرض خواہ کے پاس وہ مال رہن رکھا ہوا ہے' کسی وارث نے اس کا قرض ادا کر کے وہ رہن چھڑوا لیا' تو وہ مال اس وارث اور باقی قرض خواہوں کے درمیان مشترک ہوگا اور قرض ادا کرنے والا وارث باقی قرض خواہوں سے زیادہ حق دار ہوگا۔ یہ مسئلہ ''ذخیرہ'' میں ہے۔

وصی کی تعیین کے لیے یتیموں اور ترکہ کا قاضی کی ولایت میں ہونا شرط ہے

فتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر قاضی نے یتیموں کے ترکہ میں کسی کو وصی مقرر کیا اور وہ یتیم اس کی ولایت میں ہے اور ترکہ اس کی ولایت میں نہیں یا ترکہ اس کی ولایت میں ہے اور یتیم اس کی ولایت میں نہیں یا بعض ترکہ اس کی ولایت میں ہے اور بعض ترکہ اس کی ولایت میں نہیں تو شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہر حالت میں وصی مقرر کرنا صحیح ہوگا اور وصی تمام ترکہ میں وصی ہوگا' خواہ ترکہ کہیں بھی ہو۔ رکن الاسلام علی سغدی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جو ترکہ اس کی ولایت میں ہے' اس میں وصی ہوگا اور جو ترکہ ولایت میں نہیں' اس میں وصی نہیں ہوگا۔

ایک قول یہ ہے کہ وصی مقرر کرنے کی صحت کے لیے شرط ہے کہ یتیم اس قاضی کی ولایت

میں ہو اور ترکہ کا اس کی ولایت میں ہونا شرط نہیں اور میں نے بعض مشائخ کی تحریر دیکھی ہے کہ اگر قاضی نے ایسے ترکہ میں وصی مقرر کر دیا جو اس کی ولایت میں نہیں تو یہ جائز نہیں اور یہی میرا اور مشائخ مرو کا فتویٰ ہے اور شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جائز ہے اور خصومت کا اعتبار ہے۔

رشید الدین رحمہ اللہ نے اپنے ''فتاویٰ'' میں ذکر کیا کہ اگر یتیم بخارا میں ہو اتو سمرقند کے قاضی کے لیے اس کا وصی مقرر کرنا جائز نہیں اور جو وقف قاضی کی ولایت میں نہیں' اس میں متولی مقرر کرنے کا مسئلہ ہم نے تفصیلاً ''کتاب الفصول'' کی فصل اول میں ذکر کر دیا ہے۔

قاضی کا وصی کو خیانت کی بناء پر وصایت سے خارج کرنا

اگر وصی نے خیانت کی تو اس میں مشائخ رحمہم اللہ کا اختلاف ہے کہ قاضی اس کے ساتھ قابل وثوق امین مقرر کرے گا' جو اسے خیانت سے روکے گا یا اسے وصایت سے خارج کر دے گا۔ امام محمد رحمہ اللہ نے ''باب مکاتبۃ الوصی'' میں اشارہ کیا ہے کہ قاضی اسے وصایت سے خارج کر دے گا۔

وصی کا عجز

اگر وصی عادل ہو لیکن بچے کی مصالح کا اہتمام کرنے اور اس کے مال کی دیکھ بھال کرنے سے عاجز ہو تو اس میں بھی مشائخ رحمہم اللہ کا اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ قاضی اسے وصایت سے خارج نہیں کرے گا بلکہ اس کے ساتھ قابل وثوق امین مقرر کر دے گا' لیکن اگر عادل ہو اور عاجز نہ ہو تو قاضی کے لیے اسے معزول کرنا مناسب نہیں' لیکن اس کے باوجود اگر اسے معزول کر دیا تو وہ معزول ہو جائے گا اور دوسرا وصی مقرر ہو جائے گا۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اسے ''کتاب الوصایا' باب الوصی والوصیۃ'' میں ذکر کیا ہے۔

(المبسوط ج ۲۸ ص ۲۰۔ ۳۶)

صدر الشہید رحمہ اللہ نے ''ادب القاضی للخصاف'' میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ اس قول کو صحت سے دور سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ وصی قاضی سے مقدم ہے کیونکہ وہ میت کا اختیار کردہ ہے' لہٰذا میت کے قائم مقام ہو گا اور ''فتاویٰ فضلی'' میں ہے کہ جو

وصی یتیم کے اُمور سرانجام دینے سے عاجز ہو گیا اور حاکم نے دوسرا نگران مقرر کر دیا' پھر وصی نے چند روز بعد کہا کہ میں یتیم کے اُمور سرانجام دینے پر قادر ہو گیا ہوں' کیا حاکم اسے دوبارہ پہلے منصب پر قائم کر دے گا؟ انہوں نے کہا کہ وہ پہلے کی طرح وصی ہے' لہٰذا حاکم کے دوبارہ مقرر کرنے کی ضرورت نہیں' کیونکہ مسئلہ میں یہ مذکور نہیں کہ قاضی نے دوسرا نگران اس کی جگہ قائم کیا ہے' اگر یہ مذکور ہوتا تو پھر پہلے کا معزول ہونا لازم آتا۔

جب وصی کا فسق یا خیانت ثابت ہو جائے تو قاضی اسے معزول کر سکتا ہے

قدوری نے ذکر کیا کہ قاضی وصی کو وصایت سے خارج نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کے ساتھ وصایت میں دوسرے کو شامل کر سکتا ہے اور اگر وصی کی خیانت ظاہر ہو یا وہ فاسق ہو اور برائی میں معروف ہو تو قاضی اسے وصایت سے خارج کر کے دوسرے کو مقرر کر دے گا۔

مقروض کا مدعی کی وصایت سے انکار کرنا

اگر وصی موصی کے مقروض کو قاضی کے پاس لے کر آیا اور مقروض نے قرض کا بھی اقرار کر لیا اور موصی کی موت کا بھی' لیکن مدعی کی وصایت کا انکار کر دیا تو قاضی کو اختیار ہے' چاہے تو اسی مدعی کو وصی مقرر کر دے اور چاہے تو کسی اور کو کر دے۔

یہ مسئلہ ''کتاب ادب القاضی'' کے باسٹھویں باب میں ہے اور یہ تمام بحث ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے۔

وصی قاضی کی مجلس کے علاوہ خود کو وصایت سے خارج نہیں کر سکتا

اگر وصی نے خود کو قاضی کی مجلس کے علاوہ وصایت سے خارج کرنا چاہا تو اسے یہ اختیار نہیں' جس طرح وکیل کا حکم ہے اور اگر وہ عادل صحیح ہو تو اسے وصایت سے خارج کرنا مناسب نہیں' لیکن اس کے باوجود اگر قاضی نے اسے معزول کر دیا تو وہ معزول ہو جائے گا۔ اس میں مشائخ رحمہم اللہ کا اختلاف ہے' جس کا ذکر ''کتاب العدۃ'' کی ''کتاب ادب القاضی'' میں ہے۔

وصی نے موصی کی زندگی میں وصایت قبول کی تو اس کی موت کے بعد قاضی کے حکم کے بغیر وصایت سے نہیں نکل سکتا

امام محمد رحمہ اللہ نے ''الجامع الصغیر'' میں ذکر فرمایا ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے کو وصی مقرر کیا اور اس نے موصی کی زندگی میں وصایت قبول کر لی تو یہ وصایت لازمی ہے' حتیٰ کہ اگر موصی کی موت کے بعد اس نے وصایت سے نکلنے کا ارادہ کیا تو اسے یہ اختیار نہیں اور اگر اس کی زندگی میں وصایت کو رد کیا تو اگر اس کے سامنے رد کیا' پھر تو درست ہے اور اگر اس کے سامنے رد نہ کیا پھر درست نہیں۔ اس کے سامنے (في وجهه) سے مراد ہے کہ اس کے علم میں لا کر رد کیا اور اس کے سامنے نہ ہونے سے مراد ہے کہ اس کی لاعلمی میں رد کیا ہو۔ اس کی مکمل تفصیل صدر الشہید رحمہ اللہ کی ''کتاب ادب القاضی'' میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

جو بچہ شکم میں ہو اس کے لیے وصیت یا ہبہ اور میراث کا جواز

''ذخیرہ'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے ''الجامع الصغیر'' میں فرمایا کہ جو بچہ شکمِ مادر میں ہو اس کے لیے وصیت جائز ہے اور میراث واجب ہے اور اس کے لیے ہبہ باطل ہے۔

وصی کا میت پر قرض کا اقرار صحیح نہیں

اگر وصی نے میت پر کسی کے قرض کا اقرار کیا تو یہ صحیح نہیں اور یہ مسئلہ معروف ہے' لیکن اس اقرار کی وجہ سے وہ قرض خواہ کا خصم ہونے سے خارج نہیں ہوگا' حتیٰ کہ اگر قرض خواہ نے اس پر قرض کے گواہ پیش کر دیے تو وہ قبول کیے جائیں گے۔

وصی میں اور مدعیٰ علیہ کی جانب سے مقدمہ کی پیروی کرنے والے وکیل میں فرق ہے' جب اس وکیل نے مجلسِ قضاء کے علاوہ اپنے موکل پر قرض کا اقرار کیا ہو تو اس کا اقرار صحیح نہیں ہوگا اور وہ مدعی کے ساتھ خصومت (مقدمہ لڑنے) سے خارج ہو جائے گا' حتیٰ کہ اگر اس کے بعد اس وکیل پر قرض کے گواہ قائم کیے تو گواہی نہیں سنی جائے گی اور فرق ''ذخیرہ'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے۔

وصی کے پاس جو چیز ہے اس کا وصی نے کسی آدمی کے لیے اقرار کیا تو ثابت ہو جائے گا اور اس کے بعد وصی نے اس چیز کا بچے کے لیے اقرار کیا تو وہ ثابت نہیں ہوگا

اگر وصی نے اقرار کیا کہ یہ فلاں آدمی کا غلام ہے اور وہ غلام وصی کے قبضہ میں ہے، پھر وصی نے دعویٰ کیا کہ یہ غلام تو اس بچے کا ہے تو وصی کا بچے کے لیے یہ دعویٰ نہیں سنا جائے گا۔

وصی کا بالغ وارث کے لیے کسی چیز کا اقرار کرنا کہ میراث سے اس کی یہ چیز میرے پاس موجود ہے

اگر وصی نے کسی معیّن وارث کے لیے اقرار کیا کہ اس کی میراث سے یہ چیز میرے پاس موجود ہے اور یہ اتنے درہم ہیں اور باقی ورثاء نے ارادہ کیا کہ وصی سے اپنا حصہ لیں، جس طرح کہ وصی نے اس وارث کے لیے اقرار کیا ہے، تو وصی نے کہا کہ میرے پاس اس کے علاوہ کچھ موجود نہیں۔ تو وہ وصی ان ورثاء کے لیے کسی چیز کا ضامن نہیں ہوگا۔ ''کتاب الصلح'' میں یہ مسئلہ اسی طرح مذکور ہے اور ''کتاب الوصایا'' میں ہے کہ اگر وصی نے کسی بالغ وارث کے لیے ہزار درہم کا اقرار کیا کہ اس کی میراث سے یہ دراہم میرے پاس موجود ہیں اور ورثاء میں کوئی نابالغ وارث ہے، پھر وصی نے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے پاس اس کے علاوہ کوئی چیز موجود نہیں، تو وہ بچے کو اس کی ضمان ادا کرے گا۔

ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ موضوع کے اختلاف کی وجہ سے جواب مختلف ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ کہا جائے کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں۔

بالغ اور نابالغ ورثاء کے درمیان ترکہ کی تقسیم کی کیفیت

اگر بعض ورثاء نابالغ اور بعض بالغ ہوں اور ایک بالغ وارث نابالغ ورثاء کی طرف سے وصی ہے اور انہوں نے تقسیم کا ارادہ کیا، تو شیخ امام ابو حفص کبیر رحمہ اللہ نے اپنے ''فتاویٰ'' میں ذکر کیا ہے کہ وصی نابالغ اور بالغ ورثاء کے درمیان تقسیم کر دے اور نابالغ ورثاء کا حصہ علیحدہ کر دے، پھر ان کا حصہ کسی اجنبی کو فروخت کر دے، پھر اجنبی خریدار اور نابالغ ورثاء کے درمیان تقسیم کر دے، پھر اپنا حصہ خریدار کو فروخت کر دے تو اس وجہ سے سب کے درمیان تقسیم محقق ہو

جائے گی۔

جو ترکہ قرض میں مشغول ہو وارث اسے قرض خواہوں کی رضامندی کے بغیر فروخت نہیں کرسکتا

جو ترکہ قرض میں مشغول ہو اور قرض نے ترکہ کا احاطہ کیا ہوا ہو تو وارث اسے قرض خواہوں کی رضامندی کے بغیر فروخت نہیں کرسکتا' حتیٰ کہ اگر فروخت کردیا تو بیع نافذ نہیں ہوگی اور یہ مسئلہ پہلے گزر چکا ہے۔ یہ تمام بحث ''ذخیرہ برہانیہ'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے۔

بالغ ہونے کے بعد یتیم کا بری کرنا جائز ہے

''وصایا النوازل'' اور ''الجامع فی الفتاویٰ'' میں مذکور ہے کہ اگر وصی نے مال سے کوئی چیز فروخت کی' پھر یتیم بالغ ہوگیا اور اس نے خریدار کو قیمت سے بری کردیا اور وہ مصلح ہے مفسد نہیں اور یتیم نے یہ کہا کہ میرے وصی نے میرے مال سے جو چیز تجھے قرض پر دی ہے تو اس سے بری ہے تو یہ جائز ہے اور وہ بری ہوجائے گا اور اگر یہ کہا کہ تجھ پر میرا جو مال لازم ہے تو اس سے بری ہے تو وہ بری نہیں ہوگا' کیونکہ اس پر اس یتیم کی کوئی چیز لازم نہیں۔ اسی طرح وکیل نے اگر کوئی چیز فروخت کی اور موکل نے خریدار کو کہا کہ تجھ پر میرا جو مال لازم ہے تو اس سے بری ہے تو وہ بری نہیں ہوگا کیونکہ اس پر موکل کی کوئی چیز لازم نہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر موکل نے خریدار سے قیمت وصول کرنا چاہی تو اسے یہ اختیار حاصل نہیں؟ اور فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارا اس پر عمل نہیں بلکہ وہ مکمل قرض سے بری ہوجائے گا اور قرض اسی کا ہے' وکیل کو تو مطالبہ کا حق ہے' اسی طرح وصی کو مطالبہ کا حق ہے۔

وصی کو بچے کے نفقہ میں فراخ دلی کا مظاہرہ کرنا واجب ہے

''النوادر'' میں علی بن خشرم سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھے بچپن کے زمانہ سے ہی امام ابویوسف رحمہ اللہ سے محبت ہے' اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب میرا باپ فوت ہوگیا تو میرا وصی مجھے ہر روز ایک درہم کے دو تہائی حصے خرچ دیتا۔ میں امام ابویوسف رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ اتنا خرچ مجھے کافی نہیں' تو امام ابویوسف رحمہ اللہ نے میرے وصی کو بلا کر حکم دیا کہ اسے روزانہ کامل درہم دیا کرو۔

اور شریح رحمہ اللہ نے کہا کہ یتیموں کو ان کا مال فراخ دلی سے دیا کرو کیونکہ اگر وہ مر گئے تو

لوگ ان کے اموال کھا جائیں گے اور اگر وہ زندہ رہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں رزق عطا فرمائے گا اور ''ذخیرہ'' میں ہے کہ وصی کو بچے کے نفقہ میں تنگی نہیں کرنا چاہیے بلکہ فراخ دلی کا مظاہرہ کرے لیکن فضول خرچی نہ کرے اور اس میں بچے کے مال کی قلت اور کثرت کے لحاظ سے فرق ہوتا ہے' لہٰذا بچے کے مال کو دیکھ کر اس کے مطابق ہی خرچ کیا جائے گا۔

وصی کے لیے قرآن پاک اور ادب کی تعلیم کے لیے یتیم پر اس کا مال خرچ کرنا جائز ہے

وصی قرآن پاک اور ادب کی تعلیم کے لیے یتیم پر اس کا مال خرچ کرے گا' اگر بچہ میں اس کی صلاحیت ہو تو ضروری ہے کہ اسے قرآن پاک کے اتنا حصہ کی تعلیم کا پابند کیا جائے' جتنا قرآن پاک نماز میں پڑھا جاتا ہے۔

وصی کا کسی آدمی کو میت کی طرف سے ضمان ادا کرنے کا حکم دینا

''المنتقی'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے کہ اگر وصی نے کسی آدمی کو کہا کہ فلاں میت کی طرف سے قرض کا ضامن بن جا' وہ آدمی وصی کے حکم سے ضامن بن گیا اور قرض ادا کر دیا تو جتنا قرض ادا کیا ہے وہ یتیم کے مال سے لے گا اور وصی سے اس مال کا مواخذہ ہوگا تاکہ وہ میت کے مال سے ادا کر دے اور وہ ضامن وصی کے مال کی طرف رجوع نہیں کرے گا' کیونکہ اس نے میت کی طرف سے ضمان ادا کی ہے' وصی کی طرف سے ضمان نہیں ادا کی' لیکن وصی میت کے مال میں اس کے امر کو جائز قرار دے گا اور اس کی ضمان میت کے مال سے ادا کرے گا۔ اگر ضمان ادا کرنے والے آدمی کا وصی کے ساتھ معاملہ چلتا رہتا ہے تو استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ ضامن وصی کے مال سے وہ ضمان لے گا اگر وصی نے کسی آدمی کو کہا کہ فلاں میت جس نے مجھے وصی مقرر کیا ہے' اس کے قرض کے میں اور تو دونوں ضامن ہیں اور دونوں ہی ضامن بن گئے' اس طرح کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی طرف سے کفیل ہے اور اس کی طرف سے ضامن ہے۔ پھر قرض خواہ کی وصی سے ملاقات ہوئی اور اس نے وصی سے سارا قرض لے لیا اور وصی نے وہ قرض اپنے مال سے ادا کیا تو وصی میت کی طرف سے جتنے قرض کا ضامن ہوا ہے' وہ میت کے مال سے لے گا اور وہ نصف قرض ہے اور باقی نصف قرض اس آدمی سے لے گا جو اس کے

ساتھ ضامن بنا تھا' پھر وہ دوسرا آدمی اس کے لیے میت کے مال کی طرف رجوع کرے گا اور اگر میت کا مال وصی کے قبضہ میں ہوا تو اس سے وہ مال وصول کرے گا۔

کسی آدمی نے بچے پر وصی کے حکم سے خرچ کرنے کا دعویٰ کیا تو اس کے لیے وصی کا اقرار

ایک آدمی فوت ہو گیا اور اس نے کسی دوسرے شخص کو وصی مقرر کیا' پھر وصی کے علاوہ کسی آدمی نے بعض ورثاء پر خرچ کیا اور خرچ کرنے کے بعد کہا کہ میں نے وصی کے حکم سے خرچ کیا ہے اور وصی نے اس کا اقرار کر لیا اور یہ بات خرچ کرنے کے بعد صرف وصی کے قول سے ہی معلوم ہوئی تو اگر وہ وارث نابالغ ہوا' جس پر خرچ کیا ہے تو وصی کا قول معتبر ہوگا۔ بچے کے وصی نے کسی شخص کو حکم دیا کہ اس بچے کا گھر تعمیر کر دے اور اس مامور آدمی نے بچے کے گھر کے دربان کو کہا کہ تو یہ گھر تعمیر کر دے تو کیا یہ تعمیر کرنے والا رجوع کی شرط لگائے بغیر بچے کی طرف رجوع کر سکتا ہے؟ وصی کے خرچ کرنے کا حکم دینے والے مسئلہ پر قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ وہ رجوع کر سکتا ہے اور مناسب ہے کہ اس مسئلہ میں وہی اختلاف ہو جو اس صورت میں ہے کہ جب کسی نے دوسرے آدمی کو کہا کہ میرے گھر کی تعمیر میں خرچ کر اور اس نے خرچ کر دیا تو امام سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رجوع کی شرط کیے بغیر وہ رجوع کرے گا (اور حکم دینے والے سے خرچہ لے گا) اور امام خواہر زادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رجوع کی شرط لگائے بغیر وہ رجوع نہیں کرے گا۔

وصی کا اپنے قبضے میں بچے کے مال ضائع ہونے کا دعویٰ کرنا

''الملتقی'' میں مذکور ہے کہ ایک آدمی' ایک نابالغ اور ایک بالغ بیٹا چھوڑ کر فوت ہوا اور کسی آدمی کو وصی مقرر کر گیا۔ وصی نے کہا کہ گواہ ہو جاؤ! میں نے تمام ترکہ سے نابالغ بچے کے حصہ پر قبضہ کر لیا ہے اور بالغ کا حصہ تقسیم کر کے اسے دے دیا اور نابالغ کا حصہ میرے قبضہ میں ہلاک ہو گیا ہے۔ پھر نابالغ بچہ بالغ ہو گیا اور بڑے بیٹے کے قبضہ میں ترکہ سے اس کا اپنا مال ہے۔

چھوٹے بیٹے نے کہا کہ میرے باپ نے صرف وہی ترکہ چھوڑا تھا' جو میرے بڑے بھائی کے قبضہ میں ہے اور وصی نے کسی چیز پر قبضہ نہیں کیا' تو اس میں وصی کا قول معتبر ہوگا۔ جب اس نے یہ قول بچے کے بالغ ہونے سے پہلے کہا ہو اور چھوٹا بیٹا بڑے بیٹے کے پاس جو

مال ہے اس میں شریک نہیں ہوگا۔

نابالغ اولاد کی طرف سے دادا کا جو وصی ہے وہ میت کے بڑے۔۔ بیٹے کے فوت ہونے کے بعد اس کے بیٹوں کا بھی وصی ہوگا

اگر کوئی آدمی فوت ہوا اور کسی شخص کو وصی مقرر کر گیا اور اس آدمی کے بالغ اور نابالغ بیٹے ہیں‘ ایک بالغ بیٹا نابالغ بچہ چھوڑ کر فوت ہو گیا تو دادا کا وصی اس نابالغ بچے کا بھی وصی ہوگا اور جائیداد کے علاوہ جن چیزوں میں بچے کے باپ پر اس وصی کی بیع جائز ہوئی تھی‘ ان چیزوں میں بچے پر بھی اس وصی کی بیع جائز ہوگی۔

یتیم کا اقرار کرنا کہ اس نے تمام ترکہ پر قبضہ کر لیا ہے

اگر کوئی آدمی کسی شخص کو وصی مقرر کر کے فوت ہو گیا اور وصی نے وارث کو اس کی میراث دے دی اور جو چیز بھی والد کے ترکہ سے اس کے پاس موجود تھی وہ اس کے بیٹے کو دے دی اور بیٹے نے گواہ قائم کر لیے کہ اس نے اپنے باپ کے تمام ترکہ پر قبضہ کر لیا ہے اور اس کے باپ کا جو ترکہ بھی قلیل یا کثیر تھا‘ وہ اس نے لے لیا ہے۔ پھر وصی کے قبضہ میں موجود کسی گھر کے متعلق اس نے دعویٰ کر دیا کہ یہ میرے باپ کا ترکہ ہے جو اس نے میراث میں چھوڑا تھا اور میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا تو وہ اس پر گواہ پیش کرے گا اور گواہ قبول کیے جائیں گے اور گواہوں کے ذریعہ گھر کا اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر وہ بیٹا یوں کہتا کہ میرے باپ نے لوگوں پر جو قرض چھوڑا تھا‘ میں نے وہ سب وصول کر لیا ہے اور اس پر قبضہ کر لیا ہے‘ پھر کسی آدمی کو لے کر آیا اور دعویٰ کر دیا کہ اس پر میرے باپ کا قرض ہے‘ تو گواہوں کے ذریعہ اس کا دعویٰ قبول کیا جائے گا اور قرض کا اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔

وصی نے یتیم کے مال سے کچھ حصہ ظالم کو دے دیا تاکہ وہ اس سے چھین نہ لے تو ضامن نہیں ہوگا

اگر وصی کسی ظالم حاکم کے پاس سے یتیم کا مال لے کر گزرا اور اسے خوف ہے کہ اگر میں نے اسے مال میں سے کچھ نہ دیا تو یہ چھین لے گا۔ اس خوف سے اس نے یتیم کا کچھ مال اسے دے دیا تو بعض نے کہا کہ اس پر ضمان لازم نہیں‘ اسی طرح مضارب اگر مال مضاربت لے کر

گزرے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

ابوبکر اسکاف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ ہمارے اصحاب کا قول نہیں یہ تو ابن سلمہ کا قول ہے اور یہ بطریقِ استحسان ہے۔ فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ کی امام ابویوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ آپ یتیموں کے مال سے اوصیاء کے لیے مصانعت (ظلم سے بچنے کے لیے بطور رشوت مال دینا) جائز قرار دیتے تھے اور ابن سلمہ کا مختار قول امام ابویوسف رحمہ اللہ کے قول کے موافق ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ کتاب اللہ تعالیٰ میں اسی طرح اشارہ ہے ارشادِ ربانی ہے:

اما السفينة فكانت لمسكين يعملون في البحر فاردت ان اعيبها. (الکہف: ۷۹)

وہ جو کشتی تھی وہ چھ محتاجوں کی تھی کہ دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کردوں۔

اس مقام پر یتیم کے مال میں ظالم جابر کے پکڑ لینے کے خوف سے عیب کو جائز قرار دیا ہے۔ یہ مسئلہ ''فتاویٰ قاضی خان'' کی ''کتاب الوصایا'' میں ہے۔

وصی یتیم کے مال سے جو کچھ بطورِ رشوت دے گا' اس کا ضامن ہوگا

اگر وصی نے قاضی کے دروازے پہ یتیم کے مال سے کچھ خرچ کیا اگر یہ اجارہ کے طور پہ دیا ہو تو ضامن نہیں ہوگا اور محمد بن فضل رحمہ اللہ نے کہا: مثلی اجرت اور معمولی غبن کا ضامن نہیں ہوگا اور جو بطورِ رشوت دیا' اس کا ضامن ہوگا۔

وصی کا حکمرانوں کو ہدیہ دینا تاکہ وہ ترکہ پر غلبہ نہ کرلیں

اگر کوئی آدمی فوت ہوا اور اپنی بیوی کو وصیہ مقرر کر گیا اور ورثاء میں نابالغ اولاد چھوڑی ان کے گھر ظالم سلطان آیا اور کہا: اگر تو نے مجھے نہ دیا تو میں گھر اور جائیداد پہ قبضہ کرلوں گا اور عورت نے اسے جائیداد سے کچھ دیا تو دفع ظلم کے لیے اس کا یہ رشوت دینا جائز ہے۔

مسائلِ فرائض [1]

قاتل میراث سے محروم ہوگا بشرطیکہ عاقل ہو

جس قتل سے میراث کی محرومی کا تعلق ہوتا ہے' اس کی ایک شرط یہ ہے کہ قتل کرنے والا (احکامِ شرع کا) مخاطب ہو' حتیٰ کہ بچے یا مجنون نے اگر اپنے مورث کو قتل کر ڈالا' تو یہ میراث سے محروم نہیں ہوں گے' کیونکہ میراث سے محرومی عقوبت اور سزا ہے' جب کہ بچہ یا مجنون عقوبت کا اہل نہیں۔

اگر باپ یا وصی کی تادیب سے بچہ مر گیا تو باپ یا وصی کے بچے کی میراث سے محروم ہونے میں اختلاف

''الملتقط'' کی ''کتاب الجنایات'' میں ہے کہ اگر باپ یا وصی نے بچے کو تادیب کی اور بچہ فوت ہو گیا' تو یہ دونوں ضامن ہوں گے اور انہیں وراثت نہیں ملے گی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ یہ دونوں ضامن نہیں ہوں گے اور نہ ہی وراثت سے محروم ہوں گے اور ہم نے ''مسائل الجنایات'' میں ذکر کیا ہے کہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع فرما لیا اور فرمایا کہ اگر باپ نے اپنے بیٹے کو عام عادت کے مطابق مارا اور بیٹا مر گیا تو باپ ضامن نہیں ہوگا' جس طرح کہ معلم کے بارے میں یہی حکم ہے۔ یہ ''محیط'' میں مذکور ہے۔ اس کے مطابق مناسب ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بھی باپ میراث سے محروم نہیں ہوگا۔

اور صاحب المحیط کے ''فتاویٰ'' کی ''کتاب الجنایات'' کے آخر میں ہے کہ اگر باپ یا وصی نے نابالغ بچے کو مارا تو سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق وہ

---

[1] فرائض' فریضۃ کی جمع ہے اور فریضہ میراث میں مقرر کردہ حصوں کو کہا جاتا ہے۔ علم فرائض اس علم کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ مستحقین کے درمیان میراث کی تقسیم کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔ مسائلِ فرائض کے عنوان کے تحت وراثت کے متعلقہ مسائل کا بیان ہوگا۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

ضامن ہوگا اور میراث سے محروم ہوگا اور کفارہ بھی واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ضامن نہیں ہوگا اور نہ ہی میراث سے محروم ہوگا۔ یہ حکم اس وقت ہے جب اسے تادیب کے لیے مارا ہو اور اگر تعلیم کے لیے مارا تو ضامن نہیں ہوگا' جیسا کہ معلم کے متعلق حکم ہے' تو اس صورت میں باپ کی اجازت سے معلم کے مارنے اور تعلیم کے لیے باپ کے مارنے میں کوئی فرق نہیں۔

کسی مرد نے بیٹے کو کھینچا اور باپ نے اسے پکڑے رکھا اور بیٹا مر گیا تو کیا حکم ہے؟

''فتاوی قاضی خان'' کی ''کتاب الجنایات'' میں ہے کہ ایک آدمی نے والد کے ہاتھ سے اس کے بیٹے کو کھینچا اور باپ نے اسے پکڑے رکھا حتیٰ کہ بیٹا فوت ہو گیا تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بچے کی دیت کھینچنے والے پر ہوگی اور باپ اس بچے کا وارث ہوگا۔

جنین کب وارث ہوگا؟

(جنین سے مراد وہ بچہ ہے' جو ماں کے رحم میں ہو) صدر الشہید رحمہ اللہ نے ''فرائض کے بیان'' میں ذکر فرمایا کہ اگر جنین مورث کی موت کے وقت پیٹ میں موجود ہو' اس طرح کہ وہ مورث کی موت کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں پیدا ہو جائے' تو وہ وارث ہوگا۔ انہوں نے مسئلہ اسی طرح مطلقاً ذکر فرمایا ہے اور یہ اندازہ باپ کے غیر کی میراث سے جنین کے مستحق ہونے کی صورت میں ہے' باپ کی میراث سے اس کے مستحق ہونے کی صورت میں یہ حکم نہیں' تو اگر جنین باپ کے مرنے کے بعد چھ مہینے سے کم مدت میں پیدا ہو گیا اور عورت نے مدت گزر جانے کا اقرار نہیں کیا' تو وہ وارث ہو جائے گا۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''کتاب الفرائض'' میں اس کی تصریح کی ہے۔ اگر دو سال سے زائد مدت میں پیدا ہوا تو میت سے اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا اور وہ وارث نہیں ہوگا۔

جنین کے زندہ جدا ہونے کی علامات

جنین کے زندہ جدا ہونے کی پہچان یہ ہے کہ وہ پیدا ہوتے ہی چلائے یا اس کی چھینک

سنائی دے یا اس کا کوئی عضو وغیرہ حرکت کرے۔ اگر وہ ماں کے پیٹ سے مردہ ہونے کی حالت میں جدا ہوا تو وارث نہیں ہوگا۔ اگر اس کے زندہ یا مردہ جدا ہونے میں اختلاف پڑ گیا اور دایہ نے اس کے زندہ جدا ہونے کی گواہی دی تو اس پر اجماع ہے کہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے حق میں دایہ کی گواہی مقبول ہوگی۔ کیا وراثت کے حق میں دایہ کی گواہی مقبول ہوگی؟ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ قبول نہیں ہوگی اور صاحبین نے فرمایا کہ قبول ہو گی۔

اگر میت حاملہ عورت چھوڑ کر فوت ہوا تو حمل کے لیے میراث کا حصہ موقوف رکھا جائے گا

اگر کوئی آدمی حاملہ عورت چھوڑ کر فوت ہوا تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں حمل کے لیے چار بیٹوں کی میراث موقوف رکھی جائے گی اور امام محمد رحمہ اللہ سے دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت میں تین بیٹوں کا حصہ موقوف رکھا جائے گا اور ایک روایت میں دو بیٹوں کا حصہ موقوف رکھا جائے گا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت یہ ہے اور ان سے دوسری روایت یہ ہے کہ ایک بیٹے کا حصہ موقوف رکھا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ یہ تمام بحث ''المحیط'' کی ''کتاب الفرائض'' میں ہے۔

جب پیدا ہونے والے بچے کا صرف سر چیختے ہوئے باہر نکلا تو وہ۔۔۔ وارث نہیں ہوگا

''مواریث الملتقط'' میں نصیر کی روایت ہے کہ جس بچے کا صرف سر چیختے ہوئے باہر نکلا اور وہ مر گیا تو اسے میراث نہیں ملے گی ہاں اگر بدن چیختے ہوئے نکلا تو وارث ہوگا۔

حربی، مسلمان باپ کا وارث کب ہوگا؟

''الجامع الاصغر'' کی ''کتاب السیر'' میں ہے کہ ایک حربی مسلمان ہو گیا اور اس کے نابالغ بیٹے ہیں تو جب وہ بالغ ہوئے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو وہ اس کے وارث ہوں گے۔ اگر جو بیٹا دارالاسلام کی طرف نکلا وہ مسلمان ہو گیا اور باپ دارالحرب میں ہی ہے تو میراث نہیں ملے گی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

خاتمہ

اللہ تعالیٰ کا کمزور ترین بندہ' فقہ کا طالب علم ابوالفتح محمد بن محمود بن حسین استروشنی کہتا ہے (اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرمائے اور اس پر اپنے فضل و کرم کے بادل برسائے):

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں' جس نے اپنی توفیق سے میری امداد و اعانت فرمائی اور اپنے راستے کی طرف راہنمائی فرما کر مجھے نیک بختی سے بہرہ ور فرمایا اور میرے مقصود کی تکمیل فرما کر اور میری آرزو اور امید کو پورا فرما کر مجھ پر احسان فرمایا' حتی کہ میں نے ان دقیق مسائل کو جمع کر کے زیب قرطاس کر دیا ہے۔

جب زمانے نے میری دولت لوٹ لی جس کے ساتھ اس نے مجھے ریلیف دیا تھا اور وہ بھی جو مجھے اپنے آباء و اجداد سے وراثت میں ملی تھی اور میں ہر طرح مال سے تہی دامن ہو گیا اور جوانی کی ٹھنڈک سے محروم ہو گیا اور میرا دل قناعت سے آسودہ ہو گیا اور میرا سینہ مالی فراوانی کے خیال سے فارغ ہو گیا اور میں نے مہینوں اور برسوں اکابر کی صحبت اختیار کی اپنی مغصوبہ جائیداد چھڑوانے کے لیے میں کسی سے مدد کا خواستگار نہیں ہوا اور میں نے اپنے مطلوب کے لیے کسی کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا' اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی بندے کو توفیق بخشی اور ہم نے اس کے لطف و احسان سے بلند مقام حاصل کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں ہماری طرف سے جزائے خیر نصیب فرمائے' جس روز وہ بوسیدہ ہڈیوں کو زندگی عطا فرمائے' اس دن ان پر رحم فرمائے اور بچپنے کا چاند اپنے غروب ہونے کی جگہ چھپ چکا ہے اور میں نے کھیل کود کو اس کے کندھے پر ڈال کر لھو و لعب سے اعراض کرتے ہوئے اپنی ہمت و توجہ' فتاویٰ و احکام اور ان مسائل کی جانب مرکوز کر دی' جن کی اہل اسلام کو شدید حاجت ہے۔

جس بات نے مجھے اس کام کے اقدام پر برانگیختہ کیا اور اکسایا' وہ یہ ہے کہ میرے والد شیخ' امام اجل' متقی جلال الملت والدین' مفتی الامۃ محمد دین شیخ امام اجل و جیہ مجد الملۃ والدین حسین بن احمد (اللہ تعالیٰ میرے والد گرامی پر رحم فرمائے اور ان کے والد ماجد پر رحم

فرمائے)۔

جب وہ بڑی عمر کے اور سن رسیدہ ہو گئے اور بڑھاپے کی بناء پر کمزور اور بیمار ہو گئے۔ بڑھاپے اور کمزوری نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا اور بڑھاپے نے اپنے گریبان سے ید بیضاء نکال لیا (یعنی ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہو گئے) تو انہوں نے اپنے ضعف و ناتوانی کے سبب افتاء سے اعراض فرما لیا اور قرآن جس کے آگے اور پیچھے سے باطل نہیں آ سکتا' اس کی تلاوت کی طرف متوجہ ہو گئے اور مجھے اشارہ کیا کہ افتاء کا کام سنبھالوں تو میں نے ان کی خواہش پورا کرنے کا قصد کیا اور اپنے نفس کو ان کے فیصلہ کا پابند کر لیا۔ جب میں اس کام میں پڑ گیا اور میرے پاس مسلسل مکاری کا سلسلہ شروع ہو گیا اور مجھے غلطی میں جا پڑنے کا اندیشہ ہونے لگا تو میرے دلی ارادہ نے مجھے مسائل کے مطالعہ اور اگلے پچھلے علماء کرام کی کتب کے مشاہدہ اور ان متقدین و متاخرین مشائخ کی تصنیفات میں تامل اور غور و فکر کرنے پر آمادہ کیا' جن مشائخ کی سچی ناموری اور شہرت کو اللہ رب العزت نے بعد والوں میں باقی رکھا' ان سب پر اللہ تعالیٰ راضی ہو' ان کے آثار و برکات سے اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کو نفع عطا فرمائے' حتیٰ کہ ہم جیسے غیر مستحق لوگ اس کام میں مشغول ہو گئے' جبکہ عمرو کے واؤ کی طرح تو ہم ذکر میں نہیں آتے تھے (جس عمرو کا واؤ لکھنے میں آتا ہے پڑھنے میں نہیں)۔

اللہ تعالیٰ جس کی ذات ہی کی طرف اعتماد کیا جاتا ہے اور جس کی ذات کا ہی سہارا ہوتا ہے' اس کی بارگاہ میں ہمارا سوال ہے کہ درستگی کے حصول میں میری مدد فرمائے اور خطاء سے مجھے بچائے اور خطا سے محفوظ فرما کر مجھ پر احسان فرمائے اور میں نے ارادہ کیا کہ ان مسائل سے کچھ حاصل کروں اور ان تمام سے ایک فصل ذکر کروں اور ان دونوں سے ایک چھوٹا سا بچہ حاصل کروں تاکہ یہ امر میرے لیے بیماری سے عافیت اور میری پیاس و تشنگی کے لیے سیرابی کا باعث ہو' لہٰذا میں نے اوّلاً احکام و قضایا پر مشتمل ''کتاب الفصول'' جمع کی اور پھر بچوں اور بچیوں کے حوادثات و احکامات سے آگاہ کرنے والی کتاب'' جامع احکام الصغار'' تو اگر امتدادِ زندگی اور طویل عمر نے مجھے موقع فراہم کیا تو مجھے اپنی زندگی کے مالک کی قسم! اس سفر کے لیے مجھے اپنے زادِ راہ کی قلت کا خوب علم ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس رفیق کا ساتھ دینے کے لیے میرے پاس ساز و سامان کی کمی ہے اور در حقیقت مجھے اپنے نفس کی پہچان ہے اور مجھے اپنے اور

اپنے نقصان اور کمی کا مجھے پورا پورا علم ہے اور مجھے یقین ہے کہ مجھ جیسا آدمی فتوی کا جواب نہیں دیا کرتا بلکہ اسے تو فتوی کا جواب دیا جاتا ہے اور اس مقام میں کسی رتبہ کا مستحق نہیں، لیکن جب گردشِ دوراں سے کمزوری کا دور آ جائے تو لنگڑی عورت بھی گھڑ دوڑ کے میدان میں سبقت لے جایا کرتی ہے۔

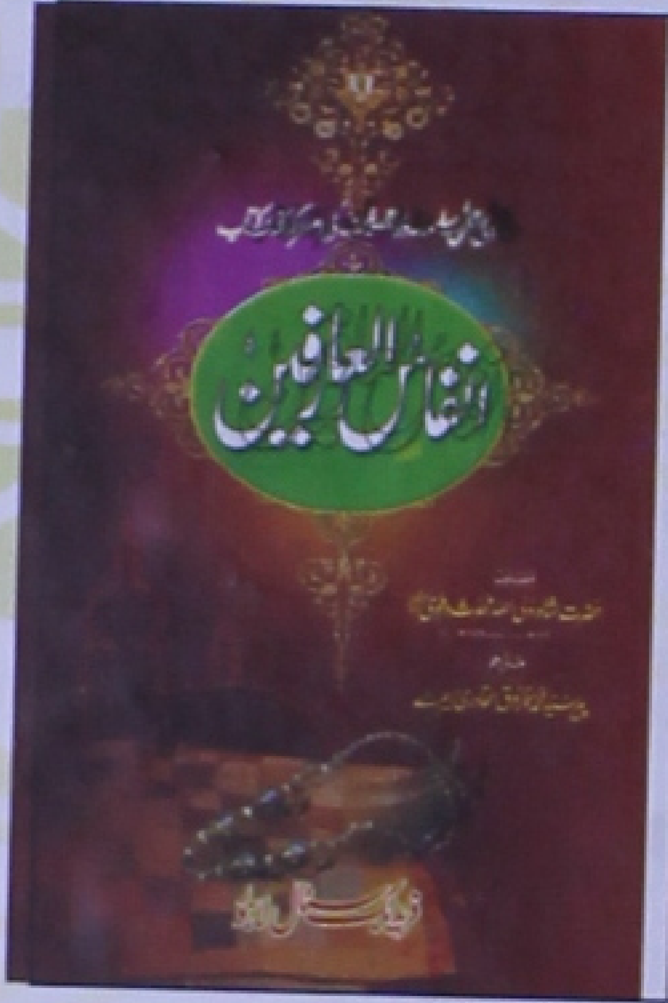
میرے کانوں میں یہ بات پڑی کہ ایک دیوانے نے کسی شخص کو گالی دی تو اس نے کہا: تو مجھے گالی دے رہا ہے حالانکہ میں اپنی قوم کا سردار ہوں، تو دیوانے نے کہا: سردار کا محتاج ہونے کے وقت قوم تجھے کب سردار بناتی اگر انہیں کوئی سردار مل جاتا۔

کناس نے دوسرے شخص کو کہا: علی بن عیسیٰ بن ھامان کو معزول کر کے اس کی جگہ ابن فرات کو بٹھا دیا گیا ہے، تو اس آدمی نے جواب دیا کہ لوگوں نے مصحف اٹھا کر اس کی جگہ ستار رکھ دیا ہے۔ اس تمام صورتِ حال کے باوجود اگلے پچھلے میں یہ دستور خداوندی رہا ہے کہ پچھ لوگ ایک قوم کے کم مرتبہ افراد ہوتے ہیں لیکن بعد والی قوم کے وہ سردار بن جاتے ہیں۔

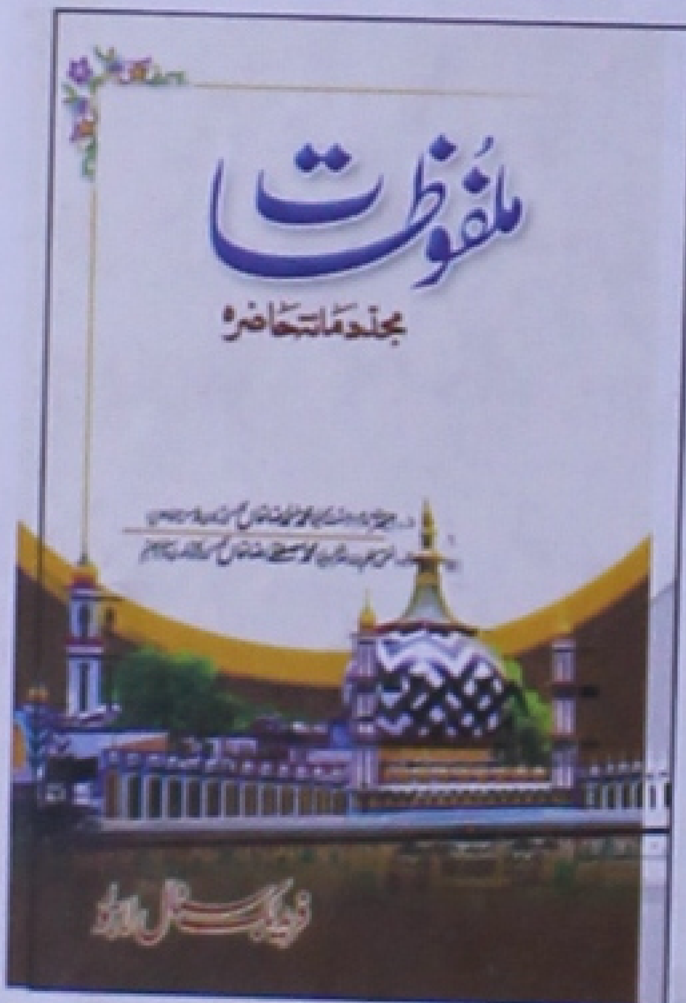
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دور تھا کہ ہم سے سوال نہیں کیا جاتا تھا اور ہم اس لائق نہ تھے اور پھر تقدیر خداوندی کہ آج ہم اس منصب پر فائز ہیں جہاں تم ہمیں دیکھ رہے ہو۔

احوال ادلتے بدلتے رہتے ہیں اور لوگوں میں ایام واحوال کی گردش جاری رہتی ہے، حتی کہ مسائل کے احکام اور سوالات کے جوابات کی طرف راہنمائی کے محتاج ہوتے ہیں۔

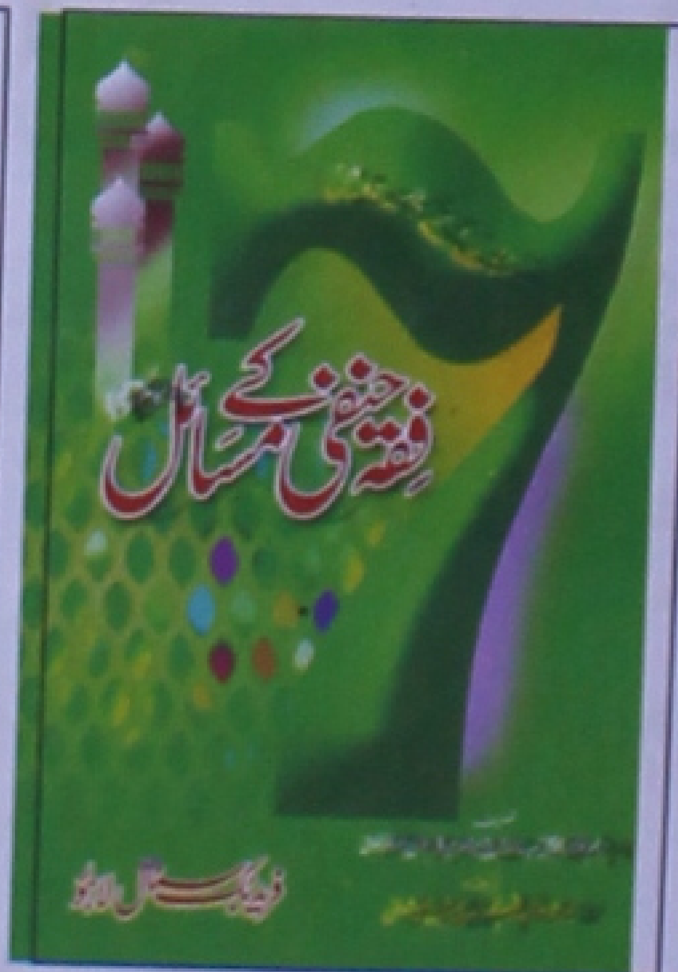
پہلے لوگ مسائل کے لیے جناب بارگاہ رسالت ﷺ کی طرف رجوع کرتے تھے، جو وحی ناطق سے تائید یافتہ تھے اور جنہیں مخلوق کی فریادرسی اور حقائق کے کھولنے کے لیے مقرر فرمایا گیا تھا۔ اس کے بعد خلفاء راشدین علیہم الرضوان، وہ اس مقام پر فائز ہوئے وہ اپنے زمانہ میں بہترین تھے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تمام مخلوق سے افضل تھے، جب ان کے میدان ختم ہو گئے اور ان کی اونٹنیاں تھک گئیں (یعنی خلافت راشدہ کا دور ختم ہو گیا) تو اصاغر اور درمیانے رتبہ والے صحابہ کرام علیہم الرضوان اس کام کی طرف متوجہ ہوئے اور مشکلات کے حل کے لیے ان کی بساط پر لوگوں کا ہجوم لگ گیا، یہ سلسلہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ زمانہ گزرتا رہا اور علم کے پھول اور درخت مرجھا گئے اور اس کا دور ختم ہو گیا۔


انفاس العارفین
فرید بک سٹال لاہور


خصوصی و دلکش طباعت
ذکر بالجہر
فرید بک سٹال لاہور


ملفوظات
مجدد مائۃ حاضرہ
فرید بک سٹال لاہور


فیصلہ ہفت مسئلہ
توضیحات، تشریحات
فرید بک سٹال لاہور


فقہ حنفی کے مسائل
فرید بک سٹال لاہور


ہماری نماز
فرید بک سٹال لاہور

فرید بک سٹال

